بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

الحمد للہ علی احسانہ کہ کتاب سمیت انتساب موسوم بہ

شفاء الجنان من شبہات الشیطان

ملقب بہ

شہاب ثاقب

تصنیف سید مہدی علی ابن سید حمایت علی معروف بہ سید عمر دراز علی

متوطن بلدہ میرٹھ

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۱۸۹۹ء

فہرست کتاب

فہرست کتاب شفاء الجنان من شبہات الشیطان الملقب بہ شہاب ثاقب

تمت بالخیر

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یعنی بیان حال مصنف وسبب تصنیف

حامداً ومصلیاً۔ ملک عرب کی رسم ہے کہ جب لڑائی مین دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے اپنا حسب ونسب بیان کرتے اور رجز پڑہتے ہین۔ چونکہ حق تعالی نے مجہہ سے خاکسار کو توفیق شیطان سے بڑے دشمن کے ساتہہ مقابلہ کی عنایت فرمائی اسلئے مناسب ہے کہ تہوڑی سی رجز خوانی کرون اور بحکم وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ۔ نعمات الہی کا جو مجہپر نازل ہوئین ذکر کرون۔ کیا عجب ہے کہ وہ ذکر بہی باعثِ عبرت وتیقظ ہو۔ میرا نام مہدی علی بن سید حمایت علی معروف

بہ سید عمر دراز علی بن سید الٰہی بخش عرف میر مینڈھو بن سید میر بن سید عبد الرسول
بن سید جلال ہے۔ الحمد للہ والشکر للہ کہ اوسنے مجھے خانہ سیادت مین پیدا فرمایا
اور ایسے شخص کے ذریعہ سے خلعت وجود عنایت کیا جو بہت سے ذاتی اوصاف حمیدہ
سے متصف اور سیف و قلم دونون کے ہنرون مین فرد تھے جناب جد مرحوم نے انقلاب
روزگار سے بلدہ میرٹھہ مین توطن اختیار کیا تھا اور ایسی حالت تھی کہ والد مرحوم کو ابتداے
عمر مین نوکری کرنے کی ضرورت ہوی۔ لیاقت خداداد عجب چیز ہے۔ وہ بہت جلد
مناصب جلیلہ پر پہونچ گئے مگر اپنے آپکو کمترین بندگان الٰہی مین سے جانتے رہے۔
اور ہمیشہ جود و کرم کے ساتھہ بسر کرکے اپنے بنی نوع سے اور بہی احسانات عظیمہ کرتے
رہے۔ چنانچہ جب غدر ۱۸۵۷ء کا ہوا جناب ممدوح لہار ضلع جالون مین ڈپٹی کلکٹر
اور سب ڈویزنل افسر تھے۔ (وہ علاقہ اب مہاراجہ گوالیار کو مل گیا ہے) باوجودیکہ غدر
مئی ۱۸۵۷ء سے شروع ہوگیا تھا وہان اکتوبر ۱۸۵۷ء تک حکومت کرتے رہے کچھہ ایسا
طریقہ تھا کہ اوس شورش عظیم مین بہی لوگون نے اونکو ضرر نہ پہونچایا بلکہ بدستور حاکم
مانتے رہے۔ جب اس کمال کا صلہ گورنمنٹ انگلشیہ نے دینا چاہا تو صرف خلعت قبول
کیا۔ جایداد اس لیئے نہ لی کہ جسکی ملتی تہی اوسی کو واپس ولانا حق تہا۔ یہہ خاکسار
اونکا اکلوتا بیٹا ہے۔ چونکہ قدر دان کمال تھے میری تعلیم مین بڑی کوشش فرماتے تھے
چار شخص نوکر تھے جو علوم عربی اور دونون مذہب کی کتابین اور انگریزی پڑہاتے اور
خوشنویسی کی مشق کراتے تھے۔ جب مین اونکے ساتھہ ہوتا تھا خود بہی پڑہایا کرتے

ستے۔ میری ولادت کمال شورت کے زمانہ مین ہوی تہی اسلئے مجہنے مانہ اور اوسکے حوادث سے اونکی حیات مین بالکل بیخبری تہی۔ مصائب غدر نے جناب مرحوم کی صحت و تندرستی پر بڑا اثر کیا تہا۔ چنانچہ آخرکار ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۶۰ع مطابق ۲۷ شعبان سنہ ۱۲۷۶ھ کو اونہون نے انتقال فرمایا۔ حق تعالیٰ غریق رحمت فرمائے آمین بمحمد و آلہ اجمعین۔ اوس وقت میرے اوپر عجیب حالت گذری۔ مدت تک یقین نہ آیا کہ وہ وارد دنیا مین نہین ہین۔ مرنا اونکا محال معلوم ہوتا تہا گویا اس شعر کا ترنم تہا۔ **شعر**

لا تقل مات بموت الاجساد	بل من الدار الی الدار رحل

یہہ صدمہ پہلا تہا جو مجہپر عالم مین گذرا۔ مگر ایسا سخت تہا کہ اگر ایمد کی مدد نہوتی تو سنبہلنا ناممکن ہوجاتا۔ اونکی وفات کا ہونا تہا اور انقلاب کا ہونا۔ دنیا کا رنگ بدل گیا۔ زمین آسمان اور ہو گئے۔ **ع**

تغیرت المودة والاخاء	وقل الصدق وانقطع الرجاء

بعض بزرگ تو التفات فرماتے رہے (حق تعالیٰ اونکی مغفرت فرمائے) لیکن عموماً معلوم ہوتا تہا کہ ان تلون تیل نہ تہا۔ مین اوس وقت اس قابل نہ تہا کہ اپنے آپکو سنبہال لون۔ عمر ۱۴۔۱۵ سال کے قریب تہی۔ اوسکے بعد سب سے زیادہ نازک یہہ معاملہ پیش آیا کہ بعض بزرگونکی یہہ راے ہوی کہ خاکسار اتنا پڑہ چکا ہے کہ شہر مین سب پڑہے ہوؤن سے زیادہ استعداد ہو گئی ہے تکمیل تعلیم کی ضرورت نہین ہے۔ اونہون نے اور مصارف کے ساتہہ مصارف تعلیم بہی تخفیف کر دئے۔ ناچار مین بیکار رہنے لگا

لیکن دو اوستاد دونون مذہب کے معلم رہ چکے تہے اسلیئے مذہبی علم کلام کے ساتہہ
مجہے قدرتی طور سے دلچسپی ہوگئی تہی۔ آخرکار اپنے اوقات اس علم کی کتابون کے
دیکہنے مین صرف کرنیلگا۔ بیکار محض نہین رہا۔ دلائل کے دیکہتے دیکہتے یہہ حالت ہوی
کہ تہوڑے دنون ایک دلیل زورآور معلوم ہوی پہر وہ دلیل کچہہ دنون بعد کمزور معلوم ہونے
لگی یہانتک کہ بالکل لیس بشیٔ نظر آنے لگی۔ اسی اثنا مین ضرورت کی وجہ سے انگریزی
مین ترقی کرنی شروع کی۔ اور جب اتنی انگریزی آگئی کہ مین کتاب انگریزی بلاامداد دیکہہ سکون
تو خیالات مین ایسا تغیر ہوا کہ مذہبی دلائل سب کے سب کمزور معلوم ہونے لگے۔ اسلام
کے متعلق شکوک پڑنے لگے۔ کسی نے معجزہ بیان کیا اور دل مین آیا کہ کسقدر ناممکن ہے
کسی نے قدرت الٰہی کو بیان کیا اور سخت حیرانی ہوی کہ کسقدر خارج از عقل بات ہے
ابتدا مین مجہے عبادت کی عادت تہی اور طہارت کا شوق تہا۔ وہ ان خیالات نے اسقدر
گہٹا دیا کہ مین جب نہاتا تہا نماز پڑہ کر ایک آدہ دعا پڑہ لیا کرتا تہا۔ ورنہ نماز روزہ سب
چہوٹ گئے۔ گویا کہ توفیق الٰہی نے میری رفاقت ترک کردی۔ ان وساوس مین ہمیشہ
مبتلا اور منہمک رہا کرتا تہا تاہم کتاب دیکہنا نہ چہوڑتا بلکہ آخر زمانہ قیام وطن مین کچہہ اوستاد سے
بطور خود پڑہا کرتا تہا۔ جناب والدہ مرحومہ کو میرے ساتہہ معمولی مہر مادری سے زیادہ شفقت تہی
اسلیئے باوجود ضرورت کے اونہون نے گوارا نہ کیا کہ مین میرٹہہ چہوڑ کر طلب معاش کرون۔
اس مدت مین یہانتک نوبت پہونچی کہ لوگ مجہے ننگ خاندان اور بدترین خلائق جاننے
لگے۔ کوئی روادار نہ تہا کہ یہہ ہمارے پاس آکر تہوڑی دیر بیٹہہ جائے۔ جو والد مرحوم

کے سلامی تھے نہین چاہتے تھے کہ میر اسلام لین - یہہ حالت اسطرح ختم ہوی کہ ۱۳ اکتوبر
سنہ ۱۸۶۹ء کو والدہ ماجدہ نے دنیا سے رحلت کی اور اونکے انتقال نے مجہہ مین ایک تازہ تغیر
پیدا کیا وہ تغیر یہہ تہا کہ اونکی آنکہہ بند ہوتے ہی یہہ معلوم ہوا کہ دنیا مین کوئی حقیقی شفیق اور سرپرست
سوائے ذات خداوند عالم کے باقی نہین رہا - اوس سے تین دن پہلے میرے بڑے
چچا سید کفایت علی سررشتہ دار کمشنری دہلی نے انتقال فرمایا تہا - اونسے مجہے بڑی
محبت تہی اور وہ میرے محسن تھے - ان دونون موتون نے دل کو پس ڈالا دنیا آنکہون
مین تاریک معلوم ہونے لگی اور اوس تاریکی مین جب آنکہہ کہلی گویا خدا نظر آنے لگا اندہیرا
اوجالا ہوگیا - چھوٹے چچا سید ولایت علی اوسوقت زندہ تھے - اللہ تعالی اونکو بہی غریق
رحمت فرمائے - اونکو بہی ایسا صدمہ ہوا کہ وہ ان دونون بزرگون کا فقدان اور اون گہرون
کو جن مین یہہ لوگ رہتے تھے اور نہین اونکا نہونا نہ دیکہہ سکے اور قصد حج و زیارات فرمادیا
بہائی سید گوہر علی صاحب کو اللہ غریق رحمت کرے - وہ میرے معاملات کے کفیل
باقی رہ گئے - اونکی حمایت میرے لئے مثل والد مرحوم کے تہی (اونکی عقل خداداد بہی
مثل والد مرحوم کے تہی -) گہر بار اونپر چھوڑکر مین نے قصد کیا کہ جناب عم نامدار کو لکہنؤ تک
پہونچا آؤن - جب ان سے جدا ہوا وطن کو واپس جانے کی دل مغموم نے اجازت نہ دی
اسلئے یہ قصد کیا کہ جناب والد مرحوم کی قبر مطہر پر جو کالپی ضلع جالون مین ہے فاتحہ خوانی کرتا چلون
کچہہ اور دن گذر جائینگے ؎

جب سینہ مین مضطر دل بے صبر کو دیکہا	گہر سے گئے روتے ہوئے اور قبر کو دیکہا

چنانچہ مین جب جالون مین جہان میرے بڑے عزیز بہائی سید ظفریاب علی اور سید
مظفر علی تحصیلدار اور سب انسپکٹر تہے (آخر دسمبر ۱۸۶۹ء) پہونچا اونہون نے
صلاح دی کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے ملنا چاہیئے کیونکہ اب نوکری کر لینی ضرور ہے
یہہ راے مجہے بہت پسند آئی اسلئے کہ اوسمین ترک وطن بہی تہا اور کسب معاش بہی
اتفاق تقدیری کی بات - صاحب ممدوح اوسوقت کالپی مین رونق افروز تہے -
چنانچہ مین وہان پہونچا اور بعد فاتحہ خوانی اونسے ملا - عرض کرون کہ ان حوادث کو
تین ماہ کا زمانہ ہولیا تہا - اور مین متوجہ الی اللہ ہو چکا تہا - مین نے کالپی
پہونچکر توبہ کی اس حالت کا ظہور - اور توفیق الہی کی رفاقت - سچ یہہ کہ جو تغیر وساوس
شیطانی کی بدولت ہوا تہا - اور توفیق اوٹہا لیگئی تہی وہ بہی میری بہلائی کیلیے
تہا - اور یہہ بہی - کیونکہ اس طریقہ سے ایسا نفع ہوا کہ اگر ناز ونعمت مین بسر ہوے جاتی
ہرگز نہوتا - الغرض صاحب ممدوح کے ذریعہ سے مجہکو کشایش رزق ہوی اور بے
شان وگمان ایسی نوکری مل گئی کہ والد مرحوم کے مرتبہ پر پہونچنے کا ذریعہ ہوی - جب مین
رخصت لیکر پہر وطن گیا تو مین نے دیکہا کہ وہی لوگ جنکو سلام لینا گران تہا پہر سلامی
بنگئے دوست پہر دوست ہوگئے لوگ تواضع کرکے پاس بٹہلانے لگے بلکہ حاجت
مانگنے لگے - اس حالت نے مجہکو اور متوجہ الی اللہ کیا باوجود ان سب امور کے جو وساوس
پیدا ہو چکے تہے دل مین باقی تہے - لیکن پہلے زمانہ مین پیدا ہوتے تہے اب گہٹنے
لگے تہے - اب ہر وقت طبیعت مین مقابلہ رہنے لگا اور ۲۵ برس اس حالت مین گذرے

کہ شیطان ایک طرف زور کرتا تھا اور توفیق الٰہی میری کوششوں کی رفیق ہوکر دوسری طرف
زور کرتی تھی - اس حالت نے مجھہ مین عادت پیدا کردی کہ کسی امر مین تعصب نکرون بلکہ
صبر کرون - (کیونکہ دلیل کی بڑی بے وقعتی میرے دل مین سما چکی تھی -) اوسوقت
راے قائم کرون جب کچھہ ایسی طرح تسکین ہو کہ دل مان جائے - سنہ ۱۸۷۱ع مین مجھے
کوچ مین رہنے کا اتفاق ہوا وہان جناب مولوی محمد کریم بخش صاحب ڈپٹی کلکٹر حاکم حصہ
ضلع تھے - اونسے مجھکو اکثر باتین کرنیکا اتفاق ہوتا تھا حقیقت مین یہ بزرگ بڑا ہی
راستباز تھا اور بڑی خوبی یہ تھی کہ اخلاق کی کتابون مین جو باتین لکھی ہوئی ہین اونپر پورا
عمل کرتا تھا - بیشتر ملاقات کا وقت ایسے ہی تذکرون مین صرف ہوا کرتا تھا - کبھی وہ
مجھے مدد دیتے تھے کبھی مین اونکو - الغرض کس زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرون
کہ محنت شاقہ کے بعد مین لڑائی جیتا - معاملات کو دیکھتے دیکھتے اور ہر بات پر غور کرتے
کرتے یہہ یقین ہو گیا کہ پہلے خیالات اور توہمات بالکل لغو تھے - نظر آنے لگا کہ بلا سبب
کچھہ نہین ہوتا اور سبب مین سبب پیدا ہوتا ہے کہ بلا مرضی الٰہی کچھہ نہین ہوتا - اللہ قادر
مطلق موجود ہے - بندہ فاعل مختار ہے لیکن وہین تک کہ اختیار باطل نہو جائے
اور اسپر بھی اللہ تعالیٰ کے بس مین ہے - جو کچھہ شارع علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے
حق ہے - معجزات حق ہین - الغرض جو کچھہ قرآن و حدیث مین ہے حرف حرف سچ ہے
مین بلا تصنع ناظرین کی خدمت اقدس مین التماس کرتا ہون کہ ایک راے جلدی سے
قائم کرکے پھر اور بات نہ سُننا اور ہمیشہ ماہیت اور طریقہ اسباب سے غفلت کرنا ایسی عادت

ہے کہ وہی مادہ اور سبب سب گمراہیون کا ہوتا ہے۔ جب انسان اسکا عادی ہوجاتا ہے
توفیق الٰہی رفیق نہین رہتی گویا دل پر مہر ہوجاتی ہے اور آدمی گونگا بہرا ہوجاتا ہے
جو کچھہ مین نے اس عرصہ دراز مین غور کرکے سمجھا تھا وہ میرے دل مین تھا۔ اتنی فرصت
نہ تھی کہ اوسے قلمبند کرون کہ شاید کوئی اور بھائی اسی حالت مین مبتلا ہو۔ اوسے نفع
پہونچے۔ یہانتک کہ مین جونپور مین متعین کیا گیا۔ اوس زمانہ مین وہان ایک شخص مولوی
ناصر حسین صاحب تھے (اب مرحوم ہوگئے) اونہون نے ایک کتاب ادب عربی کی
ناصر الادب نام اس قصد سے تصنیف کی تھی کہ اوسے داخل درسیات کرائین تاکہ جو لوگ
بی۔ اے کے لئے انگریزی کے ساتھہ زبان عربی لین اوسے پڑھین۔ ایک
جلد اس کتاب کی اونہون نے مجھے بھی عنایت فرمائی تھی۔ مین نے جب اوسے دیکھا
تو اوسمین سوالات شیطان کا ذکر بطور تعلیم زبان کے مندرج پایا۔ اور یہہ بھی دیکھا کہ جواب
مین صرف اسقدر لکھا ہے کہ شر قلیل خیر کثیر کے لئے جائز ہی نہین لابد ہے۔ جسمے یہہ
جواب اسلئے برا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف شر قلیل کو منسوب کیا ہے۔ یہہ بھی خیال
ہوا کہ ایسی کتاب مین جو آجکل کے نوجوان طالبعلمون کے لئے تصنیف فرمائی ہے
ان اعتراضات کو نقل فرمانا صحیح نہین ہے۔ اسلئے کہ یہہ سوالات ایسے عام فریب ہین
کہ ہر شخص اونکا جواب نہین دیسکتا۔ خصوصاً وہ طالبعلم جو دوسرے علوم مین منہمک
ہین۔ اونکے لئے یہہ سوالات سم قاتل ہونگے۔ کیونکہ جب وہ سوالات دیکھین گے اور
جواب نہ پائینگے اثر سوالات مستقر ہوجائیگا۔ ممکن ہے کہ وہ دین سے انحراف کامل کا

سبب ہو۔ چونکہ مین ان سب امور کو اسد کی مہربانی سے سوچے ہوے تہا اور شیطان
سے ساری عمر لڑکر غالب آیا تہا مناسب سمجہا کہ اون سوالات کا جواب لکہون شاید جناب
اقدس الہی کو پسند آئے کہ اس بندہ نے اپنی مثال دوسرون کو اونکے تیقظ کے لئے بتلائی
مین نے جونپور مین جواب لکہنا شروع کیا۔ تہوڑا سا لکہا تہا کہ مجہپر حوادث تازہ پڑے
(اور ایسے وقت مین کہ فرزند عزیز سید علی وسط لندن مین طلب علم کے لئے گئے تہے۔
اور برخوردار عزیز سید سلطان احمد بہی مجہہ سے جدا تہے) اور تصنیف پوری نہوی مگر مین
شکر الہی بجا لاتا ہون کہ ان حوادث نے اوس نفع سے بہی زیادہ نفع کیا جو سنہ ۱۸۶۹ء مین
گذرے تہے۔ غالباً اونسے بہت سی کمی دور ہو گئی اور اس تحریر کی زیادہ قابلیت پیدا
ہوی۔ جونپور مین نوکری کا کام بہی زیادہ تہا اور آب وہوا بہی اچہی نہ تہی اسلئے پہر ایسا نہوا
کہ مین متوجہ تکمیل کتاب ہوتا۔ یہان تک کہ مظفر نگر بدل آیا۔ وہانکی حالت بہی قریب قریب
جونپور کے تہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسد تعالی کو اس تصنیف کا پورا کرانا منظور تہا کہ اوسنے
تبدیلی مظفر نگر کو ذریعہ تبدیلی سہارنپور کا گردانا اور چہاونی کا محکمہ توڑکر رورکی مین جب حصہ
ضلع قائم ہوا تو مجہے وہان پہونچادیا۔ یہہ جگہہ پرفضا۔ خوش آب ہوا۔ تو قدرتی ہے
مگر میرے لئے بہت ہی موافق ہوی۔ چونکہ یہان مکان بہی اچہا ملا اور دو حاکم کے رہنے
سے کام بہی مناسب مقدار کا تہا مجہے خیال اوسکی تکمیل کا از سر نو اسطرح پیدا ہوا کہ ایک روز
جناب قاضی ناظر حسن صاحب رئیس منگلور علاقہ رورکی مجہسے ملنے آئے تہے اثنائے گفتگو
مین اونہون نے ایک قصہ بیان کیا جس سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب معمولی آدمیون

مین سے نہین ہین۔ بلکہ بلند مرتبہ لوگون مین سے ہین۔ اسلیئے مین نے اونکو وہ اوراق
جو جونپور مین لکھے تھے سنائے۔ اونہون نے لفظاً اور معناً دونون طرح داد دی
یعنی لفظ بہی کہے اور چہرے سے بہی ظاہر ہوا کہ جو لفظ کہے تھے مطابق اوس
اثر کے تھے جو دل مین پیدا ہوا تہا۔ یہانتک فرمایا کہ یہہ تو انگریزی مین ترجمہ
ہونے کے قابل ہین تاکہ ممالک یورپ مین مشتہر ہون اس بڑی داد نے پہر
میرے دل مین خیال اوس کے تکملہ کا پیدا کیا۔ جب مین نے لکہنے کا قصد کیا
تو اوس حالت کے ساتہہ جو میرے اوپر گذری تہی اوس حالت پر بہی غور کرنا
شروع کیا جو میری دیکہتی آنکہون اس ۲۵ برس کے عرصہ مین عام و خاص خلائق
پر گذرے تہے۔ اوس نے اسلام مین ایک اختلاف پیدا کیا ہے جسکے نتائج ویسے
ہی ہین جیسے اختلاف کے ہوتے ہین۔ اس سلئے ضرور معلوم ہوا کہ اس تصنیف
کو اوس اختلاف کے رفع کرنے کا ذریعہ بہی گردانون۔ چنانچہ مین نے چہہ مہلینے
کے عرصہ مین اس کتاب کو لکہا اور قصد کیا کہ مشتہر کرون۔ لیکن طبع سے پہلے
اس قصد مین بعض امور مخل ہوے۔ اجمالی بیان اونکا یہہ ہے کہ چہپوانا بلا اجازت
حکام وقت کے ممکن نہوا۔ حکام موصوف انتظام طاعون ہر دوار مین مصروف ہو گئے
۔ دو سال کا عرصہ گذر گیا اور یہہ قصد ملتوی ہوتا رہا۔ تاہم مین نے اس وقت کو
ضائع نہین کیا۔ کچہہ نہ کچہہ اصلاح و ازدیاد مضامین کرتا رہا۔ یہانتک کہ عالی جناب
معلے القاب ڈبلیو ایچ ایل امپی صاحب بہادر ضلع سہارنپور کی

کلکٹری پر تشریف لائے ا ور اونہون نے اس کتاب کے چھپنے کی اجازت بعد منظوری ضروری کے عطا فرمائی - لازم ہے کہ مین جناب ایسی صاحب کا شکریہ ادا کرون - چنانچہ ادا کرتا ہون - یہہ وہی شخص ہین کہ مین اونکا نام اس دیباچہ مین اظہار احسانمندی کے لئے لکہتا ہون حقیقت مین یہہ بزرگ نہایت ستودہ صفات ہین - حکام انگریزی کی عموماً یہہ حالت ہے کہ اونکی لیاقتین مسلم ہین - اور خوبیان بیشتر حکام کی حیرت انگیز - لیکن ضرور بعض کو بعض پر بہتری مین فضیلت ہوتی ہے یہہ بزرگ اون بعض اور بہت ہی خاص لیاقت کے حکام مین سے ایک ہین جو باعتبار صفات اعلی اس صوبہ مین مشارٌالیہ ہین حقیقت مین اونہون نے مجہپر احسان کیا ہے اور مین اوسکا اقرار کرتا ہون اور اسلیئے دعا کرتا ہون کہ وہ اس صوبہ کے نواب لفٹننٹ گورنر بہادر ہوتین آمین

معذرت اس کتاب مین بعض مقامات کو ایسے بسط سے لکہا ہے کہ اوسے طول ممل کہہ سکتے ہین اور تکرار مضامین بہی ہے - یہہ طریقہ اسلیئے اختیار کیا ہے کہ مسائل مبحوث عنہ ایسے ہین کہ اونکے سمجہانے مین بسط کے بغیر کام نہین چل سکتا - علی الخصوص جب کتاب مذاق زمانۂ حال کے مطابق لکہی جائے اسلیئے پہلے دو باب مین حتی الامکان نقلیات سے کام نہین لیا - اوسکے بعد دو باب ہین نقلیات سے انہین مضامین کو مدلل اور روشن کیا ہے - پانچوان باب خلاصہ اون مطالب کا مع خاص اون مضامین کے ہے جو جواب کے لئے ضروری تہے - تکرار اس ضرورت خاص سے بہی جائز رکہا ہے کہ اس بات کی توقع کمتر ہے کہ ناظرین ساری کتاب کو صبر و اطمینان سے پڑہین گے

جب یہ ظن غالب ہو لازم آتا ہے کہ وہ مسئلہ جو بحث خاص کے متعلق ہے اس طریقہ پر ہر مقام مین (خواہ تطفلی ہو یا مستقل) ایسا بیان کیا جائے کہ بقدر ضرورت مقام تسکین بخش ہو۔ باوجود اسکے مین اون حضرات کی خدمات اقدس مین جو اس کتاب کو دیکھین التجا کرتا ہون کہ اس خطا اور ساری اور خطاؤن کو جہان معلوم ہون دامن عفو سے پوشیدہ فرمائین۔ اللہ تعالیٰ اجر دیگا۔

سید محمد نعیم علی عفی عنہ } مقام رورکی محررہ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شفاء الجنان من شبہات الشیطان

ملقب بہ

شہاب ثاقب

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام قادر علیخان صوفی حلیہ طبع پوشید

سنہ ۱۸۹۹ عیسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت
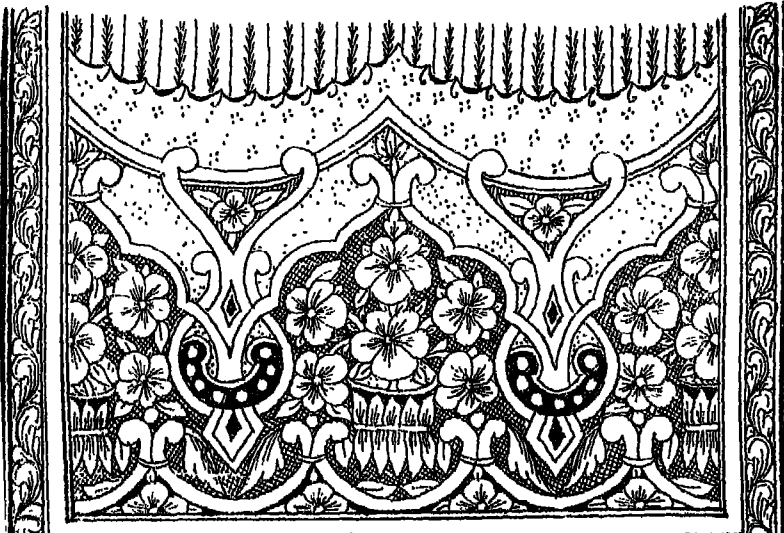
کرور کرور شکر اللہ تعالی کا بنی نوع انسان پر واجب ہے جسنے ہمکو ایسا بنایا کہ ہماری کوئی نظیر دنیا مین نظر نہین آتی۔ کرور کرور احسان اللہ تعالی کا ہمپر ہے کہ اوسنے مخلوق کو ہمارے فائدہ کے لئے بنا کر ہمکو اونکا حاکم کیا۔ اے اللہ۔ ہم اوس شکر کے ادا کرنے سے قاصر ہین۔ اور اس نعمت کے لئے تجہسے بڑے مالک کے سامنے سوا اسکے کیا کر سکتے ہین کہ سجدہ کرین جو سب سے بڑی منت اور عاجزی و شکر کا طریقہ تو نے ہم مین خلق فرمایا ہے۔ سجدہ بہی کرین اور تیرے حکم بہی بجا لائین جن حکمون کے پہونچانے کو تو نے جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبی کو بہیجا۔ اللہ اکبر کیا پاک نبی عنایت فرمایا کہ جب اوسکی خوبیون پر ہم خیال کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ آدمیت کا نمونہ کیا ہے اور تو نے آدمی کو کیا کیا رتبے دیے ہین۔ اوسکے

ساتہہ تونے اوسکی آل اور جانشینون مین کیا کیا خوبیان پیدا کین ۔ اون خوبیون نے کیا کیا اثر دکہلا یے جنکا فیض آج تک ہم لوگون پر جاری ہے ۔ تیرے احسان بنی نوع انسان پر اسقدر ہین کہ اونکو ہر وقت تیرے شکر مین مصروف رہنا چاہیے ۔ ان نعمتون کے ساتہہ جو تو نے ہمکو دی ہین بڑی نعمت یہ عطا فرمائی ہے کہ ہمکو اپنا بندہ بنایا اور شکر کا آسان طریقہ ہمکو یہ دیا کہ ہم تیرے ہوکر رہین ۔ اے اللہ تو نے ہمارے لیے مراتب عظیمہ مقرر فرمائے اور تو نے ہمکو اون تک پہونچنے کا وسیلہ دیا کہ جسقدر عقل کے موافق کام کیے جائین اوسی قدر اون مرتبون پر پہونچتے جائین ۔ تو نے اون ذریعون مین اپنی کمال مہربانی سے آسانی دی ۔ اپنی توفیق ہمارے ساتہہ رفیق کی ۔ کوئی امتحان ایسا سخت ہمارے لیئے نہین رکہا جو ہم سے نہ ہو سکے اور بمقابلہ اوسکے مراتب بہت ہی عظیم بنائیے ۔ اے اللہ تو نے عزازیل کو پیدا کیا اور اوسکو ہمپر غلبہ نہین دیا ۔ باوجود اسکے اوسکے ذریعہ سے جو امتحان لیا اوسکے مراتب بہی بلند فرمائے ۔ اے اللہ مین قصد کرتا ہون کہ تیرے شکر نعمت مین اس طرح مصروف ہون کہ اوس مخلوق کی بابت جو دہوکا ہو رہا ہے اور اوسنے جو دہوکے دئے ہین کچہہ لکہون ۔ تو توفیق دے ۔ تو مدد کر ۔ تو راہ نیک دکہلا ۔ اور تو اوسے مقبول فرما ۔ بمحمد و آلہ الامجاد ۔ صلوٰۃ اللہ علیہم الی یوم المعاد

وہ دہوکے بہت دنون سے ذکر ہو رہے ہین اور ہر وقت کے مذاق کے مطابق اونکے جواب ہوسے ہین مین آجکل کے مذاق کے موافق کچہہ بیان کرنا چاہتا ہون اور اوسکو

یون شروع کرتا ہون کہ پہلے وہ سات ڈہو کے یعنی سوال بیان کرتا ہون پہر

فہرست اجمالی

جواب کو بہی سات حصون پر تقسیم کرتا ہون۔

حصہ اول۔ تمہید۔ دلائل کی دقت

پہلا حصہ جسکا نام تمہید ہے۔ اسمین ذکر اس بات کا ہے کہ دلیلون مین صحیح کو سقیم سے پہچاننا کتنا مشکل ہے۔

باب اول حصہ دوم۔ نظام عالم کی خوبیون کا بیان۔

دوسرا حصہ جسکا نام باب اول ہے اوسمین ذکر نظام عالم اور اوسکی خوبیون کا ہے۔

باب دوم حصہ سوم نظام عالم کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

تیسرا حصہ جسکا نام باب دوم ہے اوسمین ذکر اون اعتراضات کا ہے جو آجکل دلون مین نظام عالم کی متعلق خطور کرتی ہین اور اونکی جوابات کا۔

باب سوم حصہ چہارم۔ آیات قرآنی متعلق شیطان اور اونکے نکات۔

چوتہا حصہ جسکا نام باب سوم ہے اوسمین ذکر اون آیات قرآنی کا ہے جو متعلق شیطان کے ہین۔ اور نیز اون نکات کا جو آیات مذکورہ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتے ہین۔ اور بعض اعتراضات کے جوابات کا۔

باب چہارم حصہ پنجم۔ ساتون سوالات کا جواب اجمالی۔

پانچوان حصہ جسکا نام باب چہارم ہے اوسمین ذکر ساتون سوالون کے جواب اجمالی کا ہے۔

باب پنجم حصہ ششم۔ ساتون سوالات کا جواب تفصیلی۔

چہٹا حصہ جسکا نام باب پنجم ہے اوسمین ذکر جوابات تفصیلی یعنی ہر سوال کے مقابل جدا جواب کا ہے۔

خاتمہ حصہ ہفتم حقیقت شیطان

ساتوان حصہ جسکا نام خاتمہ ہے اوسمین ذکر حقیقت شیطان

تاویلات اور دوسری ضروری چیزون کا بیان —

کا اور اوسکے وجود کا ہے - اور یہہی بیان ہے کہ شیطان کے وجود سے انکار کی اصلی وجہ کیا ہے - اور اوسکے وجود کے متعلق تاویل اور عموماً مذہب کی باتون مین تاویلات کرنیکی برائی کیا ہے اور بغیر تاویلون کے تاویلات کرنیکی بہ نسبت کام اچھا چل سکتا ہے -

شیطان کے ساتون سوال

وہ سات سوال جنکی نسبت علمانے لکھا ہے کہ شیطان نے فرشتون سے کیئے اور کہا کہ جناب اقدس الہی مین ان سوالات کو عرض کرو اور جواب مانگو - یہہ ہین - توضیح اسد تعالی نے جو جواب دیا اوسکا ذکر باب چہارم مین ہے -

پہلا سوال

پہلا سوال

شیطان کو کیون پیدا کیا

اِنَّہٗ عَلِمَ قَبْلَ خَلْقِیْ اَیَّ شَیْءٍ یَصْدُرُ عَنِّیْ وَیَحْصُلُ مِنِّیْ فَلِمَ

اسد تعالی کو میری پیدایش سے پہلے معلوم تہا کہ مجھسے کیا افعال صادر ہونگے پہر اوسنے

خَلَقَنِیْ اَوَّلًا وَمَا الْحِکْمَۃُ فِیْ خَلْقِہٖ اِیَّایَ -

مجھے پیدا ہی کیون کیا میرے پیدا کرنیمین خصوصاً کیا حکمت ہے ؟

دوسرا سوال

دوسرا سوال

تکلیف معرفت کیون دی

اِنْ خَلَقَنِیْ عَلٰی مُقْتَضٰی اِرَادَتِہٖ وَمَشِیَّتِہٖ فَلِمَ کَلَّفَنِیْ بِمَعْرِفَتِہٖ

جبکہ اسد تعالی نے اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق مجھے پیدا کیا تو پہر تکلیف معرفت

وَطَاعَتِہٖ وَمَا الْحِکْمَۃُ فِی التَّکْلِیْفِ بَعْدَ اَنْ لَّا یَنْتَفِعَ بِطَاعَتِہٖ

اور طاعت دینے مین کیا فائدہ تہا کیونکہ اسد کو بندون کی طاعت سے نفع اور اونکی نافرمانی

وَلَا یَتَضَرَّرُ بِمَعْصِیَتِہٖ۔

سے نقصان نہین پہونچتا اسمین کیا حکمت ہے؟

تیسرا سوال

تیسرا سوال
سجدہ آدم کا کیون حکم دیا

اِذَا خَلَقَنِیْ وَکَلَّفَنِیْ فَالْتَزَمْتُ تَکْلِیْفَہٗ بِالْمَعْرِفَۃِ

جب مجھکو پیدا کیا اور عموماً اپنے احکام کا مکلف بنایا مین نے اللہ تعالی کو پہچان لیا

وَالطَّاعَۃِ وَاَطَعْتُ فَلِمَ کَلَّفَنِیْ بِطَاعَۃِ اٰدَمَ وَالسُّجُوْدِ لَہٗ وَمَا الْحِکْمَۃُ

اور اوسکی عبادت کرنیلگا اور فرمانبردار ہوگیا پھر علی الخصوص سجدہ حضرت آدم کا مجھے کیون حکم دیا

فِیْ ہٰذِہِ التَّکْلِیْفِ عَلَی الْخُصُوْصِ بَعْدَ اَنْ لَّا یَزِیْدَ ذٰلِکَ فِیْ مَعْرِفَتِیْ وَطَاعَتِیْ

اس حکم دینے مین کیا حکمت ہے؟ کیونکہ آدم کیطرف سجدہ کرنیسے میرا عرفان و طاعت زیادہ نہین ہوسکتی

چوتہا سوال

چوتہا سوال
انکار سجدہ سوا ذات الہی کے شیطان کو مردود کیون کیا۔

اِذَا خَلَقَنِیْ وَکَلَّفَنِیْ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَکَلَّفَنِیْ بِہٰذَا التَّکْلِیْفِ

جبکہ مجھکو عموماً کل احکام کی بجاآوری اور خصوصاً آدم کی سجدہ پر مامور فرمایا

عَلَی الْخُصُوْصِ فَاِذَا لَمْ اَسْجُدْ فَلِمَ لَعَنَنِیْ وَاَخْرَجَنِیْ مِنَ الْجَنَّۃِ وَمَا الْحِکْمَۃُ فِیْ ذٰلِکَ

پس اگر مین نے سجدہ نکیا تو مجھپر کیون لعنت کی اور کیون جنت سے نکال دیا مینے کچھ برا نہین کیا تھا

بَعْدَ اَنْ لَّا اَرْتَکِبَ قَبِیْحًا اِلَّا قَوْلِیْ لَا اَسْجُدُ اِلَّا لَکَ

صرف یہہ کہا تھا کہ سوا تیرے دوسرے کو سجدہ نہ کرونگا۔ اس مین کیا حکمت ہے؟

پانچوان سوال

پانچوان سوال

بعد مردود کرنیکے جنت مین کیون جانے دیا کہ مین آدم کو گیہون کہلا سکا

اِذ اَخلَقنِی وَکَلَّفنِی مُطلَقًا وَخُصُوصًا فَلَم اُطِع فَلَعنَنِی وَطَرَدَنِی

جبکہ مجھکو پیدا کیا اور تکلیف طاعت کی عموماً خصوصاً فرمائی مگر مین نے اطاعت نہ کی اور مجھے ملعون کرکے نکال دیا۔

فَلِمَ طَرَّقَنِی اِلیٰ اٰدَمَ حَتّٰی دَخَلتُ الجَنَّۃَ ثَانِیًا وَغَدَرتُہٗ بِوَسوَسَتِی فَاَکَلَ

تو پھر مجھے اس طرح کیون چھوڑ دیا کہ مین جنت مین جانے پایا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر

مِنَ الشَّجَرَۃِ المَنہِیِّ عَنہَا وَاَخرَجَہٗ مِنَ الجَنَّۃِ مَعِی وَمَا الحِکمَۃُ فِی

گیہون کہلا دیا اور پھر اونکو بھی جنت سے نکال دیا اگر مین جانے نہ پاتا حضرت آدم

ذٰلِکَ بَعدَ اَن لَو مَنَعَنِی مِن دُخُولِ الجَنَّۃِ اِستَرَاحَ مِنِّی اٰدَمُ وَبَقِیَ خَالِدًا فِیہَا

ہمیشہ جنت مین رہتے اور مجھ سے محفوظ رہتے۔ اس مین کیا حکمت ہے؟

چھٹا سوال

چھٹا سوال

شیطان کو اولاد آدم پر کیون مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہین دیکھ سکتے۔

اِذ اَخلَقنِی وَکَلَّفَنِی عُمُومًا وَخُصُوصًا وَلَعَنَنِی ثُمَّ

جبکہ مجھکو پیدا کیا اور ہدایت کی عموماً اور سجدۂ آدم کی خصوصاً تکلیف دی اور

طَرَّقَنِی اِلَی الجَنَّۃِ وَکَانَتِ الخُصُومَۃُ بَینِی وَبَینَ اٰدَمَ فَلِمَ سَلَّطَنِی عَلٰی اَولَادِہٖ

نافرمانی پر نکال دیا اور پھر جنت مین جانے دیا اوسوقت مجھمین اور حضرت آدم مین دشمنی تھی پس مجھکو اونکی

حَتّٰی اَرَاہُم مِن حَیثُ لَا یَرَونَنِی وَتُؤَثِّرُ فِیہِم وَسوَسَتِی وَلَا تُؤَثِّرُ فِی حَولُہُم وَقُوَّتُہُم

اولاد پر کیون مسلط فرمایا اور وہ بھی اسطرح کہ مین اونہین دیکھتا ہون وہ مجھے نہین دیکھتے میرا وسوسہ اون مین اثر کرتا ہے اونکی قدرت وقوت۔

وَاسْتَطَاعَتُهُمْ فَمَا الْحِكْمَةُ فِي ذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ لَوْ خَلَقْتَهُمْ عَلَى الْفِطْرَةِ دُوْنَ مَنْ

واستطاعت مجھین اترنہین کرتی سمین کیا حکمت ہی؟ کیونکہ اگر وہ مطیع اور فرمانبردار پیدا ہوتے

يُحِيْلُهُمْ عَنْهَا فَيَعِيْشُوْا طَاهِرِيْنَ سَامِعِيْنَ مُطِيْعِيْنَ كَانَ اَحْرٰى بِهِمْ وَاَلْيَقُ بِالْحِكْمَةِ

کوئی اونکا دہوکے دینے والا نہوتا۔ پاک زندگانی عبادت اطاعت کے ساتھہ بسر کرتے

زیادہ بہتر اور شایان حکمت تہا۔

ساتوان سوال

ساتوان سوال
شیطانکو قیامت تک مہلت کیون دیگئی
اگر نہ دیجاتی بقاء عالم خیر محض ہوتا

سَلَّمْتُ هٰذَا كُلَّهٗ خَلَقَنِيْ وَكَلَّفَنِيْ مُطْلَقًا وَمُقَيَّدًا

یہ سب کچہہ مینے تسلیم کیا کہ مجہے پیدا کیا اور تکلیف معرفت دی اپنی ذات کی اور سجدہ آدم کی

وَاِذَا لَمْ اُطِعْ لَعَنَنِيْ وَطَرَدَنِيْ وَاِذَا اَرَدْتُ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ —

اور جب مین نے فرمانبرداری نہ کی نکال دیا۔ اور پہر جب مین نے جنت مین جانا چاہا

مَكَّنَنِيْ وَطَرَّقَنِيْ وَاِذَا عَمِلْتُ عَمَلِيْ اَخْرَجَنِيْ ثُمَّ سَلَّطَنِيْ عَلٰى بَنِيْ اٰدَمَ

مجہے جانا ملا۔ اور پہر جب مین نے اپنا کام کر لیا پہر نکال دیا پہر مجہے بنی آدم پر مسلط کر دیا

فَلِمَ اِذَا اسْتَمْهَلْتُهٗ اَمْهَلَنِيْ فَقُلْتُ اَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

لیکن جب مین نے مہلت مانگی تو مجہی مہلت کیون دی یعنی مینے عرض کیا کہ مجہی مہلت دی قیامت تک

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ وَمَا الْحِكْمَةُ فِيْ ذٰلِكَ

تو ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے اس مین کیا حکمت ہی؟ اسلیے کہ اگر وہ اوسوقت

بَعْدَ اَنْ لَوْ اَهْلَكَنِيْ فِي الْحَالِ اسْتَرَاحَ اٰدَمُ وَالْخَلْقُ مِنِّيْ وَمَا بَقِيَ شَرٌّ مَا

تو مجھے ہلاک فرما دیتا تو نسبت حضرت آدم کے اور مخلوق کے کوئی شر
فِی الْعَالَمِ اَلَیْسَ بَقَاءُ الْعَالَمِ عَلٰی نِظَامِ الْخَیْرِ خَیْرًا مِنْ اِمْتِزَاجِهٖ بِالشَّرِّ۔
عالم مین باقی نہ رہتا۔ کیا عالم کا بقا نظام خیر پر بہ نسبت اسکے کہ خیر و شر یعنی نیکی اور بدی دونون
ملی ہوی ہون بہتر نہین ہے؟

تمہید

تمہید

دلائل کی دقت

اس مین ذکر اس بات کا ہے کہ دلیلونمین صحیح و سقیم کا امتیاز کتنا مشکل ہے

امور الٰہی مین خوض کرنا کیون منع ہے۔

قبل اسکے کہ جواب ان اعتراضات کا دیا جاوے بیان کرنا ایک تمہید کا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ حق تعالےٰ نے بعض خوض کرنیوالون یعنی سوچنے والون کی امور عظیمہ مین مذمت فرمائی ہے اور یہ ایک طرح کی ممانعت ہے وہ ممانعت عوام کے لیے اسی لیے ہے کہ اونکی عقل بہت چھوٹی ہے اور جب وہ عمدہ تدبیرون اور صنعتون کے سمجھنے مین قاصر رہتے ہین تو اعتراضات کرتے ہین اور اون اعتراضات سے گمراہ ہو جاتے ہین اور مفاسد مین پڑتے ہین۔

سلطنت کے رموز ہر شخص کے فہم کے قابل نہین۔

مثال کے طور پر سلطنت اور بادشاہون کا حال قابل غور ہے۔ فارسی کا ایک مصرع مشہور ہے۔ ع رموز مملکت خویش خسروان دانند یعنی باریکیان اپنے ملک پر حکومت کرنے کی بادشاہ ہی جانتے ہین۔ ظاہر ہے کہ خوب غور

بادشاہون کو پیش آتی ہین عوام کو پیش نہین آتین ۔ انسان جو نتیجہ نکالتا ہے وہ ہمیشہ اون معلومات پر مبنی ہوتا ہے جو اوسکے پیش نظر ہین ۔ ہر شخص کی معلومات کے وسائل اسقدر وسیع نہین ہوتے جتنے اون لوگون کے وسیع ہوتے ہین جو بہت سے آدمیون سے معاملہ کرتے ہین بہت سے ملکون مین پہرتے ہین بہت سی باتین دیکھتے سنتے ہین ۔ پس جو نتائج بڑے معلومات پر کسی نے نکالے ہین ممکن نہین ہے کہ اونکو وہ شخص سمجہہ سکے جسکو اوسقدر معلومات نہین ہوئے نتیجہ یہ ہے کہ کم معلومات والا جو بڑے معلومات والے پر اعتراض کریگا غلط بہی ہوگا اور مفاسد بہی اوسمین بہرے ہونگے یہ مثال پرانے بادشاہون کی ہے جب ایک شخص کے ہاتہہ مین باگ سلطنت کی ہوتی تہی زمانہ حال مین آپ ملاحظہ فرمایئے کہ سلطنت کی باگ اتفاقًا ایسے چند عقلا کے ہاتہہ مین ہے جنکے معلومات مجموعًا اسقدر زیادہ ہین کہ کسی ایک فرد مین جمع نہین ہوسکتے ۔ باینہمہ برابر ہم دیکہہ رہے ہین کہ لوگ سلطنت پر اعتراض کرتے ہین اور یہ بہی دیکہہ رہے ہین کہ جب اصلی کیفیت اور وجہ کسی خاص عمل کی معلوم ہوتی ہے قائل ہوجاتے ہین کہ اعتراض غلط تہا اور وہ عمل جو سلطنت نے کیا صحیح تہا جب کبہی ہم قائل نہین ہوتے اوسکو ہمارا تعصب کہنا لازم ہے اسلیے کہ اس بابت کوئی شک نہین کرسکتا کہ انگریزونکی سلطنت مین بہت سی خوبیان موجود ہین ایک طریقہ کا انصاف ہوتا ہے ۔ امن موجود ہے بیرونی دشمنون سے اطمینان ہے مراسلت اور مسافرت کی لا انتہا آسانی ہے ۔ تجارت آزاد ہے پس یہ سب نتائج جو پیدا ہوتے ہین ضرور صحیح افعال کا نتیجہ ہین ۔ آپ خفا نہ ہوجیے کہ مین انگریزونکی تعریف آپ کے خلاف طبع کرتا ہون ۔ اسبات پر غور کیجیے کہ ہندوستان مین مختلف گروہون پر انسانون

سکے یہ لوگ حکومت کرتے ہین۔ آپ انصاف سے مجموعی حالت پر غور فرمائیے کہ ہر گروہ ایک ایسی مناسب حالت مین خوش ہے کہ ایسا کبھی خوش نہ تہا کیونکہ مسلمانون کے وقت مین ہندو در اصل ناراض رہتی تھی۔ ممکن نہین ہے کہ اونکے مذہب مین مداخلت ہو اور وہ راضی رہین۔ ہندؤن کے وقت مین مسلمان ضائع کیے جاتے تھے۔ بہر حال جو لوگ سلطنت پر اعتراض کرتے ہین وہ ضرور حقیقت حال سے بیخبر ہین اونکو معلوم نہین کہ مختلف گروہون پر حکومت کرنے کے لیے انتظام کے درست رکہنے کیلیے امن باقی رکھنے کیلیے اندرونی اور بیرونی دشمنون سے بچانیکے لیے کیا کیا کچہہ کرنا پڑتا ہے اس ناراضی سے نتیجہ نکلتا ہے کہ معترضین قوی سلطنت کے دشمن ہین اور اس سے کیا ہوتا ہے ؟ ۔ اپنے پاؤن مین کوہاڑی مارتے ہین۔ اپنا ضرر کرتے ہین

سلطنت کی حالت اور حکمت عالم کی حالت مین فرق ہے۔

یہ مثال سلطنت کے ساتہہ صرف آپ کے سمجہانے اور غور کرنیکے لیے دیجاتی ہے ورنہ یہ مثال حق تعالی کی سلطنت کے ساتہہ کسی طرح صحیح مثال نہین ہے یعنی تشبیہ ناقص ہے۔ اسلیے کہ جتنی بڑی سلطنت اللہ تعالی کی ہے اوسقدر بڑی کوئی نہین ہے۔ اور اوسکی مصلحتین بہی ضرور اسقدر بڑی ہین کہ ہماری سمجہہ مین آنا اونکا ناممکن اور محال ہے۔ بہرحال جونکہ کوئی مثال دنیا کے پیدا کرنیوالے کی حکومت کی مل ہی نہین سکتی اسلیے کہ موجود نہین ہے پس اوسکے جملہ مصالح کا پہچاننا ضرور ناممکن ہے۔ جسقدر لوگ بیان کرتے ہین۔ بقول ایک عالم مشہور کے ع ہر کس بسر قیاس حرفی گفتند۔ اپنی چہوٹی عقل کے موافق اور معلومات پر جو اونکو ہے نتیجے نکال لیتے ہین جو ضرور محض قیاس ہونا چاہیئے واکثر وہ نتیجے غلط ہونے چاہیئین یہی وجہ ہے کہ جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے جو نکات اور حقائق ارشاد فرمائے ہین وہ اون لوگون کو جو اپنی عقول ناقصہ بھروسہ کیے ہوئے بیٹھے ہین اور واقع مین سخت بیخبر ہین ناممکن معلوم ہوتے ہین اور اونکو خلاف عقل اور ناممکن جانکر بعض بعض بر اونسین سے ہنستے ہین ۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیئات اعمالنا

مخلوق کو شناخت ذات خالق نہو سکنے کا بیان ۔

ایک روز کا مین ایک واقعہ عرض کرتا ہون کہ ایک شخص اپنے بال بچون کے ساتھہ کھانا کھانے مین مصروف ہوئے دسترخوان بچھا روٹیان آتی جاتی تھین ۔ ایک لڑکی دس گیارہ سال عمر کی جو بہت ذہین اور غائر فکر کرنیوالی تھی بول اوٹھی کہ ابا جان اللہ کیا چیز ہے ۔ اونھون نے جواب دیا کہ بیٹی یہ بات کہ اللہ کیا چیز ہے ۔ کوئی نہین بتلا سکتا ۔ اسلیے کہ تم دیکھتی ہو کہ یہ روٹی جو پک کر تمھارے سامنے آئی ہے کیا جان سکتی ہے کہ اوسکو جسنے پکایا ہے وہ کیا چیز ہے تم دیکھو کہ روٹی بغیر پکانیوالے کے یہان نہین آتی تو یہ ساری دنیا بغیر بنانے والے اور سخت تدبیر کرنیوالے کے کیسے بن سکتی ہے ۔

رموز سلطنت خالق کی بھی شناخت نہین ہو سکتی ۔

پھر غور فرمائیے کہ انگریز جو سلطنت کرتے ہین وہ ایک سلطنت ہے یعنی ایک ملک مین امن قائم رکھتے ہین اور سلطنت کے متعلق ضروری امور بجا لاتے ہین وہ کسی کو پیدا نہین کرتے ۔ مرنیوالے کو زندہ نہین کر سکتے ۔ پانی نہین برساتے ۔ ہوا نہین چلاتے ۔ سورج چاند نہین بناتے ۔ اونکی سلطنت اور اونکے

علم مین اسقدر بڑی خوبی ہے کہ وہ یہ جانتے ہین کہ مثلاً جب سمندر مین ایک خاص قسم کی ہوا
پیدا ہو گی تو موسم مین ایک خاص قسم کا تغیر ہوگا - مگر یہ امر وہ نہین جانتے کہ وہ کس طرح پیدا
ہوگی یعنی وہ اسباب سے نتیجون کے پیدا ہونیکی بابت باخبر ہین لیکن اسباب کے وجوہ سے
قطعاً بے خبر ہین - پس مجازی سلطنت کے امور مین جب بہت سی عقلین قاصر رہتی ہین
تو حقیقی سلطنت کے امور مین کیون تمام عقول قاصر نہ رہین -

بھلائی اور برائی مین امتیاز کی دقت

ان اعتراضات مین جنکی بابت ہم بطور جواب کچھ کہنا چاہتے ہین اصل
مین یہی سقم ہے کہ لوگون نے اپنے خیال مین اپنی اغراض پر نظر کرکے کچھ امور اچھے
مان لیے ہین کچھ برے - تب یہ اعتراض ہے کہ برے کیون پیدا ہوے - اول تو
یہ امر بہت بحث کے قابل ہے کہ اونکا اعتقاد نسبت اچھائی اور برائی کے صحیح ہے یا
نہین - ثانیاً یہ امر دیکھنا چاہیے کہ اچھی چیز کو اچھی چیز اونھون نے کیسے جانا ہے - ضرور
اسلیے جانا ہے کہ وہ بدی کو جانتے ہین - بلکہ بیشتر یہ اعتراض اون لوگون کا ہے جنھون نے
اچھائی کو ایک خیالی بات دل مین ٹھہرا لیا ہے - جنکو ایسے خیال کے لوگ اچھا سمجھتے
ہین اونکی حالت پر غور فرمائیے -

فقیرون مین جو بھلائی سمجھی جاتی ہے اوس بھلائی کی حالت

فرض کر لیجیے کہ ایک فقیر ہے جسے لوگ بہت اچھا جانتے ہین
وہ کیا کرتا ہے ؟ رات دن عبادت کرتا ہے کسی سے برائی
نہین کرتا - آپ غور کیجیے کہ وہ جو دوسرون کا مال بلا محنت استعمال کرتا ہے - یہ کتنا اچھا
ہے - یہ کہوگے کہ وہ دوسرون کا بھلا کرتا ہے - یہ تو ضرور ہی غلط ہے کہ وہ ساری دنیا

کی بھلائی کرتا ہے یا جو شخص اوسکی پرورش کرتا ہے اوسکی حاجتین پوری کرتا ہے۔
میرا خیال یہ ہے کہ وہ جو عبادت کرتا ہے صرف اپنے آیندہ آرام کے لیے کرتا ہے۔
حاجت کسی کی اوسکے ہاتھہ مین نہین اور مفت خورہ ہے۔

امیرون مین جو بھلائی سمجھی جاتی ہے اوس بھلائی کی حالت۔

ایک امیر کو فرض کر لیجیے کہ اوسکی لوگ مدح کرتے ہین کہ بہت اچھا ہے۔ کیا اچھا ہے۔ بڑا مخیر ہے۔ بڑا نیک ہے۔ کیا آپ نے ایسے امیرون کا انجام نہین دیکھا کہ مجلس افروزی کے لئے مصاحب جمع ہوئے انتظام سے بیخبری ہوئی قرضہ ہوا۔ بالآخر خود بھیک مانگی یا اولاد کو اس قابل چھوڑا کہ بھیک مانگین۔

حکام مین جو بھلائی سمجھی جاتی اوس بھلائی کی حالت۔

ایک کلکٹر کو لیجئے اوسکی تعریف ہے کہ بڑا اچھا ہے۔ وہ کیا کرتا ہے۔ سب لوگون کی سنتا ہے۔ اور بڑا رحمدل ہے یعنی برائیون کو معاف کرتا ہے۔ کیا بدی کی سزا نہ دینا اچھا ہے۔ کیا ہر اہل غرض کی بات سننے سے مفاسد نہین پیدا ہوتے۔

اللہ تعالی مین جو بھلائی سمجھی جاتی ہے اوس بھلائی کی حالت

اسی طرح درباب حق تعالی آپ نے اپنی خیالی نیکی کے موافق سمجھا ہے کہ وہ نیک ہے ضرور وہ ایسا نیک ہے کہ کوئی اوسکی دوسری مثال نہین ہے۔ لیکن وہ زندہ کو مردہ کرتا ہے۔ جننے کی عورتون کو تکلیف دیتا ہے۔ وہ جرائم کی سزائین علاوہ اسکے جو آیندہ کے لئے مقرر ہین دنیا مین بھی دیتا ہے پس جو نیکی آپ نے خیال کر رکھی ہے وہ غلط نیکی ہے۔ آپ اوس خالق کا حال سچ سنتے ہین جو ایک بڑا منتظم ہے اوسمین طرح طرح کے اوصاف موجود ہین جب ایک صفت کو دوسری

صفت سے ملائیگا عقل حیران ہو جائیگی اور ایک صفت دوسری صفت کے مضاد اور مخالف معلوم ہوگی
اور آپ کی سمجھ سے باہر ہو جائیگی (لفظ آپ سے ذات قاری یا مخاطب مراد نہین ہے
عامہ خلائق مراد ہین) اسی سبب سے یہ امر ہے کہ جو لوگ قابلیت نہین رکھتے اونکو اللہ جل شانہ
کے امورات مین سوچنا ہی منع ہے - اسی سبب سے مین ناظرین کی خدمت اقدس مین گزارش
کرتا ہون کہ اگر آپ کی طبیعت مین زیادہ خلجان کی کیفیت ہو تو آپ ان مباحث مین نہ پڑین
اور خیال کرین کہ وسوسہ شیطانی ہیں اور آگے اس کتاب کو ملاحظہ فرمائین -

شرح اس بات کی کہ بیان بالا کا مقصود انکار دلائل نہین ہے

ممکن ہے کہ جو کچھ آپ سے مین نے گذارش کیا آپ فرمائین کہ اسکی معنی
یہ ہین کہ دلیل کام کی چیز نہین ہے - اور جب دلیل کام کی چیز نہ ہو
تو کوئی چیز ثابت ہی نہین ہو سکتی حالانکہ دنیا کا کام دلیل سے چلتا ہے - مثلاً جو شخص
مکان مین بیٹھا ہو وہ چاندنی چھٹکی ہوئی دیکھکر جان سکتا ہے کہ چاند نکلا ہوا ہے - گو
اوسنے چاند کو اوس وقت نہ دیکھا ہو - جو شخص مرا پڑا ہوا اور سینے مین اوسکے زخم ہو جس سے
خون اوبلا ہوا ہو آپ جان لینگے کہ یہ زخم اس موت کا باعث ہے اور کسی نے گولی
چلائی یا تلوار ماری ہے تب زخم ہوا ہے - کوئی زخم کا لگانیوالا ہے - اسکی توضیح یہی
ضرور معلوم ہوتی ہے -

امتیاز صحیح و سقیم کی دقت کا بیان -

پس جاننا چاہیے کہ ہم دلیل سے اور اوسکی صحت سے کب انکار
کرتے ہین - ہمارا مطلب یہ ہے کہ محض دلیل جو قوت فکر اور معلومات
کا نتیجہ ہے قوت فکر و معلومات پر اوسکی صحت اور عدم صحت موقوف ہے اگر آدمی کی عقل اوس وقت صحیح ہے

تو دلیل بھی جو صحیح معلومات پر مبنی ہے صحیح ہو گی ورنہ نہین۔

مثال عدم صحت اوس دلیل کی جو آنکھہ سے دیکھکر پیدا کی ہو

ایک مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص جو دنیا مین نہین پھرا اور ناواقف ہے جب موسم گرمی مین ایسے جنگل سے گذریگا جہان ریت کے سوا اور کچھہ نہو جان لیگا کہ تالاب بھرے ہوئے ہین۔ یہہ نتیجہ غلط ہے گو آنکھہ سے دیکھی ہوئی چیز کے متعلق نکالا ہے۔ غلطی اسلیے ہوئی کہ اس شخص کو معلوم نہین کہ گرمی مین دور کی ریت بشکل تالاب نظر آتی ہے۔

مثال عدم صحت اوس دلیل جو سنکر پیدا کی ہو۔

ایک مثال یہہ ہے کہ ایک مجسٹریٹ کے سامنے ایک شخص لایا گیا جو اس الزام مین ماخوذ تہا کہ اوسنے اپنے آقا کے مال کی چوری کی اور جب اوسپر سختی ہوئی تو اوسنے چرایا ہوا مال دیدیا۔ دو آدمیون نے قسم کہا کر بیان کیا کہ اسنے چوری کا مال دیا ہے اور اوس شخص نے بہی قبول کر لیا کہ ہان مین نے مال آقا کا چورا لیا تہا اور ایک جگہہ چہپا رکہا تہا مین نے دیا ہے۔ مجسٹریٹ نے یہہ نتیجہ نکالا کہ یہہ چور ہے اور اسکو چوری کی سزا دینی چاہیے۔ اوس دن مجسٹریٹ حکم نہ دے سکا۔ دوسرے دن اوسکے پاس ایک گمنام عرضی آئی اوس مین لکہا تہا کہ یہہ شخص جو چوری کرنا اپنی بنسبت قبول کرتا ہے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے کیونکہ چوری آقا کے بہتیجے نے کی ہے اور اوسکے دوست نے اور وہ دونون وہی شخص ہین جنہون نے قسم کہا کر بیان کیا ہے کہ یہہ مال قبول کرنیوالے کے دینے سے ملا ہے۔ مجسٹریٹ کو آقا اور ملازم کے تعلق سے شبہہ ہوا اور اوسنے زیادہ تحقیقات کی اور آخر کو دونون نے قبولا کہ در اصل چور وہی تہے

جنہون نے قسم کہا کر گواہی دی تہی اور جو الزام مین پکڑا ہوا آیا تہا صرف آقا کے بہتیجے کے بچانے کے لیے الزام اپنے اوپر لیتا تہا۔ وجہ اسکی یہہ تہی کہ جسکے یہان چوری ہوی تہی نہایت بامروت تہا چوری اوسکی غیبت مین ہوی تہی اور پولیس والے اوسکے گہر پہونچنے سے پہلے آ چکے تہے اونہون نے مال بہی بہتیجے سے لیلیا تہا اور اصلی کیفیت بہی معلوم کر چکے تہے۔ اس بہتیجے کی شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی تہی۔ یہہ بہاوج یعنی چور کی مان نے خوشامد کی تہی اور مالک نے مروت مین آکر اپنے ایک وفادار ملازم سے کہہ دیا تہا کہ تم ایک دو برس جیلخانہ مین رہنے کی مصیبت جہیل لو اور میرے خاندان کو بدنامی سے اور اس بہتیجے کو قید سے بچا دو۔ اوسنے قبول کر لیا تہا۔ چنانچہ مجسٹریٹ نے اصلی مجرم کو سزا دی اور وفادار ملازم کو چہوڑ دیا۔ یہ مثال فرضی نہین ہے ایک مقدمہ ہے جسکی مثل ایک ضلع مین موجود ہے۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جو نتیجہ پہلے دن مجسٹریٹ نے نکالا تہا وہ غلط تہا اس لیے کہ غلط معلومات پر مبنی تہا گو پہلے دن لاجواب تہا۔

واضح دلائل مین سخت دہوکے ہوسکنے کا بیان۔

یہان تک دلیلون مین دہوکہ ہوتا ہے کہ جو دو مثالین صحیح نتیجہ کی اعتراض مین بیان کی ہین ممکن ہے کہ وہ بہی صحیح نہون۔

جس شخص نے چاندنی سے چاند کو جانا ممکن ہے کہ وہ روشنی کسی دوسرے ستارہ کی ہو یا کسی بڑی بتی روشنی کا عکس ہو۔ یا بنایا ہوا چاند ہو جیسے مشہور ہے کہ ایک جہوٹی دعویدار پیغمبری نے نکالا تہا اور وہ شخص جو مرا پڑا ہوا تہا بازیگر ہو۔ خون جو آپنے اوبلا ہوا دیکہا وہ اوسکے جسم کا نہو اور وہ زخم صرف بنا ہوا ہو جیسے آپ نے عمدہ شعبدہ بازون کو تماشہ

کرتے ہوئے دیکھا ہوگا - وہ شخص مرا ہوا ہی نہو دم سادہ لیا ہو - زیادہ تر غور کے قابل یہ بات ہے کہ آپ ور نارنگی کو دیکھکر نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اوسکے اندر سے پھانکین نکلینگی اور اُن پھانکون مین جو زیرہ ہوگا اوسمین رس ہوگا - لیکن اگر موم کی نارنگی کو جیسے بنتی ہے آپ دیکھینگے تو بھی اپنی نتیجہ نکال لینگے حالانکہ اوسمین نہ پھانک ہوگی نہ رس - اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ دلیلون کی صحت کا جان لینا اور دہوکون سے بچنا آسان کام نہین ہے گو دلیل حقیقت مین ایک شے مستقل ہے -

علم منطق سے دہوکون کے زیادہ بڑھ جانے کا بیان -

اسی سبب سے لوگون نے اس باب مین کتابین تصنیف کی ہین اور بڑے بڑے قواعد مقرر کیے ہین جنکی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اوس طریقہ پر جو شخص فکر کریگا خطا نہوگی - حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ جسقدر اوس طریقہ پر فکر کرنیوالے خطا کرتے ہین اتنا وہ لوگ نہین کرتے جو اوس علم سے واقف ہی نہین ہین - ثبوت اسکا یہ ہے کہ جسقدر منطقی لوگون مین اختلاف ہوتا ہے اوسقدر دوسرون مین نہین ہوتا ضرور ہے کہ ایک نتیجہ صحیح ہو - پس یہان جو ایک ہی امر کی بابت مختلف نتیجے نکالے ہین وہ سب کیونکر صحیح ہو سکتے ہین -

عدالت ہائیکورٹ کی حالت سے دلائل کی دقت اور اشکال امتیاز بر استدلال -

آپ ہائی کورٹ کو ذرا غور سے دیکھیے کہ ایک ہی معاملے مین ایک وقت وہی جج ایک راے دیتے ہین دوسرے وقت دوسری راے حالانکہ اون راے دہندون کے کمال عقل اور کمال قوت فکری کے متعلق کوئی شخص شبہہ نہین کر سکتا - پریوی کونسل مین جب وہ فیصلے جاتے ہین اونکی غلطیان ثابت ہوتی ہین - یعنی دوسرے نتیجے نکالے جاتے ہین - قیاس یون چاہتا ہے کہ اگر کوئی اور مجمع لیا

مان لیا جاوے کہ اوسنے پریوی کونسل کے احکام کی نظر ثانی کا اختیار دیا جاوے تو وہ بھی
ایسا ہی کریگا۔ چنانچہ جو شخص شرع محمدی کے احکام جانتا ہے اوسنے معلوم ہے کہ وقف
یا وصیت کے معاملات اوس عالی عدالت سے ابتک صحیح فیصلہ نہین ہوئے۔ ایسے ہی
امور کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اختلاف راے ایسی آسان شے ہے کہ لوگ اختلاف کرنیوالونکو
معذور سمجھنے لگے ہین۔ پہر آپ غور کیجیے کہ کن معاملات کی نسبت علی الاکثر ایسا واقع ہوتا ہے
اون معاملات کی نسبت جنمین دستاویزین تحریر شدہ موجود ہین یا جسٹریان ہو چکی ہین۔ قوانین
سے پہلے معاملات کے فیصلے کے لیے منضبط ہین۔ نظائر اونکی شرح کر چکے ہین یہان
سوچنا اللہ تعالی کے کارخانہ کا مقصود ہے جسمین بدلنے والے قانون اور اختلاف
کرنیوالی رائین درماندہ ہین۔ اس بڑے کارخانہ کی مثال دوسری موجود نہین جسمین
قیاس کام دے۔

دلائل کے وقت امتیاز کے متعلق تجربات کی ایک مثال

دلائل کا ضعف یہان تک میری نظر مین ہے کہ جسقدر مخلوقات
ہین بعض ایسی ہین کہ اوس طرح کی مخلوقات مین ایک تجربہ صحیح ہوتا ہے
یہی تجربات سب سے مضبوط دلیل ہو جاتے ہین۔ مگر وہی تجربہ اوسی طرح کی مخلوق مین نا کافی
و ہیچکارہ ثابت ہوتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ دلیل عموماً مضبوط شے نہین مثال اوسکی یہ ہے
کہ آپ غور فرمائیے کہ آفتاب کی حرارت اور آگ کا خاصہ یہ ہے کہ برف کو گلا دے اور جبتک
وہ برف کو نہ گلا لیے برف سے جو چیز ڈھکی ہوئی ہو اوسپر حرارت آفتاب کا اثر نہ ہو سکے۔
مگر آپ دیکھیے کہ ایسا مضبوط قاعدہ اللہ تعالی جلشانہ کے بعض مصنوعات ہم قسم مین کسقدر نا چار

ہوا ہے - چنانچہ بذریعہ غبارہ جو لوگ بہت اوپر گئے ہین اونہون نے یہ بات دیکھی ہے
کہ کرہ ارض کے گرد ہوا اسقدر سرد ہے کہ اوسمین پہونچکر آدمی زندہ نہین رہ سکتا - حکما سابق
قائل تھے کہ کرہ زمہریر ہمارے اوپر ہے اوسپر کرہ نار ہے اوسکے اوپر آفتاب ہے - معنی
یہ ہین کہ ہم برف سے ڈہکے ہوے ہین باوجود اسکے وہ برف بہی بحال خود قائم رہتا ہے مگر
گرمیون مین آفتاب کی حرارت اور آگ ہم لوگون کو اسقدر ستاتے ہین کہ بدن پر آبلے پڑجاتے
ہین - یہ عجیب بات ہے کہ تہوڑی سی برف تو اتنے بڑے آفتاب اور آگ کی گرمی کو ایسا
بچالیے کہ جبتک اوس سے ڈہکے رہیے بچے رہیے - اور اتنی بڑی سردی کرہ زمہریر
یا ہوا کی سردی کچہہ نہ کرسکے - یہ بات کہ شعاعین ٹیڑہی ترچہی ہوجاتی ہین اور اثر بدل
جاتا ہے ہمین پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو گرم کرتا ہے قریب والون کو گرمی پہونچاتا ہے -
مضبوط نہین معلوم ہوتی اسلیے کہ آگ کے انگارے برف پر ٹیڑہے ترچہے رکہہ دیجیے اثر
یکسان ہوگا - آخر کرہ زمہریر سب طرف یکسان محیط ہے وکسی قسم کی شعاعین ہون
سیدہی یا ترچہی سب برف مین سے ہوکر آتی ہین مگر آپ کے قاعدہ کلیہ کو توڑے ڈالتی
ہین - اسلیے کہ شعاعین ایسی سرد ہوا مین ہوکر آتی ہین کہ سوا اس مثال کے اور کوئی مثال
دنیا مین نہین ہے جہان آگ کی شعاعین اور لپٹ بعد ایسے سرد مقام سے مرور کے گرمی کا
اثر رکہہ سکتی ہون جسقدر وجوہ اسکے حکما نے بیان کیے ہین وہ وجوہ گرمی کے احساس
کے ہین ایسی کوئی مثال نہین بتلائی جسمین گرمی اور سردی باوجودیکہ ایک دوسرے مین
مین نفوذ کرتی ہون بحال خود باقی ہون ہمیشہ یا سردی معدوم ہوجاتی ہے یا گرمی کیونکہ

دونون صریحاً اضداد ہین۔

اس بیان سے یہ امر ذہن نشین ہو گیا ہو گا کہ گو دلیل ہی پر مدار عالم کا ہے مگر دلائل مین امتیاز کرنا اور صحیح کو سقیم سے پہچاننا کیسا دشوار کام ہے جسکی وجہ سے عالم ان اختلافات مین مبتلا ہے کہ حقیقت مین دو آدمی بھی ایک اسے کے کم ہوتے ہین۔

بیان اسکا کہ اللہ تعالی نے دقت امتیاز کو کیونکر رفع فرمایا ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ حق تعالی کو جو نبی بھیجنے کی ضرورت ہوئی وہ یہی تہی کہ لوگون مین ایک ایسا آدمی بھیجنا چاہیے (۱) جو ایسی مضبوط عقل کا ہو کہ اوس پر صحت دلائل مین امتیاز کرنیکے لیے پورا اعتماد کیا جاے۔ (۲) اور اوسکی قوت فکری ایسی خاص طرحکی بنائی ہوئی ہو جو کبھی غلطی نہ کرے۔ (۳) اور وہ جان سکتا ہو کہ حقیقت مین یہ دلیل صحیح ہے اور یہ دلیل غلط ہے۔ (۴) وہ دلائل کو ایسی واضح باتون سے ثابت کرے کہ دل مان جاے (۵) اور وہ دکھلا دے کہ اوسمین کیا قوت ہے یعنی وہ قوت ہے جو اور کسی فرد بشر کے اندر نہین ہے۔ ضرور ہے کہ اسمین بڑی استادی ہو سکتی ہے اور جہگڑا چک جاتا ہے۔

آپ اون دلائل کو دیکھیے جو اپنے نبی کی زبان سے حق تعالی نے کہلائی ہین وہ سب چھوٹے چھوٹے ہین نہایت مختصر اور واضح۔ اور وہ صرف اونہین مطالب کے لیے بیان کیے گئے ہین جو حق تعالی کی ذات کی شناخت کے متعلق ہین۔ جب شناخت ہو گئی اور حق تعالی کے پیغمبر کو پیغمبر مان لیا تو جسقدر احکام بیان ہوے اونمین اکثر دلیل نہین بیان کی گئی (مثلاً نماز کیون واجب کی ہے۔ عدد رکعات کیون مختلف ہین

عام فایدہ اور نقصان ہر چیز کی دلیل نہین ہے) اس لیے کہ دلیل کا سلسلہ ہی خطرناک تہا۔ حق تعالی کے وجود کی بابت جسقدر دلائل ہین میرے نزدیک وہ اسقدر ظاہر ہین کہ اگر آدمی اونسے انکار کرے تو وہ پانی کے پانی ہونیسے انکار کرسکتا ہے اور آگ کے آگ ہونے سے۔ اسی لیے بعض بڑے علما کا مقولہ ہے کہ وجود باری تعالی کا مان لینا تو گویا ایک فطری اور طبیعی امر ہے۔

اب مین مقصود اصلی کیطرف توجہ کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ آئندہ جو گذارش کرون آپ کی تسکین اور تفریح کا باعث ہو گو یہہ میرا لکہنا ہی دلیل ہے مگر یہہ بات پائیگا کہ صرف ان چیزون کیطرف توجہ دلائی ہے جنکے موجود ہونے مین اگر آنکہہ کہول کر دیکہیے تو کوئی شخص شک نہین کرسکتا اور اونکے وہ مصالح بیان کیے ہین جو بہت ہی ظاہر ہین۔

باب اول

باب اول

اسمین ذکر نظام عالم اور اوسکی خوبیون کا ہے

نظام عالم کی خوبیان

نظام عالم کے بیان کی وجہ

اصل مین اعتراضات خلق شیطان اور اوسکے اقتدار کی بابت نہین ہین بلکہ اوس نظام اور حکمت عملی اور صنائع و بدائع الہی کے متعلق ہین جو اس بڑے کارخانہ مین موجود ہین جسکی عظمت اور دقائق کنہ ماہیت کا پہچاننا ابتک ہماری سمجہ سے باہر ہے۔ یہی وجہ ان اعتراضون کے دشوار معلوم ہونیکی ہے۔ اس لیئے لازم آتا ہے

کہ کسی قدر بسط کے ساتھہ اس سلسلہ نظام کی خوبیون کا جہانتک ہماری سمجھہ مین آسکتی

ہین بیان کیا جائے۔

موجودات عالم مین افراط اور تنوع ہے

پس سب سے اول اجلای بدیہیات سے یہ بات ہی کہ جناب باری تعالی

جل شانہ نے جو عالم کو ایجاد فرمایا ہے اوسکی مخلوقات مین بڑا افراط اور تنوع ہے اور

باوجود افراط اور تنوع کے اومین عجیب و غریب نظم ہے۔

افراط کا بیان

افراط کو آپ ملاحظہ فرمایئے۔ ستارون کو دیکھیے۔ اونکی

کثرت کہ وہ گنے نہین جا سکتے ضرب المثل ہے۔ ہوا کو دیکھیے کہ اتنے بڑے کرہ

زمین پر محیط ہے۔ مٹی کو دیکھیے زمین کی وسعت اور فصحت نہایت عظیم الشان ہے

اسقدر بڑا کرہ زمین کا ہے کہ ہر جگہہ پہونچنا کسی فرد بشر کا نا ممکن ہے۔ پانی سمندر کو

ملاحظہ فرمایئے۔ بارش کو دیکھیے۔ دریاؤن کی عظمت اور طغیانی کو دیکھیے۔ جو چیزین

زمین اور آسمان کے اندر ہین اونکو بنظر تعمق دیکھیے کیا کثرت ہے! مثلاً ذی روح یعنی

انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ انسانون کی کثرت ہر بازار مین

ہر فوج مین کیسی نظر آتی ہے۔ اور ملکون ملکون مین بہی ہین۔ انکے ساتھہ سواریان۔

بار برداری کے جانور۔ ہاتی۔ گہوڑے۔ اونٹ۔ خچر۔ اور بہیر اور مخلوق۔ لاکہون

چڑیان کروڑون چڑیان۔ کیڑے۔ مکوڑون کا تو شمار نہین ہو سکتا! گویا تصور مین بہی

تعداد اونکی نہین آسکتی۔ نباتات کو ملاحظہ فرمایئے۔ گویا عدد اونکے حصر کو کافی نہین۔

جمادات کا بہی یہی حال ہے۔

الغرض یہ ایسی بدیہی چیزین ہین کہ زیادہ اشارہ اونکی طرف ضرور نہین صرف اس لیے
اونکا ذکر کیا جاتا ہے کہ خیال اونکی افراط پر رجوع ہو کہ کیسی کثرت ہے ا۔

تنوع کا بیان

اب تنوع پر نگاہ فرمایئے۔ ستارے کتنے چہوٹے بڑے
گوناگون اور مختلف خاصیتون کے ہین جنمین سے بہت تہوڑون کا علم ہمکو ہو سکتا ہے
کوئی ثابت ہے کوئی سیارہ ہے کسی کی تاثیر یہ ہے کہ گرمی پیدا کرتا ہے۔ کوئی دانہ
پیدا ہونے مین مدد کرتا ہے۔ کوئی اوسے پکانے مین مدد کرتا ہے کوئی میوہ کو پکاتا ہے
وقس علیٰ ہذا۔

ہوا۔ متنوع اجزا سے مرکب ہے اختلاف امتزاج سے طرح طرح سے متنوع ہو جاتی ہے
جسکا تنوع ہماری سمجھ مین آسانی سے نہین آتا ظاہر تنوع اوسکا یہ ہے کہ ایک ہوا ہے کہ پانی
برساتی ہے ایک ہے کہ خشکی پیدا کرتی۔ ایک ہے کہ بیماری پیدا کرتی ہے۔ ایک ہے
کہ بیماری دور کرتی ہے۔ ایک ہے کہ دل خوش کرتی ہے ایک ہے کہ پریشان کر دیتی ہے
مٹی کو دیکھیئے وہ بہی مختلف اجزا سے مرکب ہے اور اسلیئے اتنے اقسام کی ہے
کہ اب تک شمار نہین ہو سکا ہر قطعہ ملک مین مختلف اقسام کی ہوتی ہے۔ کہین ہیرا پیدا ہوتا
ہے۔ کہین کوئلہ۔ کہین گنا پیدا ہوتا ہے کہین گہاس بہی نہین جمتی کہین سیب پیدا
ہوتا ہے کہین امرود۔

پانی کی طرف توجہ فرمایئے اوسکا بہی ایسا ہی حال ہے۔ کہاری ہے میٹھا ہے
کڑوا ہے۔ اور صدہا چہوٹے بڑے فرق اس عنصر مین ہین۔

انسانون کو ملاحظہ فرمایئے کہ ان مین کتنا تنوع ہے۔ ہر شخص اپنی صورت کے خاص فرق سے پہچانا جاتا ہے۔

حیوانات مین سے کوئی چیز لیلیجیے۔ بیلون کو دیکھیے۔ اختلاف صورت و رنگ و قد و قامت پر لحاظ کیجیے۔ کوئی اتنا بڑا ہے کہ گاڑی کھینچتا ہے! کوئی اتنا چھوٹا ہے کہ پنجرون مین رہتا ہے! بندرونکا تنوع مشہور ہے۔ پرندون مین سے اسیطرح کسی چیز کو لیلیجیے۔ مثلاً طوطا۔ سیکڑون طرح کا ہے باعتبار رنگ و قد و ہیئت کے کوئی سفید۔ کوئی سبز۔ کوئی چتیلا۔ کوئی سرخ۔ اور کوئی مختلف رنگون پر شامل ہوتا ہے۔

حشرات الارض پر جب متوجہ ہوجیے گا عجب ہو گا۔ سانپ کتنی قسم کے ہین چھوٹے کیڑے کتنے نوع کے ہین۔ تتلیان لاکھون قسم کی ہین۔ پانی اور ہوا اور عنصر کے کیڑے کتنی طرح کے ہین۔

نباتات کے اقسام آپ کو بھی معلوم ہین گنتی سے زیادہ ہین۔

جمادات کی بھی یہی حالت ہے۔ اونکے فرق خاصیت پر جب نظر ڈالیے! اور اونہین کے فرق خاصیت پر کیا موقوف ہے ان جملہ اشیاء کی فرق خاصیت پر ذرا توجہ کیجیے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اسقدر تنوع ہے جسکا کوئی شمار نہین۔ اللہ اکبر! بعض چیزین ایسی ہین کہ اونکے کھانے سے زندہ مردہ ہوجاتا ہے بعض ایسی ہین کہ قریب المرگ تندرست ہوجاتا ہے۔ ایک شے ایسی ہے کہ قبض ہوجاتا ہے۔ ایک ایسی ہے کہ اسہال ہوجاتا ہے۔ ایک چیز جلاتی ہے ایک چیز جلی کو اچھا

کرتی ہے۔ ایک پگہلاتی ہے۔ ایک منجمد کرتی ہے!۔

متنوع ہونا اضداد ہوجانیکی حد کو پہونچا ہے۔

اس تنوع کی کوئی حد نہین ہے اور جب یہ تنوع لاتعد و لاتحصے اشیا مین سے وہ اس رتبے اور حد پر پہونچ گیا ہے کہ مخلوقات ایک دوسرے کی ضد ہوگیے ہین۔ آگ کو پانی کے ساتھہ کر دیجیے یا آگ بجھہ جائیگی یا پانی بخار ہوکر اوڑ جائیگا۔ آدمی کو شیر کے ساتھہ بند کر دیجیے وہ اسے یا یہ اوسے مار ڈالیگا یہان تک اضداد ہین کہ جو چیز ہے وہ اپنا بقا اور نفع چاہتی ہے اور دوسرے سے حاصل کرتی ہے کہ وہی دوسرے کا یا اپنا ضرر ہے اور گویا ہر چیز ضد ایک دوسرے کی ہے

اضداد باوجود اضداد ہونیکے بحال خود ہین۔

باوجود اسکے امین ایک نظم ہے کہ ہر شے اپنی اپنی جگہہ موجود ہے اور ایسی حالت مین ہے کہ اونکا انتزاد مین پورا برقرار ہے۔ ان اضداد کے پیدا کرنے مین اور اُنکے ایک مدت تک بحال خود رکھنے مین فی الواقع عجیب صنعت ہے کہ تصور اور بیان اوسکے احاطہ سے قاصر ہین۔

اضداد سے کیا عجیب کام حق تعالی نے لیا ہے اور مخلوق پیدا کی ہے۔

یہ خوبی اور صنعت یعنی اونکا پیدا کرنا بحال خود برقرار رکہنا ضرور حیرت مین ڈالتا ہے مگر اس سے بہی زیادہ حیرت اس بات پر نظر کرنے سے ہوتی ہے کہ اضداد سے کیا کام اللہ تعالی نے لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر کام ہوے ہین اضداد کے ذریعہ سے ہوے ہین۔ ایک مخلوق کی قوت دوسری مخلوق سے جو ضد ہے ملا کر دونون کو محدود کیا ہے اور اوس سے اور مخلوق پیدا کیے ہین اور وہ چیزین جو مخلوق کے کام آئین۔ اصل اشیا مین ایک خاص قوت بڑہنے اور

شعور کی اور نہایت تام اور کامل ہے۔ مثلاً پانی کی قوت سے کیسے کیسے مضبوط پل توڑ دیتا ہے! قطعات اراضی جنہین لاکھون آدمی ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجا ئین دم مین ادہر سے اودہر کر دیتا ہے۔ مضبوط پتھر ایسے کٹ جاتے ہین جیسے لکڑی چھری سے کٹ جاتی ہے ہوا کی قوت۔ کیسے مضبوط درخت جڑ سے اوکھڑ جاتے ہین۔ کرورون من پانی لیے ہوے بادل وسیر چلتے ہین!۔ وہی پانی جو ایسا قوی ہے اوسکے ذریعے سے چلتا پھرتا ہے۔ بڑے بڑے جہاز اور بڑے بہرتے پار کے رکے رہتے ہین۔ آگ کی قوت۔ کوہ آتش فشان سے پتھر اسطرح گل کر بہتے ہین کہ جیسے پانی اور شہرون کو تباہ کرڈالتے ہین! جب آگ زور سے مشتعل ہوجاتی ہے بجہانا مشکل ہوتا ہے اوسی مین لوہا اور ساری دہاتین جو ایسی سخت ہین کہ اکثر چیزین اونسے کٹ جاتی ہین گل جاتا ہے۔ مٹی کی قوت ہر چیز کو گلا کر اپنا سا کرلیتی ہے کیسی سخت سے سخت شئے کیون نہو یہہ قوتین غور فرمایئے کتنے زور کی ہین کہ بظاہر اجتماع اونکا محال معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ہوا اور مٹی مین کسقدر زور اور اختلاف ہے۔ ہوا ہر وقت متحرک ہے۔ مٹی ہر وقت سکون کی حالت مین ہے۔ آگ ہر وقت جلاتی ہے۔ پانی ہر وقت بجہاتا ہے۔ باوجود اسکے یہہ چارون ایک جگہہ ہین اور یہی مادۂ خلق ہین جنکا نام اربع عناصر مشہور ہے۔ اسوقت کی تحقیقات مین عناصر بہت زیادہ ثابت ہوے ہین۔ اور آگ عنصر قرار نہین پائی۔ اوس بحث سے قطع نظر کرکے ان اربع عناصر یعنی آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی پر غور فرمایئے کہ انہین سے جمادات پیدا ہوے نہین سے نباتات

انہین سے کیڑے ـ انہین سے چوپایے انہین سے دوپایے ـ یہانتک کہ آدمی انہین سے پیدا ہوا ـ ہر چیز مین دو یا زیادہ چیزون کو کم بیش ملا کر ہر ایک کی قوت محدود کی ہے اور اس قدر متنوع اور با فراط اشیاء پیدا فرمائی ہین ـ کہ سبحان اللہ! ـ

مخلوقات مین قوتون کا تنوع ہے اور وہی مادۂ فضیلت ہے اسلیے انسان بہترین مخلوقات ہے

ان مخلوقات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان اونکے اندر افراط ہے اونکی قوتون مین تنوع کا افراط ہے اور وہی کمی بیشی مادۂ فضیلت ہے مگر قوت ایک خاص زور کی سب کے اندر موجود ہے ـ جمادات مین اس قدر قوت ہے کہ جیسے ہین ویسے ہی ہین اتنا خاصہ اون مین ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز اونپر آپڑے اور اونسے ملصق رہے وہ اوسے اپنا سا بنا لین ـ حرکت ارادی اونمین نہین ہے ـ یہ قوت نباتات مین ہے کہ وہ مٹی کو اپنا سا چندروز کے لیے کرلین اور جلد بڑہین مگر حرکت ارادی اون مین بہی نہین ہے ـ یہہ مخلوقات اوس مخلوقات اول سے اسلیے افضل ہین کہ مخلوقیت اور تغیر اون مین زیادہ ہے اور وہ زیادہ کام کرتے ہین چنانچہ پہل لاتے ہین ـ جمادات نہین لاتے ـ مگر نباتات مین بہی یہ قوت نہین ہے کہ خود حرکت ارادی کرین ـ جانمین یہ قوت ہے وہ جاندار ہین اور اسلیے وہ مخلوق ثانی یعنی نباتات سے بہتر ہین ـ کیونکہ جس چیز مین ایک خاصہ زیادہ ہو اوس سے وہ بہتر ہوگا جسمین وہ خاصہ نہو ـ مفردات تو وہ ہین ہی نہین ـ حرکت سے وہ ضائع ہونے سے بچتے ہین نباتات نہین بچ سکتے ـ جان والون مین وہ چیزین اون چیزون سے بہتر ہین جنکو اپنی پرورش کا زیادہ مادہ دیا گیا ہے اور دشمن سے بچنے کا بہتر طریقہ بتلایا گیا ہے اور وہ اونسے بہی زیادہ کام کرسکتے ہین ـ

مثلاً کیڑون مین بہت زیادہ کم ہے - اون سے چوپایون مین زیادہ ہے - اون سے انسانون مین بہت ہی زیادہ ہے - انسانون سے زیادہ یہ مادہ کسی مین نہین ہے - اور اسلیے اون چیزون مین جو ہمکو دکہائی دیتی ہین انسان سب سے بہتر مخلوق اللہ تعالی کی ہے اوسکی قوتون کا کوئی مخلوق بہ اضداد مقابلہ نہین کرسکتا یہانتک کہ وہ سب پر غالب ہے - جن سے وہ بنا ہے اونپر بہی اوسے غلبہ ہوتا ہے - معنی اوسکے یہ ہین کہ اللہ تعالی نے زمین کی چیزون مین اختلاف مراتب رکہا ہے اور ہر چیز مین تہوڑا یا بہت اپنی حفاظت اور دفع ضرر کا مادہ بذریعہ اپنی قوت کے دیا ہے - اور اوسقدر وہ مادہ عنایت فرمایا ہے کہ اوسکے بقا کو اور اوسکی منفعت کو جس لیے وہ پیدا ہوا ہے جبتک منظور ہے فی نفسہٖ کافی ہو - مثلاً جمادات مین اونکی مضبوطی مادہ دفع ضرر و حفاظت کا ہے - نباتات مین اونکی افراط اونمین بغیر کمال پر پہونچے ہوے بکما ہونا باعث دفع ضرر و حفاظت کا ہے - حیوانات مین مختلف ذرائع عطا فرماے ہین - کسی کو سینگ - کسی کو بہاگنے کا مادہ - کسی کو ڈنک - کسی کو کچہہ کسی کو کچہہ - آدمی مین سب سے بہتر مادہ عقل ہے ہم جب اول سے آخر تک نظر ڈالتے ہین تو ہر چیز مین ایسے مادے پاتے ہین اور انسان مین سب سے کامل - باوجودیکہ اختلاف مراتب جیسا اور تمام مخلوق مین ہے اس مین بہی ہے پس ضرور انسان بہترین مخلوق اللہ تعالی کا ہے -

اس مادہ فضیلت پر ایک اعتراض کا جواب -

مادہ فضیلت ہماری نظر سے ہے کیونکہ ہم ناظر ہین یہ نظر غلط نہین ہے - غور فرمایئے کہ خواص و صفات مین مادہ فضیلت و چیزین

ہین ایک خاصہ اور صفت کا فِی نفسِہٖ تام و کامل ہونا۔ دوسرا ایک سے زیادہ
خواص اور صفات کا ہونا۔ عناصر مین خاصہ اول زیادہ ہے مخلوق بعناصر مین خاصہ
ثانی جہان ترکیب بہ اضداد ہوا اور خواص محدود کیے گیے ہون ہر ایک مخلوق با تضداد
مین وہ کمال خاصہ کا جو مفرد مین تہا باقی نہین رہ سکتا لیکن اوسمین تعدد خواص کا ہوتا
ہے یہ تعدد اوس خاصہ واحد سے یقیناً افضل ہے۔ چنانچہ ہم دیکہتے ہین کہ تیز
خاصے ہمارے لیے مضر ہوتے ہین۔ ظاہر مثال یہ ہے کہ جامع آدمی غیر جامع آدمی
سے اچہے سمجہے جاتے ہین گو غیر جامع مین ایک فن کامل تر موجود ہو۔ جرنیل اچہا
ہوتا ہے جسمین سپاہی پن بہی اعلیٰ درجہ کا ہو اور قوت نظم جو سپاہی پن کے خلاف
بہی ہے اعلیٰ درجہ کی ہو حق تعالیٰ اسی لیے بہتر ہے کہ اوسمین سارے صفات
بکمال موجود ہین پس جتنے صفات زیادہ انسان مین ہون وہی زیادہ افضل ہونا چاہیے اور کیون
نہونا چاہیے کہ زور کی قوت مفرد مجموعی اور متنوع قوت سے افضل ہے۔ قوت مفرد بہی
کام کی ہے اور افضل ہے مگر یہہ اجتماع اور تعدد اوس سے بہی اعلیٰ اور افضل ہے۔
اگر اس طریقہ دلیل کو نہ مانیے تو اسطرح ضرور ماننا پڑیگا کہ عقل آدمی مین افضل ہے
اگر عقل نہو جانور کے لیے ہیرے اور پتہر مین فرق نہین ہے عقل وہ چیز ہے جسسے
تعدد صفات حاصل ہوتا ہے پس انسان کے افضل المخلوقات ہونے مین شک نہین
ہوسکتا۔ یہی نہین ہے کہ ہم اپنے آپ میان مٹہو بنتے ہین بلکہ حقیقت مین افضل ہین
ورنہ ہم اور کسی مخلوق کے کام کے ہوتے یہ نہوتا کہ سب ہمارے کام کے ہوتے ہین۔

دوسری طرح یون سمجھیے کہ ہر عنصر ایک کام کا ہے اگر وہی کام باعث فضل ہوتا تو دوسرا نکما اور بغیر فضل کے ہوتا۔ چونکہ دوسرا بھی اپنے موقع پر کام کا ویسا ہی ہے جیسا پہلا تو جہان دو صفتین جمع ہون ایک صفت سے بہتر ہین۔ جہان چار صفات جمع ہون دو صفتون سے بہتر ہین۔ وقس علی ہذا۔ جہان صفات کا مجموعہ ہوا وسمین جسقدر ہر صفت مین کمال ہو وہ زیادہ فضیلت ہے چونکہ سب صفات اللہ تعالی مین جمع ہین وہ سب سے بہتر ہے آدمی مین بعد اللہ کے اسقدر صفات جمع ہین کہ بعد اوسکی ذات پاک کے اوسی مین سب سے زیادہ کثرت صفات کی ہے اس لیے وہی اور سب سے بہتر ہو سکتا ہے یہ صفات کسی دوسرے مین نہین۔ ایک سے دو کا اچھا ہونا روپیہ کی مثال مین بخوبی ظاہر ہے صرف وہ خدا جیسے نہین جسکی اور وجہ خاص ہے۔ یہ امر کہ یہ قاعدہ اور ایسے ہی قاعدے سب ہمارے طبعزاد ہین اور اس لیے صحیح نہین غلط ہے۔ آپ کسی دوسرے سے قاعدہ بنوا کر لائیے تب مقابلہ اور حجت فرمائیگا۔ صریح امور مین مجادلہ بیفائدہ محض ہے۔

انسانونکی قوتونکا بیان۔ اب انسانون کی قوتون پر جو عطاے الہی ہین غور فرمایئے۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ لوہا ہاتھ سے توڑ ڈالتے ہین۔ روپیہ سی سخت چیز کے حرف مٹا دیتے ہین۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ ملک فتح کر لیتے ہین۔ ہم حکم دیتے اور کوسون تک کی مخلوقات جنکو ہمنے دیکھا بھی نہین ہمارا حکم مانتی ہے اور یہانتک مانتی ہے کہ ہم اپنے بنی نوع کو بھی مثل پشہ کے مار ڈالتے ہین وہ کچھ بھی مقابلہ ہمارا نہین کر سکتا۔ ہم مین وہ طاقت ہے کہ ہم ہر مخلوق کو اپنے بس مین لے آتے ہین چاہے وہ کتنا ہی ہمسے زبردست کیون نہو

ہم ہاتی کو قابو مین کر لیتے ہین - ہم شیر کو مار ڈالتے ہین اوسکو تابعدار کر لیتے ہین - ہم چرندون
کے علاوہ پرندون کو ایسا تابعدار کر لیتے ہین کہ جو ہم کہین کرئین اور پہر ہماری ہی پاس
چلے آئین یہان تک کہ ہم خود اون چیزون سے جن سے بنے ہین یا وہ ہم مین خاصہ
امتزاج سے پیدا ہوی ہین مقابلہ زور سے کرتے ہین - پانی کو پیر جاتے ہین آگ سے کو بجھا
دیتے ہین - مٹی کو کہود ڈالتے ہین - ہوا کو روک دیتے ہین - اللہ اکبر! - یہ قوتین
اسقدر زور کی اور آزادین کہ ہم جو چاہتے ہین ہو جاتا ہے یعنی مثلاً جب چاہتے ہین لوہا گلا
لیتے ہین - جیسا چاہتے ہین اوسے موڑ لیتے ہین یا ایسا نوکدار یا دہاردار کر لیتے ہین
کہ جب چاہتے ہین اوس سے جسے چاہین کاٹ ڈالین - پہاڑون مین وزن ہو جاتا ہے
وہ بیچ سے کٹ جاتے ہین - جہان کو ہم چاہتے ہین پانی بہتا ہے جہان کو نہین چاہتے
نہین بہ سکتا - جتنا نیچا ہو سطح زمین پر آجاتا ہے - ایک پانی اوپر بہا کرتا ہے دوسرا نیچے
کو چلا جاتا ہے کیا ممکن کہ ایک دوسرے سے مل جاوے - ہمنے ایسی عمارتین بنائین
ہمنے ایسے باغ لگائے - ہمنے اونمین ایسے آدمی جمع کیے - ہم نے ایسی
حکومت حاصل کی کہ ہمکو خیال ہوا کہ ہم ہی خدا ہین یہ بہشت ہے اور سب کچہہ جو دکہلائی
دیتا ہے ہمارا ہے - علیحدہ علیحدہ قوتون پر نظر کیجیے تو زیادہ حیرت ہو گی - مثلاً ایک دیکھنے
کی قوت ہے وہ اسقدر قوی ہے کہ چہوٹی سی آنکہہ اتنے بڑے پہاڑ اور اتنے بڑے ستارونکو
جیسے چاند اور سورج ہین دیکہہ سکتی ہے - اگر اس قوت کو بڑہائین تو وہ یہانتک بڑہ جاتی
ہے کہ حائل کے باوجود آدمی اوسی طرح دیکہہ سکتا ہے جس طرح بلا حائل ہونے کے -

پہلے لوگ اسے کشف کہا کرتے تھے اور اب قوت مقناطیسی نام ہے۔ ایک قوت تعقل ہے اوسکے کرشمے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ عقل یہانتک زور آور چیز بنائی گئی ہے کہ سخت سے سخت قدرتی ضرورتون پر بعض وقت غالب آجاتی ہے۔ اوسی کی بدولت ہے جو کچھہ ہمکو حاصل ہے۔ ہم غلہ حاصل کرتے ہین۔ ہم کپڑا طیار کر لیتے ہین۔ ہم مکان بناتے ہین۔ ہم دشمن کو دفع کرتے ہین۔ ہم دوست کی مدد کرتے ہین۔ ہمنے وہ اصول اور قواعد بنائے ہین جن سے بولنا لکھا جاتا ہے۔ محنت کا معاوضہ ایک جگہہ کہا جاتا ہے یعنی روپیہ۔ ہمنے کیسے کیسے نازک قاعدے حساب کے بدولت عقل ایجاد کیے! کیسی کیسی کلین طیار کین۔ کیسی کیسی عجیب خاصیتین دریافت کین۔ جنکے ذریعے سے کوسون کے فاصلہ پر آدمی بات کر سکتا ہے اور آن کی آن مین جا پہونچتا ہے!۔

جملہ مخلوقات کا انسانون کے نفع کے لیے ہونا۔

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک یہ امر ہے کہ جتنی چیزین مخلوق ہوئی ہین اون سب مین نفع ہے اور باوجود اختلاف مراتب ہر چیز ہمارے لیے نفع رسان ہے گو خلق کرنیکا کام اوسمین زیادہ ہو یا کم۔ یعنی ہمکو کیسے ہی کم درجہ کی معلوم ہوتی ہو۔ مثلاً **جمادات** دیکھیے اونمین کتنے منافع ہین؟۔ دہاتین کن کن کامون مین آتی ہین؟۔ پتھر کن کن کامون مین آتے ہین؟۔ زمین مین سے جو جو چیزین نکلتی ہین کیا کیا کام دیتی ہین؟۔ مثلاً اگر پتھر کا کوئلہ نہ نکلتا اور ریلون مین لکڑی ہی کا خرچ ہوتا تو نہ ریل کا کرایہ اتنا سستا ہوتا نہ آپ کو لکڑی اتنی ملتی کہ جاڑون مین تاپ لین۔ یہانتک کہ روٹی پکا لین۔ **نباتات** مین کتنی قوت ہے؟۔ آپ بوٹیون کی قوتون کو خیال فرمائیے

بعض بوٹیان ایسی ہین کہ انڈے پر لگادیجیے دن بہر مین بچہ نکل آئیگا کیسی ہی ہات سخت
مضبوط ہو گل جائیگی یہ سب قوتین ہمکو نفع دیتی ہین - آدمی کے امراض کی جسقدر دوائین
ہین اکثر بوٹیان ہین - زیادتی قوت کی زیادتی نفع کی ہے - کیڑون مین کسقدر نفع ہے؟
شہد آپ کو کہان سے ملتا ہے؟ ریشم آپ کو کہان سے ملتا ہے؟ - پرندون
کا گوشت کسقدر مزہ دار ہے اور اونکے گوشتون مین اور پرون مین سے کتنے منافع
حاصل ہوتے ہین؟ - الغرض کوئی بُری سے بُری چیز یعنی جو آپکو بُری معلوم ہوتی ہے
لیلیجیے اور اوسکے منافع ملاحظہ فرمائیے مثلاً سنکہیا ایک چیز ہے کہ اوسکے کہانے
سے آدمی مرجاتا ہے مگر زیادہ کہانے سے مرتا ہے اگر بقدر مناسب کہائیے بخار بہی
اوتر جاتا ہے اور قوت بہی ہوتی ہے - فضلہ آپ کو بُرا معلوم ہوتا ہے مگر اوس سے
دیا سلائی کا مادہ اور اوسکے کیڑے سے آنکہہ کی دوا ملتی ہے کہیتون مین ڈالا جاتا ہے
قوت پیداوار کی بڑہ جاتی ہے - مردار خوارون کا کام صفائی ہے - سور کی
چربی اوجاع مین آخر علاج بعض مقامات پر ہے لال سر کا کنکہجورا سنکہلائیے ناک
مین ہوسکے صرع دفع ہوجائیگی - بچہو کا تیل آپکو معلوم ہے کس نفع کا ہے - مکہیان
آپکو معلوم ہے کہ کیون مخلوق ہوی ہین - یعنی اسلیے کہ ہوا مین جو حرارت ہے اوسکو
جذب کرتی ہین اور گرم ملکون مین اسکی ضرورت تہی اور ایسے ہی بہت سے حشرات کی -

اضداد کا خلق برا نہین ہے

اب بعد اسکے غور فرمائیے کہ خلق اضداد بُرا ہے یا نہین -
ظاہر ہے کہ ہرگز بُرا نہین - پہر چارون عنصر پر غور فرمائیے - آگ نہوتی تو روٹی کیسے

پکتی - پانی نہوتا تو روٹی کیسے بنتی - مٹی نہوتی تو روٹی کا غلہ کہان سے آتا - ہوا نہوتی
تو غلہ کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ کون پہونچاتا کون اوسکو سکہلاتا - اگر پانی آگ سے
نہ ملایا جاتا اسطرح کہ ایک دوسرے کو نہ بجہادے یا ضایع نہ کردے بخار کیسے پیدا ہوتا
لوہا بغیر آگ ہوا و مٹی کے کہان سے آتا بلکہ ہم آپ ہوتے ہی نہین - اتنی ضرورت کی چیزین
کہان سے ملتین اور آپ کیسے دنیا بہر مین چلتے پہرتے - بہت موٹی مثال یہ ہے کہ آپ
ہر وقت لکہتے ہین قلم اونگلیون مین پکڑتے ہین (۱) ایک اونگلی وہ ہوتی ہے جسپر قلم رہتا
ہے (۲) دوسری اوسے حرکت دیتی ہے (۳) تیسری اوسے روک دیتی ہے تب قلم
چلتا ہے اور وہان کو چلتا ہے جہان کو آپ چاہتے ہین - اس سے یہ سمجہہ مین آتا ہے
کہ خلق اضداد اور اوسکا امتزاج سب سے بڑی ترکیب ہے اور ہر ترکیب مین ہمارا فائدہ ہے
اسلیے یہ سب سے بڑی نعمت ہمارے لیے ہے -

وجہ اسکی کہ اضداد مین برائی کیون معلوم ہوتی ہے -

برائی جو ہمکو معلوم ہوتی ہے وہ اسلیے معلوم ہوتی ہے کہ ہم ان
عمدہ اشیاء کو کام مین لانے کے اندر غلطیان کرتے ہین دیکہیے
کہانا کیسی اچہی چیز ہے - جب نہین ملتا اور قحط ہوتا ہے لوگونکی کیا حالت ہوتی ہے
کہ بچے بیچ ڈالتے ہین درختون کے پتے کہاتے ہین اور جب وہ بہی نہین ملتے مردار کو بہی
کہا جاتے ہین اور جب کچہہ نہین ملتا مر جاتے ہین - لیکن وہی کہانا ہے جب زیادہ کہا لیتے
ہین بدہضمی اور تخمہ ہوتا ہے سخت تکلیف مین پڑتے ہین اور سسکتے رہتے ہین - یہانتک کہ مر
بہی جاتے ہین - اسیطرح ہر ایک اضداد کا حال ہے - مثلاً لحاف اچہا معلوم ہوتا ہے

مگر گرمی میں نہین۔

اضداد ہونا سبب قریب انعدام ایک دوسرے کا نہین ہے

پہر غور فرمائیے کہ اضداد ہونے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ہر چیز اپنی ضد کو معدوم کرے اور چونکہ خلق بذریعۂ اضداد ہے تکمیل خلق اور خلق مین جلب منفعت داخل ہے تو جلب منفعت کے خاصہ سے یہ امر لازم ہوتا ہے کہ ہر چیز ہر دوسری سے آپ نفع اوٹہانے کی کوشش کرے اور وہی انتفاع دوسرے کے انعدام یا ضرر کا باعث ہو۔ اسکا اثر ضرور ہے چنانچہ آدمی کا آدمی دشمن ہے۔ جانور کا جانور نباتات نباتات کی دشمن ہین۔ چنانچہ سایہ مین بڑے درخت کے چہوٹے نہین ہوتے بڑے جمادات چہوٹون کو توڑتے ہین وقس علی ہذا باوجود اسکے حیرت ہوتی ہے کہ ہر چیز مین اپنے حفظ اور بقاء کا مادّہ دیا گیا ہے جیسا اوپر بیان ہوا۔ اور عرض کرون کہ جو چیزین زیادہ مضر ہین کمیاب ہو رہی ہین اور جو چیزین ایسی نہین ہین ہر جگہہ بافراط موجود ہین شیر آدمی سے جدا رہتا ہے۔ سانپ بہی الگ رہتا ہے۔ سخت زہر نادر الوجود ہین۔ پانی اور ہوا اور غلہ ہر جگہہ ہے۔ مگر یہی نہین ہے کہ دور ہین پاس بہی ہین اور پہر بہی بحال خود قائم ہین۔ یہ نظم واقع مین اعجب العجاب ہے۔

ان سب امور کا نتیجہ اور یہ کہ قوتہائے انسانی جسقدر ہین عطا شدہ ہین

اس سلسلہ پر جو درجہ بدرجہ عطاء قوت اور خواص کا ہے جب غور فرمائیگا معلوم ہوگا کہ جتنی قوتین ہین وہ دیدی گئی ہین اور مل چکی ہین اور درجہ بدرجہ اختیار ہے کہ اوس قوت کو کام مین لاوے یا نہ لاوے۔ اور اوسی اختیار سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ یہ بہی اختیار ہے کہ اوسے اچہی طرح کام مین لاوے یا بُری طرح

چنانچہ ہر چیز کی قوت پر غور فرمائیے - پانی کی - آگ کی - ہوا کی - جمادات کی - نباتات
کی - حیوانات کی - ہمکو غرض اسوقت انسان کی قوتون کے دیکھنے سے ہے اور اون پر
غور کرنے سے - پس ان بڑی قوتون کو جب ہم آدمی مین دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر
قوتین حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہین وہ اس طرح عنایت فرمائی ہین کہ اپنی ذات مین ایک حد
تک تام اور کامل ہین ایسی حالت نہین ہے کہ کام کوئی دوسرا کرتا ہو اور وہ آدمی مین ہو کر
ظاہر ہوتا ہو جیسے کٹھ پتلی یا کلون کے پرزے ہوتے ہین - اسلیے کہ کوئی وجہ نہین ہے
کہ جب اور چیزون مین خواص اور قوتین ہون اور خاصہ لازمی ہون انسان مین وہ قوتین اور
خواص نہ ہون نہ خاصہ لازمی ہون - آگ مین خاصہ اور اوسکے ساتھ لازم ہو - پانی مین خاصہ
اور اوسکے ساتھ لازم ہو - ہوا مین خاصہ اور اوسکے ساتھ لازم ہو - مٹی مین خاصہ اور اوسکے
ساتھ لازم ہو - انسان جب اوسنے بنے کٹھ پتلی کے مثل ہو کر بیحس و حرکت ہو جاے
سارے خواص اور لزوم جاتے رہین یا وہ عقل بکار کرنیوالا نہین ہو سکتا جب خاصہ خاصہ ہو
اور اوس مین لزوم ہو نظر بعمل تا حد خاصہ مختار یا آزاد ہونا چاہیے - مادہ انسانی کی آزادی اس
بات سے ظاہر ہے کہ آدمی صحیح اور غلط دونون قسم کے نتیجے نکالتا ہے - چنانچہ نتیجہ
بھی نکالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود نہین - اگر انسان مجبور ہوتا - یا کبھی کوئی نتیجہ غلط نہ نکالتا
نہ کوئی برا فعل کرتا - یا ہمیشہ غلط نتیجے نکالتا اور ہمیشہ برے افعال کیا کرتا - حالانکہ ایسا
نہین ہے - کیا آپ یقین کر سکتے ہین کہ بندہ جو یہہ نتیجہ کبھی کبھی نکالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
جلشانہ نہین ہے دنیا ایک مخلوق بجال خود ہے یہہ نتیجہ بھی اللہ کا نکلوایا ہوا ہے نہین

ہوسکتا۔ یہہ کہ اللہ نے لڑکی پیدا کی اور پہر اوسی اللہ نے اس ڈر کے مارے کہ اوسکی شادی کے مصارف کہان سے آئینگے یا کسی کا داماد ہونا اللہ تعالی کو نا گوار ہوگا اوس لڑکی کو مارڈالا اگر ایسا ہوتا خلق نفرماتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب آدمی کا فعل ہے اور خواص اور قوتین اوسکی جسقدر اوسکو ملی ہین اوسکی ہین یعنی جتنی ہین اپنی حیثیت مین پوری ہین

دفع دخل اسبات کا کہ اللہ نیکی اور شیطان بدی کرانے والا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ بدی شیطان پیدا کرتا ہے اور نیکی اللہ اور اسلیے انسان مثل کل کے ہے تو یہہ سقم لازم آئیگا کہ جب شیطان اور اللہ دونون ایک ہی کل کا چلانا چاہین تو شیطان غالب ہو۔ غلبہ اوسکو ہونا چاہیے جو کل کو بنا یے اور شیطان خدا ہو اگر ایسا نہو بدی نہو۔ کوئی وجہ نہین کہ اگر انسان کل کی مثل ہو تو جو کل کو بنا لیے اوسے اپنے چلانے کو نہ بنا لیے۔ اگر فرمایئے کہ بعض کلین یعنی آدمی اللہ نے اپنے چلانے کے لیے مخصوص کر لی ہین اور بعض شیطان کے چلانیکے لیے چہوڑ دی ہین تو یہ اوس سے بہی زیادہ غلط ہے۔ اسواسطے کہ ہم دیکہتے ہین کہ بد سے بد آدمی بہی نیک کام کرتے ہین۔ اور نیک سے نیک آدمی سے بہی فعل بد یا افعال بد صادر ہوتے ہین۔ بلکہ عام طور پر یہ حالت دیکہی جاتی ہے کہ ہر آدمی سے بعض اچہے بعض بُرے افعال صادر ہوتے ہین۔ یہانتک کہ بعض بُرے خواص بہلائی سے پیدا ہوتے ہین بعض اچہے خواص بُرائی سے پیدا ہوتے ہین چنانچہ بعض آدمی بڑے خیرات دینے وا ہوتے ہین مگر وہ رشوت بہی بہت سی لیتے ہین۔ بعض مین عادت سلوک اور احسان کرنیکی ہوتی ہے مگر وہ بے موقع احسان کرتے ہین۔ بعض آدمی عشق مجازی کے بعد

خدا پرست ہوجاتے ہین۔ اللہ تعالی نے توفیق اور شیطان کے متعلق جو فرمایا ہے وہ اعانت ہے اور اعانت کا یا ترک اعانت کا وعدہ بعد اسباب کے ہے کہ استحقاق اعانت خود اپنے اختیار سے پیدا کیا جاے آپ اوس سے ہو کا نہ کہا ہیئے۔

وجہ اسباب کی کہ افعال مین برائی کیون معلوم ہوتی ہے اور اونکا معیار نفع ہے۔

جیسا کہ اضداد کی نسبت مین نے بیان کیا ہے کہ وہ بجای خود بڑے عمدہ اور نہایت عجیب و غریب خواص کے ہین برائی اونمین غلطی استعمال کی ہے اسیطرح آپ اون افعال پر غور فرمائیے جو انسان سے سرزد ہوتے ہین کہ برے کون سے ہین اور اچھے کون سے ہین اور برائی اون مین کیون پیدا ہوئی ہے شاید سب سے بہتر معیار اور محک یعنی کسوٹی پہچان کی یہہ ہے کہ جو فائدہ دینے والے ہین وہ اچھے ہین جو مضرت اور نقصان پیدا کرنے والے ہین وہ برے ہین۔ جو فائدہ دینے والے نہین ہین وہ خواہ مخواہ نہین دونون مین سے ایک قسم کے ہین فائدہ خواہ اسوقت کا ہو یا آئندہ کا مضرت خواہ اسوقت کی ہو یا آئندہ کی۔ زیادہ غور فرمائیگا تو آخر کو یہین تشریف لے آئیگا مثال عرض کرون۔ ایک ہاتھ ہلانے کی قوت ہے۔ اپنے سر مین اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ اوٹھا کر مارئیے سر مین چوٹ لگے گی شاید خون نکلیگا۔ درد ہوگا زخم ہوگا ممکن ہے کہ وہ سر جل جاے یا ور مر جائیے۔ وہی اینٹ اوٹھا کر ایک بچھو کے مارے اگر وہ مر جاے ایکا دشمن جو آپ کے قریب آرہا ہے اور کاٹنے کو تھا دفع ہو جائیگا۔ یا سانپ کا سر کچل جائیگا اور آپ بڑی تکلیف یا مرنے سے بچ جائیگا۔ اور لیجیے کہ جو بچہ بحالت سخت ضرورت ایک صحیح بچہ پیدا ہو سکیگا جب تھوڑی سی غیبت سے اوسی فعل کا قصد

ہوگا ایک قوت ضائع ہوگی اور وہ اضاعت ناحق کا ضعف پیدا کریگی - اگر عادت ہوجائیگی
بیحد ضعف ہوجائیگا اگر اولاد ایسی حالتون مین پیدا ہوگی کمزور وقی بسبوقی تاک بہتی پیدا ہوگی
سب قوا اوسکے ضعیف ہونگے خصوصًا دماغ نکما ہوگا - اگر عورت محللہ نہین ہے اور فرض
کیجیے کہ وہ کسی دوسرے کی ہے دونون کو ضرر ہوگا ممکن ہے کہ اوسکی ناک کاٹ لیجائے
اور وہ ساری عمر مبتلای تکلیفات رہے اور بلائین دور دور تک سرایت کرین - اگر نہین بیچ
اوسکے اخلاق خراب ہون اوسپر سے اعتماد جاتا رہے اور اوسکی ساری زندگی تباہ ہوجائے
آپ ایک ہاتہہ اسلیے ہلاتے ہین کہ مستحق کو دیتے ہین ایک اسلیے ہلاتے ہین کہ پانسہ
پہینکتے ہین - اوس سے آپ کتنی خیر کرتے ہین اس سے آپ اپنے ہارنے کا رنج اوٹہاتے
ہین یا دوسرے کو بلاوجہ ہارنے کا رنج دیتے ہین اور دونون اوقات عزیز ضائع کرتے ہین
جو ہار جیت محض اتفاق پر موقوف و منحصر ہے - آپ غور فرمائیے کہ ہاتہہ ہلانے کی قوت
دینا آپکو اچہا ہے یا بُرا ہے - آپکو عقل دینا بُرا ہے یا اچہا ہے - الغرض ان تمام عجیب و
غریب قوتون کا - ان تمام خواص کا جو انسان مین پیدا ہوے ہین دینا اچہا ہے یا بُرا ہے
آپ ذرا آنکہہ کہولے لیے تہوڑی سی توجہ فرمائیے - کوئی ذی عقل نہین کہہ سکتا کہ ان قوتون کا
دینا بُرا تہا جو مصلحت سے بہی عطا ہوی ہین اور جو انعام بہی ہین -

بعض اون قوتون کا بیان جو باعث تکلیف ہوکر ضرر معلوم ہوتی ہین

اب مثال کے طور پر اون بعض قوتون کو خیال فرمائیے جو باعث
تکلیف ہین اور بظاہر فی نفسہٖ بُری معلوم ہوتی ہین - انسان کو
ایک مادہ دیا گیا ہے کہ درد کو معلوم کرے - بچہ جب شکم مادر مین ہوتا ہے اوسکا کرنا تاکہ

وہ وہاں رہے اور ایک حالت پر آئے ضروری ہے۔ اگر درد معلوم کرنے کی قوت
نہوتی بچہ نکل جاتا اور خبر نہوتی اور وہ مطلب یعنی اوسکا پرورش ہونا فوت ہوجاتا۔
اسلیے درد کی کیفیت کی تمیز دینا ضروری تہا۔ واقع مین درد کے احساس کی قابلیت ایک
بڑی نعمت اور بڑی بخشش ہے۔ اور یہی حال ہر خاصیت کا ہے اگر تفصیل کیجاے تو یہ
بحث ختم ہونے سے رہجاے۔ صرف اسقدر غور کرنا کافی ہوگا کہ اگر درد کا احساس نہوتا
آدمی کا ہاتہہ ٹوٹ جاتا اور خبر نہوتی۔ کٹ جاتا اور خبر نہوتی۔ کون ہاتہہ ٹوٹنے کٹنے
کو روکتا۔ پس یہ قوت احساس کیسی ضروری چیز ہے۔ جو بظاہر بُری معلوم ہوتی ہے
نتیجہ یہہ ہے کہ ہر قوت ایک بڑی نعمت اور ایک بڑی ضروری چیز ہے جسکے بغیر کام نہین
چل سکتا۔ ذراسی اور زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ قوت احساس اسلیے عنایت ہوی
ہے کہ آدمی کے اعصاب مین قوت صدور افعال کی پیدا ہو ورنہ وہ بے حس ہوتے
مطلقاً قوت ہی نہوتی۔ پس دونون کی ایسی حالت ہے کہ ایک بغیر دوسرے کے ہو ہی
نہین سکتا۔ یہی ایک بڑا نکتہ ہے جو زیادہ غور کے قابل ہے یعنی اگر مادہ حس نہوتا آدمی
مثل کل کے ہوتا۔ کلون کے پرزون پر غور کرنے سے یہ فرق سمجھہ مین آتا ہے
چونکہ اونمین حس نہین ہوتا۔ جب ٹوٹ جاتے ہین بے خبر پڑے رہتے ہین بیحس ہونے
کی وجہ سے کلونکی قوت اپنی ذات مین تمام نہین ہے۔ جبتک انسان نہو کل بیکار ہے
چل نہین سکتی۔ نہ پرزہ بدلا جاسکتا ہے۔ وہ محدود کام کے لیے ہے۔ مثلاً کپڑا بننے
کی کل۔ سینے کی کل۔ لوہا بنانے کی کل۔ اوزار بنانے کی کل۔ تولنے کی کل۔

آپ نے منٹ یعنی ٹکسال مین دیکھی ہوگی یہ سب کلین ایک ایک کام کی ہین - وہ کل جو
ان سب کلون کو بناتی اور چلاتی ہے ضرور اوسمین ان کلون سے مغایرت اور فوقیت
ہے - یہ کلین اسکی بنائی ہوی کل سے کہین ادنی درجہ کی اسلیے ہین کہ ان مین مادہ
حس نہین ہے - الغرض اگر انسان مین قوت حس کی نہوتی انسان ایک کل ہوتا اور محض
کل - اسلیے قوت احساس دونون کے لیے ہے وہی قوت احساس دکی قوت ہے
اور وہی قوت صدور افعال کی قوت ہے اور دونون کیسی ضروری اور کتنی بڑی نعمت
ہین اور کیسی ملی جلی ہین کہ جدا نہین ہوسکتین اگر انسان ایسا پیدا کیا جاتا کہ بھلائی کے وقت تو نہین اوس
قوت ہو برائی کے وقت وہ قوت جاتی رہے تو بھلائی اور برائی کے افعال کا انسان تابع
ہوتا اور پھر اوسکی مثال جمادات اور بعض حیوانات کیسی ہوتی یا ان خاصیتون کی سی جنپر انسان
خلقۃً مجبور ہے - (مثلاً کھانا معمولاً ایک ہی راستہ سے کھایا جاتا ہے - فضلا ایک ہی
راستہ سے دفع ہوتا ہے) اور جو سلسلے آگے گزارش کیے جاتے ہین کہ آدمی کہان سے کہان
ان قوتون کے ذریعہ سے پہونچ سکتا ہے سب جاتے رہتے - اس طریقہ خلقت مین
سوای اسکے کہ اختیار ہو دوسری صورت ہی نہین نکل سکتی - نتیجہ اس بیان کا یہہ ہے کہ بھلائی
اور برائی کوئی مجسم شے یا مخلوق الہی نہین ہے جسکو بہت سے لوگون نے اپنے خیال مین
ٹھہرا رکھا ہے صرف نسبت سے اور موقع استعمال قوت سے بھلائی برائی پیدا ہوتی ہے اگر نسبت نہو
برائی کوئی چیز نہین ہے -

جب مخلوق مین ہین لا اضداد اور مضاد تو تو پھر آپنے غور کیا تو اسبات پر بھی	بیان اسبات کا کہ کہین ابتداءً

چھوٹی معلوم ہوتی ہین چھوٹا تدبیرون کو چھوٹا نہ جاننا چاہیے

غور کرنا لازم ہے کہ انکے ملانے اور اونسے کام لینے کی ترکیبین ابتداءً کیسی چھوٹی معلوم ہوتی ہین اور جمع ہوکر وہ کسقدر عمدہ اور قوی ہوجاتی ہین اور آثار ونتایج ذرا ذرا سے فرقون سے کسقدر متغیر ہوجاتے ہین — یعنی ایسی حالت ہے کہ اگر اون آثار کو ابتداءً بیان کیجیے تو یہ معلوم ہوگا کہ ایک بیحقیقت چیز ہے لیکن وہی بیحقیقت چیزین ایسے ایسے نتایج انجام کار پیدا کرتی ہین کہ اگر وہ بیحقیقت چیزین نہوتین کبھی وہ نتایج بزرگ اور منافع سترگ جو عقل کو حیرت مین ڈالتے ہین اور عقل سے باہر ہوجاتی ہین پیدا نہوتے — نتیجہ اس بیان کا یہ ہے کہ ترکیبون کو گو چھوٹی معلوم ہون خواہ بڑی حقیر نہ سمجھنا چاہیے گو اوسوقت وہ کیسی ہی چھوٹی اور بیحقیقت معلوم ہوتی ہون تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آپ علوم کے ابتدائی مراتب پر غور فرمایئے اول لکھنے کو لیجیے آواز کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے اور ہر ٹکڑے کے لیے ایک نشانی بنائی گئی جسکا نام حرف ہے اور پھر وہ نشانیان ملائی گئین — اولاً ٹکڑا کرنا کیسا ضروری تھا پھر حروف بنانے کیسے ضروری تھے مگر یہہ سب کیسا بیحقیقت اور ہنسی کے قابل معلوم ہوتا ہے — آ - عا - جا - وغیرہ وغیرہ مگر بعد مشق اور مرکب ہوجانے کے ملاحظہ فرمایئے کہ اس بھونڈی سی ترکیب سے کتنا ضروری کام نکلا جو تمام علوم اور فنون اور دنیا مین بسر اوقات کا ذریعہ ہے حساب کو لیجیے — حساب اسطرح شروع ہوا کہ ایک شخص کو منظور ہوا کہ ایک فوج جو اوسکے سامنے سے گذرتی ہے معلوم کرے کہ کتنی ہے — اوسنے ہر آدمی کے واسطے ایک کنکری گھڑے مین ڈالدی — اوسکے بعد اکائی دہائی سیکڑے بنے اس بنانے سے تمام دنیا کا کام چلا اور ایسا

نفیس علم نکلا کہ بغیر اوسکے کوئی بہی کام نہین ہوسکتا - ہر چیز مین حساب کی ضرورت ہے
حروف اٹھائیس ہین - دن کے چار پہر ہین - بنیے کے یہان سے جنس بغیر حساب کے نہین
خریدی جاتی - آدمی حساب کے ذریعہ سے کتنے کام کرتے ہین اور اوسیکے ذریعہ سے
زندہ رہتے ہین دوا بلا حساب کہا جاے مر جائیگا - یہہ ایسا امر ظاہر ہے کہ اوس مین
طول دینے کی ضرورت نہین ہے مگر اولاً غور فرمائیے کہ وہ کیسا بتحقیقت سا طریقہ تہا
پہر اور ریاضیات کو ملاحظہ فرمائیے اقلیدس کے اشکال جو ذریعہ تمام عمارات اور ریلون
کے بنانے کا ہین وہ ابتدائً غور کیجیے کہ کیسے کیسے سہل قاعدون سے شروع کیا گیا ہے اور
حدود اور اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ پر خیال فرمائیے - مثلاً ایک علوم متعارفہ مین سے
یہ ہے کہ جتنی چیزین کسی ایک چیز کے برابر ہوتی ہین وہ سب آپس مین برابر ہوتی ہین - کیسی آسان سی بات ہے
مگر ایسی ہی چہوٹی باتین جمع کر لی گئین اور چند اصول جمع کر کے کتنا نفیس اور مشکل علم نکالا
گیا ہے جسکے ذریعہ سے تمام دنیا کی کلین اور عجیب عجیب چیزین ایجاد ہوئین - واقع مین
ترکیب کو ایسا دخل ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے - آدمی جو ایک دو من سے زیادہ
بوجہ نہین اوٹھا سکتا ترکیب سے ہزار دو ہزار من اوٹھا سکتا ہے اور اوسی ترکیب مین ایک
اجتماع قوت ہے اوس سے کروڑون من بوجہ اوٹھائے جاتے ہین مثلث بنا کر
اکثر کام نکالے جاتے ہین اور مثلث ایک دو کیل ٹہوکنے سے بن جاتا ہے - کیل کتنی
بتحقیقت چیز ہے - یہہ بتحقیقت چیز بعض وقت ایسا نفع دیتی ہے کہ اوس سے جان
بچ جاتی ہے - بڑی بڑی ترکیبون کو جانے دیجیے چہوٹی چہوٹی ترکیبون پر غور فرمائیے

آدھ سیر چینے انسان کہا سکتا ہے۔ اوسی آدھ سیر چنون کو بوتل مین رکھد یجیے بوتل پر کپڑا لپیٹ
دیجیے اور بوتل کے منہ مین سکین بھر دیجیے ایک چھوٹا گڑھا بنایئے اور ایک بڑا۔ بڑے
گڑھے مین بوتل رکھکر اوپلے بھر دیجیے اور آگ دیدیجیے چھوٹے گڑھے مین جو برتن رکھا جاے
اوسمین اون چنون کا تیل نکل آئیگا۔ بھلا اوسکو تو کہا جایئے۔ چنا سوای بھوک دور کرنیکے
کچھہ اور بڑا کام نہین کرتا مگر یہ تیل بہت سے امراض کی دوا ہو جاتا ہے۔ یہانتک چھوٹی چھوٹی
ترکیبون کو اثر ہے کہ اون لوگون کا نتیجہ جو ان تدبیرون پر لحاظ کرتے ہین اون لوگون کے
نتیجہ سے جو چھوٹی چھوٹے اسباب پر لحاظ نہین کرتے ایسا مختلف ہوتا ہے جیسا رات
اور دن مین فرق اور اختلاف ہے۔ اسکی مثالین لاکھون ہین چنانچہ روزمرہ کے استعمال
مین ملاحظہ فرمایئے۔ اوسی مصالحہ اور دال چاول سے ایک آدمی ایسے مزہ کی کھچڑی پکا
سکتا ہے کہ کہایئے تو اونگلیان چاٹتے رہ جایئے ایک ایسی پکاتا ہے کہ زبان پر رکھنے
کو جی نہین چاہتا۔ لکڑی اور لوہے کے تختے کو سپٹ کر کے توڑیے آسان یا تھوڑے
بوجھہ سے ٹوٹ جائیگا اگر اوسکو کھڑا کر کے توڑیے کئی گنے بوجھہ سے ٹوٹیگا حالانکہ
صرف ہیر پھیر سیدہا اور ٹیڑہا کرنیکا ہے بھلا لکڑی تو مضبوط شے ہے انڈا جو ٹھیس لگنے
سے ٹوٹ جاتا ہے اگر اوسے سیدہا کھڑا دباکر توڑیے وہ بھی تو مشکل سے ٹوٹتا ہے کھٹکنے
سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مین نے اپنی آنکھہ سے دیکھا ہے کہ ایک شخص مومکا تیل بغیر کچھ
ملایے ہوئے خشت آب نارسیدہ کے ذریعہ سے نکال لیتے تھے اور موم کی مقدار سے قریب
بہے کے نکلتا تھا اور ایسا نفع کرتا تھا کہ مین نے کسی دوا کو ایسا نفع کرتے ہوے جیسا

دفع اوجاع مین یہ تیل کام کرتا تھا کم دیکھا ہے۔ یعنی خفیف درد و نمین ایک دفع لگانے
سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کبھی وہان درد ہوا ہی نہین تھا سخت قسم کے وجاع مین یہانتک کہ جب
وہ قدر پیدا کرین اور اوس حالت مین کہ لقوہ یا فالج کا مادہ ہو اوسکا بکثرت استعمال باعث
استیصال ہو جاتا تھا۔ مین ترکیب ظاہری اوسکی لکھے دیتا ہون آپ بنائیے ایک قطرہ
بھی تیل کا نہ نکلیگا اور اگر واقف ہو جائیے مختلف آنچ لگا دیجیے وہ تیل اوسیقدر نکل آئیگا
اور ایسا نکل آئیگا کہ ٹھنڈے پانی مین بھی نہ جمے۔ ترکیب یہ ہے کہ مٹی کی ہانڈی جسمین
دو ڈھائی سیر چیز سمائے لیجیے اوسکی پیندی پر گڑھے کے شربت کا لیپ کر دیجیے (یہہ بھی عجیب
ترکیب ہے کہ مٹی کی ہانڈیان سخت آنچ مین چٹک جاتی ہین لیکن جس ہانڈی مین گڑھے کے
شربت کا لیپ کر دیا گیا ہو صد ہا من لکڑی کی آنچ مین بھی نہین چٹکیتی) اوس ہانڈی کے
اوپر چولہہ کی راکھہ جسکا وزن ڈیڑھ سیر ہو آدھہ پاؤ نمک ملا کر ہانڈی پر کپڑا لپیٹ کر گل حکمت کر دیجیے
اور اوسکے چینی مین وزن کر دیجیے اوسمین پیتل کی ٹیڑھی نلکی لگا دیجیے کہ ایک سرا اوسکا چینی مین رہے
دوسرا بوتل مین ہانڈی کے اندر موم کو اسطرح بند کر دیجیے کہ پہلے اینٹ کی کھوپہ کی تہ لگائیے اوسکے بعد موم دیجیے پھر
اینٹ کھوپہ دیجیے وزن اینٹ کھوپہ کا موم سے ڈیوڑھا ہو ہانڈی کے منہ سے اینٹ کھوپہ اور
موم تھوڑا نیچا رہے یہ ہانڈی بھٹی پر اسطرح سے رکھی جاوے کہ آنچ بھٹی کی ہانڈی کے
گرد سے نہ نکلے۔ علاوہ اسکے کانچ کی حالت کو ترکیب کے ذریعہ سے ملاحظہ فرمائیے
اور لاوہ کہار دار مٹی سے اسطرح نکل آتا ہے کہ کچھہ بڑی دقت نہین ہوتی بعد نکلنے کے مختلف
ترکیبون کے ذریعہ سے صاف ہوتا ہے صاف کرتے کرتے اوس سے خردبین بنائی

جاتی ہے جو اشیا کو اپنی مقدار سے ہزارون گنا زیادہ دکھلاتی ہے یہانتک کہ انسان کی کہال مین جو باریک روزن ہین جنکو مسامات کہتے ہین اتنے بڑے دکھلائی دیتے ہین کہ اون مین خون بہتا ہوا نظر آجاتا ہے چہوٹے چہوٹے کیڑے نظر آنے لگتے ہین اور اوس سے بڑی بڑی تدبیرین متعلق علاج کے پیدا ہوتی ہین - غرض اس بیان سے یہہ ہے کہ جب ترکیبون کو دلیل کے طور پر بیان کیا جاے تو کچہہ مضبوط معلوم نہین ہوتین لیکن حقیقت مین بڑی مضبوط ہوتی ہین - چونکہ آپ متوجہ طرف دریافت اور غور اون ترکیب و صنائع کے ہین جو خلق عالم مین مخفی اور پوشیدہ ہین اور دیکہہ رہے ہین کہ ایسے مدبر کے افعال قابل اعتراض ہین یا نہین اوسکے غور مین اس امر بزرگ سے غفلت نہ کیجیے گا -

عالم مین ترکیب اختلاف مراتب کا بیان -

اب اس ترکیب پر غور فرمائیے کہ اختلاف مراتب انسانون مین کیون ہے اور یہہ کیا ترکیب ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ عقلون مین اور دیگر قوتون مین چہوٹے بڑے ہونیکا فرق ایک بہت بڑی ضرورت سے کیا گیا ہے - وہ یہہ ہے کہ ان قوتون کے ساتہہ جب انسان کی تکمیل ہو تو اوسکو ایک اور قوت دینے کی ضرورت تہی یعنی بہت سی انسانی قوتون کو جمع کرکے قوتون کا مجموعہ بنایا جاے اور اوسنے ایسے ایسے بزرگ اور ایسے ایسے نفیس کام لیے جائین کہ ایک انسان کی قوت سے گو کیسی ہی بڑی ہو ہرگز نہ ہو سکین - یہہ قوت مجموعی اتنی بڑی چیز ہے کہ بقای حیات اسکے ذریعہ سے ہے اور تمام آرام اسکے سبب سے ہین - مان لیجیے کہ حضرت آدم سراندیپ مین اوترے جو جزیرہ ہے اونکی اولاد بڑہی اور بڑہتے بڑہتے یہان تک بڑہی کہ وہ جزیرہ اونکے مکانکو بہی کافی

نہوا۔ اگر جہاز نہ بنائے گئے ہوتے اور ذریعہ جزیرہ سے باہر جانے کا نہ ہوتا تو خلقت بڑہتے بڑہتے بہوکون مرجاتی اوس مخلوق کے لیے نہ کھیت ہوتے جو کہانے کا غلہ پیدا کرتے نہ جگہہ ہوتی جس مین تندرست رہتے اسلیے سمندرون اور بڑے دریاؤن کے پار جانے کے ذرائع بنانا ایسا ہی ضروری تہا جیسی اور ضرورتین ہین جنپر مدار زندگی کا ہے۔ جہاز کا بنانا بغیر اجتماع قوتون کے ناممکن ہے کیونکہ بہاری بہاری شہتیر اور بڑے بڑے تختے جن مین بڑا بوجہ ہے ایک آدمی نہین اوٹہا سکتا نہ درخت سے کاٹ کر لا سکتا ہے۔ قوتون کے جمع کرنیکی غرض بدون اسکے حاصل نہین ہوسکتی کہ آدمیون مین ایسا امتیاز اور تفاوت رکہا جائے کہ ایک دوسرے سے بڑا ہو تاکہ چہوٹے بڑونکی اطاعت کرین اور ایک ایک طرحکی قوتین علیحدہ علیحدہ جمع کیجائین اور علیحدہ علیحدہ ضرورتون مین صرف کی جائین۔

اختلاف مراتب سے بادشاہ بنانے کا لزوم

علیحدہ علیحدہ ضرورتون مین صرف کرنا قوتون کا بغیر دباؤ اور اقتدار کے نہین ہوسکتا سب سے بڑے دباؤ اور اقتدار کا نام بادشاہت ہے۔ اگر ایسا نہوتا یعنی کوئی بادشاہ نہوتا تو مجموعی قوتین بہی مجموعًا مجموعًا جدا رہتین اور وہ اجتماع چونکہ ناقص ہوتا انتظام نہوسکتا غور فرمایئے کہ دو برابر کے آدمی یا جانور ایک دوسرے کے مطیع نہین ہوتے۔ دو بادشاہ برابر قوت کے ایک دوسرے کی اطاعت نہین کرتے۔ فردًا فردًا قوتون کی ایسی مثال ہے جیسے لکڑیان برابر برابر قوت رکہتی ہین مگر ایک دوسرے کی اطاعت نہین کرتین اونمین اجتماع بغیر رسی باندہنے کے نہین ہوسکتا یعنی تیسری شے کے مجموعًا مجموعًا قوتون کے اجتماع کی مثال عرب کے قبیلے اور جرگے ہین۔ باوجودیکہ انسانون مین عقل

سے ہے مگر جلب منفعت کا مادہ جو دوسری بڑی ضرورت سے دیا گیا ہے اسبات کا مانع اور حارج ہے کہ اطاعت بغیر فرق کے کیجاے۔ جب معلوم ہوا کہ اجتماع قوت ایسا ضروری امر ہے اور اتنی بڑی مصلحت سے دیا گیا ہے تو ملاحظہ فرمایئے کہ جو عام ناراضی خاصیت جلب منفعت کے سبب سے ہے کہ کیون ہمکو اسقدر زیادہ نہین دیتا اور کیون ہم اپنے سے بہتر نہین ہوے کسقدر غلط ہے۔

بعض انسانون مین بعض کامون کی مناسبت پیدا کرنیکا لزوم

اسی ضرورت پر خیال کرنے سے کہ قوتین جمع کیجائین اس خاصہ کا دینا ضروری ہوتا ہے کہ انسان مین مناسبت بعض کامون سے دی جاوے۔ یعنی جب وہ اسکو کرین ایسا اچھا ہو کہ بغیر مناسبت والون سے نہو سکے اور جب ایسے ایسے بہت اچھی مناسبت والون کی قوتین جمع ہون تو عجیب و غریب کام ہون یہی ذریعہ بقای تفاوت کا ہے اور تجارت جو ایسی عمدہ چیز ہے اسی خاصہ سے پیدا ہوی ہے چنانچہ آدمی بعض زورآور بناے گیے ہین بعض کمزور۔ بعض کو کھیتی کرنیکا سلیقہ زیادہ ہے بعض کو ہتھیار چلانے کا۔ بعض کو حساب سے مناسبت ہے بعض کو روپیہ جمع کرنے سے۔ بعض کو کسی سے نہین ہے۔ بعض کو نثر اچھی لکھنی آتی ہے بعض کو نظم۔ اگر مناسبت نہوتی اتنی ضرورت مبادلہ محنت کی نہوتی۔ اور یہی تجارت کی جڑ ہے۔

مناسبت ہونا دوسری وجہ بادشاہ بنانے کی ہے۔

اس مناسبت و تفاوت سے ایک اور نکتہ سمجھ مین آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب کامونکی تقسیم کیجاوے جیسے روم قدیم کی ابتدائی حالت مین ہوی تو بعض انسانون کے متعلق کھیتی کا کام ہوگا کہ وہ غلہ بوکر تیار کرین۔ بعض کے

متعلق ہوگا کہ وہ کپڑا تیار کرین اسلیے کہ اونکے کامون مین کوئی خلل نہ ڈالے اونکے کہیت
اونسے نہ لیلیے اونکے آلاتِ زراعت نہ چہین سلے - محافظت کی ضرورت ہوگی اس
بات کے لیے بہی اور بیرونی دشمنون سے حفاظت کے لیے بہی - پس چونکہ غلہ اور کپڑا
مدار زندگی اور آرام کا ہے بہت سے آدمیون کو یہ کام کرنا پڑیگا - اونکی حفاظت بہت سے
آدمیون کی قوت جمع کیے بدون نہین ہوگی پس ایسے آدمی درکار ہونگے کہ جنمین زور زیادہ ہو
اونکو ہتہیار اچہا چلانا آتا ہو وہ اسی کام کے ہون - اگر اون مین یہ خاص مادہ ہو یعنی قوت
اور ہتہیار چلانے کا تو تہوڑون سے یہ کام نکل آئیگا - اون ہتہیار چلانے والونکی قوت جب
جمع ہوجاسے تو بسبب خاصہ طلب منفعت کے وہ ایسے خطرناک ہونے چاہئین کہ وہ سب کا
مال چہین لین اور وہی حفاظت ذریعہ ضائع ہونے غلہ اور کپڑے والون کا ہوجاسے - اسلیے
ضرور ہے کہ کوئی روک ہوتا کہ اونکی اس عمدہ خاصیت کو برمحل اور مناسب موقع پر استعمال
کراسے - وہ لوگ سوچنے والے اور انصاف کرنیوالے ہونے چاہئین - انصاف والے
بہی غلطیان خاصہ طلب منفعت و دیگر وجوہ سے کرینگے اور اونکی غلطیان بہ وکنی پڑینگی اونکے
لیے حاکم بنانا پڑیگا جو ہر غلطی کو خواہ کسی کی ہو دور کرے ہر قوت کو جہان ضرور ہے کام
مین لاسکے - آخر قوت کا جو آدمی ہو وہی بادشاہ ہونا چاہیے - اوسی جہہ سے سلطنت کا پریسیڈنٹ
کہیے یا پارلیمنٹ کی محدود والا بادشاہ یا کوئی خود سر شہنشاہ - ہر صورت مین ایک ایسا شخص
لازم ہوگا جو رایون کو قطع کرکے ایک حکم نکالدے اور ختم کردے -

بادشاہ بغیر خدا کے بنا سے ایا ہے شخص ہے جسکی قوت ایک بشر کی قوت ہے غور فرمائیے - بادشاہ

بادشاہ نہین ہوسکتا۔ ہمیشہ اپنی رعایا کی افراد سے بہتر نہین ہوتے یعنی ایسے کہ اون سے
بہتر کوئی آدمی موجود نہو۔ اکثر وزرا بہتر ہوتے ہین۔ جب قوتون کے مجموعے کو لیجیئگا تو
صاف ظاہر ہوگا کہ مجموعی قوتون سے کسی ایک کی قوت ہرگز بڑی نہین ہوسکتی۔ پس ایک
آدمی کیونکر سب کا یا اتنے بہت سے آدمیون کا بادشاہ ہوجاتا ہے۔ دلیل کے لیے
مستثنے حالتون کو چھوڑ دیجیے عام حالتون پر غور فرمائیے۔ آیا یہی بلا وجہ مان لینا اور
اطاعت بلا وجہ بادشاہ بن جانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ یا کوئی دوسرا ذریعہ ہی؟ خاصہ طلب
منفعت اور آزادی کی خواہش علیٰحدہ اطاعت کی مخالف ہے۔ پس کون چیز ہے کہ اتنی
قوتون کو اطاعت کی حالت مین باقی رکھتی ہے اس سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بغیر
اوس مدد کے جو ایک بشر کی قوت سے باہر اور علاوہ ہے بنتا ہے کیونکہ جب ایک چیز کی دوسری
چیز روک ہے بغیر اوس مدد کے جو ان تدبیرون سے باہر ہو ممکن نہین ہے کہ پیدا ہو۔ ایک
شخص کچھہ نہین کرسکتا جبتک ان قوتون سے باہر اور اونکے علاوہ اوسکے ساتھہ دوسری
مدد نہو جو اوسے حالت اقتدار مین باقی رکھے۔ اسلیے سمجھہ مین آتا ہے کہ بادشاہ ہونا صرف
اللہ تعالی کی مدد پر موقوف ہے نہ کسی دوسری چیز پر۔ اور یہہ بڑی دلیل اسکی ہے کہ
خداوند عالم موجود ہے اور اصلی سلسلہ انتظام کا ان اسباب سے اور بغیر ان اسباب کے
اوسکے ہاتھہ مین ہے۔ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

بادشاہ بنانے کی ایک اور ضرورت کا بیان۔

بادشاہت قائم ہونے کی ایک اور ضرورت ہے اوسکو خیال فرمائیے
کہ جب عمدہ کام تقسیم ہوگیے تو ایسے کام باقی رہ جاینگے جن سے

بڑہی ضرورت کی وجہ سے طبعاً نفرت انسان مین خلق کی گئی ہے وہ فضلہ اوٹہانے کا کام ہے فضلہ سے اسلیے نفرت خلق کی گئی ہے کہ وہ فضلہ ہے اگر نہ نکلے کہانا پینا بند ہوجاسے وہی نفرت باعث نکالنے کا ہوتی ہے اوسکے اجتماع و بقا مین ضرر پیدا کیا گیا ہے تاکہ ضرر دفع ہو۔ پس اوسکو کسکے سپرد کرنا چاہیے؟ اور کون سپرد کرے؟ اسکے لیے بہی ایک طرف ضرورت کم عقل دینے کی اور اون مین ایسا مادہ خلق کرنے کی ہے کہ آخر کو وہ نفرت جاتی رہے۔ اور دوسری طرف اسکی ضرورت ہے کہ بعض آدمی مجبور کیے جائین اور دبائے جائین کہ وہی کام کرین اوسکو بغیر بادشاہ کے کوئی نہین کرسکتا۔ اوسکے بعد اچہا کام کرنیکے لیے فرصت دینے کا ذریعہ آدمی کے ذاتی کام کردینا یعنی خدمتگاری ہے وہ بہی چونکہ ادنی درجہ کا کام ہے اوس سے نفرت دینا ضروری ہے تاکہ آدمی مین بلندی کی طرف رجوع کرنیکا مادہ پیدا ہو اوسکے لیے بہی دباؤ کی ضرورت ہے جس سے غلامی کا ابتداءً مادہ پیدا ہوا۔ لوگ اس طریقہ کو بہت بُرا کہتے ہین مگر خیال فرمایئے کہ کسقدر ضروری ہے باوجودیکہ اسمین جو برائی غلطیون سے پیدا ہوگئی تہی اوسکو بہت کچہہ صلاح کرکے دور کیا گیا ہے مگر اصل غلامی بحال خود موجود ہے۔

بادشاہت کے بعض منافع۔ الغرض جب بادشاہت کا سلسلہ قائم ہوا دیکہیے کہ کتنے کام ہوے سلطنتون نے ہی علوم کی تدوین کی۔ جغرافیہ بنایا۔ تحقیقاتین کین۔ اُنسے علوم حکمت اور فلسفہ اسقدر بڑہایے کہ اگر سلطنت نہ ہوتی یہ اشیا کہان سے آتین لہذا اختلاف مراتب کو ہرگز بُرا نہ کہیے گو آپ کو بظاہر کیسا ہی برا معلوم ہوتا ہو۔

قوتون کا دفعتاً دینا مناسب نہین

اب بعد اسکے غور فرمایئے کہ انسان کو قوتون کا ایکدم سے دیدینا
مناسب ہے یا نہین ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ خلق کے ساتھ جو اس عالم کے
بنانے مین اختیار کیا گیا ہے اور اس سے بہتر اور طریقہ ہمارے خیال سے باہر ہے ایسا ممکن
نہین ۔ کیونکہ اوسقدر قوتین جسقدر دینی ہین اگر دفعۃً مل جاتین یعنی جب مضغہ مین روح پڑتی
اوسکو پوری عقل اور قوت اوسی وقت پیدا ہو جاتی تو وہ رحم مین نہ رہتا جیسا اب آدمی تنگ
مقام مین نہین رہ سکتا وہ شرمگاہ مادر کو اوس حالت مین دیکھتا جب اوسے قوت اور تمیز ہوتی
نہ اوسکا رکھنا ضروری ہوتا اور یون ہوتا کہ نطفہ رحم مین ادھر پہونچا اودھر ماں باپ سے جدا
نہونے پایا تھا کہ بیٹا باہر آگیا ۔ رفتہ رفتہ تغیر اور بڑھنا جیسا بچہ کی نظر سے ضروری ہے ماں کی نظر سے بھی
ضروری ہے ورنہ روح پڑنے تک یا آدمی ٹھہرا ہوتا اور بڑھ نہ سکتا ۔ یا ایکدم سے بڑھتا اور ماں
کے اعضا کو سخت نقصان پہونچاتا غرض یہ طریقہ بڑا معلوم ہوتا ہے کہ انسان رحم مادر
مین رہ کر آدمی کے خون سے پرورش پایے اور جب پیدا ہو ایسا بے بس اور
کمزور ہو اور اوسکی پرورش دوسرون کے ہاتھ مین ہو اور وہ محنت اپنی قوتون کے بڑھانے
کی اوٹھائے لیکن خلاف اس طریقہ کے اگر خلقت انسان واقع کیجاتی تو انسان انسان
مین تعلق نہوتا انسان کو ان قوتون کا دینا بیکار ہوتا ۔ آپ غور فرمایئے کہ اصلی تعلق انسانون
مین بذریعہ ولادت کے ہے اور بعد اوسکے تعلقات اسلیے پیدا ہوتے ہین کہ انسان
دوسرے لوگون کے ذریعہ سے کمال پیدا کرتا ہے اور اونکی قوتونکے صرف سے جو
عمدہ علوم اور صنائع پیدا ہوئے جو اتنی بڑی ضرورت کے لیے ہین ۔ حاصل کرتا ہے

اور انسان کو انسان سے نفع ہوتا ہے کہ یہی مبادلہ محنت کا ہے اگر انسان کو یہ قوتین
دفعۃً مِلجاتین وہ بیکار اسلیے ہوتین کہ یون ہوتا کہ آدمی بنا بنایا پیدا ہوا اور تھوڑے دنون
جیا اور کچھہ کہایا اور پیا اور مر گیا - یہ وہی حالت ہے جو چوپایون کی ہے یا جمادات
و نباتات کی - اگر یون فرض کیجیے کہ صرف تجربہ اوسے باقی رہتا تو یہ فرض ہو نہین سکتا -
اسلیے کہ پھر لازم آئیگا کہ نمو نہو کیونکہ جب تکمیل قوت اوسی وقت ہو چکی تو ضرورت نمو کی نہین اور
یہ ممکن نہین کہ آدمی مین سے آدمی اپنے قد کا دفعۃً نکل آوے - یہ امر قاعدہ ظرف و مظروفیت
کے خلاف ہے اسکے علاوہ تجربہ سے مادہ عقلی مین ترقی ہوتی ہے جب فرض کرو کہ مادہ
عقلی کی تکمیل ہو چکی تجربہ بہی بیکار اور نا ممکن ہوگا - جہان اجتماع قوتون کا بڑے منافع کے
لیے ہے یہی ذریعے اجتماع قوتون کے ہین اور اونہین مین یہ نفع ہے کہ انسان
باقی رہے قوی دشمن اوسے ہلاک نہ کرین - خود انسانونکی ضرورتین انسانونکو ہلاک نکرین
معنی یہ ہین کہ اگر اسطرح خلق نہ ہوتا بیکار بہی ہوتا - بہترین مخلوقات سے بہی نہوتا اور انجام
مین ہوتا ہی نہین ہلاک ہو جاتا -

قوتون کے خود بڑہا لینے کا مادہ دینا ضرور ہے -

اس طریقہ کے اختیار کرنے سے یہ امر لازم ہوتا ہے (علی الخصوص اس بات پر نظر کرنے سے کہ اختیار دیا گیا ہے) کہ انسان مین ایسی
قوت دیجاے کہ وہ خود اپنی قوتون کو بڑہا سکے - اپنی بہی قوتون کو اور جنکو وہ پیدا کرین
اونکی بہی قوتون کو اور وہی ذریعہ اسباب کا ہو کہ وہ اپنا شرف دوسرون پر خود ثابت کرین
یہ سلسلہ اول اوس ذریعہ مین ہیچ انسانون کی پرورش کا ہے پایا جاتا ہے اور یہ پرورش

بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمایئے کہ بچونکی اچھی حفاظت کا دوسرا ثمرہ ہوتا ہے بُری
کا دوسرا۔ مثلاً اگر اولاد کو اول سے وقت پر سونے۔ کہانے۔ اوٹھنے چلنے پھرنے علم اخلاق
کی مطابق افعال صادر کرنیکی عادت ڈالیے وہ اور طرح کے بچے ہونگے۔ اونکی ان باتونکا
انتظام نہ کیجیے وہ بالکل دوسری طرح کے ہونگے۔ اور ایسی حالت ہوگی کہ پھر اونکو مشق اچھے
افعال کی کرانا دشوار ہوگا۔ اگر اونکو مٹھائی کہلایئے ایک خلط زیادہ پیدا ہوگا۔ بچے
ناتندرست ہونگے اور وہ ایام نمو اور بڑھنے مین ضرر کا باعث ہوگا۔ اونکی اچھی طرح پرورش
کیجیے قوی اور تندرست ہونگے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ جن بچون کے مان باپ یا اوستادون
نے اپنی اولاد یا شاگردون مین اس بات کی پہلے سے احتیاط کی ہے کہ وہ جہوٹ بولنے
کے خوگر نہ ہون یعنی اونکو اسقدر کبھی نہین ڈرایا کہ جہوٹ بولنے کی عادت پڑے ہر قصور مین
معافی اسلیے دی کہ جہوٹ بولنے کی عادت نہو اور سوا اسی جہوٹ کے اور ہنر اکثر دمی
وہ سچے ہوگیے اور اوس سچائی نے اونکو مجبور کردیا کہ تمام افعال قبیحہ سے جنکے چہپانے
کے لیے اللہ تعالی نے شرم کا مادہ دیا ہے کہ وہ بہی رک اون افعال کے صدور کی ہو
سچے اور محفوظ رہے۔ اور اسباب سے جو فوائد ہو سکتے ہین اور وہ محتاج بیان نہین
ہین اونکو حاصل ہوے۔ جنہون نے ایسا نہین کیا اونکی اولاد مین جہوٹ بولنے کی
مشق پیدا ہوی اور اونہون نے تمام افعال قبیحہ کیے یا کم سے کم اون مین نفرت اون
افعال سے جاتی رہی۔ جنہون نے بچون کو رات دن پڑہایا اور اونکی حفاظت جسمانی
نہ کی پرورش مین مذکورہ بالا غلطیان کین وہ ایسے کمزور ہوگیے کہ جب وہ ایک درجہ

کمال پر لکھہ پڑھ کے ہوے نچے ادسے کام مین نہ لاسکے اور سب محنت اکارت ہوگئی
زندگی وبال ہوی۔ اور جن لوگون نے اسکی حفاظت کی یعنی اونکو ورزش کرائی اور
چلنے پھرنے کی بہی مشق کرائی وہ قوی رہے اور ہر کام کرسکے۔ یاد رہے کہ باوجود اس
طریقے کے انسان مجبور نہین ہوتا کیونکہ جب اوسکو شعور پیدا ہوتا ہے ان باتونکی تمیز آتی ہے
ہر ایک سقم کا جو پیدا ہوے اہین رفع کرنا اوسکے ہاتھہ مین ہی ہوتا ہے اور ابتدائی حالت
بطور ایک بخشش کے ہوتی ہے۔

| وہ مادہ مشق ہے۔ |

جب انسان مین سمجھہ آگئی اور قوت بہی ایک حد کی پیدا ہوی تو ہم
دیکھتے ہین کہ انسانی قوتون مین یہ خاص بات ہیکہ ہر قوت کی اگر مشق کیجاوے تو وہ بڑھجاتی ہے
اگر وہ قوت بیکار کیجاے تو جاتی رہتی ہے مثال اوسکی یہ ہیکہ ہاتھہ ہلانیکی قوت پنجہ کے ذریعہ سے بڑھجاتی ہے
اور کتنی بڑھجاتی ہے کہ پنجہ کش کے ہاتھہ کا تھپڑ لٹھہ کا اثر پیدا کرتا ہے۔ ہاتھہ کو اوٹھائے
رہنے سے جیسے جوگیون کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہاتھہ اونچا رکہکر خشک کردیتے ہین
گھٹ جاتی ہے اور کتنی گھٹ جاتی ہے کہ ہاتھہ ہلانے تک کی قوت جس سے دشمن کو
دور کرنے اور اپنے کام کرنے کی قابلیت ہے جاتی رہتی ہے جیسی قوت ہاتھہ مین
ہے ویسی ہی نفس ہن اور قواے دماغی مین ہے مشکل باتونکو سوچنے کی مشق کیجیے جیسے
علم منطق اور حساب اور فلسفہ کے اصول۔ تو عقل کی قوت بڑھجاتی ہے نہین تو نہین
[illegible]۔ الغرض جس طرح ورزش سے اعضا کی قوت بڑھجاتی ہے اسیطرح علوم پر محنت
کرنے سے عقلی قوت بڑھجاتی ہے۔ البتہ اوسقدر محنت کہ اصلی قوت فوت ہوجاوے

مضر ہے - کیونکہ قوتون کو محدود کرنا بھی لازمی ہے اگر ایسا نہوتا بڑھنے کی حد نہوتی
اور وہ بڑھنا بھی بڑی خرابیونکو باعث ہوتا - کم سے کم یہ ہے کہ سب مین مساوات ہوجاتی اور
پھر اجتماع قوت نہوا اور وہی آدمی کے انعدام کا ذریعہ ہو -

مشق بذریعہ اضداد ہوتی ہے

جب معلوم ہوا کہ انسانکی قوتونمین یہ مادہ ہے کہ جو انسان ایک کام کی مشق
کرے وہ کام اون انسانون سے اچھا کرے جنکو اوسقدر مشق نہین ہے خواہ اونہون نے
دوسرے کامون مین مشق بہم پہونچائی ہو یا نہین - لازم آتا ہے کہ ہر قوت کے بڑہانے
کے وہ ذرائع اور وسائل پیدا کیے جاین جو اونکو بڑہا کر اقصای غایت کمال پر پہونچاوین
چنانچہ وہ وسائل بھی ساتھ ساتھ پیدا ہوے ہین جنکا نام اضداد ہے تفصیل طریقہ
ارتقای مدارج کمال کی یہ ہے (۱) قوتہای جسمانی (۲) قوتہای عقلی - قوتہای جسمانی
مین ترقی کرنیکے لیے آدمی کو جب ورزش سکھلاتے ہین پہلے ڈنڈ کراتے ہین - پھر
اونکی تعداد کو بڑہاتے ہین - جب فقط ڈنڈ پیلنا کافی نہین رہتا مگدر ہلانا سکھلاتے
ہین - اوسمین پہلے چھوٹے چھوٹے ہلکے ہلکے مگدر ہلانے کو دیتے ہین اوسکے
بعد بھاری بھاری یہانتک کہ لوہے کی لیزم کی نوبت پہونچتی ہے - پھر کشتی لڑنا سکھاتے
ہین اول اوستاد زور دلاتا ہے اور جب شاگرد قوت مین اوستاد سے زیادہ کمال پیدا کرتا ہے
یا اوستاد کا زور دلانیوالا کوئی نہین ہوتا یعنی کمال پیدا ہوتا ہے وہ بلکہم سے زور کیا کرتے
اور قوت بڑہایا کرتے ہین - اسی طرح جب پنجہ کی مشق کرتے ہین آدمی سے پنجہ کرتے
ہین اور جب قوت مین کمال پیدا ہوتا ہے لوہے کے پنجہ سے پنجہ کرکے کمال کو انتہای

غایت پر پہونچایا کرتے ہین - نتیجہ یہ ہے کہ کمال اضداد سے پیدا ہوتا ہے - پہلے اضداد
ہم جنس سے کمال حاصل کیا جاتا ہے جو ضد بنکر کمال پیدا کراتے ہین پہر اضداد غیر جنس
سے جو بنی بنائی ہوئی ضد ہین - بعد اسکے قوتہای عقلی کو لیجیے - جب بچونکی تعلیم
شروع کیجاتی ہے تو اونہین حروف جو بولی کے اجزا ہین سکہلائے جاتے ہین اوسکے
بعد اونکا ملانا - اوسکے بعد عبارت - تب قاعدے زبان کے - تب اوس زبان کے
علوم سکہلاتے ہین - اسمین پہلے آسان قواعد پہر مشکل سکہلاتے ہین - یہانتک کہ جسقدر
اوس علم مین آگہی باعتبار قابلیت متعلم کے ہوسکتی ہے ہوجاوے - جب قوت عقلی ایک حد
کمال کو اس مشق کے ذریعہ سے پہونچ جاتی ہے تب انسان معاملات مین ڈالا جاتا ہے
اور وہ تجربہ کرکے اقربا اور اغیار سے عقل کو بڑہاتا رہتا ہے - قوت جسمانی ایک حد تک
بڑہتی ہے مگر قوت عقلی کے بڑہنے کی ایسی حالت ہے کہ اوسکے اندر کوئی حد نہین لگائی
جاسکتی ان دونون قوتون مین یہ امر غور کرنے کے قابل ہے کہ قوتہای جسمانی کے لیے
اضداد جنس و غیر جنس دونون موجود ہین جنکا بڑہنا محدود ہے لیکن قوتہای عقلی کے لیے ضد
غیر جنس کوئی نہین جسکا بڑہنا محدود نہین اگر فرض کیا جاوے کہ جسمانی قوتین جنکی عقل حاکم ہے
اضداد ہین تو یہ ضداد ویسے اضداد نہین ہین جیسے لوہا انسان کے لیے کیونکہ
خواہشہای نفسانی جب بری طرح کام مین لائی جائین قوای جسمانی کی دشمن ہوتی ہین -
اگر فرض کیا جاوے کہ انسان جب دشمن ہو ضد ہے اور حیوان جب دشمنی کرے ضد
انسان ہے یہ بہی صحیح نہین ہے اسلیے کہ وہ اضداد بہی قوای جسمانی کے ہین کیونکہ اثر

جسم کے ذریعہ سے ہوتا ہے صرف عقل کا دشمن بلا تعلق جسم کے بھی ہونا ضرور ہے جو
سوای عقل کے اور کسی چیز کا دشمن نہو۔ یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ اقصای غایت کمال بغیر وسایل
غیر جنس کے نہین ہوتا۔ اسکے بعد غور کیجیے کہ قوای عقلی بڑی چیز ہین یا قوای جسمانی مسلم ہی
کہ عقل بڑی چیز ہے جو باعث امتیاز انسان اور حیوان وغیرہ کا ہے۔ اوسکے لیے دلیل
بیان کرنیکی کوئی ضرورت نہین۔ پس آپ غور فرمایئے کہ قوای جسمانی کے اقصای غایت
کمال پر پہونچانے کے وسائل اور ذرائع تو وہ چیزین ہون جو مضاد اور مخالف قوای جسمانی
کی ہین جیسے لوہا کہ آدمی اوس سے قتل ہوتا ہے۔ یا لکڑی جو آدمی کو چیل ڈالتی ہے مگر
عقل کے اقصای غایت کمال پر پہونچانیکے ذرائع اون مین محدود ہون جو عقل نے خود بنائے
یا ضد اور مخالف عقل کے نہین بلکہ عقل کے محکوم ہین۔ یہ قیاس صحیح نہین ہوسکتا کہ ادنی
خاصیت کی چیز کے لیے اعلی ذریعے تکمیل قوت کے ہون اور اعلی کے لیے اوسی قدر
اور ویسے ہی اعلی نہون۔ ادنی چیز جو محدود رہتی ہے اپنی قسم مین اعلی مرتبہ کی ہوجائے
لیکن جو ایسی اعلی قسم کی چیز ہے اور کون اعلی وہی جو باعث فخر و امتیاز ہے اور جسکی ترقی مین
کوئی حد نہین لگائی جا سکتی اعلی سے اعلی نہوسکے یہ غلط ہے۔ ترکیبون کی باریکیون کو
بیان ملحوظ رکھیے۔ پس ضرور عقل کے لیے بھی کوئی چیز ہونی چاہیے کہ جب اوس ضد
غیر جنس سے عقل مقابلہ کرے اور وہ محض دشمن عقل ہو تو عقل مین وہ کمال پیدا ہو کہ بدون
اوس مقابلہ کے پیدا نہو سکتا ہو وہی شیطان ہے اور ذریعہ عقل کے اقصای غایت
کمال پر پہونچانے کا ہے۔

مشق کا معیار اور اوسکی شناخت امتحان ہے۔

اسی طریقہ پر کہ انسان بذریعہ استعمال اضداد کے کامل بنتا ہے غور کرنے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جسقدر زیادہ استعمال اضداد کیا جاے اوسی قدر زیادہ کمال پیدا ہو اور یہی وجہ انسان کی دوسرے انسانوں پر ترجیح کی ہو اسکے لیے ضرور ہوتا ہے کہ انسان کے اندر کمال پیدا کرنے کے ذرائع دشوار سے دشوار ہون کہ جو دشواریون پر غالب آے وہ سب سے بہتر ہو جو نہ آے اوس سے بہتر نہو۔

دنیاوی امتحان۔

دنیاوی مثال اسکی وہ امتحان ہین جو دنیا مین آدمیون نے مقرر کر لیے ہین۔ آپ خیال فرمایئے کہ بچون کو پہلے ایک ہی کتابین پڑہاتے ہین جو لڑکے ذہین اور محنتی ہوتے ہین اونکو یاد کر لیتے ہین جو نہین ہوتے وہ یاد نہین کر سکتے۔ یاد کرنیوالے آگے بڑھ جاتے ہین نہ یاد کرنیوالے پیچھے رہ جاتے ہین۔ پس محنتی اور ذہین ہونے کی شناخت کے لیے امتحان ہے۔ پھر آگے بڑھکر اور امتحان ہوتے ہین جو ذریعہ شناخت کمال کا ہین یہانتک کہ ایک سلسلہ امتحانون کا قائم ہو گیا ہے اونہین مین سے وہ امتحان بھی ہین جنمین شرط یہ ہے کہ لڑکے ایسون کے پرورش کیے ہوئے ہون جنہونے لڑکپن سے استعمال عمدہ خواص کا سیکھا ہے اور وہ ذہین اور محنتی اور اچھے ہوئے بدون ایک مدت معین وہ امتحان نہین دیسکتے۔ وہی لوگ ہین جنکو حکومت ملتی ہے اور وہ ضرور ثابت کرتے ہین کہ اپنی خلقی اور ذاتی قوت کے ذریعہ سے لوگ باعتبار صحیح استعمال اضداد کے برتر ہین۔ اونمین ملکہ پیدا ہو گیا ہے کہ قوتون مین انسان کی جو زور ہے اونکی عقل اوسپر غالب ہے وہ اپنی خواہشون کو روک سکتے ہین۔ یہ طریقہ

اوس بڑے طریقہ ایجاد سے نکالا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات مین اختیار کیا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائینگے تو معلوم ہوگا کہ یہ طریقہ امتحان کا ایسا ہے کہ بغیر اوسکے کام نہین چل سکتا تھا۔ تاہم یہ بھی ظاہر ہے کہ بہت ہی مشکل امتحان سول سروس کا بہتر سے بہتر دنیاوی آدمی بنانے کا ذریعہ نہین ہے اسلیے کہ اس گروہ مین بھی گو بہت کم ہون برے ہوتے ہین۔ اسکی مثالین ہمارے سامنے ہین کہ سولین کی موقوفی کی نوبت آئی کیا آپ شک کر سکتے ہین کہ ذاتی تعمر مین فاحش غلطیان نہین ہو سکتین۔ یہ مقام بڑی بحث کا ہے اور جب بحثون کو تمام کر لیجیے تو اس سے یہ بات سمجھ مین آئیگی کہ عقلی قوت کا ضد جواب تیار کیا ہے یعنی دنیاوی علوم کافی نہین ہین کوئی اور بلکہ اور مادہ ہونا چاہیے جو انسان کو روکے رہے اور غلطی کبھی ہونے دے۔ یہ بات بہت نازک ہے اور اگر زیادہ غور فرمائیگا تو زیادہ سمجھ مین آئیگی خصوصًا دینی مثال سے ظاہر ہوگی۔

دینی امتحان۔ دینی مثال دینے سے پہلے کچھہ اوسکے امتحان کی تشریح کرنی ضرور معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کے امتحان یہ ہین کہ آدمی لکھایا جاے پڑھایا جاے اور اوسکو بذریعہ علم اخلاق اپنی خواہشون کا اوسقدر روکنا بتلایا جاے کہ جو دنیا کے لیے ضروری ہے۔ دین مین مقصود ایک خالق عالم کا پہچاننا اور اوسکی عبادت کرنا ہے اور پھر اوسکی عبادت مین اپنے آپ کو ختم کر دینا۔ پس بعد علوم ضروری کے جو ذریعے اور وسیلے شروع شناخت کے ہون یا بغیر اونکے آدمی کو اپنی مشکل بحث مین پڑنا ہوتا ہے

اچھا ان مذہبی راہ ہوتا ہے۔ آدمی فطری طور پر اللہ کیطرف متوجہ ہوتا ہے مگر بعد اسکے
اوسپر غور کرکے اس پیچیدہ نظام کا سمجھنا اور اپنے آپ مین ایسا مادہ پیدا کرنا کہ صحیح راستہ پر
چلا جاسکے ضرور ہوتا ہے تاکہ وہ دکھلاسکے کہ اوسنے اپنے آپ کو بڑے اور عمدہ کامونکے
لائق بنا لیا ہے اوسکی سب سے پہلی تعلیم یہ ہے کہ قوتون کو اسقدر روک سکے کہ اونہین
نیست و نابود کر ڈالے۔ اوسکا امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر بلا مین پڑے مگر مالک کو بھولے
اوسکی یہانتک اطاعت کرے کہ بلا مین خوش رہے اور پھر جب اوسپر افاضہ علوم و
کمالات ہو جاوے اور اوسمین ایک وہ کمال جو کسی اہل دنیا مین نہین ہے پیدا ہو جاوے
توبھی وہ اسبات کو نہ بھولے کہ مین بندہ ہون کارخانۂ قدرت اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا ہے
کہ مین بندہ ناچیز ہون۔ باوجود اسقدر بلندی کے وہ اور بلندی کیطرف رجوع کرتا رہے
اور ہمیشہ اپنے آپکو ناچیز اور اوسکا گنہگار بندہ سمجھتا رہے۔ یہ مراتب طے کرے تو وہ
امتحان مین کامل العیار ہوا اور اوسکے کمال کے بعد ہی اوسکا زمانہ راحت کامل کا شروع
ہو جاوے۔ دیکھیے وہ امتحان کتنا سخت ہے اور اوسکے پاس شدہ کیسے عمدہ ہین
وہان کوئی مثال نہین ملتی کہ چھوٹے اور بڑے دونون اون لوگون مین ہون۔

دین کے امتحان لیسے ہوئے لوگون کا ذکر یعنی حضرت عیسیٰ اور جناب سید الشہدا۔

دینی امتحانون کی مثال گروہ انبیا و اوصیا ہین جنمین سے اسوقت
خاص قابل ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام
ہین۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام طفلی سے نبی ہوے یہ خاص مرضی اللہ تعالیٰ کی تھی
اونہون سنے ہمیشہ عبادت مین بسر کرکے دنیا کو چھوڑے کہا ہمیشہ مصائب مین ثابت

قدم رہے ہے۔ اونکے معتقدین خاص قایل ہین کہ اسی کام مین جان فدا کی اور سولی پانے کی سختی بلا قبول کر لی۔ اوسکے ذریعہ سے اونکو حیات ابدی حاصل ہوی۔ سولی پاتے ہی اونکا زمانہ راحت شروع ہوا جناب امام حسین علیہ السلام ابتداء عمر مین منصوب بہ امامت نہین ہوے نہ وہ مثل حضرت عیسی علیہ السلام کے تنہائی پسند تھے لیکن اونکو امور دینی کے لیے جتنی سختیان خیال مین آسکتی ہین سبکا مقابلہ کرنا پڑا یعنی گرمی کی شدت کا۔ بھوک کا۔ پیاس کا۔ پیارے بچون اور عزیزون اور لائق مصاحبون کے اپنے سامنے قتل ہونے کا۔ اور اوس حالت یاس مین لڑنے کی ضرورت کا اس اندیشہ کا کہ بعد مین عیال لوٹے جائینگے بے حرمتی ہوگی۔ اضاعت مال کا اور سب سے بعد اپنی جان کا۔ دیکھیے کہ ان کمال مرتبہ کی سختیون کا مقابلہ آنحضرت نے کس زور شور اور خوبی سے کیا کہ کوئی مثال اوسکی دنیا کی تاریخ مین نہین ہے آنحضرت کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اونمین اپنی قوتون کے روکنے کا ہقدر تام اور کامل مادہ حاصل ہو چکا تھا اور اتنی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ قوتون کو روکتے روکتے اونکو نیست و نابود کر سکین یعنی اپنی مرضی سے شہید ہون اپنی مرضی سے شہید ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ لڑائی بیعت پر تھی اگر مرضی سے شہادت نہ ہوتی بیعت کا اقرار کر دیتے بمجرد اقرار جملہ مصائب سے نجات ہو جاتی۔ اقرار اسلیے نہین کیا کہ بیعت کرنیسے جو مفاسد ہوتے حقیقت مین قابل رضا کے نہین تھے۔ پس ضرور ہوا کہ سلامتی چھوڑ کر ہلاکت کو اختیار کرین۔ یہ سچ ہے کہ دنیا مین خودکشی ہوتی ہے۔ سپاہی جان دیتے ہین۔ لوگ روپیہ کے

لیے ہلاکت مین پڑتے ہین لیکن اون لوگون کے افعال مین اور جناب امام حسین علیہ السلام کے افعال مین زمین و آسمان کا فرق ہے - خودکشی نافہمی اور ذریعہ اوس رنج کے دور کرنیکا ہوتا ہے جسکا علاج قدرت مین خودکشی کرنیوالے کے نہین ہوتا - رنج مین انسان مثل پاگل اور مجنون کے ہوجاتا ہے مجنون کے افعال قابل استدلال نہین ہوسکتے -
سپاہی جو جان دیتے ہین وہ خوبی ہے مگر اس خوبی مین اور سپاہیون کی خوبی مین یہ فرق ہے کہ اونکو امید وبیم دونون ہوتے ہین - یہان سوا بیم اور ہر طرح کے دنیاوی نقصان کے کوئی امید نہ تھی - سپاہی اکثر مجبور ہوتے ہین یہان کوئی جبر سوا ضرورت دین کے نہ تھا - ضرورت دینی یہ تھی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کرکے اسلام کو جاری فرمایا تھا اور وہ اسلام کیسا اسلام تھا کہ اوسکے ذریعہ سے اعلی سے اعلی مرتبہ قوت صدور افعال حسنہ اور خداپرستی کا پیدا ہوتا تھا حقیقت مین معدوم ہوجاتا اور تمام سعی اوس سرکار دین پر باقی نہ رہتا کیونکہ تاریخی حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید ایک نہایت بدافعال شخص تھا اور مسلمان نہین تھا - واقعہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ اسبات کی دلیل قاطع ہین کہ وہ دشمن اسلام تھا - ایسے آدمی کے خلیفہ اسلام تسلیم ہوجانے سے اسلام مین ایسی برائی کا بیج بویا جاتا کہ آیندہ چلکر اسلام کو بیخ وبن سے اوکھاڑ دے - چنانچہ بعد ایسی قوت پا سکے کہ اوسوقت کسی مسلمان مین اوس سے قوت مقابلہ باقی نہین رہی تھی پہلا کام اوسنے خاندان نبوت کے برباد کرنیکا کیا - دوسرا خانہ نبوت کے خراب کرنیکا - تیسرا خانہ خدا کے نیست و نابود کرنیکا یہانتک کہ وہ خود نیست

ونابود ہو گیا۔ ضرر اوسکا جسقدر ہونا چاہیے تہا صرف اسلیے نہین ہوا کہ امام حسین علیہ السلام
کی مخالفت نے جڑ نکا دیا۔ جتنے مسلمان اوسوقت موجود تہے اون سب مین سے صرف امام
حسین علیہ السلام نے اس ضرورت کو جان لیا اور جو کچہہ اس شر عظیم کے دفع کرنے مین
ہو سکتا تہا وہ سب کچہہ کیا۔ الغرض ایسی حالت مین کہ مثل دوسرون کے مصائب عظیم
سے بچ جانا خود امام کے ہاتہہ مین تہا حضرت نے اپنے اوپر یہ سختیان گوارا کین۔ دیکہیے
کہ حضرت مین کتنی بڑی قوت صدور افعال حسنہ اور حمایت اسلام کی تہی۔ اس قوت کا
اظہار اوسی حمایت کی وجہ سے ضرور تہا وہ ہوا۔ اور کیسا سخت امتحان اونسے لیا گیا اور
وہ کیسے اوسمین کامل العیار نکلے۔ فرمایئے کہ وہ امتحان سول سروس اور ہر دنیا کے امتحان
سے مشکل تہا یا نہین۔ اور اوسکا رتبہ اقلاً ہر دنیا کے آدمی سے جو اوسوقت موجود تہے بہتر
ہونا چاہیے یا نہین۔ آپ غور فرمایئے کہ جو ذرائع اس امتحان کے تہے وہ کیا تہے۔
اگر عرب[1] نہوتا گرمی کی یہ شدت نہوتی۔ آفتاب[2] نہوتا تو گرمی نہوتی۔ پانی[3] نہوتا تو پیاس
نہوتی۔ غلہ[4] نہوتا تو بہوک نہوتی۔ دشمنون[5] کی کثرت نہوتی تو بے بسی نہوتی۔ قاتل[6]
نہوتے تو شہادت نہوتی غور فرمایئے کہ عرب کا پیدا کرنا بُرا ہے؟ نہین۔ آفتاب کا پیدا کرنا
بُرا ہے؟ نہین۔ پانی کا پیدا کرنا بُرا ہے؟ نہین۔ غلہ کا پیدا کرنا بُرا ہے؟ نہین۔ دشمنون
اور قاتلون کا پیدا کرنا بہی بُرا نہین ہے۔ اسلیے کہ وہ بہی تو اوسی جنس و نوع مین سے
ہین جسمین امام علیہ السلام تہے۔ وہی بشری قوتین دشمنون مین تہین جو امام مین تہین پس
جیسے ان اضداد کے پیدا کرنے مین جنکو آپ بُرا نہین سمجہتے بُرائی نہین ہے اون اضداد

مین بہی جنہین آپ برا سمجہتے ہین بحیثیت خلقت برائی نہین ہے۔ کوئی حجت اللہ تعالیٰ پر اور کوئی الزام نہین ہے۔ الزام اونمین اپنی قوتون کو بری طرح استعمال کرنیکی مشق اور اپنی غلطیون سے حاصل ہوا تہا مگر بغیر اونکے وجود کے امام کو رتبہ شہادت کا ملنا ممکن نہین تہا نہ ان کمالات کے اظہار کا۔ جیسا امام کا پیدا کرنا تہا ویسا ہی انکا۔ اور کیسا ضروری تہا اسی طرح شیطان کا پیدا کرنا حضرت آدمؑ کی ساتہہ ضروری تہا۔ وہ مراتب جو امام حسین علیہ السلام کو بعد اس امتحان کے حاصل ہوے ہونگے قیاس یون چاہتا ہے کہ سختی جب سب سے زیادہ تہی مراتب بہی سب سے زیادہ تہے۔

ایک مثال لطیف اور بیان اسکا کہ دین کے امتحان دینی ہونیکی کیا مراتب ہوسکتے ہین۔

اس مثال پر غور فرمایئے مشہور ہے کہ ایک بادشاہ شکار کو نکلا۔ ہرن کے پیچہے اوسنے گہوڑا دوڑایا اور اسقدر دور ہوگیا کہ لشکر اوس تک نہ پہونچ سکا۔ شام ہوگئی اور وہان ہوہی کہ جنگل مین پہاڑون کے سوا کوئی چیز ماکولات اور مشروبات سے نہ تہی۔ وہ بادشاہ سرگردان اور حیران ہوا اور اس عادت سے کہ ہمیشہ تنعم مین بسر کرے سخت مصیبت مین مبتلا ہو کر قریب بہلاکت پہونچ گیا۔ اوسوقت بادشاہ کو پہاڑی پر ایک مکان نظر آیا جسکے دیکہنے سے ایسی راحت ہوئی جیسی مایوسی مین جان بچنے سے ہوتی ہے۔ بادشاہ وہان گیا چونکہ شکاری لباس مین تہا اوسکے مالک مکان نے جو ایک پرانی بڑہیا تہی نہ پہچانا کہ یہ کون ہے بادشاہ نے اوس سے پانی طلب کیا مگر پانی موجود نہ تہا اوس ضعیفہ نیک نہاد نے اپنی ایک ہی بکری کا دودہ بادشاہ کو دیا کہ وہی بکری صرف اوسکا مال دنیا تہا۔ بادشاہ کو اوس بہوک پیاس مین اوس تہوڑے سے

دودھ نے عجیب راحت دی۔ بادشاہ گھوڑے سے اوتر پڑا دودھ پیا بڑھیا سے حال
پوچھا تو اوس نے بیان کیا کہ میرے ایک لڑکا ہے وہ ہر روز محنت کو بستی مین جو یہان سے
دور ہے جاتا ہے اور شام تک جو پیدا کرتا ہے وہی قوت لایموت کا ذریعہ ہوتا ہے بادشاہ
منتظر رہا کہ وہ آیے تو بہوک دور ہونے کا سامان ہو۔ وہ لڑکا بڑھیا کا اوس روز معمول
سے زیادہ دیر مین آیا اور جب آیا خالی ہاتھ آیا ماں سے بیان کیا کہ آج مزدوری نہین ملی
بڑھیا کو حیرانی اور بادشاہ کو سخت پریشانی ہوی۔ بڑھیا اپنے بیٹے کو الگ لے گئی اور
صلاح کی کہ مہمان بہوکا رہنا نہین چاہیے اسکی کیا تدبیر ہوسکتی ہے آخر کو دونون نے
اوسی بکری کو ذبح کیا جنگل کی لکڑیان توڑین اور آگ جلا کر اوسے بہونا لڑکا چشمہ سے
پانی لایا اوس گوشت کو بادشاہ کو کہلایا اور پانی پلایا کہال بکری کی بادشاہ کو بچہادی
اور سلا دیا صبح ہوتے ہی بادشاہ کا لشکر ڈہونڈہتا ڈہونڈہتا بادشاہ تک پہونچ گیا اوسوقت
بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑھیا اور اوسکے بیٹے کو ساتھ لے آئین۔ گہر لاکر دونون کی مہمانداری
کی اور تین روز تک بڑی تعظیم اور تکریم سے رکہا بعد تین دن کے بادشاہ نے اپنے
اراکین سلطنت کو جمع کیا اور پوچھا کہ بتلاؤ اس عورت اور مرد کا مجھے انصافا کیا بدلہ دینا چاہیے
اس بات پر غور کرو کہ مجھے اُس پانی اور گوشت کی ایسی ضرورت تہی کہ بدون اُسکے مرجاتا
اور پہر یہ ساری سلطنت میرے لیے نکمی ہوجاتی شعر

کہ ہم اوسکے اندر اکیلے رہے	ہمین کیا جو قبرون پہ رسلے رہے

اوس حالت مین ان دونون نے تمام مال جو وہ رکہتے تہے میرے اوپر تصدق کیا ہے

اور مجھے دیدیا ہے اور نیز اوس حالت مین کہ کسی بڑے نفع کی توقع مجھہ سے نہ تھی کسی نے
کچھہ بتلایا کسی نے کچھہ کہا آخرکار بادشاہ نے کہا کہ چونکہ یہ دونون میری بقاء و انتفاع سلطنت
کا باعث ہوے ہین اور زندگی کا جواب یہ ہے کہ مین انکو سلطنت کے انتفاع کا مزہ چکھا دون
اس مثال پر حال امام علیہ السلام کو غور فرمایئے کہ جس شخص نے اپنی اولاد۔ اپنا مال اپنی
آبرو۔ اپنی جان۔ یعنی اونکے پاس جو کچھہ تھا وہ اسی لیے صرف کردیا کہ اللہ کا دین
باقی رہے اور خداشناسی کے طریقے اور ذرائع ضائع نہو جائین خدا جو سب سے بہتر بدلا دینے
والا ہے اوسکا کیا بدلہ دیگا۔ ضرور اوسکا بدلہ یہ ہے کہ ساری خدائی کا اختیار اوسکو ہو وہ
دین کا بادشاہ ہو۔ اور بعد ان مراتب کے اوسکو وقت سزا و جزا پورا اختیار خلق پر دیا جائے
اس سے یہ بات بھی سمجھہ مین آتی ہے کہ بادشاہونکی تعداد کی زیادہ ضرورت نہین مگر بادشاہ
بنانے کی ضرورت بھی اہم ہے۔ اسلیے دشمنون کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے اور اونکی کم

شہادت کی ضرورتکا مختصر بیان

یہان اور ایک نکتہ قابل بیان ہے کہ شہادت ایک ایسی ضروری
چیز ہے کہ جسکے بدون کام نہین چل سکتا وہی ذریعہ غلبہ کا ہے اور قوتون کے روکنے کا
اسلیے کہ جبتک دشمن دفع نہ کیے جائین غلبہ نہین ہوسکتا وہ بھی انسان ہین بغیر مرے مارے
کیونکر دب سکتے ہین۔ ایسی ضروری چیز کے لیے دیکھیے اسلام نے کیا کام کیا ہے
اور کمال یہہ ہے کہ قول ہی سے نہین بتلایا خود اوس شخص کے نواسہ نے جو بانی اسلام تھا
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فعل سے اور خود حاصل کرکے بتلایا ہے۔ کیا اب آپ اسلام اور اوسکے
بانی کو یون کہہ سکتے ہین کہ وہ محض حصول حکومت کے لیے سب کچھہ کرتا تھا نہین اوسنے

ایسی تعلیم دی تہی کہ محض دین کے لیے جان دی جاتی ہے خواہ حکومت ہو یا نہو۔ یہہ دکہلانا دیکہیے کتنی بڑی ضرورت سے ہے اور شہادت امام حسین کیا چیز ہے۔

بعض شبہات کا دفعیہ

بعض لوگ جو اس کمال کے مرتبہ کی منقصت اور استخفاف کرتے ہین۔ افسوس ہے کہ وہ کسقدر اصلی ضرورتون سے ناواقف ہین۔ مثلاً بعض لوگون کو مین نے کہتے ہوے سُنا ہے کہ شہادت حضرت مسلم اسکا باعث ہوی کہ حضرت نے یہ مصائب اپنے اوپر گوارا فرمایے۔ کیا ہزارون بادشاہون کو آپ نے شکست پر دنیا کہ صلح کرتے ہوے نہین دیکہا! اگر خاص سبب نہوتا حضرت صلح کر لیتے۔ اس قول کے معنی یہہ ہین کہ بانی اسلام اور اوسکے ایسے لواحق مین اصلی نیکی باعث ان افعال کے صدور کا نہین تہی۔ غصہ اور دوسری چیزین تہین۔ حالانکہ اور سارے افعال ونکے اسکے خلاف ہین۔ بعض کہتے ہین کہ ہندہ کا معاملہ اس غصہ کا سبب تہا مختصر قصہ اوسکا یہہ ہے کہ ہندہ نے خانۂ نبوت مین پرورش پائی تہی اور جناب امام علیہ السلام کے نکاح مین آئی تہی وہ بہت خوبصورت تہی یزید کو جب اوسکی کیفیت معلوم ہوی درپے ہوا کہ وہ میرے نکاح مین آئے معاویہ صاحب نے جناب امام علیہ السلام کو لکہا کہ آپ اوسے طلاق دیجیے کہ یزید اوس سے نکاح کرلے وہ غصہ ور ہے اوس سے اور آپ سے عداوت ہونا بہتر نہین ہے۔ امام علیہ السلام نے طلاق دیدیا۔ یہہ بات غور کے قابل ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو طلاق دیدے اسلیے کہ بغیر ضرورت سخت کے اور بغیر کمال مرتبہ مین ضرورت کے ظاہر ہوجانے کے کچہہ نہین کرنا چاہیے یعنی لڑنا اور تلوار کا معاملہ۔ وہ کسقدر اپنے

نفس پر قابو رکھنے والا ہوگا۔ جو شخص اس عار کو گوارا کرے کیا وہ ان تکالیف مین جنت کی عار کو گوارا نکرلیتا اگر محض ضرورت دین کے لیے نہ لڑتا۔ دیکھیے ایسے خیالات کسقدر لغو ہین۔ کیا ایسا شخص حضرت مسلم اور ایک عورت کے لیے یہ تکلیفین گوارا کریگا ہرگز ہرگز نہین۔ ضرور مہالک مین نفس کو ڈالنا منع ہے مگر شہادت جب ایسی ضرورت سے ہو منع نہین ہوسکتی فرض ہوجاتی ہے۔

ممکن ہے کہ یون کہا جاے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ۔ یعنی اپنے ہاتھون اپنے آپ کو ہلاکت مین مت ڈالو جناب امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام نے اگر ہلاکت خود اختیار فرمائی خلاف حکم خدا کیا۔ یہ صریحاً غلط ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے ہلاکت کو منع فرمایا ہے شہادت کو منع نہین فرمایا بلکہ اوسکا حکم دیا ہے۔ یہ شبہہ ہلاکت اور شہادت کے معنی مین فرق نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ ہلاک۔ ہلوک۔ مہلکہ۔ تہلکہ سب کے معنی نیست ہوجانے کے ہین۔ شہادت جس کسی کو نصیب ہوتی ہے اوسکی نسبت خود اللہ تعالی جل شانہ کا ارشاد ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ ترجمہ۔ اونکو مرے ہوؤن مین شمار نکرنا بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے ہین اور کھاتے پیتے ہین۔ معنی یہ ہین کہ شہید ہلاک نہین ہوتا۔ یعنی نیست۔ دوسرا لباس یعنی جسم پہنکر ہماری نظرون سے چھپ جاتا ہے اور اس حیات سے بہتر حیات اوسکو حاصل ہوجاتی ہے۔ کھاتا پیتا چلتا پھرتا ہے۔ جب دونون ارشاد الہی کو ملایے کہ ایک طرف قتال کا حکم ہے اور مرنے مارنے کا

دوسری طرف ہلاکت مین اپنے آپ کو ڈالنے کی ممانعت ہے تو صاف یعنی یہہ ہوتے ہین کہ جب ہلاکت بیفائدہ ہو ہلاکت ممنوع ہے جب اوسمین دین کا نفع ہو تو شہادت واجب ہے چنانچہ شیخ سعدی بہی فرماتے ہین۔ مصرعہ تو مرد ور دہان اژدر ہا۔ کیونکہ اوس وقت ہلاکت بے نفع محض ہوگی۔ خداوند عالم نے کتمان ایمان مومن آل فرعون کی تعریف فرمائی ہے۔ اسلیے کہ اگر کتمان نہوتا ہلاکت بے نفع واقع ہوتی۔ شہادت جناب سید الشہدا مین دین کا نفع ہی تہا باقی رہنا دین کا اوسپر موقوف تہا۔ پس وہ ہلاکت تہوی جو ممنوع ہے اعلیٰ درجہ کی شہادت ہوئی جسکا حکم ہے اور واجب ہے باقی رہا مواقع استعمال کا جاننا۔ ظاہر ہے کہ جو شہادت قبول کرے اور ایسا ہو وہ مواقع استعمال کو یقیناً ہمسے بہتر جان سکتا ہے اور لازم ہے کہ جانے۔ الغرض واقعہ جناب امام حسین علیہ السلام ایسا صاف واقعہ ہے اور اسلام اور ہر نیکی کا ثبوت ایسا صاف ہے جسپر کوئی اعتراض نہین ہوسکتا۔ کوئی دوسرا واقعہ ایسا صاف نہین ہے۔

سزا مقرر ہونے کی وجہ۔

بعد اسکے اسبات پر غور فرمائیے کہ آیا یہی کافی ہے کہ انسان جب قوتون کے عمدہ اور برمحل صرف کرنیکی مشق کرے باعث ترجیح ہو۔ یا قوتون کے اس مشق کی طرف راغب کرنے کے لیے کسی دوسری چیز یا ترکیب کی بہی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ سخت ضرورت ہے۔ اسلیے کہ انسان مین جو قوتین ہین وہ ایسی تیز ہین کہ آدمی اونکے برلانے مین اسقدر بے سوچے سمجہے کام کرتا ہے کہ مضرتین اونکی بہت زیادہ ہین۔ مثلاً قتل کرتا ہے۔ چوری کرتا ہے وقس علے ھذا۔ قتل سے جو مضرتین ہین وہ ظاہر

ہین یعنی انسان جو اللہ نے ایسی عمدہ شے بنائی ہے معدوم ہوتا ہے اوسکے معدوم ہونے سے اکثر اوقات ایک گھر کا انتظام بگڑ جاتا ہے - عورتین بیوہ ہوجاتی ہین بچے ناتربیت یافتہ رہ جاتے ہین - چوری سے جو مضرتین ہین ظاہر ہین - آدمی دوسرے کا مال جو ایسی محنت سے پیدا ہوتا ہے بغیر استحقاق کے لیلیتا ہے - بعض وقت چوری ہوجانے کی مضرتین مثل قتل کے ہوتی ہین - جیسے عرب ہین پانی یا لندن ہین گرم کپڑے چرالینا بعض صورتون ہین - پس قوتون کے بے محل استعمال سے روکنے کے لیے سزا کا مقرر کرنا ضروری ہے - علاوہ اسکے چونکہ قوتون مین تیزی دی گئی ہے اور ہر برے اور اچھے کام کی مضرتین اور منافع ہر وقت پیش نظر نہین رہ سکتے - بعض مضرتین ایسی نازک ہین کہ وہ باعتبار استعمال قوت مضرت نہین ہین بعض وقت وہ مضرت اس سے ہوجاتی ہین کہ آدمیون کی قوت کے جمع ہونے مین ہارج اور مانع ہوتی ہین یعنی میل جول کے حصول - پس اونکے لیے کسی تیسری چیز کی ضرورت ہے جو انسان کو بتلایا کرے اور پیش نظر رکھا کرے کہ یہ کام برا ہے اور اسکے کرنے سے خرابی پیدا ہوگی اور وہ بھی روکا افعال بد کی ہو جسکا نام سزا ہے - مثالین اوسکی یہ ہین

(۱) انسان کے لیے پیشاب کرنا لازمی چیز ہے اور اوسکا جاری کرنا تندرستی کا مدار ہے مگر مجمعون ہین جیسے میلے اور بازار ہین بول کرنا منع ہے اسلیے کہ وہ بیحیائی ہے - بیحیائی اسلیے مضر ہے کہ اوس سے افعال قبیحہ آخر کو پیدا ہوتے ہین - علاوہ بران زیادتی پیشاب سے ایسی بدبو پیدا ہوتی ہے کہ وہ ہوا کو بگاڑ دیتی ہے اور آخر کار وہ مجا

کے متفرق کر دینے کا منجملہ اور اسباب کے ایک سبب ہوتا ہے ۔ ذاتی ضرورتین اسکی طالب ہین مگر مجامع کی ضرورتین اسکی مانع ہین ۔

(۲) غصہ کرنا چھوٹے بچون کے ڈرانے کے لیے کہ تعلیم مین مارپیٹ کی ضرورت نہو اچھی چیز ہے ۔ غصہ مادہ اپنی ذلت سے روک کا ہے جسکو حمیت کہہ سکتے ہین ۔ طعن کرنا جب طالبعلمون کی غلطی کی وقت مناسب پر روک ہو نہایت آسان ترکیب اصلاح کی ہے ۔ مگر ظاہر ہے کہ مجمعون مین یہی دونون چیزین کیسی مضر ثابت ہوسکتی ہین ۔ آپ غصہ فرمایئے دوسرے کو بھی غصہ آجایے لڑائی ہو طرفین کے طرفدار شریک ہون اور کشت و خون ہوجایے ۔ گو ہر روز ایسا نہین ہوتا طعن کرنے کی بھی یہی حالت ہے کہ لوگ طعن کر جاتے ہین اور کچھ نہین ہوتا غصہ مین جب زور ہوتا ہے مصالح اوسکے پیش نظر نہین رہتے ۔

(۳) سچائی اور راستی جب معاملت دوسرے سے ہو لازمی ہے ورنہ کوئی کام نہین چل سکتا یعنی اگر سچائی نہوتی نوٹ کیسے چلتا ہنڈی کیسے جاری ہوتی اور یہ آسانی روپیہ کے بھیجنے اور رکھنے کی کیسے پیدا ہوتی ۔ حالانکہ سچائی کے فائدے ہر وقت پیش نظر نہین رہتے بلکہ آسان طلبی اور راحت کی خواہش مقتضی ہوتی ہے کہ جھوٹ بولیے اور مال اوڑا کر بفراغت بسر فرمایئے ۔ بہت سے لوگ ایسے ہین اور ہوسکتے ہین کہ قوت اونکی اونکو بعد اس ترکیب کے یعنی اچھے افعال کی مشق باعث ترجیح ہونے کے ضرر نہ پہونچا سکی ۔

جزا کا بیان۔

اس طریقہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا کا بنانا لازم ہے
جب وہ لازم ہوا اوسکے جانب مقابل پر پہر غور کیجیے کہ جب سزا مقرر کیجاے لیے افعال نیک
کے لیے جزا کا بنانا بہی ضرور ہوتا ہے پہر زیادہ غور فرمایئے کہ انسان کا سخت امتحانون مین
ڈالنا اور اوسکا پڑنا اور ہمیشہ نیک افعال کرتے رہنا اوسکو کس رتبہ کی جزا کا مستحق بناتا
ہے اور آیا ہر فعل کی جزا اوسے دنیا مین مل جاتی ہے وہی اوسکی کافی جزا ہے؟ ظاہر
ہے کہ نہین ہے کیونکہ اس صورت مین افعال نیک کی تعداد وشمار سے زیادہ ہوگی۔
ہم دیکھتے ہین کہ اوس مقدار کی جزا نہین ملتی بلکہ ہزارون بڑے بڑے افعال نیک
کی بہی نہین ملتی خصوصًا جب آدمی ملک کے لیے مثلًا جان دیدے اوسے اوسکی جزا
کچہہ بہی نہین ملتی علاوہ اسکے جزا کا بنانا اسلیے بہی ضرور ہے کہ سزا روک ہے۔ ترقی
افعال حسنہ کا ذریعہ نہین ہے۔ اور یہہ امر ضرورت جزا کو ایسا ظاہر کرتا ہے کہ لاجواب
ہے حقیقت مین سزا اور جزا دونون کا مقرر کرنا ترکیب کا تعدد ہے اور مختلف صورتون
مین تکمیل تدبیر لازم شی ہے کیونکہ نتیجہ اختیار دو چیزین ہین نیکی اور بدی یا بہلائی اور برائی
نیکی مین دو چیزین ہین ایک بقدر اپنی ضرورت کے دوسری اپنی ضرورت سے زیادہ اگر سزا
مقرر ہوتی اور جزا نہوتی بعد اپنی ضرورت کے زیادہ نیکی کے کام کرانیکا کوئی ذریعہ نہوتا
اور وہ بیفائدہ ہوتی اور اوس صورت مین انسان قریب قریب حیوان مطلق کے ہوکر
بیفائدہ ہوجاتا۔ یعنی اورون کے کام کا معنی یہہ ہین کہ اختیار کو اچہا بنانے کے لیے
کوئی تدبیر ایسی نہین ہے کہ اللہ تعالی نے اوسکا شمار کہی ہو اور نہ کی ہو۔ سزا بہی بنائی

اور جزا بھی کہ دونون ملکر تو اچھا کام کرائین بغیر اسکے تدبیر مکمل نہ تھی۔

سزا اور جزا ہر فعل مستحق سزا اور جزا کی ہونی چاہیئے۔

جب یہ دونون امر سمجھہ مین آگیے تب یہ غور فرمایئے ضرور ہے کہ سزا اور جزا ایسی ہون کہ ہر فعل مستحق سزا کے لیے سزا ہو۔ اور ہر فعل مستحق جزا کے لیے جزا۔ ورنہ کوئی وجہ نہین کہ بعض افعال سزا سے باقی رہین بعض کی سزا ہو بعض کی جزا ہو بعض کی نہو۔

دونون کے لیے قاعدہ ہونا چاہیے۔

اب دنیا مین جو سزائین ہین اونپر غور فرمایئے کہ وہ صرف ایک طریقہ سے دی جاسکتی ہین۔ یعنی اونکے لیے مقرر کرنا قاعدہ کا ضرور ہے قاعدہ مقرر نہ کرنے کی برائیون کو ملاحظہ فرمایئے۔ فرض کیجیے کہ چوریون اور زنا کی سزا کا قاعدہ مقرر نہ کیا جاتا تو یون نہوتا کہ جو شخص چاہتا کہہ دیتا کہ فلان شخص نے میرے مال کی چوری کی۔ جو چاہتا کہہ دیتا کہ اوس شخص نے اوس عورت سے زنا کیا حالانکہ شاید اوس ذریعہ سے وہ خود چوری کرنا چاہتا ہو یا خود زنا کا طالب ہو۔ اسلیے یہ قاعدہ مقرر کرنا ضروری ہوا کہ گواہ کے بدون کوئی سزا نہ دیجاے۔ یہان تک کہ ہر معاملہ کے لیے قاعدہ مقرر کرنا ضرور ہوا ہے چنانچہ لین دین کے لیے تحریر کیا جانا دستاویز کا لازم کیا گیا ہے ورنہ اعتماد صحت معاملہ کا اوٹھہ جائیگا جو چاہے دعوی کر دیگا اور دوسرے کا مال حاصل کر لیگا۔ الغرض قاعدہ کے بدون کام نہین چل سکتا۔

قاعدون کا کافی نہونا۔

اب قاعدہ مقرر کرنیکی دوسری شق پر غور کیجیے قاعدہ ہی ہزارون جگہہ انصاف ہونیکا مانع ہے۔ ہزارون جگہہ بے انصافی کرنیکا سبب ہے۔ لیکن

اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ قاعدہ کے مقرر کیے بدون جو مضرتین پیدا ہوتی ہین
وہ اوس مضرت سے جو قاعدہ مقرر کرنے پر ہوتی ہین بہت ہی ادنی درجہ کی
ہین - انگریزی قوانین کی بنسبت بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان ہین اس
سے بڑی خرابی پیدا ہوی ہے - اسقدر جہوٹ کا رواج ہوا ہے کہ لوگون سے جہوٹ
کی برائی جاتی رہی ہے - یہانتک کہ اب زبان زد عوام وخواص ہے کہ صاحب یہ عدالت
تہوڑا ہی ہے کہ جہوٹ بولین - یہ خیال بالکل غلط ہے - اسواسطے کہ انگریز اہل اسلام
کے معاملات وراثت و ازدواج وغیرہ کے شرع کے موافق فیصلہ کرتے ہین اور ہندون
کے ہندوون کے شاستر کے مطابق - عام معاملات اپنے قوانین کے موافق جو اون
اصولون پر بنے ہین جو باستثنا بعض مسائل جزئی کے خلاف شرع و شاستر نہین ہین -
اس سے ظاہر ہے کہ یہ وجہ جہوٹ کے رسوخ کی نہین ہے - البتہ میرا خیال یہ ہے کہ انگریزی
قوانین اس ملک کی عام رعایا کے لیئے زیادہ نازک ہین - علاوہ اسکے اوس قانون کے
متعلق کرنے والے وہ ہین جنکے دماغون مین وہ نزاکتین مرتکز ہین اور وہ خود بھی نازک
فہم ہین کہ بعض اوقات سیدہے سادے معاملون کو اسقدر نزاکت سے سوچتے اور فیصلہ
کرتے ہین کہ وہی غلطی کی جڑ ہوتی ہے - ایسی غلطی ضرور ہونی چاہیے اسلیے کہ جہان
نزاکت معاملے مین موجود نہین اوسمین پیدا ہو جاتی ہے - اور کبھی رسم و رواج سے عدم
مہارت بھی اسکا سبب ہوتا ہے جسکی مثال ملا عبد الرحمن جامی کی حکایت ہے -
امیر خسرو ایک ہندی شاعر تہے اونکا ایک شعر ہے ؎

گرمہ شود بدر و ستارہ شود بری | باخوانِ نعمتِ تو کند کی برابری

ملا صاحب چونکہ ایرانی تھے بڑا اور بڑیون کو نجانتے تھے کسی نے اس شعر کے
معنی پوچھے تو ملا نے جو طبع آزمائی کی تو تین سو معنی کہے اور سب غلط تھے۔ آخر کار
برسون کے بعد معلوم ہوا کہ بڑا اور بڑی ہندوستان کے دو کھانون کے نام ہین او لئے
تشبیہ دی ہے ان دونون امر کا اثر رعایا پر یہ ہوتا ہے کہ وہ معاملات بھی جیسے اور سارے
امور حماقت یا شرارت سے کرتے ہین بے سوچے سمجھے کر گذرتے ہین جب چارہ جوئی
کی ضرورت ہوتی ہے تب یہ خیال ہوتا ہے کہ معاملات مین نزاکتین پیدا ہونگی اونکو جیسے
ہین اور بقدر فہم سوچ سوچ کر رخنون کو بند کرنا چاہتے ہین۔ اس سے بناوٹ کی ضرورت
ہوتی ہے اور جھوٹ بولنے اور بلوانے کے لئے تقریباً ہر مقدمہ مین ایسے خیالات ہوتے
ہین۔ اگر مدعی کو کم ہون مدعا علیہ کو زیادہ ہوتے ہین۔ اگر مدعا علیہ کو کم ہون مدعی کو زیادہ
ہوتے ہین۔ اسلئے کوئی مقدمہ جبتک رخنے بند نہون نہین چلتا۔ پس حقیقت مین
یہ قصور قانون اور اوسپر عمل کرنیوالے حکام کا نہین ہے بلکہ اصول تقرر قانون کا ہے
اور بعض عمدہ تدابیر کرنے کا۔ جنسے چارہ نہین۔ علاوہ بران جھوٹ بولنے کی عادت
کچھہ جدید نہین ہے بعض لوگون کو یہ اعتراض ہے کہ قوانین انگریزی کا نتیجہ ہے
کہ ایک گروہ قانون پیشون کا پیدا ہوگیا ہے اور انصاف کی قیمت اتنی گران ہوگئی ہے
کہ گرانی اوسکی ہر جگہہ پہونچنے کو مانع ہے اور مجرمون کو قانونی نزاکتین سزا سے بچا دیتی ہین
یہ امور بھی سقم قانون کا نہین ہین بلکہ اوسی اصول تقرر قاعدہ کا سقم ہے۔ الغرض

اس حالت پر غور کرنے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قاعدہ کی بغیر کام نہین چل سکتا۔ اور قاعدہ گو کتنا ہی آسان ہو باعث نا انصافی کا بھی ہی۔ اوسمین جسقدر عمدگی نزاکت کی ہو وقت بڑہ جاتی ہے اور یہہ ایسا امر ہے جسکا علاج قوت بشری سے باہر ہے۔

بیان اوس ذریعہ کا جس سے ہر فعل کی سزا جزا ہو نگی یعنی عقبیٰ

جب یہ بات معلوم ہوی کہ قاعدہ کے باوجود ہر گناہ کی سزا نہین ہو سکتی اور دنیا مین ہر فعل مستحق جزا کی جزا نہین مل سکتی تو لازم آتا ہے کہ ایسے ذرائع پیدا کیے جائین کہ ہر گناہ سزا پاسیے اور ہر فعل صلوب جزا میری رای مین وہ سوای اسکے کہ عقبیٰ کا وجود مانا جاسیے دوسرے طریقہ سے نہین ہو سکتا اور چونکہ اوسمین تاخیر ضروری ہے ورنہ اختیار اختیار نہ رہے اوسمین دونون کا اعلیٰ درجہ پہ ہونا بھی لازمی ہے ورنہ قریباً بے اثر ہوگی۔ سزای عقبیٰ و جزای آخرت ماننے سے انسان کی روح کا بقا لازم آتا ہے اور خداوند عالم کا وجود اس ترکیب پر خیال کرنے سے کسقدر ظاہر معلوم ہوتا ہے۔

تناسخ کا بیان

تناسخ کا مسئلہ میری سمجھ سے باہر ہے (۱) جب مین مقابلہ کرتا ہون یعنی ایک اعتقاد یہ ہے کہ انسان کی روح پیدا ہوی دنیا مین آئی اور افعال کے مطابق اوسکو سزا یا جزا ملی اور معاملہ ختم ہو گیا۔ دوسرا اعتقاد یہ ہی کہ روح قدیم ہی اور بار بار دنیا کی بھٹی مین آئی اور چکر کھاتی رہتی ہی اور ہمیشہ کھاتی رہیگی کبھی یہ معاملہ ختم نہوگا تو اعتقاد تناسخ ایسا غلط معلوم ہوتا ہے کہ مجھے کسی دلیل کے بیان کی حاجت نہین۔ (۲) اوسکے یہ معنی ہین کہ جیسے کٹ پتلی کے تماشے والے کے پاس چند کٹ پتلیان ہوتی ہین اسی طرح اللہ تعا

گئی یا یہ چند روحین ہین تماشہ والا بعض کٹ پتلیون کو ایک طرح کے کپڑے پہنا کر ایک تماشہ کے لیئے نکالتا ہے اور بعد تماشہ کے چہپا دیتا ہے۔ اور یہی کام دوسرے تیسرے تماشہ کے لیے کرتا ہے اسی طرح اسد تعالی چند روحون کو ایک لباس جسمانی پہنا کر نکالتا ہے پہر چہپا لیتا ہے۔ اوسکا تماشہ ختم ہوجاتا ہے اسد تعالی کا ختم نہین ہوتا۔ یہ تو فعل عبث ہوا۔ اسلیے کہ آخر کسکو اسد تعالی یہ تماشہ دکہلاتا ہے کوئی سہے جو مثل تماشہ دیکہنے والے کے ہو۔ کٹ پتلیون کو اس سے کیا نفع۔ (۳) اوس آدمی کو سزا دینا جسے اپنے گناہ معلوم نہین یا بعد گناہ کی سزا کے یا بعد افعال نیک کی جزا کے اوسکو دوسری حالت مین بہیجنا یا مطلقاً پہر دنیا سے امتحان گاہ مین بہیجنا اور برابر بہیجتے رہنا بلا نتیجہ محض ہے۔ کیونکہ اوس سے وہ کچہہ متنبہ نہین ہوسکتا۔ ہم روز دیکہتے ہین کہ اس خیال کا نفع کچہہ نہین ہے یا اسقدر کم ہے کہ بمقابلہ اوس تکلیف کے جو دنیا کی ہے کچہہ نہین۔ بلکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اسد تعالی ظالم ہے یعنی اپنے تماشے کے لیے تمام عالم کو اس بلا مین مبتلا کر رکہا ہے (۴) روح اور مادہ اگر قدیم ہون تعدد قدما لازم آئیگا اور وہ باطل ہے درحقیقت یہ اعتقاد اوسی وقت قائم ہوسکتا ہے کہ دنیا قدیم ہو۔ ورنہ نہین۔

وجود روح اور بعد موت کے روح کی بقا کا بیان۔

روح کے وجود کی نسبت اربعہ عناصر پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ مٹی ایک مادہ ہے جسمین پانی اور ہوا اور آگ ملائی گئی ہین۔ پانی کا کام یہ ہے کہ باعث امتزاج کا ہو۔ ہوا کا کام یہ ہے کہ قوت متحرکہ

پیدا کرے - آگ کا کام یہہ ہے کہ اوس قوت متحرکہ کو کام مین لاوے یعنی ہوا نہوتی تو چلنے پہرنے کی قابلیت نہوتی - آگ نہوتی تو وہ چیز نہوتی جو اوس چلنے پہرنے کی قابلیت اور قوت کو کام مین لاتی - یعنی انبعاث یا وِل پور WillPoWer جب انسان مرجاتا ہے تو مٹی اور پانی باقی رہجاتے ہین حرکت کی قوت اور اوس قوت کا محرک باقی نہین رہتا اب یہ امر غور کے قابل ہے کہ یہ دو چیزین جو علیحدہ ہوگئین اون دونون مین ایسی علیحدگی ہوی کہ اپنے اپنے مقام پر چلی گئین - یعنی ہوا ہوا مین جا ملی اور آگ آگ مین - یا دونون مین امتزاج باقی رہا - اب اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ حیوانون مین مادۂ عقل نہین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین آگ اور ہوا کا امتزاج اوس طریقہ کا نہین ہے جیسا حیوان کا ہے اب غور کرنا چاہیے کہ انسان کوئی کام اسطرح کرتا ہے اور کرسکتا ہے یا نہین کہ جو طریقے ادراک اور عقل مین آنے کے بذریعہ جسم کے ہین بدون اوسکے وہ کام ہوجاوے مطلب یہہ ہے کہ ادراک بذریعہ حواس خمسہ کے ہوتا ہے یعنی سُننا - دیکہنا - چہوتا - چاکہنا - سونگہنا - انکے بغیر بہی ادراک ہوتا ہے یا نہین - اب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہوتا ہے اس لیے کہ قوت مقناطیسی کے بڑہانے سے جب آدمی عامل اور معمول بن جاتے ہین تو معمول ایسی جگہہ کی خبر لاتا ہے جسکو حواس خمسہ سے تعلق نہین ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان دونون چیزون یعنی آگ اور ہوا کا امتزاج انسانی روح مین بالکل دوسری طرح کا ہے - ہم انسان کی موت کا تیاس حیوان کی موت پر کرتے ہین لیکن یہان وجہ فرق کی موجود ہے - اس لیے

روح انسانی قابل بقا بعد موت کے ہے۔

خواب دیکھنے سے روح کو وجود پر استدلال اور خیالات حکما کی نسبت خواب کی تردید۔

علاوہ اسکے انسان خواب دیکھتا ہے۔ انسان کے خواب مین روح وہ کام کرتی ہے جو صرف روح کا ہے اوسکی بابت خیالات حکما کا ذکر ضرور ہے وہ کہتے ہین کہ انسان مین ایک مادہ آرام کرنیکا ہے خون دماغ کے اعصاب مین ٹھہر جاتا ہے اور اسلیے اعصاب کام کرنے سے معطل ہو جاتے ہین۔ چونکہ اعصاب تمام جسم مین ہین اسلیے پہلے دماغ بے خبر ہوتا ہے پھر باقی جسم بیخبر ہو جاتا ہے اور آدمی آرام مین آجاتا ہے۔ جب جاگنے کا وقت ہوتا ہے اور بقدر ضرورت آرام کر چکتا ہے تو خون رفتہ رفتہ دماغی اعصاب سے ہٹنا شروع ہوتا ہے بعد اور جسم کے اعصاب سے اور جب بالکل ہٹ جاتا ہے تب آدمی جاگ اٹھتا ہے۔ چونکہ مقام تعقل دماغ ہے اور تصورات مین ہر ممکن اور ناممکن چیز آتی ہے۔ لیکن جاگنے مین حواس کے ذریعہ سے تجربہ اور ادراک صحیح کرنیوالا قوت تخیل کا ہوتا ہے سوتے مین نہین ہوتا لہذا اوس عرصہ مین کہ دماغ کے اعصاب جو سب سے پہلے کام کے قابل ہوتے ہین اپنا کام شروع کر دیتے ہین اور دوسو قت کر دیتے ہین جبکہ روکنے والا اور انکا کوئی نہو تب آدمی کے ایسے امور خیال کے اندر آتے ہین جو محض خیال و ناممکن ہین اور یہی خواب ہے اور خواب اسلیے کوئی نتیجہ شئے نہین ہے یعنی جس سے کوئی فائدہ یا نتیجہ پیدا ہوتا ہو۔

لیکن اگر غور کیجئیگا تو یہ بات پائیگا کہ یہہ دلیل اس خیال پر مبنی ہے کہ حواس خمسہ

کے علاوہ جبکا ادراک معمولی طور پر ہوتا ہے کوئی دوسرا ذریعہ اور کوئی دوسری شے
موجود نہین جسکے ذریعہ سے ادراک ہو۔ غلطی اسکی اسبات سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگر
ایسا ہوتا ہر جاگنے کے پہلے ایک خواب دکھلائی دیا کرتا حالانکہ ایسا نہین ہوتا۔ علاوہ
اسکے غلطی یہ ہے کہ اعصاب مین قوت ادراک اسقدر تیز ہے کہ اتنا کم وقفہ ہوتا ہے
جسے کہہ سکتے ہین کہ وقفہ نہین ہوتا مثلاً بدن پر ہاتھہ رکھیے فوراً دماغ مین خبر پہونچتی
ہے کہ ہاتھہ رکھا۔ قصد کیا اور ہاتھہ ہلا۔ پس یہ توقف جو خوابون مین ہوتا ہے
خلاف اوس طریقہ کے ہے جو اعصاب کے کام کرنے کا ہے۔ یہ امر کہ خون رفتہ رفتہ
ہٹتا ہے اس اعتراض کو اسلیے نہین توڑتا کہ بدن مین سونے کے وقت سیلان خون کا بند
نہین ہوتا اس سے ظاہر ہے کہ سوای دماغ کے باقی بدن مین خون نہین ٹھہرتا اور اعصاب
جسم کے بحال خود رہتے ہین لازم ہے کہ خون دماغی اعصاب اور اونکی جڑ سے بقوت
ہٹے فوراً تمام بدن جاگ جاے دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ خیال اگر خیال
محض ہو دکھلائی نہین دیسکتا کیونکہ آنکھہ ذریعہ دیکھنے کا ہے وہ اگر جاگ گئی ہے
ایک چیز حواس خمسہ سے جاگ چکے پس تصحیح کرنیوالا خیال کا موجود ہو گیا۔ آپ نے
مانا ہے کہ حواس خمسہ تصحیح خیال کرتے ہین آنکھہ سب سے بڑا ذریعہ اس تصحیح کا ہے۔
قطع نظر اسکے جتنے خواص انسان مین رکھے گیے ہین اونکو سب مانتے ہین کہ نہایت
عجیب و غریب صنائع اون مین موجود ہین۔ پس اس صنعت کے وجود کو بلا وجہ ماننا
بدلیل ہوسکتا ہے نہ بلا دلیل کیونکہ مثال اسکی ایسی ہے کہ اگر کسی کل کا ملاحظہ فرمانے

اور اوسکو نہ سمجھیے تو اوسیوقت آپ کو بعضے پرزے بیکار معلوم ہونگے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کل کی نسبت کسی پرزے کے بیکار ہونیکا خیال آپ اس لیے نہین کرتے کہ کلون کے موجدون کو عاقل اور باکمال جانتے ہین مگر انسان کی سی کل کے بعض خاصیتون کے بیکار ہونیکا آپ یقین کرتے ہین اسلیے کہ آپ اوسکے موجد کے باکمال ہونے سے بیخبر ہوجاتے ہین۔ آپ خواب مین ارواح سے ملاقات کرتے ہین اور وہ ارواح ایسی چیزین بتلاتی ہین کہ انسان کی خیال کے متعلق نہین ہے مثلاً بعض چیزین جو زندگی مین کسی نے مخفی رکھی تہین اوسے مرے ہوے کی روح نے بتلادی ہین۔ حکما نے غالبًا یہ قیاس بعض حیوانون کو سونے مین آوازین دینے سے کیا ہی جیسے گھوڑا۔ اوسکے خواب مین اور انسان کے خواب مین فرق ظاہر ہے گھوڑے کبھی جاگنے کے قریب آواز نہین کرتے لہذا وہ مقدمہ جاگنے کا نہین ہے حکما کی دلیلین غور کیجیے وہ اوسے مقدمہ جاگنے کا کہتے ہین۔ علاوہ اسکے عقل انسانی اور عقل حیوانی مین جو فرق ہے وہ بہی ظاہر ہے ہمکو کیا معلوم ہے کہ روح حیوانی کیسی ہے قرآن مجید مین خواب کا وجود شد و مد سے مذکور ہے۔ یہان استدلال مین ارشادات شرعی پر اسلیے نظر نہین کی گئی کہ یہ بیان عقلاً سوچنے کا ہے۔ پہر افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی چیزون کے غلط ہونیکا ایسا مضبوط خیال دلمین بٹھلالیا اور راسخ کرلیا گیا ہے کہ گو ناقل کیسا ہی معتبر ہو اوس خیال کے آدمی اوسکو جھوٹا کہہ دیتے ہین۔ چنانچہ وجود روح کے انکار سے ایسی چیزون کی تکذیب لازم آتی ہے کہ اگر تکذیب کیجایے تو بڑا علم نکما قرار پاجایے۔

تاریخی ثبوت خواب کی صحت کا فتوح الشام سے -

وہ علم تاریخ کا علم ہے اسلیے کہ تاریخ مین لکھا ہے کہ فلان واقعہ یون ہوا - تاریخ فتوح الشام مین علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ جب قلعہ حلب کا مسلمانون نے محاصرہ کیا کئی مہینے گذر گیے مگر وہ قلعہ فتح نہوتا تہا - یوقنا اوسوقت حاکم حلب تہا اور بڑا مدبر اور دلیر آدمی تہا وہ موقع ڈہونڈہا کرتا تہا اور جب مسلمانون کو غافل پاتا چہاپا مارا کرتا تہا - اسوجہ سے مسلمان تنگ آگیے تہے اور حیران تہے یہ خبرین سنکر واثلہ ابو الہول نے مدینہ طیبہ سے قصد حلب کا کیا اور جب سردار اسلام کے پاس جنکا نام حضرت ابو عبیدہ تہا پہونچے اور اونسے ملاقات ہوئی تو انہون نے واثلہ سے پوچہا کہ تم بزرگ منش آدمی معلوم ہوتے ہو تمہارا دل اس قلعہ کے فتح ہونے کے باب مین کیا کہتا ہے؟ واثلہ نے جواب دیا کہ اسی سفر مین مین نے ایک خواب دیکہا ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ انشاء اللہ تعالی فتح ہوگی خواب یہ بیان کیا کہ مین نے دیکہا کہ میری قوم آگے چلی گئی ہے اور مین اونکے نشان قدم دیکہتا ہوا جلدی جلدی چلا جاتا ہون جب اونکے قریب پہونچ گیا تو دیکہا کہ میری قوم کے آدمی حیران وپریشان کہڑے ہوے ہین مین نے پوچہا کہ آگے کیون نہین بڑہتے انہون نے جواب دیا کہ دیکہو سامنے پہاڑ ہے اوسکے پار جانے کا راستہ نہین ملتا - مین نے کہا کہ یہ شگاف نظر آتا ہے چلو اسمین ہو کر نکل چلین - اونہون نے جواب دیا کہ اس شگاف مین ایک بہت بڑا اور خونخوار اژدہا رہتا ہے وہ ایسا ہے کہ اوسنے بڑے بڑے دلیرون کو ہلاک کر دیا ہے - مین نے کہا کہ آؤ اسپر ایک دم سے جا پڑین - مار ڈالینگے

اونھون نے جواب دیا کہ اوسکے منہ سے آگ کے شرارے نکلتے ہین ۔ کوئی
پاس نہین جاسکتا مین نے کہا کوئی رستہ ایسا ڈھونڈھو کہ اوسکے پیچھے سے جاکر
مارلین ۔ اونھون نے جواب دیا کہ یہہ بھی ممکن نہین ہے اسلیے کہ قد اوسکا اتنا بڑا ہے
کہ پیچھے جانے کی راہ نہین ۔ یہہ سنکر مین خود گیا اور تلاش کی تو ایک راستہ ملا کہ نہایت
ہی دشوار گذار اور تنگ تہا مین اوسمین بڑی محنت سے پہونچا اور منتظر وقت رہا یہانتک
کہ آہستہ آہستہ اژدہے کے پیچھے پہونچ گیا اور اوسے مار ڈالا یہہ دیکھکر میری قوم بھی میرے
پاس پہونچ گئی مگر وہ بھی بڑی دقت سے پہونچی ابو عبیدہ اس خواب کو سنکر بہت خوش
ہوے اور سب مسلمانون کو بلواکر یہ خواب سنوایا ۔ وہ سب بھی بہت خوش ہوے سبنے
یقین کرلیا کہ یہہ مژدہ فتح ہے چنانچہ واقع یہین تہا ۔ وامس محاصرہ مین شریک ہو گیے
اور تعبیر اس خواب کی یہہ ہی کہ قلعہ نہین کی ایسی ہی تدبیر سے فتح ہوا کہ جسکے معنی یہ ہین کہ
اس خواب مین بتلا دیا گیا تہا کہ قلعہ یون فتح ہوگا ۔ تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ سنتالیس دن
جب محاصرہ کو وامس کے پہونچنے کے بعد بھی گذر گئے اور اونکی بھی کوئی تدبیر
کارگر نہوئی تو وامس نے ابو عبیدہ سے کہا کہ اب مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے
وہ یہ ہے کہ ۳۰ آدمی مجھہ کو دیجیے ہم سب لوگ یہین چھپ رہین گے اور آپ لشکر کو یہان سے
اتنی دور ہٹا لیجائیے کہ قلعہ والے یون سمجھین کہ مسلمانون نے محاصرہ اوٹھا لیا چنانچہ
ایسا ہی ہوا ۔ یہہ وہ بات تھی جو خواب مین دیکھا تہا کہ وامس آگے بڑھ گئے اور رستہ
ڈھونڈھ کر نکالا ۔ الغرض جب رات ہوگئی وامس نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ

چپکے چپکے چلے آؤ یہہ لوگ پہاڑ کے نیچے تک پہونچے - واثلہ نے ساتہیون
سے کہا کہ کوئی آدمی پکڑ لاؤ کہ اوس سے راستہ پوچہین کوئی جانے پر راضی نہین ہوا
اور واثلہ خود گئے اور کئی دفعہ کر کے چہہ آدمی پکڑ لائے اون مین خرابی یہ نکلی کہ وہ
نہ انکی زبان سمجہتے تہے اور نہ یہ اونکی یہہ وہ بات ہے کہ راستہ ڈہونڈہنے مین دقت
پیش آئی - آخر کو ایک ایسا شخص پکڑا آیا جو زبان عربی جانتا تہا ایک رومی اور وہ
عربی دان راستہ بتلانے پر راضی ہوئے واثلہ نے دو ساتہی ابو عبیدہ صاحب
کے پاس بہیج دیئے کہ ہم صبح کو جب دروازہ کہولین اور لڑائی ہو تو آپ داخل قلعہ ہو جائیے
واثلہ اٹہائیس ساتہیون کو لیکر خود بکری کی کہال اوڑہ کر چلے یہانتک کہ اون دونون
راہبرون نے پشت قلعہ کی دیوار تک پہونچا دیا - یہہ قلعہ خواب مین اژدہا دکہلایا گیا
تہا واثلہ اس طرح قلعہ پر چڑہے کہ خود بیٹہہ گیے اور سات آدمی اپنے اوپر یکے بعد
دیگرے چڑہائی اور جب ساتون ایک دوسرے پر چڑہ چکی اور کہڑے ہوئے تو قلعہ کی دیوار کے برابر ہو گئے
سب سے اوپر کا آدمی کنگنی پکڑ کر قلعہ مین کود گیا - برج کے پہرہ والے کو نشہ شراب مین
مست پایا اوسکی ٹانگ پکڑ کر نیچے گرا دیا دو اور پہرہ والے بہی ہوش سنبہالے اونکو قتل
کر دیا اور رسہ اندر ڈالکر اپنے ساتہیون کو اوپر کہینچ لیا آخر کار صدر دروازہ پر پہونچ گیے
خوب تلوار کی - اس اثنا مین حضرت ابو عبیدہ بہی مع لشکر کے آگیے اور قلعہ فتح ہو گیا
- یہہ وہ بات تہی کہ خواب مین دکہلایا گیا تہا کہ قوم بہی بعد کو پہونچ جائیگی - اگر آپ اس
مثال مین کوئی شک کرتے ہون تو واقدی کا دوسرا واقعہ سنئیے جسمین شک کی

گنجایش نہین معلوم ہوتی وہ یہہ ہے کہ وہی یوقنا جو مسلمانون کا ایسا سخت دشمن تہا
اور دشمنی اوسکی یہانتک بڑہی ہوی تہی کہ محاصرہ حلب سے پہلے جب اوسنے لڑائی کا
قصد کیا تو یوحنا اپنے حقیقی بہائی سے صلاح پوچہی اوسکی رای لڑنے کی نہوئی یوقنا
اتنا سخت تہا کہ اتنی سی بات پر یوحنا کو قتل کر ڈالا مگر وہی یوقنا بعد فتح حلب فوراً مسلمان
ہوگیا زبان یوقنا کی رومی (اگریک) تہی مسلمانون نے اوسکے اسلام کا خوب اعتبار نہ کیا
جب حلب سے فراغت حاصل ہوی تو مسلمانون نے انطاکیہ کا قصد کیا اور یوقنا کے
دل کو ٹٹولا تو یوقنا نے مسلمانون سے عربی زبان مین باتین کرنی شروع کین اور ایسی اچہی
عربی بولتا تہا جیسے ٹہیٹ عرب۔ حالانکہ فتح حلب کو اتنے دن نہ گذرے تہے کہ زبان
آجاوے عربون کو تعجب ہوا اور یوقنا سے دریافت کیا کہ تمہاری زبان ہم رومی جانتے
تہے عربی کب سیکہہ لی یوقنا نے جواب دیا کہ مین نے آج رات کو ایک شخص نورانی
کو خواب مین دیکہا جنہون نے اپنا نام محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلایا مین اونپر
ایمان لایا اور اونسے خواہش ظاہر کی کہ مجہے زبان عربی آجاوے آنحضرت نے اشارہ
کیا مین جو اوٹہا تو کامل عربی دان تہا۔ اس خواب کی برکت سے جو یوقنا کی قلب
ماہیت ہوی اور اوس اشارہ خواب نے جو آئینۂ قلب یوقنا کی جلا کردی وہ یہہ تہی
کہ یوقنا جیسا مسلمانون کے لیے مضر تہا ویسا ہی مفید ہوگیا۔ اس مقام پر یہہ امر
قابل غور ہے کہ ایسا شخص صرف مفتوح ہوجانے سے ایسا ہوسکتا تہا اور ایسی نفرت
اسلام کی دفعتہً دل سے جاسکتی تہی یا نہین؟ ظاہر ہے کہ جبتک کوئی خاص جذبہ

عام طور سے ایسا نہین ہوتا۔

ثبوت خواب تاریخ ہند سے۔ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب نے تاریخ ہند مین بحوالہ تاریخ بیہقی لکھا ہے۔ کہ جب امیر سبکتگین بخارا کو جاتا تھا تو راہ مین منزل خاکستر مین وہ فروکش ہوا اور یہان صدقہ و خیرات مین بہت کچھہ روپیہ دیا اور گھوڑے پر سوار ہوکر پانچ چھہ آدمیون سے ایک جگہہ کو کھودنے کے لیے حکم دیا جب اونہون نے کھودا تو ایک لوہے کی میخ نکلی آخر سبکتگین نے اوسے دیکھا اور گھوڑے پر سے اوترا اور بہت رویا اور جا ی نماز منگا کر دوگانہ شکر الہی ادا کیا جب لوگون نے اس حال کا سبب پوچھا تو اوسنے کہا کہ یہ قصہ نادر سنو کہ جس آقا کی مین ملک مین تھا مجھے اور بارہ اور غلامون کو جو میرے ہمراہ تھے جیحون سے پار اوتار کر شہرقان مین لیگیا اور اسجگہہ سے گورکانان مین لایا یہان کے بادشاہ نے سات غلام خریدے اور مجھے اور پانچ اور غلامون کو نہ خریدا پھر نیشاپور کی راہ مین مرو رود اور سرخس مین چار غلام اور اوسنے بیچے اور مین اور ایک اور غلام باقی رہے مجھے سبکتگین دراز کہتے تھے اور اتفاق سے میرے آقا کے تین گھوڑے میری ان کے نیچے زخمی ہو چکے تھے جب مین یہان خاکستر مین آیا تو میرا گھوڑا زخمی ہو گیا اسپر میرے آقا نے مجھے بہت مارا اور زین کو میری گردن پر رکھا اور قسم کھائی تھی کہ نیشاپور مین جو کچھہ تیری قیمت ملیگی مین وہی لیکر بیچ ڈالونگا اسی غم مین مین سو گیا کہ حضرت خضرؑ کی زیارت ہوئی اونہون نے مجھے بشارت دی کہ تو بڑا نامور بادشاہ ہوگا جب پھر اس سرزمین پر آئیگا تو تیرے ساتھہ بہت

لشکر ہو گا اور تو اوسکا سردار ہو گا تو غم نہ کر شاد ہو جب یہ بارگاہ بلند تجہہ کو نصیب ہو تو
خلق خدا کے ساتہہ نیکی اور انصاف کرنا مین نے اوٹہہ کر غسل کیا اور پچاس رکعت
نماز پڑہی اور اس میخ کو لیکر یہان نشانی کے لیے گاڑ گیا صبح میرے آقا نے سفر کیا
مجہہ سے یہہ میخ مانگی جب مین نہ دیسکا تو اوسنے تازیانون سے مجہے خوب مارا اور بہت سخت
قسم کہائی کہ جو قیمت تیری ملیگی وہ لیکر تجہے بیچڈالونگا نیشاپور تک دو منزل پیادہ پا چلایا
وہان البتگین نے مجہے اور میرے دو یارون کو خرید لیا جس سے اس درجہ پر پہونچا کہ تم
دیکہتے ہو۔ یہہ حکایت بہی بڑی دلیل صحت خواب کی ہے جو گہری گڑہی ہوئی میخونکی
طرح مضبوط ہے اور دل مین ایسی بیٹہتی ہے کہ نکل نہین سکتی۔

ابتدائی روم قدیم کا ذکر۔ علاوہ اسکے ہر تاریخ مین ایسے ایسے واقعات مذکور ہین جو عقل
انسانی سے باہر ہین اگر ہر اوس واقعہ کو جو خیال مین نہ آئے جہوٹ مان لیجیے تو جو شخص ایک
بات مین جہوٹا مانا جاوے کوئی وجہہ نہین ہے کہ دوسری بات مین نہ مانا جاوے مثلاً تاریخ
روم قدیم کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہیڑیا رامیلس اور جمیلس کو بحالت شیرخوارگی
بلکہ پیدا ہوتے ہی اوٹہا لیگیا اور اوسنے اونکی پرورش کی۔ یہہ ایسا واقعہ ہے کہ عقل
مین نہین آتا۔ چونکہ روم کی تاریخ لکہنے والا بہی اوسی خیال کا ہے کہ غیر معمولی باتون کو جو
محض قدرت الٰہی سے واقع ہوتی ہین نہ مانے اسلیے وہ حیران ہے اور لکہتا ہے کہ یہہ
واقعہ اس لیے گویا کہ مانا جاتا ہے کہ نشان سلطنت کا یہی تہا کہ ایک تصویر بنائی جاتی تہی
جسمین ایک بہیڑنی دو بچون کو دودہ پلاتی ہے اور اس لیے ایسا مضبوط ہے کہ انکار

نہین ہو سکتا اس لیے ذکر کیا گیا۔

اودہ مین مچھلی ہر کان پر بنانے کا ذکر۔

اسی طرح اودہ مین یہہ بات مشہور ہے کہ نواب آصف الدولہ کی گود مین مچھلی دریا سے اچھل کر آگئی۔ یہہ امر بھی عقل سے باہر ہے اسواسطے کہ مچھلی کشتی سے ڈرتی ہے اور ڈر کے مارے دور بھاگ جاتی ہے پس اوسکا خود گود مین آنا نا ممکن ہے اور یہہ تاویل کرنا کہ ڈر کے مارے کوئی مچھلی کبھی اوچھلی ہو اور کشتی مین آ پڑی ہو صحیح نہین ہو سکتا کیونکہ یہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے مان لیا جاے کہ روٹی ناک سے کہائی گئی لیکن اس خلاف عقل بات کا ثبوت یہ ہے کہ صوبہ اودہ مین یہہ رسم ہو گئی ہے کہ ہر بڑے دروازہ پر مچھلی کی تصویر بناتے ہین گویا کہ سلطنت اودہ کا نشان مچھلی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسی کا معجزہ مُردہ زندہ کرنیکا ہے۔ اوسکا انکار کرنا یہہ معنی رکہتا ہے کہ تمام قوم عیسائیونکی جو اسوقت تک دنیا مین بڑی کثرت سے آباد ہے اس واقعہ کو بیان کرتی ہے اور بالکل جہوٹی ہے میرے نزدیک یہہ امر جو حضرت عیسی سے سرزد ہوتا تہا جہوٹا نہین ہے جو اوسکو خلاف عقل مانتا ہے اوسکی عقل صحیح نہین ہے

مُردہ جلانا ثبوت روح ہے۔

مردہ کو زندہ کرنا دلیل اس بات کی ہے کہ روح کا وجود سے وہی تعلق اونہین معلومات کے ساتہہ کہ آگ اور ہوا اپنے اپنے مادہ مین جا کر ملجاتین اور اوس خاصیت سے جو بعد امتزاج پیدا ہوئی ہے خالی اور علیحدہ ہو جاتین۔ تو پہر اونکا عود ساتہہ ان معلومات کے نہین ہو سکتا تہا۔ نئی روح بنتی وہی روح نہ آتی۔ کیونکہ جب اربع عناصر الگ الگ ہو گئے تو اون سے ایک نئی چیز پیدا ہو سکتی ہے وہی پرانی

چیز نہین ہوسکتی۔

وجود روح کا ثبوت انسان کی حالت سے۔

اسباب پر غور کرنے سے کہ انسان مین تغیرات ہوتے ہین ایک اور دلیل اسطرح وجود روح کی کہ بعد فنای جسم باقی رہے بار یک طور سے سمجھہ مین آتی ہے اور وہ یہہ ہے کہ فرض کیجیے کہ انسان کی زندگی تین حصون پر منقسم ہے۔ پہلا حصہ بڑہنے کا جسے ایام نُمو کہتے ہین دوسرا حصہ بڑھکر ایک حالت پر ٹھہر جانے کا جسے سن وقوف کہتے ہین۔ تیسرا حصہ قوتون کے گھٹنے کا جسے پیری یا ایام انحطاط کہنا چاہیے کہ وہی مقدمہ فنای جسم کا ہے۔ اگر یہہ مانا جاے کہ روح ایسی چیز نہین ہے کہ جسم سے جدا ہونیکے بعد باقی رہ سکے تو یہ ماننا پڑیگا کہ روح امتزاج اربع عناصر کا خاصہ ہے یعنی طبیعی اور قوتین اعضای انسانی کے اندر اس امتزاج سے پیدا ہوتی ہین دماغ مین قوت عقل پیدا ہوتی ہے۔ یہہ فرض ظاہر طور سے غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ قوای جسمانی کے ساتھہ نمو اور وقوف اور انحطاط عقل کا نہین ہوتا اگر قوت عقل محض دماغ کی قوت کا نام ہوتا تو ہمیشہ ساتھہ ساتھہ اعضا کے بڑہا گھٹا کرتی حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ قوت اعضا جب گھٹ جاتی ہے قوت عقل بڑھ جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کے وجود کا ابتدائی ذریعہ خارج مین آنیکا تو ضرور جسم ہے مگر بعد مین روح ایسی چیز ہوجاتی ہے کہ اعضا کے ضعف کو اوس سے تعلق نہین ہوتا اور نہ عقل ہی ایسی ہی ہوتی۔ ممکن ہے کہ یون اعتراض کیا جاے کہ قوای دماغی تو اعضائے کے ساتھہ ساتھہ بڑھتے گھٹتے ہین مگر عقل کے زور کو دوسری قوتین یعنی خواہشین پردہ مین رکھتی ہین

جب وہ کمزور ہوجاتی ہین اونکا پردہ اوٹھکر عقل مین نور معلوم ہونے لگتا ہے حقیقت مین
عقل عصاب دماغی کے ساتھہ بڑہتی ہے کیونکہ جب انسان زیادہ بوڈہا ہوجاتا ہے تو مسلوب الحواس
ہوجاتا ہے۔ یہہ غلط ہے اسلیے کہ یہہ استدلال اوس حالت سے ہے کہ گویا آدمی مرگیا۔
موت کے بعد جیسا ہم روح کو نہین پاتے ایام سلب حواس مین بہی نہین پاتے۔ اوسکا پہلا
فرق اوقات نوم سے بخوبی سمجہہ مین آتا ہے سوتے مین روح موجود ہوتی ہے مگر بیکار
رہتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی مرا پڑا ہے ایام سلب حواس مقدمہ اوس سونے
کا ہے جس سے انسان اوسیوقت جاگ سکیگا جب خدا چاہے۔ دوسری طرح فرق حالت
جنون پر غور کرنے سے سمجہہ مین آتا ہے جنون مین بہی حواس مسلوب ہوتے ہین بعد صحت
پہر حواس آجاتے ہین۔ پس معنی یہہ ہین کہ جیسے قوت عقل کے لیے سونا اور جنون پردہ
ہین سلب حواس بہی پردہ ہین یہہ نہین ہے کہ قوتین جسمانی خواہشونکی اور جسم کی عقل کا
پردہ ہین پردہ صرف اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ روح و عقل کا ادراک جبتک وہ جسم مین رہتی ہے
حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ حواس اعضا کے خواص ہین اعضا کے ساتھہ اون کے
خواص مین ضعف لازمی ہے۔ پس وہ ذرائع کا انعدام ہے اصلی شی کا انعدام نہین ہے خواہشین
پردہ عقل کا اگر اسطرح ہوتین جسطرح اس اعتراض مین مذکور ہے تو عقل فی نفسہ نہ بڑہتی۔
خواہشین عقل کا پردہ نہین ہوتین بلکہ عقل جانا کرتی ہے کہ خواہشون کے زور سے یہہ
غلطی ہورہی ہے۔ پس جبکہ انحطاط قوت دماغی کے باوجود عقل بڑہتی ہے لازم آتا ہے
کہ وہ چیز بہر اعضا کی قوت سے جدا ہو کر مادہ باقی رہنے اور کام کرنے کا پیدا کرلیتی ہے۔

یا ہمیشہ اوسمین وہ مادہ موجود ہوتا ہے جو سمین نہین ہوتا۔

روح کا ضد سوای شیطان کوئی نہین ہوسکتا۔ اگر روح کا وجود ماناجاسیے اور یہ کہ روح عقل کا جسم ہے اور وہ ظاہری جسم کی قوتون سے علیحدہ بھی کام کرتی ہے تو اوسکا ضد سوای شیطان کے دوسرا نہین ہوسکتا اوسوقت کے لیے کہ جب قوتین اعضا کی گھٹ جائین اور عقل بھی استعمال اضداد کے قاعدہ سے اوسکو محنت اور ورزش کے طور پر بڑہانے کے لیے شیطان سے کام ذریعہ ترقی کا ہوسکتے ہین ورنہ نہین ہوسکتا اسیلیے عقل قوت کا ضد نہ ماننا اور شیطان کے وجود سے انکار کرنا بڑی غلطی ہے۔

تکبر کا بیان۔ جب انسان مین قوت دیجاسیے اور انسان اپنی عجیب وغریب حالت کو دیکھے تو لازمی خاصہ اوسکا یہ ہے کہ اوسمین صفت تکبر پیدا ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ ایسا ہوتا ہے پہلوانون مین جب زور زیادہ آجاتا ہے تو رفتار تک اونکی مستانہ ہوجاتی ہے اور وہ بالکل اپنی ہستی سے بےخبر ہوتے ہین۔ جوش جوانی مین انسان اندھا ہوتا ہے اور اوسکو کچھ نہین دکھلائی دیتا۔ جوانی دیوانی مشہور ہے اور ایک شاعر نے اس مضمون کو بہت اچھا نظم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ **شعر**

اچھا ہوا شباب کا عالم گذر گیا	اک جن چڑہا ہوا تھا کہ سر سے اوتر گیا

اوسی مدہوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہم دیکھتے ہین ہزارون گھر اور ریاستین تباہ ہوگئین۔ بہت سے اشخاص نے جب دیکھا ہے کہ ہم مین طاقت ہے کہ جو چاہین آن کی آن مین ہوجاسیے۔ صدہا انسان قتل ہوجائین۔ گھر لوٹ لیے جائین ملکون کی صورت متغیر

کردی جاسے تو ایسی خود پرستی پیدا ہوئی ہے کہ اون لوگون نے دعوی خدائی کیا ہے صفت تکبر سخت ترین مضرات مین سے ہے سب سے زیادہ برائی اس صفت مین یہ ہے کہ جو صفات انسان مین پیدا ہو سکتی ہین تعداد انکی اسقدر زیادہ ہے کہ تمام عمر اگر معمولی انسان جملہ کمالات کو حاصل کرنا چاہے تو حاصل نہین ہو سکتا پس صفت تکبر جو انسان کو بتلاتی ہے کہ مین سب سے بڑا ہون وہ آدمی کو ارتقای مراتب کمال سے باز رکہتی ہے یعنی وہ ایسی سخت غلطیان کرتا ہے جو اپنے لیے بہی سخت مضر ہون اور دوسرون کے لیے بہی اس لیے انسان کے واسطہ ایسے ذرائع پیدا کرنے چاہئین کہ جو اس صفت خبیث سے محفوظ رکہین۔

ذرائع دفع تکبر کا ذکر بعض خاص حالتون مین اور شیطان کے وجود کا لازم ہونا۔

اب خیال کیجئیگا کہ بعد اسکے کہ انسان ایک جا پر پہونچ جائی اور اوسمین کمال پیدا ہو جائیں جسمین سے ایک کمال یہ ہے کہ طبیعی ضرورتون پر غالب آجانے کی اوسکو مشق ہو جائے اور اوسمین ملکات قدسی اور مشق صدور افعال حسنہ کی پیدا ہو جائے تو اوسکو یہہ خیال ہونا کہ مین دوسرون سے بہتر ہون صحیح واقعہ اور صحیح خیال ہوگا لیکن وہی خیال ہر وقت موجب تکبر ہو سکتا ہے اگرچہ صحیح ہو۔ خداشناسی اور خداپرستی سب سے بہتر ذریعہ انسان کے انتہای غایت کمال پر پہونچنے کا ہے۔ مان لیجئے کہ ایک بڑا گروہ انسانون کا اسکا قائل ہو چکا ہے۔ تو اب غور کیجے کہ اوس کمال پر پہونچنے کے بعد جبکہ قوتین مغلوب ہو چکین تو وہ کون ذریعہ ہے کہ انسان کو تکبر پیدا نہونے دے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذریعہ یہ ہے کہ ایک ایسا دشمن ہو جسمین سب سے بڑی طاقت دہوکہ دینے کی اور بہلا دینے کی اور خدا سے

پہیر دینے کی اور افعال قبیحہ کی طرف دعوت کرنیکی موجود ہو اور وہ بغیر روک ٹوک کے
ہر وقت قابو پا سکتا ہوتا کہ باوجود ملکات قدسی کے ہر وقت انسان ڈرتا رہے کہ مبادا
غلطی ہو جاے اور وہی خوف بقاء کمال اور ترقی کا طرف کمال کے ذریعہ ہو۔ ایسا ذریعہ
اگر غور کیجیئے واقع مین فضل الٰہی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ضروری ہے
کہ بغیر اوسکے کام نہین چل سکتا وہی وجود شیطان کا ہے۔

مصلحت وجود شیطان کا بیان دوسری طرح سے۔

مصلحت وجود شیطان کا بیان دوسرے الفاظ مین یون ہوسکتا ہے کہ جو وجود ملائک تام ہوا اور ملکیت اوسکی بڑے زور شور کی ہو اور
اوسکی ملکیت کا پہچاننا ہی سب سے بہتر ذریعہ مختلف قوتون کے مغلوب کرنیکا اور بہت
بڑی برائیون سے بچنے کا ہو تو اگر قوت دیجاے اور اوسمین اختیار اپنے ہاتھہ مین باقی نہ رکہا جاے
تو وہ خلاف اوس ملکیت کے ہوتا ہے جو اوس وجود عظیم جل شانہ کو حاصل ہے۔ جہان ہم قوتون
مین غور دیکہتے ہین یہہ بات پاتے ہین کہ باوجود آزاد اور قوی قوت موجود ہونیکے کوئی فرشتہ
قوت کا ایسا نہین ہے کہ ہر وقت مین بڑی قدرت کا اقتدار اوسکے ساتہہ نہ ہوتا کہ وہ مالک
کے بس مین رہے۔ یہہ بس مین رکہنا بہت ہی ضروری چیز ہے کیونکہ خود یہ خیال کہ ہم اوسکے
کے بس مین نہین ہین مادہ سرکشی و نافرمانی پیدا کریگا آپ کسی قوت کو لیلیجیے اور کسی حالت پر
غور فرمایئے ہمیشہ قدرت الٰہی کا اقتدار ساتہہ رہتا ہے مثلاً بادشاہ جب لڑائی مین مصروف
ہو اور ہزارون جانین ہلاک کر رہا ہو ایکدم سے اوسکی زبان بند ہوسکتی ہے۔ آدمی بڑی
بہوک مین روٹی کہاتا ہو گلا بند ہوسکتا ہے۔ ذرا سا درد پیدا ہو کر ہاتہہ بیکار ہوسکتا ہے

سرین ور دہو کر عقلی قوت معطل ہو سکتی ہے پس غور فرمائیے کہ جہان سب قوتین ور کل امو
بس مین اللہ تعالی کے ہین جب آدمی پورا مرتبہ کمال پر پہونچ جاوے تو کیونکر ہو سکتا ہے
کہ وہ اللہ کی قدرت سے باہر ہو جاوے اور او سکے لیے مادہ سرکشی پیدا نہو نے دینا اقتدار
قدرت سے جدا ہو جاوے۔ اگر ایسا نہوتا یہہ نہوتا کہ ترقی نامحدود ہے۔ وہ تدبیر سوا
وجود شیطان کے دوسری نہین ہو سکتی۔ اگر آپ اون نکات اور کیفیت عبودیت پر جو اپنی
ہستی کو بے حقیقت سمجھا کر آدمی کو سب سے زیادہ مفید بناتی ہے غور فرمائیگا تو معلوم
ہو گا کہ شیطان ایک بڑی ضروری چیز ہے جب ہم یہہ بات دیکھتے ہین کہ اللہ جل شانہ
کے کارخانہ مین ہر چیز موجود ہے خواہ ہم اوسکا تصور کر سکین یا نہ کر سکین تو ماننا چاہیے
کہ جو چیز نہ ہوتی وہی کمال قدرت کا نقصان ہوتا جس سے ذات باری تعالی منزہ ہونی
چاہیے کیونکہ وہ کمال اعلی درجہ کا غور کرنے سے ثابت ہے۔

باب دوم

باب دوم

نظام عالم کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب۔

اسمین ذکر اون اعتراضات کا ہے جو آج کل دلونمین نظام عالم کے متعلق پیدا ہو گئے ہین

جب مصالح نظام عالم پر جو بقدر اپنے فہم کے مین نے بیان کیے ہین آپ نے غور کیا
مناسب ہو گا کہ اون شبہات کی طرف توجہ فرمائیے جو نظام مذکور پر دلون مین پائے

جاتے ہین اور مضرت سمجھے جاتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ قوتہای نفسانی اور شیطان سے برائی زیادہ ہوی۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ ان قوتون کا دینا اور شیطان کا پیدا کرنا اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی بڑے مصائب مین پڑنیکا اور ساری خرابیون کا سبب ہوا۔ اور نتیجہ برا ہوا یہہ شبہہ اول سے آخر تک غلط ہے۔ اور کاہل آدمیون کو اوسوقت پیدا ہوتا ہے جب وہ درماندہ ہوتے ہین۔ وہ مآل کو نہین سمجھتے کہ اگر قوتین انسان مین اور اختیار اونکے صرف مین لانیکا جہانتک ہے نہ ملتا۔ تو ہم مین اور حیوانون مین۔ ہم مین اور درختون مین۔ ہم مین اور پتھرون مین فرق نہوتا۔ اگر قوتین ہی جاتین اور اونکا اوسکا نیوالا پیدا نہ کیا جاتا تو بھی انسان اور حیوان مین کچھہ فرق نہ ہوتا۔ عالم مین نظام نہوتا یا ایسا فرق ہوتا کہ قابل اعتداد و اعتنا نہو۔ تھوڑی دیر کے لیے حیثیت دین سے قطع نظر فرماکر باعتبار دنیا افعال جوارح انسانی پر جو بوجہ عطای قوت صدور افعال صادر ہوتے ہین توجہ فرمائیے اول تعداد مخلوق انسانی کو لیجیے۔ پھر اونکی عمر کو۔ پھر افعال کو جو اعضا کے ذریعہ سے صادر ہوتے ہین کسی ایک عضو کے افعال پر خیال کو رجوع فرمائیے۔ سب سے مقدم آلہ کام کرنیکا ہاتھہ ہے۔ دیکھیے کسی ایک آدمی نے مدت العمر مین کتنی مرتبہ ہاتھہ ہلایا ہوگا۔ غالباً تعداد اوسکی حصر و شمار سے افزون ہو۔ ان افعال مین بعض وہ افعال ہونگے جو انسان اور حیوان مین مشترک ہین تاہم بیشتر تعداد اون افعال کی ہوگی جو انسان کے لیے مخصوص ہین جیسے لکھنا۔ غلہ پیدا کرنا۔ کھانا تیار کرنا۔ اوسکا انسان کیطرح کھانا۔ کپڑا پیدا کرنا۔

کاغذ پیدا کرنا۔ شیشہ آلات بنانا۔ لوہا بنانا اور لاکھون چیزین تیار کرنا۔ افعال انسانی
مین اب امتیاز فرمایئے کہ کتنی دفعہ ہاتہہ ہلانا فعل جائز تہا۔ کتنی دفعہ ہاتہہ ہلانا عمل ناجائز
اوسوقت غالبًا شک باقی نہ رہیگا کہ عطای قوت ہای انسانی ایک عجیب و غریب نعمت ہے
اور شکایت کتنی غلط اور ناشکری ہے۔ اگر تفتیشات جرائم پر توجہ مبذول فرمایئے تو ظاہر
ہوگا کہ اونکا حساب انسانون کے عدد پر کیا جاتا ہے یعنی مردم شماری پر۔ افعال انسانی
پر نہین تاہم وہ ہزاروان حصہ یا کچھ کم زیادہ ہوتے ہین۔ کتنے معاملات وہ ہین جو کچہریون
مین نہین آتے۔ کتنے وہ ہین جو آتے ہین۔ کتنے آدمی ہین جو مع مال و زن و فرزند صبح
کو خوش و خرم اوٹھتے ہین۔ کتنے ہین جو چورون کے ظلم سے مبتلای فریاد و تظلم ہوتے
ہین۔ دنیا کی وہ ترقی جو حیرت انگیز ہے کس عمل سے ہے۔ پس ملاحظہ فرمایئے کہ یہہ
شبہہ کاہلی کا ہے یا کسی اور چیز کا۔ اور غلط ہے یا نہین۔ اگر یہہ خیال باعتبار دین
ہے۔ (جو حقیقت مین نہین ہے) اور اس لیے ہے کہ ادیان مختلف ہو گیے۔ کفر زیادہ
ہو گیا۔ تو واضح رہے کہ کفر و اختلاف ملل بوجہ عقل کے ہے۔ عقل ایسی نعمت ہے کہ
اوس سے بہتر اور کوئی نعمت انسان کو عطا نہین ہوی۔ اوسکا شرف ظاہر ہے اگر
اتنی بڑی نعمت سے آپ اسلیے اجتناب کرنا چاہتے ہین کہ آپنے غور نہین کیا اور بدیہیات
سے یعنی وجود صانع سے انکار کر دیا ہے تو یہ قصور معطی کا نہین۔ ذرا انصاف فرمایئے
کیونکہ یہہ کہنا اون بچون کے خیال سے کم نہین ہے کہ پڑہنے لکھنے کی محنت تکلیف دہ
ہے۔ اوس سے بچنا چاہیئے۔ دین کو اگر باعتبار اعتقاد مسلمانون کے نہ لیجیے تو جو مسلمان

نہیں ہین اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہین اورانکی تعداد زیادہ ہے اوراسلیے تعداد افعال
جوارح بہی زیادہ ہے ۔ اگر باعتبار اعتقاد اسلام کے لیجیے تو زمانہ کو باعتبار اعتقاد اسلام
کے مدتون پر منقسم فرمایئے ۔ اسلام نے قرار دیا ہے کہ زمانہ اچہے افعال کا اور عموم
اسلام کا زمانہ عموم ضلالت سے زیادہ ہوگا ۔ اور یہہ بہی قرار دیا ہے کہ بعد اسلام مسلمان کا
ہر فعل مسلمان کو مستحق ثواب بناتا ہے ۔ چنانچہ کہانا ۔ پینا ۔ اولاد ۔ اونکی پرورش ۔
اور جملہ افعال جو گناہ نہون ۔ اوسپر اللہ تعالی کی غفاری ۔ پس افعال زمانہ قلت اسلام
اور افعال زمانہ عموم اسلام دونون کو ملایئے اور دیکہیے کہ افعال حسن باوجود اسکے تعداد
مین بہت زیادہ ہین اور جو اعتراض دلون مین اس حکمت پر پیدا ہوتا ہے کسقدر غلط اور فضول ہے
باعتبار دین ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کی مشیت انسان کو اقصای غایت کمال پر
پہونچانے کی مقتضی ہوی ہے ۔ اور حاکم ارض و مافی الارض بنانے کی ۔ حکومت کے
لیے سوای ارضیات اور محکوم پیدا کرنے کی ضرورت ہے ۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ
خوف بد اعمالی حکام سے کسی کو حاکم نہ بنانا اچہا تہا یا بنانا اچہا تہا ضرور اچہا تہا ۔ جو بد عملی
کرتے ہین یہان یا وہان سزا پاتے ہین ۔ اب دونون اعتبار یعنی دنیا اور دین کی
نظر سے خیال فرمایئے ۔ کیا آپ خیال فرماسکتے ہین کہ اس ڈر کے مارے کہ آپ زیادہ
کہاینگے بہوک نہ دی جاتی اور ذریعہ پرورش بدن کا اور اوسکے بقا کا آپ سے
لیلیا جاتا ۔ اسلیے کہ چلنے پہرنے کی قوت دینے سے چوری کے لیے جانا ممکن ہوگا
یا آنکہہ دینے سے نظر بد کا ممکن ہوگا ۔ ہاتہہ پانون اور آنکہہ نہ دیجاتی ۔ اسلیے کہ نیت

خراب ہوگی عقل نہ ملتی - یہہ قصور انسان کا ہے کہ اچھی قوت کو بُرے طور سے کام مین
لاکر اللہ تعالی کی ناشکری کرتا ہے کیونکہ اوسنے یہہ نعمتین صرف آپ کو کامل بنانے کے
لیے دی ہین اور اپنی قوت سے انتہائی مرتبہ کمال پر پہونچنے کیلیے جو اسے سوچیگا بُرا نہ کہیگا
پھر آپ سمجھیے کہ جہان محنت نہین ہوتی کچھہ نہین ہوتا - یہی ذریعہ بڑے مراتب حاصل کرنیکا
ہے مثل مشہور ہے جہان شہید نہین بادشاہت نہین - جہان کسرت نہین پہلوان نہین
جہان ہتھیار نہین سپاہی نہین - پس اسلیے کہ شہید ہونگے اسلیے کہ محنت سے پسینہ آجائیگا
تھک جائیگا ہاتھہ پانون دوچار کے ٹوٹ جائینگے کیا محنت اور طریقہ محنت کو بُرا کہا جاسکتا
ہے یا اوسمین بُرائی ہے ؟ نہین ہے - اور نتیجہ بُرون کے لیے بُرا ہے اچھون کے
لیے اچھا ہے - زیادہ غور فرمائیے کہ قلت اور کثرت ایسی چیزین نہین ہین کہ وجود اونکا
خارج مین دکھلائی دیتا ہو بلکہ یہ دونون صفتین ہین جو صرف مقابلہ سے پہچانی جاتی ہین
مثلاً ایک سے دو زیادہ ہین - ایک قلیل ہے دو کثیر - اسیطرح ایک سو کے مقابلہ مین
دو سو کثیر ہین اور ایک لاکھہ کے مقابلہ مین دو لاکھہ - اسیطرح - لیکن ایک سو سے ایک قلیل
ہے اور ایک ارب سے ایک لاکھہ قلیل ہے - اس سے ظاہر ہے کہ ہر قلیل ممکن ہے
کہ دوسرے کثیر کے مقابلہ مین قلیل ہو مگر اپنے سے قلیل کے مقابلہ مین کثیر ہو - تاہم
اب یون ہوتا ہے کہ اپنی مقیاس کی حیثیت سے اطلاق قلت اور کثرت کا کیا جاتا ہے
یہی وجہ ہے کہ بدی کثیر سمجھی جاتی ہے کیونکہ بدی کی ایسی حالت ہے جیسے مثل
مشہور ہے کہ ایک مچھلی دریا کو گندہ کر دیتی ہے - ضرور جسقدر بدی عالم مین ہے

وہ کثیر معلوم ہونی چاہیے کیونکہ تنہا ایک آدمی کو ایک بدی سے اوس قدر تکلیف ہوتی ہے جسقدر
ہزارون نیکیون سے آرام نہین ملتا۔ میرے خیال مین یہی معنی زمانہ کی شکایت کے ہین۔ جہان
ایک بدی سے تکلیف ہوتی ہو ہزارون بدی سے نیک بندون کو ایسی تکلیف ہونی چاہیے
کہ چلا اوٹھین۔ چنانچہ بدی سے نفرت کا پیدا کرنا بھی ایک ضروری امر ہے تاکہ نیکی کی طرف
جانیکا مادہ پیدا ہو۔ ایک نفیس آدمی کو بیت الخلا مین بند کردیجیے جہان آدمی رفع حاجت
کرچکا ہو وہ نفیس آدمی تحمل نہ کرسکیگا (اگرچہ آلودہ مقام سے عرض و طول بیت الخلا کو
کچھہ نسبت نہو) الغرض دراصل یہی بات ہے کہ مناسبت سے مصارف کو قوتہاے
انسانی کے جب دیکھیگا معلوم ہوگا کہ غلط مصرف صحیح مصرف کے بہ نسبت اقل قلیل تھے
یہہ امر بھی قابل غور ہے کہ صنائع بزرگ و حکمتہاے سترگ ہین بعض پہلو مضرت کے ہوتے
ہین اون مضرتون کے سبب سے اونکو اور اونکے موجدون کو برا نہین کہہ سکتے۔ بلکہ
صنعت دیکھکر اوسکے کمال کا اقرار کرتے ہین۔ مثالین اسکی محتاج بیان نہین ہین جیسے
قانون کی مضرتین بعض جگہہ قانون ذریعہ عدم انصاف کا ہوتا ہے۔ کنوان کھودنا آخر
اوسمین کوئی گر پڑتا ہے۔ نہر بنانا۔ اوسمین لوگ ڈوب جاتے ہین۔ منبع ٹوٹ جاتا ہے
صدہا بیگہہ کی فصل ضائع ہوجاتی ہے۔ نہر سے رطوبت بڑھ گئی اور ضرر پہونچایا۔ ریل
بنانا۔ ہزارون آدمی ریل کے نکلنے سے بیکار ہوگیا ہے جنکی بسر اوقات صرف کرایہ یا بربرداری
وغیرہ پر تھی۔ لیکن ان چیزون کو اسلیے برا نہین کہہ سکتے کہ اونکے منافع مضرتون سے بدرجہا
زیادہ ہین۔ اسپر بھی عجیب و غریب فرق یہہ ہے کہ اللہ تعالی کی حکمت خلق اور انسان کی

حکمت خلق مین یہ فرق ہے کہ جناب ایزد متعال چونکہ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے اور ضداد
پیدا کرکے اونمین وہ نظم جو اونکے بقار کے لیے ضروری ہے پیدا فرماتا ہے اوسکی ذات پر
اس قسم کا الزام بھی عائد نہین ہو سکتا کہ بڑی صنعتون مین تھوڑے ضرر بھی ہین۔ اوسکے
افعال جو متعلق بشر کے ضرر کے ہین وہ سزای جرائم یا تدابیر عالم مین۔ وہ جسکو چاہتا ہے
ہر حال مین بچا لیتا ہے۔ انسان جو ایسے کارہای تر برگ کرتا ہے چونکہ تدبیر اوسکی اوسی
صنعت مین محدود ہوتی ہے اور ضرر کو دفع کرنا انسان کی قدرت مین نہین ہوتا اسلیے
انسان ذمہ داری سے بری نہین ہوتا۔ انسان کے معمولات مین استحسان کثرت و قلت
منافع و مضرت سے ہوتا محدود ہے۔ یہان مثال ذیل پر غور فرمائیے۔ ایک شخص کو
مکان بنانا ہے وہ اوسمین سب چیزین بنائیگا۔ تہخانہ۔ بالاخانہ۔ دالان۔ شہ نشین۔ پائیخانہ
دہلیز۔ باورچیخانہ۔ آبدار خانہ۔ غسل خانہ۔ پاخانہ۔ اوس شخص کو جسنے اینٹین بنائین اختیار
ہے کہ جس اینٹ کو جہان چاہے لگا دے۔ چھت مین یا پاخانہ مین۔ اگر اوسکا جی چاہے
اور تفریح کے لیے خانہ باغ لگا دے یقیناً اوسے اختیار ہوگا کہ وہ سبزہ بیگانہ کو اوکھاڑ ڈالے
۔ پھولون کے گلدستے بنا لے۔ درختون کی شاخین اونکے خوبصورت کرنے کو کاٹ
ڈالے پرانے درخت اوکھاڑ ڈالے۔ پانی بہانے کے لیے دیوارون مین روزن رکھے
اس سے ضرور اینٹون کی حالت مین فرق ہوگا۔ ہر اینٹ جوڑنے کے لیے چھیلنی پڑیگی
تاکہ خوبصورت شکل آ جاے بعض محراب کے لیے کاٹی جائیگی۔ تو اینٹ یا درخت یہ کہین
کہ مالک نے کاٹنے کا فعل برا کیا اور پسولی یا مقراض کو بنا کر وہ اون ظلمون کا باعث

ہوا جو اینٹون یا درختون پر گذرے اور بڑا ظلم کیا تو کتنا غلط ہوگا تصرف مالکانہ اور ظلم
مین کچہہ فرق فرمائیگا یا نہین بعض بزرگون نے اس مثال کو اس بات کے ثبوت مین لکہا ہے
کہ نظام عالم من حیث الکل بہتر سے بہتر ہے گو باعتبار ہر جزو کے بہتر سے بہتر نہو مجہہ کو اس
رای سے اتفاق نہین ہے معمار عمارات کی صنعت مین اور معمار عالم جلشانہ کی صنعت مین فرق
ہے کہ معمار عمارت اینٹون کو اچہے برے مقامات مین لگا دیتا ہے معمار عالم جبتک اجزای
عالم کو خود برا یا بہلا ہو جانے کا موقع نہین دیتا بہلی یا بری جگہہ مین نہین لگاتا پس نظام جیسا
من حیث الکل بہتر سے بہتر ہے من حیث الجزو بہی بہتر سے بہتر ہے یہان ہر چیز وہین ہے
جہان اوسے ہونا چاہیے اگر سیر گاہ ہوتی جیلخانہ نہوتا سلطان کا کارخانہ عمارت نامکمل تہا
حقیقت مین صنائع عالم کو حویلی سے تشبیہ دینا جب وہ غرض ہو بہتر مثال نہین ہے۔ کم
سے کم ایک شہر سے تشبیہ دینا چاہیے تہا۔ اس مثال پر بہی غور فرمایئے کہ بادشاہ ہزارون
آدمی کو لڑنے اور جان دینے کے لیے نوکر رکہتے ہین جسکا اونکو معاوضہ دیتے ہین۔
تعجب ہے کہ سعہ رعہ روپیہ تنخواہ جان لینے کی دیجاے اور جو مالک کہ در اصل کہانے
پینے کو ہر وقت دے وہ کچہہ استحقاق نہ رکہے کہ جس مصلحت سے چاہے آدمی کو بنا دے
ایک اور عجیب فرق باوجود اسکے صنائع الہی مین یہہ ہے کہ اوسنے یہہ بہی ارشاد فرمایا ہے
کہ ہمنے انسان کو جب ان قوتون مین ڈالا تہا تو اوس سے اور سب مخلوق سے پوچہہ لیا
تہا کسی نے یہہ بوجہہ حکومت کا جو عقل و اختیار سے پیدا ہوا ہے اوٹہا لینا قبول نہ کیا
انسان نے قبول کیا پس اب تو یہ تشبیہہ یہہ صورت ہو گئی جیسے کوئی آدمی کسی آدمی کو

نوکر رکھے اور بتلا دے کہ تمکو جان دینی ہوگی اسی لیے نوکر رکھتا ہون - فرمایئے کہ بعد اسکے جب کوئی شخص نوکری قبول کرے نوکر رکھنے والا کیونکر ملزم ہوا - بلا تشبیہ اسلیے کہا جاتا ہے کہ اسد تعالی کی نسبت صحیح نہین ہے غالب جان دی ہوئی اوسی کی تھی ؛ حق تو یہہ ہے کہ حق ادا ہوا - **الغرض** اسد نے عالم کو مظہر تمام عجیب و غریب قدرتون کا بنایا ہے - اگر وہ اتمام حجت بھی نہ کرتا اور بدلہ بھی نہ دیتا - اوسے اختیار تھا کہ جس چیز کو جس کام مین چاہے لاے - اب تو وہ بدلہ دیتا ہے - اور باوجود اسکے کہ عالم مظہر قدرت ہے قدرت ایزدی منزہ ہی نہین ہے - لائق ہزار ہزار شکر کے ہے نتیجہ کی بڑائی اوسوقت معلوم ہوگی جب آنکھہ بند ہو جائیگی اور ہم اپنے مراتب بزرگ کو پاینگے کیا یہہ خیال صرف اون لوگون کا نہین ہے جو وجود انسان کو دنیا تک محدود سمجھتے ہین اور سخت بے خبر ہین -

جواب اس شبہہ کا کہ دوسرے طریقہ پر خلق ہونا ممکن تھا اور محال کا بیان -

اسی کے ساتھہ یہہ شبہہ دل مین آتا ہے کہ اسد تعالی قادر مطلق ہے وہ اسطرح پیدا کرنے کی قدرت رکھتا تھا کہ اتنی بھی برائی نہوتی - لیکن یہہ غلط ہے - غلطی یہہ ہے کہ خداوند عالم کے کارخانہ مین ہر چیز موجود ہے اور اختیارات درجہ بدرجہ ہین - اس قسم کی شکایت ہر مخلوق کی طرف سے ہوسکتی ہے - مٹی کہہ سکتی ہے کہ مجھے اوڑنیکی قدرت کیون نہ دی ہوا کہہ سکتی ہے کہ مجھے سکون کیون نہ دیا - پانی کہہ سکتا ہے کہ مجھہ مین جلانے کی خاصیت کیون نہ ہوئی - آگ کہہ سکتی کہ مین ٹھنڈے اثر کی کیون نہ پیدا کی گئی - جمادات کہہ

سکتے ہین کہ ہم نباتات کیون نہ ہوے نباتات کہہ سکتے ہین کہ ہم حیوانات کیون نہ ہوے اگر سب کو راضی کیا جائے تو یہہ معنی ہونگے کہ ایک ہی چیز پیدا کیجائے۔ اوسوقت تنوع اور صنعت مختلف کا وجود معدوم ہوگا۔ یہہ صریحًا غلط ہے۔ افسوس ہے کہ آدمی کہتا ہی باوجودیکہ اپنی شرافت دیکھتا ہے کہ مین بلا اختیار کیون نہ پیدا کیا گیا یا میری حالت ایسی کیون نہ ہوئی کہ جب مین چاہتا بدی کی قابلیت مجھسے سلب ہوجاتی۔ یعنی میری حالت مثل حیوانات اور کیڑون اور نباتات و جمادات کے ہوتی معنی اس اعتراض کے غور کرنے سے یہہ پیدا ہوتے ہین کہ محال ممکن کیا جاتا۔ اسلیے کہ انسان کا یہہ چاہنا کہ جب مین چاہتا مجھسے بدی کی قابلیت سلب ہوجاتی عین طلب اس بات کی ہے کہ اوس کے افعال مین اختیار و جبر دونون جمع ہوجائین اور یہہ امر ہو نہین سکتا اس لیے کہ یہہ جمع بین الضدین ہے اور اجتماع ضدین محال ہے۔ اس بات مین لوگ بہت بحث کرتے ہین کہ اللہ تعالی جل شانہ محال پر قادر ہے یا نہین۔ میرے نزدیک ضرور قادر ہے لیکن محال کا محال قرار دینا ایک قاعدہ ہے جو بغیر کسی سخت ضرورت اور وجہ کے نہین توڑا جاتا اور اوسکا عمومًا توڑنا اس عالم اسباب کے لیے خلاف مصلحت ہے۔ مگر اللہ تعالی باستثنا اوس حالت کے کہ کسی کو خاص حالت مین قدرت دیدے اس اختیار کو اپنے ہاتھہ مین رکھتا ہے اگر ایسا نہو انتظام باقی نہ رہے سزائین ناممکن ہوجائین اور حق تعالی پر الزام خلف وعدہ کا لازم آئے۔ مثلاً اگر اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل جاتا تو آپ مست ہاتی سے اپنی حفاظت کیسے کرتے۔ کیونکہ وہ دروازے دیوار سے

مکان مین جلا آتا۔ اگر یوجہہ نہوتا ہوا سب کو اوڑائے اوڑائے پہرا کرتی کوئی چیز بیجا بہی ہو تو برقرار نہوتی
۔ رسی اگر گلا نہ گہونٹتی پہانسی کیسے لگتی۔ آگ نہ جلاتی تو عذاب الٰہی کیونکر ہوتا۔ پس دفع
ضرر اور جلب منفعت کا (برائی دور کرنے اور بہلائی حاصل کرنیکا) ان متنوع اور متضاد اشیاء
مین صرف طریقہ یہہ ہے کہ مصلحت اوسکی اسبات کی مقتضی ہو کہ محال ممکن نہو جائے۔
بڑی چیز بڑی حالت مین چہوٹی چیز سے نہ نکلے۔ پانی نشیب مین بہے۔ بغیر اسباب ظاہر
کچہہ نہو۔ ہمارے علماء نے محال کو دو قسم پر منقسم فرمایا ہے۔ ایک محال عادی
دوسرا محال عقلی۔ محال عادی جیسے کوئی آدمی پہاڑ کو نہین اوٹہا سکتا۔ محال عقلی جیسے
ایک چیز حادث اور قدیم دونون نہین ہو سکتی۔ دو اور دو پانچ نہین ہو سکتے۔ یہان
جو کچہہ مین نے گزارش کیا ہے میرا یہہ مطلب نہین ہے کہ ہمارا محال ہمارے لیے محال
نہین مقصود یہہ ہے کہ یہہ جو کچہہ ہے ہماری نظر سے ہے اور ہمارے لیے ہے۔
اور وہ وہ قاعدہ ہے جو اوس قاعدہ سے نکالا گیا ہے جسکو تمام مخلوقات اور اوسکے لوازم
مین جناب باری تعالے نے مرعی رکہا ہے۔ جب بحث اللہ تعالیٰ کی ذات سے
کیجاے کہ وہ محال پر قادر ہے یا نہین۔ تو میرا اعتقاد یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مین سب
قدرت ہے اسلیے کہ اگر محال عادی کے یہہ معنی لیے جائین کہ مثلا اللہ تعالیٰ نے یہہ
قاعدہ بنایا ہے کہ آدمی جسمین صرف اسقدر طاقت دی گئی ہے کہ وہ دو چار من بوجہہ
اوٹہا لے پہاڑ کو جسمین گنتی سے زیادہ وزن ہو نہین اوٹہا سکتا۔ جبتک آدمی کی یہی طاقت
رہے پہاڑ اوٹہانا محال ہوا۔ ضرور اللہ تعالیٰ اس قاعدہ کو نہین توڑتا۔ مگر آدمی کے

جثہ مین طاقت پہاڑ اوٹہانے کی دیسکتا ہے اور اگر چاہے یہہ قاعدہ بہی مقرر کرسکتا ہی
کہ اسی طاقت کا آدمی پہاڑ اوٹہا لیا کرے جیسے یہہ قاعدہ مقرر ہے کہ برتن مین جو چیز ہو
جبتک برتن نہ کہلے یا نہ ٹوٹے وہ چیز برتن سے باہر نہین آسکتی حالانکہ ہمنے دیکہا ہے کہ باہر
آگئی برتن نہ کہلا نہ ٹوٹا۔ ورنہ خرق عادت اور معجزہ کیا ہو معنی اس سب کے یہہ ہوے
کہ محال عادی صرف ہمارے لیے محال ہے خداوند عالم کی قدرت کاملہ سے ہرگز باہر
نہین۔ باقی رہا محال عقلی وہ ایسا امر ہی نہین جو فی الحقیقت کوئی شے ہوسکے آپ
غور کیجیے کوئی شے ایک وقت مین معدوم موجود ہوسکتی ہے؟ حادث قدیم کیا ایک
چیز ہوسکتی ہین؟ واجب وممکن کیا ایک چیز ہونگے۔ کوئی عدد ایسا ہوسکتا ہے کہ نہ زوج
نہ فرد۔ یا کوئی عدد ایسا فرض کیا جاسکتا ہے کہ وہ زوج بہی ہو فرد بہی۔ یہہ وہ باتین
ہین جو عند العقل شیئیت (کوئی چیز ہونا) کی حد سے خارج ہین ان مین خود قابلیت اسکی نہین
ہے کہ قانون قدرت کے کلیون سے ان کا کچہہ تعلق ہوسکے۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہین
کہ خدا اپنی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہین لیکن اتنا خیال نہین کرتے کہ خداوند عالم
جسکو پیدا کریگا وہ مخلوق اوسکا ہوگا وہ واجب الوجود کہان ہوگا وہ اپنے وجود وبقا مین
مستغنی بغیر سے کب ہوگا وہ مثل باری تعالی جل شانہ کے کہان ہوسکتا ہے یہہ محض وہم
کی بات ہے۔ تہوڑے سے التفات سے اسکا باطل ہونا بالکل ظاہر ہوجاتا ہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ اللہ تعالے نے قوتین محدود کیون دی ہین

بعد اسکے یہہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ محدود قوتین اللہ تعالی
نے کیون عنایت فرمائی ہین۔ وجہ اسکی بہی ظاہر ہین۔

اول یہہ کہ اگر قوتین نامحدود ہوتین تو سلسلہ اطاعت اور عبدیت کا باقی نہ رہتا بلکہ آدمی
خدا ہوتا۔ اور یہہ ممکن نہین لہذا نامحدود ہونا قوتون کا بہی ممکن نہین۔ انسان کے بہتر
سے بہتر بننے کا ذریعہ خداشناسی ہے نہ خود خدا ہونا۔ دوسری یہہ کہ مضرتین اوسکی قابل
برداشت ہوتین یعنی انسان پہاڑون کو توڑ ڈالتا زمین کو کہود ڈالتا جسوقت اوسکا جی چاہتا
ایسے کام کرتا جو اورون کے لیے مضر ہین خصوصًا بقای اضداد کو اور پہر کوئی چیز
بجای خود باقی نہ رہتی سارا انتظام بگڑ جاتا واقع مین اس سے زیادہ قوت کا دینا بڑی علم
کا باعث ہوتا۔ تیسرے اگر قوتین نامحدود ہوتین تو ترکیب واقع نہوتی کیونکہ اب اتنی قوتین
حاصل ہین جمع ہو سکتی ہین۔ قوت عقلی کے فرق پر آپ اس مثال سے غور کیجیے کہ ہر عقل
اگر برابر ہوتی مزدور مزدوری کے لیے کبہی نہ ملتے کیونکہ عقل بتلاتی ہے کہ تہوڑی سی
محنت سے بڑا نفع حاصل کرو جب ہر شخص کو عقل یہی بتلایا کرتی کیسے ریل کی سڑک اور نہر
بن سکتی کہروں من مٹی اور پتہر کون ڈہوتا اور کہودتا۔ قوتون کا زور اور خودغرضی ڈیڑہ اینٹ
پرون پہر کام نہ کرنے دیتی۔ اگر یون کہیے کہ جب کام نہوتا عقل والے بہی مزدوری کرتے
جیسے اب ضرورتون مین کرتے ہین تو غلط ہوگا کیونکہ بڑی سے بڑی عقل کو سمجہیے اوسکو بہی تعیا
بتاسیئے اب بعض عقلین زور کی اتنی بڑی بڑی ایجاد کرتی ہین کہ لاکہون آدمی اونکی تکمیل
کرتا ہے سب کے سب اتنی ایجادین کرتے تو سب کی تکمیل کے لیے آدمی کہان سے
آتے لہذا سب معطل اور بیکار رہتین ایک بہی پوری نہ ہوتی۔

جواب اس شبہہ کا کہ علم کیون محدود دیا

ایک شبہہ یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصنوعات کا علم کامل کیون

نہین دیا۔ اس سے بہی بڑی خرابی پیدا ہوی ہے علم کا محدود رکھنا نہایت بڑی مصلحت سے ہے پہلی وجہ اوسکی یہ ہوسکتی ہے کہ انسان کی عقل باوجود اسکے کہ بہت بڑی ہے پہر محدود ہے۔ اتنے بڑے کارخانہ کا علم بہی اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ عقل محدود مین نہین آسکتا۔ دوسری وجہ یہہ ہوسکتی ہے کہ اگر علم ہر چیز کا دیدیا جاتا تو ترکیب نوع انسانی کے خلاف ہوتا اور وہ حالت نہ رہتی کہ انسان اپنی قوت بازو سے مراتب بزرگ تک پہنچے تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انسان اپنے بقا کے ذرائع ایسے پیدا کرسکتا ہے کہ جبتک چاہتا زندہ رہتا۔ مرنا کوئی نہین چاہتا۔ اور یہ بہت بڑی برائی ہے۔ کیونکہ انسان اوسوقت تک زندہ رکہا جاتا ہے جبتک اوسکا زندہ رکہنا بہت سی مصلحتون سے ضروری ہے۔ ایک یہ ہے کہ اورون کے لیے جگہہ ہو جسکی ایک مثال بادشاہ ہین۔ اگر بادشاہ زندہ رہتے تو اونکا کوئی جانشین نہوتا اور اوس کے قائم مقام نفع سلطنت سے محروم رہتے۔ سواے بادشاہون کے اور مخلوق اگر ہمیشہ زندہ رہتی معنی یہ ہوتے کہ دنیا ایک دفعہ پیدا ہوجاے پہر خلق کرنیکا کام جاری نہ رہے دوسرے یہ ہے کہ انسان امتحان گاہ مین پڑا نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ جیسے برے افعال کی دنیا مین قواعد کی وجہہ سے سزا نہین ہوسکتی۔ ایسے ہی وجوہ سے جزا بہی دنیا مین بعض افعال کی خصوصاً خداشناسی کی کافی نہین ہوسکتی۔ موت کے بعد جزا کا وقت شروع ہوتا ہے اور امتحانون سے فراغ پاکر وہ ایسے سخت ہین نتائج سے منتفع ہونیکا۔ پس انسان بغیر موت کے ہمیشہ امتحان مین پڑا رہتا یعنی تکالیف دنیا

مین اور مقام امتحان مین ہی ٹہرا رکہنا ظلم ہے تیسرے یہ ہے کہ بُرون کی بُرائی
دور ہو۔ یعنی بعد موت اونکی سزا کا وقت شروع ہوتا ہے۔ بڑے آدمیون کا باقی
رکہنا بعض وقت اس مصلحت سے ضرور ہوتا ہے کہ جب انسان اپنی قوتون کو بری طرح
استعمال کرکے اپنی ذات کو شئے مضر ثابت کرے تو اوسکی قوتین وسزا ونکی سزا کا
باعث ہوتی ہین۔ سزا سے آدمی دنیا مین ذلیل ہوجاتا ہے۔ بعض سزائین اس لیے
ایسی بنائی ضرور نہین کہ ذلت نہو اور آدمی اگر چہ نیک وسٹے اور افعال نیک کرنے
لگے تو ذلت اوسکی آیندہ کی ترقی کے لیے حارج نہو لیکن جب بدون کا مجموعہ محض نکما
ہوجاتا ہے تو دیکہا جاتا ہے کہ وہ معدوم کر دیے جاتے ہین۔ اونکا معدوم کرنا
بڑی ضروری چیز ہے۔ بعض وقت ایسی ضرورت ہوی ہے کہ کل ایکدفعہ معدوم کر دیے
گیے مثال اوسکی شہر پامپیای ہے۔ آپ دیکہیے کہ قبل ولادت حضرت عیسیٰ عم
کے کوہ آتش فشان کے ذریعہ سے یہ شہر دفعتہً نیست و نابود کر دیا گیا تہا۔ اجتک آثار اوسکے
نکلتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اسقدر اخلاق مین اہل شہر کے خرابی پیدا ہوی تہی کہ فحش
تصویرین حالت مخصوص کی عام رستون اور ہیلون پر اونہون نے لگائی تہین اوس سے
قیاس کرنا چاہیے کہ اور اخلاق اہل شہر کے کتنے بُرے ہونگے۔ عجیب اضطراب
و اختلاف ہوگا کوئی کسیکی نہ سنتا ہوگا۔ ہر عیب ہنر ہوگیا ہوگا۔ تمام مردم شماری اولاد زنا
ہوگئی ہوگی اور ایسی حالت پہونچی ہوگی کہ اصلاح نہو سکتی ہو۔ اس حالت مین ملاحظہ
فرماسیے کہ موت اور بندون کا اللہ تعالیٰ کے ہاتہہ مین ہنا اور محدود دیا جانا قوتون

اور علم کا کتنا ضروری ہے اور وقت مناسب تک ہی باقی رکہنا کتنا لابد ہے چوتہی
وجہہ یہہ ہو سکتی ہے کہ اگر علم محدود نہ ہوتا تو منجملہ اوسکے ایک علم غیب کا ہوتا۔ علم غیب
دینا بہت مضر ہے کیونکہ اوس سے نظم عالم باقی نہین رہ سکتا مثلاً اگر معلوم ہوجائے
کہ روپیہ بعد جمع ہونیکے لٹ جائیگا تو کوئی اوسے جمع نہ کرے۔ جب معلوم ہوجاے
کہ فلان بچہ بعد تکمیل کے بد افعال ہوگا کوئی اوسے پرورش نہ کرے۔ ایک جانب یہہ ہو
دوسری جانب پر خیال فرمایئے چورون کو جب علم غیب ہو کوئی روپیہ باقی نہ رہے
جسے وہ لوٹ نہ لین۔ جو بد آدمی ہون وہ نیک بچونکو زندہ نہ رہنے دین۔ اسیطرح
اگر علم غیب کی وجہ سے علم اپنی موت کا حاصل ہوجاے تو کتنی برائی ہو۔ ملاحظہ فرمایئے
کہ جس شخص کو پہانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے اور بے اختیاری موت اوسکے سامنے
ہوتی ہے اوسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ اکثر لوگ ایسے ہوجاتے ہین کہ اونسے کوئی
کام دنیا کا نہین ہوتا۔ اگر موت کا وقت معلوم ہوتا تو وہی شخص جسے معلوم ہوتا کہ مین آج
نہ مرونگا لڑائی کے لیے نکلتا شہادت اور مغلوبیت معدوم ہوجاتی جسکے بدون بادشاہت
نہ بنتی قوتون کے لیے روکنے کا ذریعہ حاصل نہوتا۔ موت سے ڈر اس ضرورت سے
رکہا گیا ہے کہ وہی روک بہت سے جرائم اور قتل نفوس کی ہے یہہ اعتراض محدود
ہونے علم کا ناشکری ہے اسلیے کہ ہمارے علم کی قلت باعتبار مجموع علم کے
ہے مگر باوجود اسکے ہمارا علم اسقدر بڑا ہے کہ جتنے علوم ہین ایک آدمی اونکے حاصل
کرنے پر قادر نہین ہو سکتا۔ چنانچہ مثال اوسکی یہہ ہے کہ لندن کے کتبخانہ شاہی مین

اسقدر کتابین ہین - کہ اگر چار سو صفحے ایک کتاب کے ہر روز ایک آدمی پڑہے تو چار سو برس مین بہی سب کو نہین پڑہ سکتا ہو چیزین ہمسے مخفی ہین اگر اونکے خفا کی مصلحت پر غور فرمایئے تو اتنی بزرگ ہے کہ ہمکو ہر خفا کا شکر گزار ہونا چاہیے - مثلاً اگر وباؤن کی وجہ معلوم ہوجائے تو اونکی ایسی روک ہوسکے کہ کبہی وبا نہ آیا کرے - بظاہر یہ اچہا معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین برا ہے اسلیے کہ اگر وبائین نہون یا امن ہین جیسا اس سلطنت مین ہے مخلوق کی تعداد اسقدر بڑہ جایے کہ سامان کہانے پینے کا بہم نہ پہونچے اور بجاے اسکے کہ وبا مین ہزار دو ہزار مرتے ہین اوسوقت سب کے سب مرجائین - ہلاکت عام ہوجائے چنانچہ اب بہی زندگی گرانی کی وجہ سے غربا پر سخت ہے اور یہ گرانی لازمہ مردم شماری بڑہ جانیکا ہے - جو اچہی سلطنت ہے وہ رعایا کا آرام چاہتی ہے وبا سے بچاتی ہے اگر قادر ہوتی اتنا بچاتی کہ کوئی نہ مرتا اسلیے بچانیکا ذریعہ سلطنت کے ہاتہہ مین نہین دیا گیا تاکہ وہ الزام سے پاک رہے - اس بیان سے یہ امر بہی معلوم ہوگا کہ جو کچہہ مین نے گزارش کیا ایسا ہے کہ اون ترکیبون پر جو آثار سے معلوم ہوتی ہین توجہ دلائی ہے اصل وجوہ ممکن ہے کہ اس سے بہت بہتر ہون اور ضرور بہتر ہین -

جواب اس شبہہ کا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا ہی کیون کیا -

ایک شبہہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا ہی کیون کیا - جواب اسکا یہ ہے کہ اس امر کے متعلق جتنی تقریرین بیان ہوسکتی ہین خلاصہ اونکا یہ ہے کہ پیدا ہونے مین منافع ہین - اور وہی منافع وجہ خلق کے ہوسکتے ہین - اگر خلق عالم پر قیاس کیا جایے تو یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جہان

قوت ہوگی وہ اپنا کام کریگی - ہوا مین جو قوت متحرکہ ہے وہ اپنی حرکت مین ہر وقت مصروف ہے - آگ مین جو قوت ہے وہ ہر وقت اوس سے ظاہر ہوتی ہے اور آتش پرستون کے یہان آگ ہر وقت لکڑی کو کہاتی ہے - پانی مین جو خاصیت ہے ہمیشہ اوسکا ظہور ہے - مٹی مین جو خاصیت ہے ہمیشہ اوس سے روئیدگی ہوتی ہے - اسیطرح جب خداوند عالم مین قدرت خلق ہے اور مخلوقات پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہے تو اوس قدرت کا ظہور بہی ضروری ہے - البتہ یہ فرق ظاہر موجود ہے کہ مخلوق چیزون مین جو قوتین ہین اور جنکو عنصر کہتے مین خواہ وہ چار ہون یا زیادہ سب بسبیل اضطرار کام کرتے ہین - یعنی ممکن نہین کہ آگ مین گرے اور جل نہ جاوے - پانی مین پڑے بہہ نہ جاوے - جب بچون کے اعضا مین قوت آنی شروع ہوتی ہے خواہ مخواہ ہاتہہ پاؤن کو ہلایا کرتے ہین لیکن اوس بڑی قوت مین جو ان قوتونکی پیدا کرنیوالی ہے یہہ خوبی ہے کہ وہ اون قوتون کو اوسی وقت صرف کرتی ہے جب چاہتی ہے - چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ چاند - سورج - زمین اور اربع عناصر جتنے خلق ہوچکے ہین خلق ہوچکے - روز روز نئے نہین پیدا ہوتے اگر خالق مین قدرت خلق اضطراری ہوتی تو ہر مخلوق کے خلق کا کام ہی ہمیشہ جاری رہتا اس سے ظاہر ہے کہ اوس خالق عالم مین روک کی بہی قوت ہے جو مخلوق قوتون مین یعنی مجرد قوت یا عنصر مین نہین ہے - اور یہ دلیل اسکی ہے کہ اضطرار نہین ہے - اور جب اضطرار نہو خلق بغیر مصلحت کے نہین ہوسکتا - اللہ تعالی اجلشانہ

سے نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے جن و انس کو اطاعت اور بندگی کے لیے پیدا کیا ہے
معنی اوسکے یہ ہین کہ اونکا کام بندگی اور اطاعت کرنا ہے۔ یہہ معنی نہین ہین کہ مطیع
نہوتے تو وہ مطاع نہوتا اور یہہ علت خلق ہے۔ یہہ تو اپنے اوپر قیاس اور غلط ہے
کیونکہ ذات خداوند عالم محتاج نہین اور یہہ احتیاج ہے مطیعون کے ہونیسے ہمارا رتبہ
برڑھ جاتا ہے۔ اوسکو ہماری اطاعت یا غیر اطاعت کی احتیاج نہین نہ اوسکا رتبہ
بڑہتا ہے۔ کیونکہ رتبہ دوسرونکے مقابلہ مین جبکہ اوسقدر مطیع نہین ہین بڑھ سکتا ہے
اور انسان اقران و امثال ہین وقار حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالی کا کوئی مثل نہین
اوسکی عظمت کی انتہا نہین۔ الغرض حکم اطاعت وجہ خلق کی نہین ہے وہ کریم ہے
اور وجہ خلق محض کرم ہے۔

نتیجہ شبہہ بالا کا دہریت ہی۔ یہہ وہی شبہہ ہے جسنے لوگون کو یہہ دہوکا دیا ہے کہ دنیا ایک
چیز بحال خود موجود ہے جسکی ابتدا اور انتہا معلوم نہین اور اسلیے نہ کوئی اسکا خالق ہے
نہ دنیا کے بعد کچھہ ہے میرے نزدیک یہہ خیال اوس خرابی سے پیدا ہوتا ہے کہ
جب کثرت صنائع بدائع الہی پر غور کرتے کرتے عقل تھکی ہو کر بیکار اور ایسی حیران
ہوجاتی ہے کہ بالکل تھک رہتی ہے اوسوقت وہ حیرانی خالق عالم کی طرف رجوع کرنے
سے مانع ہوجاتی ہے اور آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ اصلی خالق انکا کوئی نہین ہے مگر وہ
یہ غلط ہے اور جیسا مین نے شروع رسالہ مین بیان کیا ہے ایسا خوض ممنوع ہے۔
پھر گذارش کرتا ہون کہ کسی کارخانہ کو دیکھہ کر آپ یقین کرلیتے ہین کہ اس کارخانہ کو

آدمی نے بنایا اور ساتھہ ہی اوسکے یقین ہوتا ہے کہ بنانے والے مین اسقدر کمال صنعت تہا جتنا اوس کارخانہ کے دیکھنے سے آپ نے سمجہا ہے مگر کارخانۂ عالم کے صنائع افسوس ہے کہ آپ دیکھہ کر یہہ خیال کرتے ہین کہ صنعتین تو بے انتہا ہین مگر صانع اونکا کوئی نہین - یا بعد بنانے کے بیدخل ہے افسوس ہے کہ ایسے امر واضح سے غفلت ہوتی ہے اور یون خیال ہوتا ہے کہ جو ایسے صنائع پر قادر ہے وہ محض علت العلل ہے اس مقام پر بعض صنائع کارخانہ عالم کا جو دلیل روشن وجود اور ہمیشہ قادر مطلق ہونے واجب الوجود کے ہین بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - حکیم سبحان علیخان مرحوم نے اس مقام کو بڑے زور سے لکہا ہے لہذا اوسکا حاصل ترجمہ لکہنا کافی ہوگا -

تقریر حکیم سبحان علیخان جسمین بیان صنائع بدائع عالم کرکے وجود واجب الوجود پر استدلال کیا ہے

حکیم صاحب فرماتے ہین کہ صاحبان عقل پر پوشیدہ نہین ہے کہ دین کی جڑ یہہ ہے کہ اللہ تعالے کے موجود ہونے کا یقین کامل حاصل ہو - اہل تحقیق کے نزدیک آدمی تقلید کے ذریعہ سے یعنی دوسرون کی پیروی سے درجۂ ایمان تک نہین پہونچتا بلکہ وہ عدم ایمان ہے پس اللہ تعالی جلشانہ کے وجود کا اذعان اپنی تحقیق سے ہونا چاہیئے - یہہ بات ضرور ہے کہ آدمی کی جیسی عقل ہوگی ویسی ہی اوسکی دلیلین ہونگی موٹی عقل کے لوگ موٹی باتون سے - باریک عقل کے لوگ باریک دلیلون سے سمجہین گے - اس فرق سے اصل ایمان مین فرق نہین ہوسکتا جس شخص کو

تھوڑی سی بھی عقل ہو وہ بھی جب غور کریگا اور اس بڑے دریا مین غوطہ ماریگا کچھ نہ کچھ
یقین کے موتی اوسکے ہاتھ لگین گے اور ایمان اوسکا اللہ کے فضل سے کامل
ہو جائیگا وجہ اسکی یہہ ہے کہ اس بات کے آثار کہ اللہ تعالی جلشانہ موجود ہے ذرہ ذرہ
پر پڑتے نور سے بجلی کی مثال چمک رہے ہین اور نشانیان اللہ کے پروردگار ہونے کی
ہر مخلوق سے جھنڈے کی طرح ہر وقت اور ہر حالت مین ہلند اور ظاہر ہین چنانچہ یہ بات
اُس آیہ وافی ہدایہ سے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز اللہ جلشانہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن
تسبیح اوسکی تم سمجھتے نہین ہو ظاہر ہے چنانچہ شاعر شیرازی نے کیا اچھا
کہا ہے۔ شعر

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

سوای اسکے اور بھی کسی نے خوب لکھا ہے شعر

ہر گیاہے کہ از زمین روید	وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ گوید

چونکہ بعض لطیف نکتے میرے ذہن مین گذرے ہین وہ اسقدر ہین کہ اگر اوجل جہالت
وسے اور اللہ کی مدد شامل ہو تو ایک بڑی کتاب بن سکتی ہے تاہم چونکہ یہان صرف
بطریق تمہید بیان کرنا ہی کافی معلوم ہوتا ہے کہ بعض نکات بیان کرنے پر اکتفا
کرون جس شخص کو علم تشریح سے مناسبت ہے یعنی آدمی کے بدن کے حال سے
اوسکو عجیب و غریب صنعتین اس آدمی کے بدن مین جو بطور ایک طلسم کے ہے معلوم
ہوتی ہین۔ انسان کا ذکر اسلیے کیا جاتا ہے کہ وہ نوع حیوانات مین سب سے بہتر ہے

ورنہ عجیب و غریب حکمتین ہر حیوان کے خلق مین ظاہر ہین خصوصًا اون حیوانون کے
جسم مین جنکا جثہ بہت چہوٹا ہے جیسے چینٹی اور مچہر اور اونسے بہی چہوٹے کہ باوجود
چہوٹے ہونیکے اعضای ئیسہ اور انتڑیان سب اونمین ہین - الغرض ابتداءً اللہ تعالیٰ
کی قدرت کا معائنہ نطفہ کے متعلق کرنا چاہیے کہ ایک بہنے والی چیز سے جسکا قوام
ایک سا ہوتا ہے ایسی سخت چیزین جیسے صلب اور جیسے پٹھے کہ جن سے بدن مین
انسان کے ربط ہے پیدا ہوتے ہین اور یہی سفید بوندین ہوتی ہین جنسے کالے
حبشی اور گورے چٹے آدمی پیدا ہوتے ہین اور نیز متوسط صورتون کے - چنانچہ قرآن مجید
مین اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے - اگر آدمی کی آنکہہ غور سے دیکہے تو غذا کا ایک حال سے
دوسرے حال مین ہوجانا جسے کیلوس اور کیموس کہتے ہین ایسا امر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ
کی تدبیر کے اگر ہر قسم کی حرارتون کو اکہٹا کیجیے اور یونانی حکیمون اور انگریزی ڈاکٹرون
کو جمع فرمایئے اور وہ ہزار ہزار فکر اور غور کرین اور طرح طرح پکا دین اور آنچین دین تو بہی
کیلوس اور کیموس نہین بنا سکتے ماحصل یہہ ہے کہ بہلا غذا مین سے خون تو نکال دین
حالانکہ ظاہر مین معدہ کے اندر اتنی بہی تو گرمی نہین ہے جتنی لون مین ہوتی ہے اگر
ہوتی تو معدہ پہلا تہہ سا کہنے سے معلوم ہوتی - راقم اس وقت انگریزی طبیبون کی یہہ
تحقیقات ہے کہ معدے مین معدے سے ایک مادہ پیدا ہوتا ہے جو کہانے مین
جب وہ معدے کے اندر پہونچتا ہے مل جاتا ہے اور کہانے کو ہضم کرتا ہے یعنی
ایک حال سے دوسرے حال مین لے آتا ہے اس مادہ مین مادہ طبخ ہونا اس کا حکمت

منافی نہین ہے اس لیے کہ اب بہی سرد چیزین مانع ہضم ہوتی ہین پس وہی مادہ مادۂ حرارت اور آتش طبخ ہے۔

حکیم صاحب۔ بچہ مان کے پیٹ مین اسطرح رہتا ہے کہ مُنہ بچہ کا مان کی پشت کی طرف ہوتا ہے تاکہ اعضای رئیس و شریف یعنی دل اور جگر اور معدہ محفوظ رہین اگر کوئی صدمہ مان کے پیٹ پر پہونچے تو بچہ کی پشت پر کہ سخت ہے پہونچے اور بچہ کو اثر اور ایذا نہو یہہ عجیب حکمت ہے۔ یہہ حکمت اور وہ حکمت جو بچہ کے پیٹ سے باہر آنے مین ہے ایسی عجیب و غریب ہین کہ آدمی کی عقل سے باہر ہین یعنی یہہ ادراک اور پہچان بچہ کو کون دیتا ہے کہ جہان بچہ کی بناوٹ پوری بن چکی فورًا قصد کرتا ہے کہ باہر کہلے میدان مین نکل آئے پہر اوسے یہ کون بتا دیتا ہے کہ جیسا مان کے رحم مین تہا ویسا نہ نکل سکونگا جب پانون جوڑے رہینگے تو تنگ جگہہ سے نکلنا مشکل ہوگا اور اگر ہاتہہ اونچے اوٹہہ جاینگے تو بہی نکلنے مین دقت ہوگی بلکہ نکلنے کا احتمال خفیف ہوجائیگا چنانچہ اگر کبہی حسب ظاہر بوجہ ضعف کے اور در اصل بسبب مشیت قادر مطلق کے ایسا ہوتا ہے اگر بچہ ہلاک ہوجاتا ہے مگر وہ جسے خدا نہ چاہے نہین ہوتا۔ پس جب بچہ باہر آنیکا قصد کرتا ہے تو کون اوسکو پہیر دیتا ہے کہ وہ اولٹ کر سر اپنا نکلنے کی طرف لے آوے تاکہ جب سر نکل آوے تو ہاتہہ بندہے ہوے اور پاؤن جوڑے ہوے نکلین کہ یہی پہیر لینا بچہ کا درد زہ کہلاتا ہے اور جب اس حرکت سے جسکی عادت نہین ہے تکلیف ہوتی ہے ٹہہر جاتا ہے۔ اس سبب سے درد ٹہہر ٹہہر کر آیا کرتے ہین۔ ٹہہر کر پہر جب

بچہ حرکت کرتا ہے پہر ورد ہوتا ہے ان سب باتون پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ
حرکتین جو بچہ اپنے ارادے سے کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی پہچان اور سمجہہ
رکہتا ہے۔ غور کیجیے کہ بچہ کو یہہ ادراک و سمجہہ کسنے عطا فرمائی ہے یہی حال پرندون
کے بچون کا ہے۔ جہان خلقت بچہ کی تمام ہوئی کہلے میدان مین آنے کیلیے
انڈے کے چہلکے کو چونچ سے توڑ ڈالتا ہے اور نکل آتا ہے یہہ ادراک کہان سے
آیا؟۔ یہہ تو صرف خالق عالم کے دینے سے ہو سکتا ہے۔

اور فائدون اور حکمتون کو جو اعضای ظاہر و باطن مین ہین کون پورا بیان کر سکتا ہے دیکہیے!
کہ دانتون کے ہی اندر کتنی حکمتین پوشیدہ ہین یعنی چونکہ داڑہین پیسنے کے واسطے
بنائی گئی ہین سل بٹہ کی صورت مین بنائی گئی ہین تاکہ اچہی طرح پیسنا واقع ہوسکے لیکن
کیلے یا کچلیان واسطے توڑنے سخت چیزون کے بنے ہین اور اسلیے گاجر کی سی شکل
کے ہین تاکہ ایک سرا اونکا نوکدار رہا اور اوس چیز مین جسکا توڑنا مقصود ہے آسانی سے
گہس جائین۔ یہی وجہ ہے کہ جن جانورون کی غذا گوشت ہے اور اونکو ہڈیان زیادہ
توڑنی پڑتی ہین اونکے منہ مین کیلے زیادہ ہوتے ہین سامنے کے دانت کہ مطلب
اونکا ہوا کا روکنا ہے اور کاٹنا دوسری چیزون کا اسلیے وہ چوڑے مثل دیوار کے اور
تیز مثل تلوار کے بنائے گیے ہین۔ فائدے معدے اور رحم مین خشونت پیدا کرنے
کے یہہ تاکہ جن چیزون کو رکہنا چاہین پکڑ لیا کرین اور پہیپہڑے کے چہتہ کی شکل ہونے
کے تاکہ اوسکے اندر ہوا چلی جاے اور نکل آئے کہ وہ زندگی کے لیے لازمی ہے

طبیب بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ جب آدمی بیمار ہوتا ہے
اوران فائدون مین خلل پڑجاتا ہے کیا کیا ضرر افعال مین ان اعضا کے پیدا ہوتے
ہین۔ یہانتک ہر عضو مین فائدہ ہے کہ پیشانی کی لکیرین بہی بیکار نہین ہین اگر
پیشانی مین چین نہ ہوتی ہمیشہ پسینہ ٹپکتا اور آنکہہ کے اندر آجاتا اور اسکا کٹکا آنکہہ کے
فعل کا ہارج ہوتا اور اوس حالت مین دیکہتا تو تکلیف ہوتی۔ اللہ تعالی کے فضل
نے پیشانی کی چینون مین یہہ کام کیا ہے کہ پسینہ اون مین جمع ہوتا رہتا ہے جب
زیادہ ہوجاتا ہے انسان پونچہہ ڈالتا ہے ایک بہت باریک حکمت جو اطبا سے
معلوم ہوی یہہ ہے کہ عورتون مین رحم جسکا کام صرف بچہ پیدا کرنا ہے ابتدای عمر
مین مقدار معین سے بہت ہی چہوٹا ہوتا ہے فائدہ اوسکا یہہ ہے کہ بچپنے مین
جو مادہ اس عضو کے بڑہانے مین صرف ہوتا بیکار صرف ہوتا پس اوسکا حصہ بہی
دوسرے اعضا کے بڑہانے مین صرف کیا جاتا ہے اور جب بدن قریب حد کمال
کے پہونچتا ہے اور اوسکے کام مین آنیکا وقت آتا ہے چونکہ اور اعضا کو اسقدر احتیاج
بڑہنے کی نہین رہتی اسلیے جلدی سے اوسمین نمو آجاتا ہے اور بڑا مادہ بڑہنے کا
اوسمین صرف ہوتا ہے راقم۔ مین کہتا ہون کہ چہاتیون کی یہہ حالت ہر شخص نے
دیکہی ہے۔ اگر رحم پہلے سے بڑہ جاتا تو بلوغ اس سے پہلے ہوجاتا۔ بلوغ کے
دیر مین ہونیکا نفع یہہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا انسان ممکن تہا کہ جننے سے بہی چہوٹے
ہونے لگتے۔ پہر حکیم صاحب فرماتے ہین کہ اون بہت سی دلیلون مین سے

جو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال صنعت کی یہانتک کہ اس بات کی کہ قدرت کی انتہا
نہین ہے ایک دلیل آدمیونکی صورت کا فرق ہے۔ یہہ عجیب و غریب بات ہے کہ تمام
اعضا آدمیون کے خاص طول و عرض کے ہوتے ہین اون مین سے ایک چہرہ ہے
کہ عرض اوسکا بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے کروڑون آدمی ہر زمانہ مین موجود ہوتے ہین
لیکن صورتون مین اسقدر فرق ہوتا ہے کہ ایسی مشابہت کہ تھوڑا سا بھی شبہہ پہچان مین
نہو نہین ہوتی۔ باوجود اسکے کوئی عضو اتنا بڑا چھوٹا نہین ہوتا کہ حد سے باہر نکل جائے
قیاس عقلی چاہتا ہے کہ اگر اور آدمیون کی صورتین ایک سی نہون تو دو بھائیون کی صورتین جو
ایک مان اور باپ سے پیدا ہون اور ایک ہی ملک مین رہتے ہون اور ایک ہی سی غذا
کہاتے ہون ضرور ایک سی ہون اور اگر کوئی نجومیون کی تقلید کرے اور سمجھے کہ جو
بچہ اوس ایک وقت مین پیدا ہو جب ستارون کا جوڑا ایک پڑے تو وہ دونون ایک صورت
کے ہونے چاہئین مگر نہین ہوتے یہانتک کہ جوڑوان بچے کہ جنکا نطفہ ایک وقت
مین قرار پاتا ہے اون مین بھی فرق ہوتا ہے اگر مشابہت بھی ہوتی ہے تو ایسی نہین
ہوتی کہ پہچان مین نہ آوے۔ ظن قریب بہ یقین یہہ ہے کہ جب سے حضرت آدم ع
کی اولاد پیدا ہونی شروع ہوی ہے باوجود فرق زمانہ کے دو آدمی بھی ایک صورت کے
پیدا نہین ہوے۔ اس بات کی تائید کہ شکلون کے اختلاف کی کوئی حد نہین اس بات سے
ہوتی ہے کہ جب ہم پرانی تصویرین دیکھتے ہین کوئی تصویر ایک دوسرے کی مثال ایسی
نہین ہوی کہ ایک کی صورت دوسرے سے جدا نہو۔ ہر قسم صورت ہی جدا

نہین ہوتی ہر عضو مین باریک فرق ہوتا ہے چنانچہ ہاتھہ کی لکیرون مین سے انگوٹھے
کا نشان زمانہ حال مین لیا جاتا ہے اور چونسٹھہ ہزار آدمی کا ایک دوسرے سے ابتک
نہین ملتا نہ امید ہے کہ کبھی ملیگا۔ جل شانہ۔ اگر خلقت کا ذریعہ محض نیچر ہوتی یہہ فرق کون
کرتا اور کیون ہوتا۔ پھر حکیم صاحب فرماتے ہین اسی طرح سے اور قریب اسکے
آوازون کا فرق ہے۔ کہ وہی گلا جسکا عرض اور شکل ایک طرح کی ہوتی ہے ایک
طرح سے ہوا پر اثر پہونچا کر آواز کو پیدا کرتا ہے تاہم آواز ایک آدمی کی دوسرے آدمی
کی آواز سے جدا ہوتی ہے یہانتک کہ جب ملاقات ہوجاے اور باتین ہوتی رہین
گو تھوڑے دن ہون ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی آواز اسطرح پہچانی جاتی ہے
کہ غلطی کم ہوتی ہے۔ پس اگر سارے عالم کے حکیم اگلے پچھلے جمع ہون اور عمرین غور
اور فکر کرنے مین صرف کردین تو کوئی سبب اسکا سوای اسکے نہین نکلیگا کہ اگر شکلون مین
ایسی مشابہت ہوتی کہ ایک سے دوسرا نہ پہچانا جاتا نظام عالم کا برہم ہوکر اوس سے بڑے
بڑے فساد پیدا ہوجاتے چونکہ مشابہت آوازون کے ساتھہ مشابہت
شکلون کی ہے پس حکیم مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے اتنے آدمیون مین کہ سارے
عدد انکے گننے کے لیے کافی نہین ہین صورتون اور آوازون مین فرق پیدا کیا ہے لیکن
جتنی برائیان صورتونکی مشابہت مین زیادہ تہین اور بہ نسبت اوسکے مشابہت آوازمین کم
تہین آوازونمین مشابہت کا تفرقہ بہ نسبت صورت کے تفرقہ کے کم رکہا ہے یہانتک کہ
بہائم اور طیور مین بہی بخیال ضرر صورتون کا فرق کیا ہے حکیم لوگ یعنی فلسفی حیوان امور

طبیعت کی طرف منسوب کرتے ہین (جسکا نام آج کل نیچر رکھ لیا ہے) اور خداوند عالم کو اسکا مدبر نہین جانتے اگر یہان فکر کرنا سرسری طور پر منظور نہوتا تو تفصیل سے بیان کیا جاتا کہ کیا غلطی انکے فہمون مین ہے - کیونکہ یہہ بات بہت عجیب ہے کہ اسکا اقرار کرتے ہین کہ طبیعت جو کچہہ کرتی ہے اللہ کے حکم سے کرتی ہے - کاش وہ لوگ اس بے فائدہ توسط کو یعنی طبیعت کے اوٹہا دیتے - اسی طرح عجیب صنعت خطون کے فرق مین معلوم ہوتی ہے یعنی آدمیون کے لکہنے مین - دو آدمیون کا خط بہی ایک دوسرے کے مشابہ نہین ہوتا - وہ خط انسان جسکی مشق کرتا ہے دوسری چیز ہے - ہمارا مطلب اوس خط سے ہے کہ بعد سیکہنے کے جب لکہنا آجاتا ہے اور آدمی لکہتا ہے اوسکی مصلحتین اوسی طرح کی ہین جیسی اوپر بیان کی گئین - یہہ خاصہ بہی اللہ کے قلم نے انسان مین لکہا ہے یعنی ایجاد فرمایا ہے - اسیطرح سے وہ قوت کاریگری کی ہے جو اللہ تعالی نے چہوٹے جثہ کے پرندون مین پیدا فرمائی ہے - جیسے شہد کی مکہی اوربیا اگر تمام عالم کے ریاضی دان صناع اور کاریگر متفق ہوکر ایک دوسرے کی مدد کرین تو شہد کا چہتہ اور بیے کی جہونجہہ نہ بنا سکین گے - بعض جانور ایسے ہین کہ جو گہر نہین بناتے اور اونکے انڈے دینے کا وقت مخصوص ہوتا ہے جب وہ وقت آتا ہے گہونسلا بنا لیتے ہین - جیسے چیل - کوّے - ظاہر اور بدیہی ہے کہ سوای الہام مدبر کائنات کے اور کوئی ذریعہ نہین ہے جس سے اونکو علم اس بات کا ہو کہ اب وقت انڈے دینے کا ہے اور بچہ نکالنے کا - اونکے لیے مکان بنانا چاہیے - یہان تک کہ وہ جانور جنکو

پا لیتے ہین اونمین بہی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو نرم
چیزین چونچ سے چن کر کاک مین رکہہ لیتے ہین اور ایک نرم بچہونا بنا لیتے ہین - ضرور
یہ چیزین علم الہامی سے ہین چنانچہ شیخ رئیس یعنی بوعلی سینا نے شفا کی کتاب النفس
مین علم کو تین قسمون پر منقسم کیا ہے - کسبیات - تجربیات - الہامیات - اور مثالین
الہامیات کی اسطرح پر دی ہین کہ جیسی ہمنے بیان کی ہین - مثلا بہاگنا بکری کا بہیڑیے
سے بغیر اسکے کہ اوسے پہلے کبہی دیکہا بہی ہو یا اوس سے کوئی ضرر اوٹہایا ہو - یا بچے کا
پیدا ہوتے ہی دودہ پینے لگنا اور جبتک طاقت پوری نہو اور کہڑا ہونا سیکہے نبچے کا
ستون یا تخت کو جو کچہہ اوسکے پاس ہو پکڑ لینا -
ظاہر ہے کہ یہہ حرکات ارادی جو خیال کے تابع ہین بدون اسبات کے کہ اونکو پہلے
سے جانتا ہو اور خیال کرسکتا ہو سوای الہام کے کہان سے آسکتی ہین - راقم الہام
خاصہ طبیعت نہین ہوسکتا ورنہ عام ہوتا یعنی بکری کا بچہ بہیڑیے ہی سے نہ ڈرا کرتا اپنے ہر
دشمن سے ایک سا ڈرا کرتا - حکیم صاحب - اسیطرح وہ بہت سے جانور ہین جنکا جوڑا
ایک نہین ہوتا اور نر بچے کی تربیت مین شریک نہین ہوتا جیسے مرغ - بط - اللہ تعالی
اونکے بچے مین یہہ طاقت دیتا ہے کہ بچے نے جہان انڈا توڑا اور باہر نکلا اوسی وقت
دانہ چلنے اور کہانے لگا اگر ایسا نہوتا فقط مادہ سے تربیت نہ ہوسکتی حکمت اسکی یہہ ہے
کہ اس ترکیب ولادت سے جانور بہت سے بچے اور انڈے دے سکتا ہے - اونکے
جسم پر اتنے بال و پر موجود ہوتے ہین کہ جو اوسوقت سکے ڈہکنے اور محفوظ رہنے کے لیے

ضروری ہین - کیونکہ دوسرے جانورون کی طرح اوسکا محافظ کوئی نہین ہوتا - چنانچہ
اون جانورون مین جنمین نر اور مادہ دونون بچے کی تربیت مین مصروف ہوتے ہین - ہم
دیکھتے ہین کہ اونکے بچے ایسے پیدا ہوتے ہین کہ خود اونمین حرکت کرنے کی طاقت نہین
ہوتی - نر اور مادہ اپنے پوٹہ سے نکال کر اونکو بہراتے ہین اور وہ اکثر دو ہی انڈے
دیتے ہین اونکے بچون پر پر نہین ہوتے لیکن وہان بہی گوشت پر جلد اتنی مضبوط ہوتی ہے
ہے کہ تنکون کا بچھونا جو اونکے نیچے بچہا ہے اوس جلد کو زخمی نہ کرے - اسی طرح اون
جانورون مین جنکا جوڑا معین ہے یعنی مادہ سوای اپنے نر کے دوسرے سے خفتی
نہین کہاتی یہہ مادہ بہی تعجب انگیز ہے - چنانچہ کنجشک کی جب مادہ مرجاتی ہے تو وہ
دوسری چڑیا کیر لاتا ہے - بچہ تماشا دیکھنے کے لیے چڑیا کو پکڑ کر چھپا دیتے ہین نر
تہوڑی دیر مین دوسری چڑیا کیر لاتا ہے - جب مادہ آگئی بچے پکڑی ہوی چڑیا کو چہوڑ دیتے
ہین اوسوقت چڑیون مین لڑائی ہوتی ہے چڑا کچہہ دخل نہین دیتا اور دوسری چڑیا تہوڑی
دیر کے بعد بہاگ جاتی ہے - اس کہیل مین اللہ کی عجب حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس
نر کو اتنی جلد کہان سے مادہ مل جاتی ہے پہر اوس مادہ کو کیسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس
نر کے پاس مادہ نہین ہے اور اس دوسری مادہ کو کہان سے علم ہوجاتا ہے کہ پہلی مادہ کا استحقاق
مجھسے زیادہ ہے اور چپ چاپ چلی جاتی ہے - الغرض ظاہر ہے کہ یہہ سب الہام اللہ تعالی
کا ہے ان سب افعال ارادی کو فلاسفہ طبیعت کی طرف منسوب نہین کرتے -
چرند اور پرند ہر چند مکلف نہین ہین تاہم بنا فذ طیور کے کہ اونمین بسبب چہوٹے ہونے

جثہ سکے اور نیز بسبب تنوع کے کہ وہ بہی دلیل بسیط قدرت کی ہے ایک ہوتے ہین جزندون
کے وہ ہوتے ہین لیکن دونون مستور ہوتے ہین وہ پردون مین یہہ کہان ہین جو آلہ تناسل کہال
کے اندر رہوتے ہین اور نیز جلد نہین ہوتی ورنہ فضول ہوتے فضول کو صنائع حکیم مین ہرگز
مدخلت نہین ۔ باوجود اسکے وہ لحم محض بہی نہین ہوتے بخلاف انسان کے کہ ستر اوسکا
محض متعلق عقل کے ہے اوسمین غلاف پیدا کرنا فضول ہوتا ۔ اگر جلد نہوتی ہمیشہ متاذی ہوتا
باوجود اسکے جلد باریک اور ذکی الحس دی گئی ہے تا کہ مانع تلذذ نہ ہو ۔ مین نے
ایک عجیب تماشا اپنی آنکہہ سے دیکہا کہ سو چنے والی نظر بہی اوسکی وجہ دریافت کرنے
سے حیران تہی وہ یہہ تہا کہ چڑہتی جوانی کے دنون مین جب میرے بزرگ جو آسودہ حال
تہے لیکن اون دنون مین تنگ دست ہوگیے تہے نواب سعادت علیخان مرحوم کے دربار
مین کہ مین اونکے ساتہہ تہا حاضر ہوے ۔ نواب صاحب مرحوم نے ایک ہاتی کا بچہ جو بادہ
تہا لوگون کے دکہلانیکے لیے منگایا اوس بچہ کے پاخانہ کا راستہ نہ تہا فقط پیشاب کا
راستہ تہا ۔ وہ بچہ جب اوسے سوای بہنے والی چیزون کے دوسری چیز کہانے کو دیجاتی
تہی جیسے گنا یا روٹی ۔ اون سبکو وہ بچہ خوب چباتا تہا اور چبا چبا کر عرق چوس لیتا
تہا اور باقی کو اسطرح گرا دیتا تہا جیسے آرہ کے دونون طرف ہوکر برادہ نکلتا ہے بلکہ
برادہ سے بہی زیادہ باریک کرکے گراتا تہا ۔ اس حال کو جتنے وہان سو دو سو آدمی حاضر
تہے سب نے دیکہا ہے ۔ اب فرمائیے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہہ غلہ مثل اور لڑکون کی
پوری سمجہہ اوسے کیونکر نصیب ہوی کسنے بتلایا کہ اگر مین موٹی چیزین کہا جاونگا تو کہان سے

نکلیگی وہ راستہ نہین ہے - اسیلیے صرف بہنے والی چیزین کہانی چاہئین تاکہ فضلہ اوسکا پیشاب کے راستہ سے نکلجاے - عام ہاتہیون مین جو طبیعت اور عقل حیوانی ہے اوسکا مقتضا یہ نہین ہے - ایک فرد کی طبیعت کو فعال ارادی نہین کہہ سکتے - اسی طرح نباتات کے پیدا کرنے مین بہی عجیب طرح کی صنعت الٰہی ظاہر ہوتی ہے - چنانچہ کتاب شفا کے عنصریات ملاحظہ فرمائیے اسی ایک نکتہ مین جو بیان کیا جاتا ہے ہزارون طرح کی اللہ تعالیٰ جلشانہ کی صنعت ظاہر ہوتی ہے - ملاحظہ فرمائیے کہ بیج کتنے چہوٹے ہوتے اور اونسے درخت کتنے بڑے بڑے پیدا ہوتے ہین بیٹہے کا مادہ تو سب کو معلوم ہے کہ یہی پانی اور مٹی ہے اور پانی اور مٹی کا مزہ ایک سا ہے باوجود اسکے کیسے کیسے میٹہے پہل جیسے انگور - اور کیلا اور انجیر اور انبہ اور رطب اور کہٹے جیسے لیمون و آملی پیدا ہوتے ہین - غور کیجیے کہ یہہ اختلاف مزون کا کہان سے آتا ہے یہہ بہی تو نہین ہے کہ جو مزہ بیج کا ہو وہی پہل کا ہو بلکہ اکثر بیج کا مزہ پہل کے مزے کے خلاف ہوتا ہے - چنانچہ پیوند اون درختون سے جنکی شاخ لگائی جاتی ہے اور درخت پیدا ہوتا ہے بہت ظاہر ہے - حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص نے یہہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کا علم اور اوسکا جان لینا فطرت نوع انسان کی ہے یعنی جیسے بکری کی فطرت بہیڑیے سے ڈرنا ہے وہی فطرت اللہ تعالیٰ کے وجود کو پہچنوا دیتی ہے نہایت درست اور صحیح ہے راقم حروف کے نزدیک جو انکار کیا جاتا ہے وہ فطرت کا انکار ہے اور اس سبب سے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی بعض وقت ایسا اسباب مین مبتلا ہوتا ہے

کہ سلب کے سبب سے غفلت ہوجاتی ہے۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ جیسے بکری مین
بھیڑیے کی نفرت ہے اسی طرح انسان مین شیر کی ہے لیکن تماشا کرنیوالون کو آپ نے
دیکھا ہوگا کہ آدمی شیر سے کشتی لڑتے ہین اور اونکے ساتھہ کھیلتے ہین اور نفرت طبیعی
وفطری جاتی رہتی ہے یہانتک کہ بلی اور کبوتر ایک جگہہ رہتے ہین۔ ہرن آدمیون سے
مانوس ہوجاتے ہین ایک دوسرے کی نفرت جاتی رہتی ہے۔ لیکن جیسا یہ مثالین فطرت
کے قاعدے کو حقیقت مین نہین توڑتین بلکہ وہ بھی اسباب خارجی کے ذریعہ سے ایک
بات پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض آدمیون کا وجود خالق کو نہ ماننا فطرت کے قاعدے
کو معدوم نہین کرتا۔ بلکہ اسباب کی فکر مین پڑجانے سے اوس فطری مادہ پر پردہ پڑجاتا
ہے جیسے شیر اور ہرن اور بکری پر مانوس کرنے سے پڑجاتا ہے۔ پھر حکیم
سبحانعلیخان صاحب فرماتے ہین۔ اس بات کی دلیل کہ علم اللہ تعالی کے وجود
کا فطری ہے ایک حال گونگے لوگون کا ہے۔ گونگا چونکہ سن نہین سکتا علوم عقلیہ حاصل
نہین کرسکتا لیکن اگر اوس سے بھی اشارہ سے پوچھیے کہ یہہ سب چیزین کسنے بنائی ہین
تو وہ بھی ایسا جواب دیگا جس سے ظن قریب بیقین ایسا حاصل ہوگا کہ وہ بھی اللہ تعالی کے
وجود کو جانتا ہے مثلاً اوپر کو آنکھہ اوٹھائیگا اور ایک اونگلی سے اشارہ اللہ تعالی کی وحدت کا کریگا۔
یہانتک کہ بعضے اہل ادراک کا قول یہہ ہے کہ علاوہ اون چیزون کے جو آسمانی کتابون
مین لکھی ہین بعضے آثار سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ چوپایون اور جانورون کو بھی اللہ تعالی
کے وجود کا ادراک حاصل ہے چنانچہ مین نے ایک تاریخ مین دیکھا ہے کہ ایک سال

ایران کے ملک مین ایسا قحط ہوا کہ گہاس کا تنکا بہی جنگل مین دیکہنے کو باقی نہ رہا تو سارے وحشی مثل ہرنون وغیرہ کے بڑی بیچارگی کی نگاہ سے آسمان کیطرف دیکہا کرتے تہے یہانتک کہ پانی برسنے لگا اور اسکا کچہہ تعجب نہین ہے۔

سید کرار حسین راقم کے بہتیجے ہین۔ اسداونکو خوش رکہے۔ اونہون نے جب یہہ مقام دیکہا تو فرمایا کہ مین نے یہہ تماشا جسکو حکیم صاحب نے کسی تاریخ مین لکہا دیکہا خود دیکہا ہے۔ اور اسقدر مشہور ہوگیا ہے کہ زبان زد خاص وعام کہنا چاہیے وہ یہہ تہا کہ ضلع جالون مین جب ۱۸۹۷ء مین سخت قحط ہوا تو پانی نایاب ہوگیا۔ تالاب خشک ہوگیے۔ کنوئین سوکہہ گیے۔ اور وہ گہرے بہی ہین۔ ندیان ضلع کی سرحد پر ہین باقی بہنے والی ندیان اندر ضلع کے نہین ہین۔ ۔ بہمیل تقریبا ضلع کا عرض ہے آبادی کم ہے۔ دہات کی آبادی کے مقام تہوڑے ہین اور دور دور واقع ہین۔ صحرائی جانور مثل ہرن و نیل گای کے وہان کثرت ہین۔ جب ان جانورون کو پانی نملا تو اونپر یہ حالت گذرتی تہی کہ آبادی کے پاس آجاتے تہے۔ آبادی مین جب آدمی دیکہتے تہے جان کا خوف ہوتا تہا۔ اسلیے غول کے غول آبادی کے پاس کہڑے ہوجاتے تہے۔ گویا کہ آدمیون سے طلب آب کرتے ہین۔ اور جب آدمی نہ دیتے تہے تو برابر آسمان کیطرف دیکہتے تہے اور معلوم ہوتا تہا کہ اسد تعالی اسے سوال آب کرتے ہین۔ جب یہ جانور ڈرتے ہین آسمان کیطرف نہین دیکہا کرتے۔ راقم الغرض اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند عالم موجود ہے اور دنیا کی ساری تدبیرین ہر وقت اسد تعالی

جل شانہ کے ہاتھہ مین ہین اور جتنے کمالات خیال مین آسکتے ہین سب اوس سے بہت زیادہ عالم مین موجود ہین طبیعت اور نیچر کو خالق ماننا غلط ہے **اصل امر یہ ہے** کہ یہ سوچنا کہ اوس مالک نے ہمکو اور عالم کو کیون پیدا فرمایا ابتدا سے غلط ہے اوسکی مصلحت صحیح وہی جانتا ہے جسنے پیدا کیا۔ ہمکو صرف اپنے مصالح پر نظر کرنی چاہیے اگر اپنے مصالح کے اعتبار سے نظر کیجاے تو روشن ہے کہ ہمپر حد سے زیادہ مہربانی اور کرم فرمایا ہے جو ہمکو پیدا کیا ہے۔ اور اختیار دیکر اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ جناب ایزد متعال نے وجہ خلق عالم کی ارشاد نہین فرمائی۔ صرف یہہ فرمایا ہے کہ ہمنے عالم کو کھیل کے طور پر نہین بنایا۔ میری نظر مین معنی اوسکے یہہ ہین کہ بڑی حکمت کے ساتھہ بنایا ہے جو بیان نہین کیجاتی۔ جب وہ بیان نہین کیجاتی۔ کیونکہ مصلحت نہین تو وجہ اختیار حکمت بہی نہین بیان کیجاتی۔ البتہ ہمکو جان لینا چاہیے کہ حکیم جب وہ کام کرنا اختیار کرے جسمین حکمت ہے تو اختیار کرنیکی ایک وجہ حکیم کا حکیم ہونا بہی ہے۔ زیادہ اس سے وجہ ڈہونڈہنے کی ہمکو ضرورت نہین۔ **والعلم عند اللہ**۔

جواب اس شبہہ کا کہ اسباب معرفت اس سے زیادہ واضح کیون نہین بناے گئے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے پہچاننے کے اسباب اس سے زیادہ ظاہر کیون نہین بناے تاکہ گمراہی اور اختلاف نہوتا۔ وجوہ اسکے بہت ہین۔ **اول** تو یہہ امر ہے کہ سب سے بڑا ذریعہ یہہ ہوتا کہ وہ دکھلائی دیتا۔ دیکہنا اللہ تعالیٰ کا سر کی آنکھون سے ناممکن ہے اسلیے کہ اسکے دیکھے جسب ظاہر ناظر و منظور مجسم ہونے چاہئین۔ میری غرض

یہان بحث رویت سے نہین ہے مطلب یہ ہے کہ چشم سر سے رویت ناممکن ہے۔
بہ بینندگان آفرینندہ را ÷ نہ بینی مرنجان دو بینندہ را۔ کیونکہ اوس جناب مقدس کے
انوار ذات کی نسبت یہہ خیال ہے کہ آدمی باوجود اسقدر قوت کے اوسکو اگر دیکھتا باقی نہ رہتا
چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے ایک نور دیکھا بیہوش ہوکر گر پڑے تھے۔ یہانتک
بعض علما نے لکھا ہے کہ اگر جناب امیر لڑائیون مین مصروف نہو جاتے تو انوار معرفت اوس
جناب سے اسقدر ظاہر ہوتے کہ سینے لوگون کے اونکا تحمل نہ کرسکتے اور پھٹ جاتے
پس جب انوار معرفت کا یہہ اثر ہو رویت انوار ذات اقدس الہی انسان کو باقی نہین رکھہ سکتی۔
ثانیاً یہ امر ہے کہ اسکے بہی ذرائع اوسکی شناخت کے اتنے بہت ہین کہ میرے نزدیک ظاہر سے ظاہر ہین۔
اور اوس مقدار مین ہین جو اس نظام عالم کو باقی رکھنے کے لیے پورے کافی ہین ثالثاً اگر اس سے
بہی زیادہ ظہور ہوتا ہدایت اور غیر ہدایت امر جبری ہوجاتا اور پہر اختیار باقی نرہتا۔ اختیار کے لیے
طریقہ کا اختیار کرنا ضرری ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون ایہ امر پاتا ہون کہ صراط مستقیم جسپر سلوک کا حکم ہے
بالکل اوسکی حالت ایسی ہے جیسے امتحان کے سوال ہوتے ہین۔ مثال اوسکی یہ ہے۔ سوال تیتر اتیتر
تیتر تیتر کے آگے تیتر۔ تیتر کے پیچھے تیتر۔ تیتر کے آگے دو تیتر۔ تیتر کے پیچھے دو تیتر ابتداً
کتنے تیتر تھے جواب تین تھے۔ اس سوال مین تین ہونا تیتر کا ظاہر ہے مگر بیان اوسکا
اسطرح کیا ہے کہ وہ ایک سوال ہوگیا۔ بظاہر اوسمین خفا ہے حقیقت مین ذرا بہی خفا نہین
ہے یہہ امر جو بیان کیا گیا ایک اصول مہتم بالشان ہے کہ اسکو یاد رکھنے کے بعد
اگر تحقیق دین حق فرمائیگا دہوکا نہوگا۔

باب سوم

باب سوم

آیات و نکات و جواب اعتراضات متعلق بحث شیطان و حقیقت انسان کے

اوسمین ذکر اون آیات قرآنی کا ہوگا جو متعلق شیطان کے ہین اور نیز اون نکات کا جو آیات مذکورہ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین اور بعض اعتراضات کے جواب کا

خلاصہ اون مضامین کا جو ابتک بیان کیے گئیے

اسوقت تک جو کچھہ مین نے بیان کیا خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ اللہ تعالی جل شانہ وعم نوالہ موجود ہے۔ اوسنے جو کچھہ پیدا فرمایا ہے تہوڑا نہین بہت پیدا کیا ہے۔ اوسکی مخلوقات مین بہت ہی قوت اور نفع ہے۔ ہر چیز کا جدا نفع اسقدر بڑہا ہے کہ چیزین ایک دوسرے کی ضد ہوگئی ہین۔ اون اضداد کو ملا کر پہر اور مخلوق پیدا کی ہے اور کام لیا ہے منجملہ اون مخلوقات کے جنکو اضداد سے بنایا ہے ایک انسان ہے اس مخلوق مین عجیب عجیب قوتین جسمانی اور عقلی عطا کی ہین اور قوتون کے یکجا کرنے اور بڑہانے کی قوت دی ہے جو بات اور کسی مخلوق مین نہین ہے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور جیسے خلقت انسان کی اضداد کی ترکیب سے ہوئی ہے بڑہنا قوت انسانی کا بہی اور حد کمال پر پہونچنا استعمال اضداد سے ہوتا ہے یعنی استعمال اضداد وک قوت کی بہی ہے اور بہت طریقے روک سکے اللہ تعالی نے بنائے ہین کہ وہ بہی ضروری ہین وہ اضداد جنکا استعمال قوت انسانی کو بڑہاتا ہے اور قوت بڑہ جاتی ہے تو پہر بہی قوت مین ترقی کرنیکے لیئے گنجایش باقی رہتی ہے اوسوقت جو اضداد استعمال ہوتے ہین وہ ایسے قوی ضد ہوتے ہین جن کو غیر جنس کہتے ہین۔ انسان مین قوت عقلی سب سے بہتر قوت ہے جو باعث

شرف انسان ہے اور اوس بہت قوت کا ضد غیر جنس شیطان ہے۔ ترکیبون[14] مین باریکیان ہوتی ہین۔ بہت سی باریکیون[15] پر خیال کرنیسے یہہ طریقہ ایجاد سب سے بہتر ثابت ہوتا ہے کوئی برائی نہین۔ بدی[16] اور برائی کیا ہے۔ غلط استعمال اضداد کا۔ اور[17] وہ انسان کی ذات تک محدود ہے۔ اللہ تعالی[18] کی ذات کے لیے نہ کوئی ضد ہے نہ برائی ہے اوسکا[19] جواز نقصان مخلوق تصرف مالکانہ اور لازمہ مخلوقیت ہے برائی نہین ہے۔ عقل[20] و روح کا ضد جو شیطان ہے وہ ایک باریک مگر اعلی سے اعلی درجہ کی ترکیب انسان کو اوسے[21] غایت کمال پر پہونچانیکی ہے۔ اور دوسرے[22] ایسے بڑے کامونکی کہ اگر وہ نہوتی انسان فرشتون سے بہتر نہ ہوسکتا۔

وجہ ذکر آیات درست باب ہذا۔ یہہ وجہ خلق شیطان کی ہماری سمجھہ مین آنیکے قابل ہے اور ایسی ہے جسمین درصل تمسک آیات و احادیث سے نہین ہے۔ چونکہ وجود شیطان کا اور نوعیت اوسکی قوت کی ارشاد الہی سے ظاہر ہوئی ہے لازم آتا ہے۔ کہ وہ اکثر آیات قرآنی بھی ذکر کیجائین جسمین بیان شیطان کا ہے۔ اور اونکے نکات بھی بیان کیئے جائین۔ اور یہہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح نظام عالم کے متعلق اعتراضات لوگون کے دلون مین اور وجوہ سے پیدا ہوگئے ہین وہ شبہات بھی جو قریب قریب اونہین شبہات کے ہین مگر نظر بمضامین آیات پیدا ہوے ہین بیان کیے جائین۔

اور جوابات دیے جائین۔ اوسوقت فرق معلوم ہوگا کہ بیان بشری بیان بشری ہے اور بیان الہی بیان الہی ہے۔ اور ایسے شبہات نہایت غلط ہین۔

آیۂ اول

پارہ اول سورہ بقر رکوع سوم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ
فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط
قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ
لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ
فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ق وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ وَ
قُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا
وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ
عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج
وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ
كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا
جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ۝ ع ترجمہ- اور(اے پیغمبر لوگون سے
اوسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین
(اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون- (تو فرشتے) بولے کیا تو زمین مین ایسے شخص
کو (نائب) بناتا ہے جو اوسمین فساد پہیلائے اور خونریزیان کرے (اور اگر بناتا
ہے تو ہمکو بنا کہ) ہم حمد (وثنا) کے ساتہہ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہین- خدا
نے فرمایا مین وہ (مصلحتین) جانتا ہون جو تم نہین جانتے اور آدم کو سب کے نام
بتلادئے پہر اونکو فرشتون کے روبرو پیش کرکے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے مین)
سچے ہو تو ہمکو اونکے نام بتاؤ بولے تو پاک (ذات) ہے جو تو نے ہمکو بتادیا ہے
اوسکے سوا ہمکو کچہہ معلوم نہین تو ہی جاننے والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب
خدا نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتون کو اونکے نام بتادو- جب آدم نے فرشتون کو اونکے
نام بتادیے تو خدا نے فرشتون کی طرف مخاطب ہوکر) فرمایا کیون ہمنے تمسے نہین
کہا تہا کہ آسمانون اور زمینون کی سب مخفی چیزین ہمکو معلوم ہین- اور جو تم (اب) ظاہر
کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چہپاتے تہے (وہ) ہمکو (سب کچہہ) معلوم ہے
اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے جہکو (سجدہ کرو) تو شیطان کے سوا
سب (کے سب) جہک پڑے (اور سجدہ کیا) - اوسنے نہ مانا اور شیخی مین آگیا
اور نافرمان بن بیٹہا اور ہمنے (آدم سے) کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت مین بسو
اور اوسمین جہان کہین سے تمہارا جی چاہے بافراغت کہاؤ پیو مگر اوس درخت (گندم)

کے پاس مت پہٹکنا (ایسا کروگے تو تم آپ اپنا) نقصان کروگے۔ پس شیطان نے اونکو وہان سے (بہلا پہسلاکر) اوکہاڑ دیا۔ (آخرکار جس مزے مین تہے اوس سے اونکو نکلوا چہوڑا۔ اور ہمنے حکم دیا کہ تم (سب) اوتر جاؤ تم ایک کے دشمن ایک۔ اور زمین مین تمہارے لیے ایک وقت (خاص تک) ٹہکانا اور ساز و سامان ہے۔ پہر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے چند) الفاظ سیکہ لیے۔ (اور اون الفاظ کی برکت سے) خدا نے اونکی توبہ قبول کرلی۔ بیشک توبڑا ہی درگذر کرنیوالا مہربان ہے (جب) ہمنے حکم دیا کہ تم سب (کے سب) یہانسے اوترجاؤ تو (ساتہہ ہی یہہ بہی سمجہا دیا تہا کہ) اگر ہماری طرف سے تم لوگون کے پاس کوئی ہدایت پہونچے تو (اوسپر چلنا کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کرینگے اونکو (آخرت مین) نہ (توکسی بات کا) ڈر ہوگا اور نہ وہ (کسیطرح پر) آزردہ خاطر ہونگے۔ اور جو لوگ نافرمانی کرینگے اور ہماری آیتون کو جہٹلائینگے وہی دوزخی ہونگے اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ دوزخ ہی مین رہینگے۔

پارہ (۸) سورہ اعراف رکوع (۱) آیت ۲۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ

أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ○ قَالَ فَبِمَا
أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ○ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ
أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ
شَاكِرِينَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ
لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ○ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ○
فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا
وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا
مِنَ الْخَالِدِينَ ○ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ○ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ
الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ
لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ○ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا
لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ○ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا
تُخْرَجُونَ ○ ع ترجمہ۔ اور ہم ہی نے تمکو (یعنی تمہارے باپ آدم کو) پیدا کیا اور پھر
تمہاری (یعنی تمہارے باپ آدم کی) شکل بنائی۔ پھر ہمنے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم
کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنیوالوں میں (شامل نہوا خدا نے

ابلیس سے) پوچھا کہ جب ہمنے تجھکو حکم دیا تو آدم کے سجدہ سے تجکو کون چیز مانع ہوئی
وہ بولا مین اس سے بہتر ہون (کیونکہ) مجھکو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اوسکو
خاک سے۔ (اسپر خدا نے) فرمایا (کہ تجھکو یہ شیخی ہے) تو بہشت سے نیچے اوتر
(کیونکہ) تیری اتنی ہستی نہین کہ تو بہشت مین (رہکر) شیخی مارے۔ تو (یہان سے)
نکل باہر ہو کہ ذلیلون مین کا ایک ذلیل تو بہی ہے۔ لگا عرض کرنے کہ جسدن (سب)
لوگ (دوبارہ جلاکر) اوٹھا کہڑے کیے جاینگے اوسدن تک کی مجھے مہلت دے
(خدا نے) فرمایا کہ (منظور) تجھکو مہلت دی گئی (اسپر شیطان) بولا کہ جیسی تو نے
میری راہ ماری ہے مین بہی تیرے سیدہے رستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی پہر
اونپر جا گرون اُن کے آگے سے آون اور اونکے پیچھے سے (آون) اور اونکے داہنی
طرف سے (آون) اور اونکے بائین طرف سے (آون) اور جس طرح بن پڑے
اونکو بہکا کر رہون) اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکرگزار نہین پائیگا۔ (خدا نے) فرمایا
کہ بہشت سے نکل باہر ہو (اور تو) خوار راندۂ درگاہ (ہے) بنی آدم مین سے جو تیری
پیروی کریگا ہم بلا شبہہ (تجھسے اور اون سے یعنی تم سب سے جہنم بہر دین گے۔
(اور ہمنے آدم سے کہا کہ) ای آدم تم اور تمہاری بی بی (حوا) بہشت مین رہو اور جہان
سے چاہو کہاؤ (پیو) اور اس درخت (گندم) کے پاس نہ جانا (ایسا کروگے) تو تم
اپنا نقصان کرنیوالون مین ہو جاؤگے پہر شیطان نے دونون (میان بی بی) کو
بہکایا۔ تاکہ اونکے پردہ کرنے کی چیزین جو (اونکی نظر سے) مخفی تہین (یعنی اونکا آگا

بہیجا) وہ اونہین کہول دکہلا یے۔ اور (آدم سے) لگا کہنے کہ تمہارے پروردگار
نے جو اس درخت (کے پہل کہانے) کی تمکو مناہی کردی ہے تو ہو نہو اسکا سبب
یہہ ہے کہ کہین (ایسا نہو) تم دونون فرشتے بن جاؤ یا دونون ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے)
رہو اور اون سے قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ بلاشبہہ مین تمہارا خیر خواہ ہون۔ غرض وہوکہ
سے اونکو (درخت ممنوع کے کہانے کی طرف) مائل کرلیا۔ تو جون ہی اونہون نے
درخت (کے پہل) کو چکہا۔ تو دونون کے پردہ کرنے کی چیزین اونکو دکہلائی دینے
لگین اور لگے بہشت کے پتون کو اپنے اوپر چپکانے۔ اور اونکے پروردگار نے
اونکو ڈانٹا۔ کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت (کے کہانے) کی مناہی نہین کی تہی اور (کیا) تمسے
نہین کہہ دیا تہا کہ شیطان تمہارا کہلا دشمن ہے۔ یہہ دونون لگے کہنے کہ ای ہمارے
پروردگار ہمنے اپنے تئین آپ تباہ کیا۔ اور اگر تو ہمکو معاف نہین فرمائیگا اور ہمپر رحم نہین کریگا
تو ہم بالکل برباد ہو جائینگے (اسپر خدا نے) فرمایا کہ (تم میان بی بی اور شیطان تینون
بہشت سے) نیچے اوتر جاؤ تم مین ایک کا دشمن ایک اور تم (بنی آدم) کو ایک وقت خاص
(یعنے مرتے دم) تک زمین پر رہنا ہوگا اور (تمہارا) سامان (زیست) بہی یہین مہیا ہے
(خدا نے یہہ بہی) فرمایا کہ زمین ہی مین زندگی بسر کروگے اور اوسی مین مروگے اور اوسی مین سے
(قیامت کے دن دوبارہ) نکال کہڑے کیے جاؤگے۔

آیۂ سوم

پارہ (۱۳) سورۂ ابراہیم رکوع ۳

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

ترجمہ۔ اورجب (اخیر) فیصلہ ہوچکیگا (اور لوگ شیطان کو الزام دینگے) تو شیطان کہیگا کہ خدا نے تمسے سچا وعدہ کیا تہا (سو اوسنے پورا کیا) اور وعدہ تمسے مین نے بہی کیا تہا مگر مین نے تمہارے ساتہہ وعدہ خلافی کی۔ اور تمپر میری کچہہ زبردستی تو تہی نہین۔ بات تو اتنی ہی تہی کہ مین نے تمکو (اپنی طرف) بلایا اور تمنے میرا کہنا مان لیا۔ تو اب مجہے الزام نہ دو بلکہ اپنے تئین الزام دو۔ (آج) نہ تو مین تمہاری فریاد کو پہونچ سکتا ہون اور نہ تم میری فریاد کو پہونچ سکتے ہو۔ مین تو (سرے سے) مانتا ہی نہین کہ تم مجہہ کو (اس سے) پہلے (دنیا مین) شریک (خدا) بتاتے تہے۔ اسمین شک نہین کہ جو لوگ نافرمان ہین اونکو (قیامت کے دن) بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

آیۂ چہارم

پارہ (۱۴) سورہ حجر رکوع (۲)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا

تَكُونَ مَعَ السّٰجِدِينَ ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ○ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ○ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ○ ترجمہ۔ اور ہم ہی نے

کالے (اور) سڑے ہوے گارے سے جو (سوکھہ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو (آدم سے بھی) پہلے لون کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے اور (اے پیغمبر اوسوقت کو یاد کرو) جبکہ تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین کالے اور سڑے ہوے گارے سے جو (سوکھہ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے ایک بشر کو پیدا کرنیوالا ہون۔ جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اوسمین اپنی (طرف سے) روح پھونک دون تو تم اوسکے آگے سر بسجود گر پڑنا چنانچہ تمام فرشتے سب کے سب (آدم کے سامنے) سر بسجود ہوگئے۔ مگر ابلیس۔ کہ اوسنے سجدہ کرنے والون کے شمول سے انکار کیا (اسپر خدا نے) فرمایا کہ اے ابلیس تجہہ کو کیا (وجہ مانع) ہے کہ تو سجدہ کرنیوالون مین شامل

نہین ہوتا۔ وہ بولا مین وہ نہین کہ ایسے شخص کو سجدہ کرون جسکو تونے کالے (اور) سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہو (سو کہہ کر کنکہن بولنے لگتا ہے (خدا نے) فرمایا (کہ سجدہ نہین کرتا) تو وہان سے نکل باہر ہو کہ تو راندۂ (درگاہ) ہے اور روز قیامت تک تجہپر پہٹکار پڑی برسا کریگی (شیطان نے) کہا کہ اے میرے پروردگار (خیر) تو مجہکو اوس دن تک کی مہلت دے جبکہ (آدمزاد قیامت مین دوبارہ) اوٹھا کر کہڑے کیے جائینگے (خدا نے) فرمایا کہ (اچھا) روز (قیامت کے) وقت معلوم تک کی تجہکو مہلت دی گئی (شیطان نے) کہا اے میرے پروردگار جیسے تونے میری راہ ماری مین بہی دنیا مین (ساز و سامان زندگی کو) اونہین عمدہ کر دکہاؤن اور ان سبکو بہکاؤن توبہی۔ مگر ان مین سے تیرے خاص بندے (کہ وہ میرے بہکائے مین آنیوالے نہین ہین (خدا نے) فرمایا کہ (بس) یہی (خالص بندگی کی) ایک سیدہی سڑک ہے (جو) ہم تک (آپہونچتی ہے جو) ہمارے بندے (ہین) اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین ہان گمراہون مین سے جو کوئی تیرے پیچہے ہولے (تو ہولے) اور (ہان) ایسے تمام لوگون کے لیے (ہمارے ہان سے آخری) وعدہ جہنم کا ہی ہے۔ کہ اوسکے سات دروازہ ہونگے۔ ہر دروازہ مین سے داخل ہونیکے لیے دوزخیونکی ٹولیان ہونگی الگ الگ

آیہ پنجم — پارہ (۱۴) سورۂ نحل رکوع ۱۳ آخر آیہ

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ○ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى

الَّذِینَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَالَّذِینَ ہُم بِہٖ مُشْرِکُونَ ○ ترجمہ۔ تو (اے پیغمبر) جب تم قرآن پڑہنے لگو تو شیطان مردود (کے وسوسون) سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ جو لوگ ایمان رکہتے اور اپنے پروردگار پر بہروسہ کرتے ہین اُنپر شیطان کا کچہہ قابو نہین (چلتا) اوسکا قابو تو اونہین لوگون پر (چلتا) ہے جو اوسکے ساتہہ ارتباط رکہتے اور جو (اوسکو) شریک خدا ٹہراتے ہین۔

آیۂ ششم

پارہ (۱۵) سورۂ کہف رکوع ۶

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَہُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ

ترجمہ۔ جبکہ ہمنے فرشتون کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے شیطان کے چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا تو (لوگون) کیا ہمکو چہوڑ کر ابلیس کو اور اوسکی نسل کو (اپنا) دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے (قدیمی) دشمن ہین۔

آیۂ ہفتم

پارہ (۱۶) سورۂ مریم رکوع (۵)

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّہُمْ اَزًّا ○ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْہِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَہُمْ عَدًّا ○ ترجمہ۔ (اے پیغمبر) کیا تمنے اسبات پر نظر نہین کی کہ ہمنے شیطانون کو کافرون پر چہوڑ رکہا ہے کہ وہ اونکو اکساتے رہتے ہین۔ تو (اے پیغمبر) تم ان (کافرون) پر (نزول عذاب کی) جلدی نہ کرو۔ ہم اونکے لیے

(روز قیامت کے آنے کے بس دن) گن رہے ہیں۔

آیہ ہشتم

پارہ (۱۶) سورہ طٰہٰ آخر رکوع (۵) و رکوع (۶)

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ ۝ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ ۝ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ۝ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ۝ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ۝ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ۝ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ۝ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى ۵ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ۝ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ۝ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ۝ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ۝ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ۝ ترجمہ اور سمجھنے اون

سے) پہلے آدم سے (درخت گندم کے نہ کہانیکا) ایک عہد (و پیمان) لیا تہا تو
آدم (اوسکو) بہول گیے اور ہمنے اون (کے ارادہ) مین استقلال نہ پایا اور جب
ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب ہی نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس
کہ اوسنے انکار کیا۔ تو ہمنے (آدم سے) کہا کہ آدم یہہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری
بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہو کہ تم دونون کو بہشت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری
شامت آجاے (اور) یہان (بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ) نہ تم بہوکے
رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو اور نیز یہہ کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو اور نہ دہوپ
اوٹہاتے۔ پہر شیطان نے آدم کو بہسلایا (اور اُسنے) کہا کہ آدم کہو تو تم کو ہمیشگی کا
درخت بتادون (کہ جسکو کہا کر سدا جیتے رہو) اور ایسی سلطنت جو (کبہی) پرانی نہو (یعنی
اوسمین کسیطرح کا ضعف نہ آئے)۔ چنانچہ دونون (میان بی بی) نے درخت (ممنوع)
کا پہل کہا لیا تو اپنے (اپنے) پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ (بہشت)
کے پتے اپنے اوپر چپکانے اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ
ہوگئے پہر (آخر کار) اونکے پروردگار نے اونکو نوازا اور اونکی توبہ قبول کی اور (اونکو
اپنی اطاعت کا) رستہ دکہا دیا۔ (جب آدم نے نافرمانی کی) تو خدا نے شیطان اور آدم
سے فرمایا کہ تم دونون بہشت مین سے نیچے اوترجاؤ تم مین سے ایک کا دشمن ایک ہیگا
پہر اگر تمہارے پاس ہماری طرف سے ہدایت آئے تو جو ہماری ہدایت پر چلیگا نہ (راہ راست
سے) بہٹکیگا۔ اور نہ بدبخت ہوگا اور جسنے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اوسکی زندگی

ضیق مین گذریگی۔ اور قیامت کے دن (بہی) ہم اوسکو اندہا (کرکے) اوٹہائینگے
وہ کہیگا ای میرے پروردگار تو نے مجھکو اندہا (کرکے) کیون اوٹہایا۔ اور مین تو (دنیا
مین) دیکھتا بہالتا تہا خدا فرمائیگا یہی قرین انصاف ہے (دنیا مین) ہماری آیتین تیرے
پاس آئین مگر تو نے اونکی کچہہ خبر نہ لی اور اسی طرح آج تیری بہی خبر نہ لیجائیگی۔ اور جو شخص
(حد اعتدال سے) بڑہ چلا اور اپنے پروردگار کی آیتون پر ایمان نہ لایا ہم اوسکو ایسا ہی
بدلہ دیا کرتے ہین اور آخرت کا عذاب (دنیا کے عذاب سے) بہت ہی سخت اور دیرپا ہے
کیا لوگون کو اس سے ہدایت نہ ہوی کہ اونسے پہلے ہمنے کتنی جماعتون کو ہلاک کر مارا
(اور اب) یہ لوگ اونہین کے رہنے سہنے کی جگہون مین چلتے (پہرتے) ہین۔ اور جو
لوگ عقل والے ہین اونکے لیے اس بات مین قدرت خدا کی بہتیری نشانیان (موجود) ہین

پارہ (۲۳) سورۂ ص رکوع (۴)

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ إِنِّي خَـٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ○ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ
فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَـٰجِدِينَ ○ فَسَجَدَ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ
○ إِلَّآ إِبْلِيسَ ٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَـٰفِرِينَ ○ قَالَ يَـٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ
أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْعَالِينَ ○
قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ○ قَالَ فَٱخْرُجْ
مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ○ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلدِّينِ ○ قَالَ
رَبِّ فَأَنظِرْنِيٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلْمُنظَرِينَ ○

إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ۝ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ ترجمہ۔ اور جبکہ کہا تیرے
پروردگار نے فرشتون سے کہ ضرور مین بنانے والا ہون ایک آدمی مٹی سے تو
جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اپنی روح اوسمین پہونک دون تو تم اوسکے لیئے
سجدہ مین گر پڑنا چنانچہ سب ہی فرشتون نے سجدہ کیا۔ مگر (ایک) ابلیس نے
کہ شیخی مین آگیا اور نافرمان بن بیٹھا خدا نے (ابلیس سے) پوچھا کہ ای ابلیس جس چیز کو
ہمنے اپنے دونون ہاتہون سے بنایا اوسکو سجدہ کرنے سے تجھے کون چیز مانع ہوئی
کیا تو شیخی مین آگیا؟ یا تو بڑے لوگون مین سے ہے؟ (وہ) بولا (کہ اوسکو سجدہ کیونکر
کرون) مین اوس سے بہتر ہون۔ مجھکو تونے آگ سے بنایا اور اوسکو تونے مٹی سے
بنایا فرمایا تو یہان سے نکل (باہر ہو) کہ تو (ہماری بارگاہ سے) راندہ گیا ہے اور روز
جزا تک تجھپر ہماری پہٹکار رہیگی (وہ) بولا اے میرے پروردگار مجھکو اوس دن تک
کی مہلت دے کہ جب سب لوگ اوٹھا کر کھڑے کیے جاوینگے۔ فرمایا کہ پھر تو مہلت
دیے ہوؤن مین سے ہے جنچے ہوے وقت کے دن تک (وہ) بولا تو (مجھے بھی)
تیری (ہی) عزت کی قسم ہے کہ ان (بنی آدم) مین جو تیرے خالص بندے ہین اونکو
چھوڑ کر ان سبکو ضرور گمراہ کرونگا فرمایا تو سچ یہہ ہے اور سچ ہی مین کہتا ہون کہ مین ضرور تجھسے
اور جو لوگ تیری پیروی کرین اون سب سے جہنم کو بھر دونگا۔

نکات یہہ آیات مثل تمام قرآن مجید کے معجزہ ہین سب کچھہ ان آیات مین اللہ
تعالی نے بتلا دیا ہے کہ عالم کے خلق کی ابتدا کیونکر فرمائی ہے۔ آدمی کو کس چیز سے
پیدا فرمایا۔ شیطان کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔ خیر و شر کی ابتدا کیونکر ہوی۔ دنیا مین
شیطان کا کام کیا ہے۔ اور اطاعت شیطان کا انجام کیا ہے۔ مین بعض نکات کی
طرف آپکو متوجہ کرتا ہون۔

بیان نکات

نکتہ اول۔ آیات مذکور کا مضمون مجموعا کیا ہے۔

نکتہ (۱) جناب باری تعالی نے سورہ بقر کی آیتون مین ان
امور کی کہ (۱) خلق حضرت آدم و بنی نوع بشر کی غرض کیا تھی۔ اور
(۲) اوسکو فرشتون نے کیا سمجھا تھا اور (۳) حق تعالی نے اونکی کیونکر تسکین کرکے
سجدہ کرایا۔ جسقدر تفصیل فرمائی ہے اور آیتون مین نہین فرمائی۔ لیکن آیات سورہ مذکور
مین تفصیل ان امور کی نہین فرمائی۔ کہ (۱) حضرت آدم کو کس چیز سے پیدا فرمایا۔
(۲) شیطان کو کس چیز سے بنایا۔ (۳) وہ فرشتہ ہے یا جن۔ (۴) اوسنے سجدہ
نہ کرنیکے لیئے کیا حجت پیش کی۔ (۵) حضرت آدم کو درخت منہی عنہا سے ممانعت
کی کیا وجہ تھی۔ (۶) حضرت آدم مین وہ کون بات تھی جسکی وجہ سے کھانا درخت منہی عنہا
کا ممکن ہوا۔ (۷) اوس وہوکہ مین آنے سے کیا نقصان پہونچا (۸) اونکی توبہ کن الفاظ
سے قبول ہوی۔ (۹) شیطان کا کام کیا ہے۔ یہہ امور اور آیتون مین ارشاد فرمائے
ہین اور تفصیل مین کمی بیشی ہے۔ یہہ امر دلیل اسکی ہے کہ تکرار نہین ہے۔ بلکہ جس موقع

پر جس جس امر کا ذکر ضروری تہا وہی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور جس جس کا نہین تہا تطفلاً و اجمالاً ۔ اگر سب
آیات کی تفصیل جمع کیجایے تو بیان امور بالا کا آیات منقولہ مین اسطرح معلوم ہوتا ہے ۔ اور (اے پیغمبر لوگون سے
اوسوقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین (اپنا ایک) نائب بنانیوالا ہون
(تو فرشتے) بولے ۔ کیا تو زمین مین ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو اوسمین فساد پہیلایے اور خونریزیان
کرے (اور اگر بناتا ہے ہمکو بنا) کہ ہم حمد (وثنا) کے ساتہہ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے
ہین ۔ خدا نے فرمایا مین وہ (مصلحتین) جانتا ہون جو تم نہین جانتے ۔ ہم ہی نے کالے
(اور) سڑے ہوے گارہ سے (جو سوکہہ کر) کہنکہن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور
ہم جنات کو (آدم سے بہی) پہلے لون کی گرمی سے پیدا کر چکے تہے اور ہم ہی نے
جب آدم کو پیدا کیا اور شکل بنائی اور اوسمین اپنی طرف سے روح پہونک دی تو فرشتون سے
کہا کہ جب مین اوسکو پورا بنا چکون اور اوسمین (اپنی طرف سے) روح پہونک دون تو تم
اوسکے آگے سر بسجود گر پڑنا (جب پیدا کر چکے) آدم کو سب کے نام بتا دیے ۔ پہر اونکو فرشتون
کے روبرو پیش کر کے فرمایا اگر تم (اپنے دعوے مین) سچے ہو تو ہمکو اونکے نام بتاؤ ۔
بولے تو پاک ذات ہے جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے اوسکے سوا ہمکو کچہہ معلوم نہین ۔ تو ہی جاننے
والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب خدا نے آدم کو حکم دیا کہ) اے آدم تم فرشتون
کو اونکے نام بتا دو ۔ جب آدم نے اونکو نام بتا دیے تو خدا نے (فرشتون کیطرف مخاطب
ہوکر) فرمایا ۔ کیون ہمنے تمسے نہین کہا تہا کہ زمینون اور آسمانون کی سب مخفی چیزین ہمکو
معلوم ہین اور جو تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو تم ہمسے چہپاتے تہے (وہ)

ہمکو (سب کچھ) معلوم ہے اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو (سب کے) سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنیوالون مین (شامل) نہوا چونکہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا (خدا نے ابلیس سے) پوچہا کہ ای ابلیس جس چیز کو ہمنے اپنے دونون ہاتہون سے بنایا اوسکو سجدہ کرنے سے تجہے کون چیز مانع ہوی۔ کیا تو شیخی مین آگیا۔ کیا تو بڑے لوگون مین سے ہے وہ بولا مین اس سے بہتر ہون (کیونکہ) تو نے مجہکو آگ سے پیدا کیا اور اوسکو خاک سے۔ اوسپر خدا نے فرمایا کہ (تجہکو یہ شیخی ہے) تو بہشت سے نیچے اوتر (کیونکہ) تیری اتنی ہستی نہین کہ تو بہشت مین (رہکر) شیخی مارے۔ تو (یہان سے) نکل باہر ہو کہ ذلیلون کا ایک ذلیل تو بہی ہے لگا عرض کرنے کہ جسدن (سب) لوگ (دوبارہ جلا کر) اوٹہا کہڑے کئے جائینگے اوس دن تک کی مجہے مہلت دے (خدا نے) فرمایا کہ (منظور) تجہے مہلت دی گئی۔ اسپر (شیطان) بولا کہ جیسے تو نے میری راہ ماری ہے مین بہی تیرے سیدہے راستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹہون تو سہی پہر اونکا راونکے آگے سے آون اور اونکے پیچہے سے (آون) اور اونکی داہنی طرف سے آون اور اونکی بائین طرف سے (آون) دنیا مین (سازو سامان زندگی کو) اونہین عمدہ کر دکہاؤن اور جس طرح بن پڑے اونکو بہٹکا کر رہون اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکر گزار نہ پائیگا۔ مگر انمین سے تیرے خاص بندے (کہ وہ بہکانے مین آنیوالے نہین خدا نے) فرمایا کہ بہشت سے نکل باہر ہو (اور تو) خوار ورانذہ درگاہ (ہے) اور روز قیامت تک تجہپر پہٹکار پڑی ہے۔

کریگی - بنی آدم مین جو تیری پیروی کریگا ہم بلاشبہہ (تجھسے اور اونسے یعنی تم سب سے) جہنم کو بہر دینگے - خالص بندگی کی ایک سیدہی سڑک ہے (جو) ہم تک (آ پہونچتی ہے جو) ہمارے بندہ (ہین) اونپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین - ہان گمراہون مین سے جو کوئی تیرے پیچھے ہولے (تو ہولے) اور (ہان) ایسے تمام لوگون کے لئے (ہماری یہان سے آخری) وعدہ جہنم کا ہی ہے کہ اوسکے سات دروازہ ہونگے ہر دروازہ (مین سے داخل ہونے) کے لئے دوزخیو نکی ٹولیان ہونگی اور (ہمنے آدم سے کہا کہ) اے آدم تم اور تمہاری بی بی (حوا) باغ بہشت مین بسو اور اوسمین جہان تمہارا جی چاہے بافراغت کہاؤ (پیو) مگر اوس درخت (گندم) کے پاس مت پہٹکنا (ایسا کروگے) تو تم اپنا نقصان کرنیوالون مین ہو جاوٴگے یہہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہو کہ تم دونون کو بہشت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری محنت اٹہانے (اور) یہان (بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ) نہ تم بہوکے رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو اور نیز یہہ کہ یہان نہ تم پیاسے ہوتے ہو - اور نہ دہوپ اوٹہاتے (ہو) ہمنے اس درخت کے نہ کہانے کا آدم سے ایک عہد و (پیمان) لیا تہا پہر شیطان نے دونون (میان بی بی) کو بہکایا کہ اونکے پردہ کرنیکی چیزین جو (اونکی) نظر سے مخفی تہین (یعنی اونکا آگا پیچہا) وہ اونہین کہولکہ دکہلادے پہر آدم کو شیطان نے پہسلایا (اور آدم سے) لگا کہنے کہ تمہارے پروردگار نے جو اس درخت (کے) پہل کہانے کی تمکو مناہی کردی تہی تو ہو نہو اسکا سبب یہہ ہے کہ کہین (ایسا نہو)

تم دونون فرشتے بنجاؤ۔ یا دونون ہمیشہ (ہمیشہ کو جیتے) رہو۔ اور ایسی سلطنت ملے کبہی پرانی نہو (یعنی اوسمین کسی طرح کا ضعف نہ آیے) اور اونسے قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ مین بلا شبہہ تمہارا خیرخواہ ہون۔ غرض وہ مکر سے اونکو (درخت ممنوع کے کہانیکی طرف) مائل کرلیا۔ اور وہ عہد و پیمان کو بہول گیے اور آدم کے ارادہ مین ہمنے استقلال نہ پایا اور دونون میان بی بی نے درخت ممنوع کا پہل کہا لیا۔ تو اپنے (اپنے) پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ (بہشت) کے پتے اپنے اوپر چپکانے۔ پس آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ ہوگیے۔ اوسوقت اللہ تعالی نے اونکو ڈانٹا کہ کیا ہمنے تمکو اس درخت کے (کہانے) منا ہی نہین کی تہی اور کیا تمسے نہین کہہ دیا تہا کہ شیطان تمہارا کہلا دشمن ہے۔ اور خدا نے (شیطان اور آدم سے) فرمایا کہ تم دونون بہشت مین سے نیچے اوترجاؤ تم مین سے ایک کا دشمن ایک رہیگا۔ اور تم بنی آدم کو ایک وقت خاص (یعنی مرتے دم) تک زمین پر رہنا ہوگا زمین ہی مین زندگی بسر کروگے اور تمہارا سامان (زیست) بہی ہین مہیا ہے اوسی مین مروگے اور اوسی مین سے نکال کہڑے کیے جاوٴگے پہر اگر تمہارے یعنی بنی آدم کے پاس ہماری طرفسے ہدایت آوے تو جو ہماری ہدایت پر چلیگا نہ راہ راست سے بہٹکیگا اور نہ بدبخت ہوگا اور جسنے ہماری یاد سے روگردانی کی تو اوسکی زندگی ضیق مین گذریگی اور قیامت کے دن بہی ہم اوسکو اندہا کرکے اوٹہائینگے۔ وہ کہیگا کہ اے پروردگار تو نے مجہکو اندہا کرکے کیون اوٹہایا مین تو دنیا مین دیکہتا بہالتا تہا خدا فرمائیگا

یہی قرین انصاف ہے - دنیا میں ہماری آیتیں تیرے پاس آئین مگر تونے اونکی خبر
نہ لی اور اسیطرح آج تیری بہی خبر نہ لیجائیگی - چنانچہ دوسری جگہہ فرمایا ہے کہ جب جزا و سزا
کا معاملہ ہو لیگا تو لوگ شیطان کو الزام دینگے تو شیطان کہیگا کہ میری تیرے زبردستی نہ تہی الخ
جب حضرت آدم اور حوا کی نسبت یہہ حکم ہوا تو آدم و حوا نے اپنے پروردگار سے معافی
چاہی اور آخر کار معذرت کے چند الفاظ اپنے پروردگار سے سیکہہ لیے اور کہا -
رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور اللہ
تعالی نے ان الفاظ کی برکت سے اونکی توبہ قبول کی اور اونکو توانا اور اونکو اپنی طاعت
کا رستہ دکہایا چونکہ ابلیس کو تا قیام قیامت مہلت دی گئی اور وہ کفار کو بہکاتا ہے -
جب حق تعالی سے جناب پیغمبرؐ نے درخواست نزول عذاب کی فرمائی تو جناب اقدس
الہی سے ارشاد ہوا کہ اے پیغمبر کیا تمنے اسپر نظر نہیں کی کہ ہمنے شیطانون کو کافرونپر
چہوڑ رکہا ہے - کہ وہ اونکو اُسکاتے رہتے ہین اور پہر اور مقام پر صاف بتا دیا کہ جب
قرآن پڑہو شیطان کے وسوسون سے پناہ مانگ لیا کرو جو لوگ ایمان رکہنے والے
اور اپنے پروردگار پر بہروسہ رکہنے والے ہین اونپر شیطان کا کچہہ بس نہیں چلتا اوسکا قابو
اونہیں لوگون پر ہے جو اوسکے ساتہہ ارتباط رکہتے ہین اور جو اوسکو شریک خدا ٹہراتے

نکتہ دوم - عالم کے خلق کی ابتدا اور خلیفۃ اللہ فی الارض کا پیدا ہونا -

نکتہ (۲) جب زمین کو پیدا فرمایا اوسمین اپنا خلیفہ بنانا چاہا -
اور اوسے سوکہے ہوئے گارے سے پیدا کیا اور اتنا اچہا بنایا
کہ فرمایا - دونون ہاتہہ سے بنایا اور اوسمین وہ روح ڈالی جو اپنی

طرف منسوب فرمائی - جب یہ ارادہ ظاہر کیا فرشتون نے آدم کے عیوب بیان کیے
اونکی تسکین فرما کر اونکو حکم سجدہ دیا اس رشاد سے امور ذیل ظاہر ہوتے ہین -

بیان ضرورت خلق خلیفہ

اوّل یہ کہ خلیفہ بنانے کی ضرورت تہی ورنہ حکیم مطلق اس تدبیر کو اختیار نفرماتا کیونکہ عادت الٰہی نظر بتکمیل یون جاری ہوی ہے کہ دنیا مین جو کچہ ہو اسباب کے ذریعہ سے ہوا کرے - اسباب بغیر ضرورت کے توڑے نہ جائین ضرورت مذکور ہمارے فہم کے مطابق یہہ ہے کہ جہان اضداد ہون و اضداد ایک دوسرے کو ضد ہونے کی وجہہ سے معدوم کرین - اور بجاے خود و بحال خود رکہنا بہی اونکا ضرور ہو - تو اونکے اندر ایک منتظم ہونا چاہیے کہ قبل از وقت ایک ضد دوسری ضد کو معدوم نہ کر دے - جب معدوم کرنیکا قصد کرے اوسے اوسکے ضررون سے بچاے اور بدلا دیکر ضرر کو روک دے - یہہ کام حاکم قوی کا ہے جسے سزا کا اختیار ہو - اور وہ بغیر پوری قدرت کے وجود مین نہین آسکتا -

خلیفہ کیسا ہونا چاہیے -

دوسرے - یہہ کہ خلیفہ ایسا ہونا چاہیے کہ جسپر اللہ کا خلیفہ ہونا صادق آسکے - جب وہ بشر ہو تو باوجود بشریت اوسمین وہ قوتین موجود ہون جسکے سبب سے اوسپر اطلاق اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کا ہو سکے - اور جب وہ حاکم تمام زمین کا اور کل کا حاکم بطور خلیفہ اللہ کے ہو - یعنی نہ حاکم فقط انسان کا - تو اوسکی حکومت تمام زمین اور زمین کی سب چیزون پر ہو جسمین عناصر اربعہ داخل ہین - ہوا اوسکے تابع ہو - پانی اوسکا تابع ہو - جو چیزین ارضیات مین داخل کہتی ہین اوسکی محکوم ہون -

جو جو منتظم ارض ہین اوسکے تابعدار ہون - جنات اوسکے مطیع ہون - چرند پرند حیوانات و نباتات اوسکا حکم مانین - چنانچہ یہہ قوت و حکومت ہر نبی کو حاصل تہی - ظہور اوسکا حضرت سلیمانؑ مین تہا لیکن معجزات دلیل وجود قوت کی ہر نبی مین ہین - معجزہ شمس و شق قمر و غرق فرعون و فتح احزاب نہوتے - گو حکم الٰہی اوسمین شامل ہو -

بنی آدم پر بہی اوسے خلیفہ ہونا چاہیے -

تیسرے - اللہ تعالیٰ نے جب یہ قصد ظاہر فرمایا فرشتون نے آدمی کے عیوب بیان کیے اللہ تعالیٰ نے یہہ نہین فرمایا کہ آدمی ایسے نہونگے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقصود ایک شخص کا پیدا کرنا نہ تہا بلکہ نوع بشر کا جنمین سے خلیفہ بہی ہون اور باعتبار نوعیت ہر شخص مین قابلیت حکومت کی ہو چنانچہ ہم دیکہتے ہین کہ کوئی فرد بشر اس مادہ سے خالی نہین - ہر آدمی اپنے گہر کا بادشاہ ہوتا ہے اور ہر ایک مین کچہہ نہ کچہہ حکومت کا مادہ موجود ہے تاہم اوسمین ایسے بہی ہون کہ قتل و خونریزی کرین - اس سے یہہ بہی لازم آتا ہے کہ جہان ارض کی حکومت مطلق کے لیے نوع بشر کا پیدا کرنا مقصود تہا اپنے ہی نوع پر بہی اوسے حاکم بنانا مقصود تہا خصوصاً اوس حالت مین کہ اسباب زندگی نوع بشر کے زمین سے مہیا کیے جائین -

خلیفہ ہمیشہ موجود ہونا چاہیے

چوتہے - جب وجود خلیفۃ اللہ فی الارض کا ضروری ہو تو لازم آتا ہے کہ ایسا خلیفہ ہر وقت زمین مین موجود ہو - ورنہ جب نہوگا وہ امور جو اس ضرورت کے پورا کرنے سے واقع ہوتے ہین سب درہم و برہم ہو جائینگے - ان چارون امر سے

امور ذیل نتیج ہوتے ہین۔

وجہ سجدہ ملائکہ۔

اول۔ یہہ کہ خداوند عالم نے فرشتون سے جو حضرت آدم کو سجدہ کرایا اوسکی وجہ یہہ تہی کہ مطابق ارشادات الٰہی کے فرشتے مدبر ارضیات و فلکیات کے ہین۔ مثلاً آفتاب زمین پر نور پیدا کرتا ہے جس سے آنکہہ کام دیتی ہے۔ اور اور بہت سے منافع پیدا کرتا ہے اوسکے مدبر فرشتے ہین۔ اور اسیطرح اور ستارے۔ تو لازم ہے کہ مدبران ارض و فلک اسکے محکوم بنائیے جائین۔ اول طاعت سجدۂ تعظیمی ہے۔ اور اسلیے حکم سجدہ لازم اور نہایت ضروری تہا۔

انسان کا بہترین مخلوقات ہونا

دوسرے۔ یہ کہ انسان اشرف المخلوقات اسلیے ہے کہ (۱) غرض اصلی اوسکے بنانے کی خلیفۃ اللہ ہونا ہے (۲) اوسمین وہ روح ہے جو اللہ تعالی کی طرف منسوب ہے اور اللہ تعالی نے اوسکا جسم دونون ہاتہہ سے بنایا ہے یعنی نہایت عمدہ۔

انسان کا صرف روح و جسم سے مرکب ہونا۔

تیسرے یہہ کہ ارشاد الٰہی کے مطابق انسان مین روح اور جسم ہے۔ روح بحیثیت انسان اور روح بحیثیت حیوان اور عقل و نفس جدا چیزین نہین ہین۔ جسم مین روح داخل ہو کر بذریعہ جسم منتفع یا متضرر ہوتی ہے۔ اور افعال روح و جسم مین ایک خاص تعلق ہے۔

خلیفۃ الارض اسوقت کون ہے

چوتہے یہہ کہ جب خلیفۃ اللہ فی الارض ہمیشہ موجود ہونا چاہیے اسوقت بہی موجود ہے۔ شیعہ حضرت امام مہدی کو خلیفۃ اللہ فی الارض

جانتے ہین۔ اہلسنت مین سے بیشتر حضرات قائل ہین کہ اقطاب وابدال کے ہاتھہ مین وہ حکومت ہے جو خلیفۃ اللہ کے ساتھہ مخصوص ہے مجھے اسبات کا یقین ہے کہ جس دن زمین مین اللہ کا خلیفہ نہوگا زمین اور اوسکی مخلوق باقی نہ رہیگی۔ ضرور نہین ہے کہ وہ اپنا اقتدار ظاہری ہمیشہ پورا عمل مین لاوے ورنہ دنیا امتحان گاہ نہ رہیگی پس وہ مطابق مصالح کے اپنا کام کرتا رہیگا۔ نیز ضرور نہین ہے کہ خلیفۃ اللہ نئے احکام جاری کرے ممکن ہے کہ وہ کسی نبی کے احکام جاری کرے مگر خلیفۃ اللہ ہو۔ جیسا اوسکی یہہ بہی ہے کہ احکام مصالح پر بدلتے ہین۔ چنانچہ منقول ہے کہ جناب رسول خدا درباب نکاح کے تاکید فرماتے تہے اوسی اثنا مین ارشاد فرمایا کہ ایک وہ زمانہ آئیگا کہ نکاح نہ کرنے کی تاکید کیجائیگی۔ لوگون نے پوچہا وہ کب ہوگا ارشاد ہوا کہ جب عورتون کے احکام کی تعمیل باعث ضرر فی الدین ہو۔ پس ایسی صورتون مین احکام ایک ہی نبی کے جاری کرنیکے لیے بہی خلیفۃ اللہ کا ہونا ضرور ہوتا ہے ورنہ یہہ فیصلہ کرنا کہ وہ ضرورت آج ہے یا نہین ہمارا آپ کا کام نہین نہ اوس فیصلہ پر اطمینان ہوسکتا ہے کہ ضرورت بدل جانے سے آج حکم بدل گیا۔

نکتہ سوم۔ فرشتون کے اعتراض اور جواب کی شرح

نکتہ (۳) اللہ تعالی نے جب اپنے ارادہ کو فرشتون پر ظاہر فرمایا تو اونہون نے کہا کہ تو ایسے کو پیدا فرمائیگا جو زمین مین خونریزی اور فساد کرے۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین۔ اونکا جواب دیکر حکم سجدہ دیا۔ ہمین امور ذیل قابل توجہ و التفات ہین۔

فرشتون کو عیوب بنی نوع بشر کے کیسے معلوم ہوے

اول یہہ کہ فرشتون کو یہہ امر کیسے معلوم ہوا کہ انسان خونریزی
اور فساد کریگا۔ وجہ اسکی تخمیر وکیفیت بعد تخمیر سے ظاہر ہے یعنی
یہہ کہ اللہ تعالی نے طینت حضرت آدم کو تخمیر فرمایا۔ تخمیر مین طین (یعنی مٹی) کے پانی کا
شمول اور ہوا کا شمول ضرور ہے کیونکہ پانی کے بغیر تخمیر نہین ہوسکتی۔ اور پانی کے شمول
کے بعد ہوا مادہ تخمیر کو پیدا کیا کرتی ہے۔ بعد تخمیر پھر اوسکو سکھلایا کہ وہ کھنکھن بولنے لگا۔
یہہ نو یا دو شمول حرارت و نار ہے۔ پس یہہ بیان ترکیب ظاہر کرتا ہے کہ انسان کی
خلق اضداد خاک و آب و ہوا و آتش سے ہوی۔ اضداد کا خاصہ یہہ ہے کہ ہر ضد اپنی ضد
کو معدوم کرے معدوم کرنے کی کوشش منتج فساد ہے اور خود انعدام نتیجہ خونریزی پس
یہہ امر فرشتون نے تخمیر سے سمجھا تھا۔

فرشتون کا دعوی اور اوسکا فیصلہ

دوم یہہ کہ فرشتون نے جو عیب انسان کا پیش کیا حق تعالی
پر بہی اعتراض تھا اوسکے ساتھ اونہون نے اپنی خوبی بیان کی تھی کہ ہم تحمید و تقدیس
کرتے ہین۔ یہہ اپنے دعوی کا پیش کرنا تھا۔ ہمیشہ دعوی مین وجہ ترجیح بیان کیجاتی ہے
اور اعتراض مدعی علیہ پر شامل ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات مین گو دیانۃ اعتراض حاکم پر بہی
جو معیوب نہین۔ لیکن دوسرے کو برا کہنا باوجود اسکے کہ اپنے دعوی کے پیش کرنیکا وقت
ہو اعلی درجہ کے آدمیون کی شان کے خلاف ہوتا ہے۔ تاہم یہانتک مضائقہ نہین
لیکن فرشتون کے دل مین کچھہ اور ہی تھا۔ کیونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ جو ظاہر کرتے
ہو اور جو چھپاتے تھے۔ اعتراض اور اپنا دعوی چھپایا نہین تھا۔ پس وہ کیا ہوسکتا ہے

اوس مین اولاً یہہ امر قابل توجہ ہے کہ وہ امر قابل چہپانے کے ہونا چاہیے
ثانیاً چہپانے والے فرشتے ہین اس لیے وہ بہی ہوسکتا ہے کہ فرشتے
دل مین اپنے مرتبہ کو اتنا بلند سمجہتے ہون کہ اوس سے زیادہ رتبہ اون
کے خیال مین نہ ہو لیکن حق تعالی کو قادر جان کر اوسے ظاہر نہ کرسکتے
ہون - یہہ قابل علاج تہا - ان تینون (یعنی اعتراض اور دعوی اور
خیال مخفی) کا جواب اللہ تعالے نے جو کچہہ دیا بیان اوس کا یون فرمایا ہے -
کہ جب پیدا کیا اور اون کی شکل بنائی اور اوسمین اپنی طرف سے روح پہونک
دی آدم کو سب کے نام بتا یے پہر اون کو فرشتون کے روبرو پیش کر کے
فرمایا - کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو ہمکو اون کے نام بتاؤ - بولے
کہ تو پاک ذات ہے جو تو نے ہمکو بتایا ہے اس کے سوا ہم کو کچہہ معلوم
نہین - تو ہے جاننے والا مصلحت کا - جب آدم نے اون کو نام بتا دیے
تو خدا نے فرشتون کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا - کیون ؟ ہم نے تمسے
نہین کہا تہا کہ زمینون اور آسمانون کے مخفیات تم کو معلوم نہین -
اس مین **جواب** اعتراض یہہ ہے کہ آدمی مین وہ روح ہے
جو منسوب الی اللہ ہے فرشتون مین نہین - اور تردید دعوی مع دوسرے
جواب اعتراض کے یہہ ہے کہ مقصود اصلی اسیسے برگزیدہ
انسانون کا پیدا فرمانا ہے جو بہ نسبت فرشتون کے ہر اعتبار

سے بہتر ہونگے اور اونپر اعتراض کرنا یا ترجیح ڈہونڈہنا نہایت غلط ہوگا۔ دلیل اسکی یہہ ہے کہ فرمایا ہے جنکے نام تعلیم فرمایے تہے وہ زمینون اور آسمانون کی مخفیات تہے اگرچہ وہ چیزین یعنی غیر ذوی العقول ہون تو ظاہر ہے کہ صرف نام جاننا کوئی بڑے فایدہ کی چیز نہین ماہیت بتلا دینے کے بعد نام بتلا دینے کا ذکر نہین۔ اگر ہر چیز کی ماہیت بتلا دی گئی تو گندم کے درخت کی بہی بتلا دی ہوتی۔ اس صورت مین شیطان نہ کہہ سکتا کہ مین آپ کو درخت خلد بتلاؤن۔ اس سے لازم آتا ہے کہ مراد مخفیات سے ایسے انسان تہے جنکا نام لے دینا کافی تہا۔ اونکے حالات نور وغیرہ اونکی خوبی کی ایسی دلیل روشن تہی جسکے ساتہہ کسی اور دلیل کے انضمام کی ضرورت نہ تہی۔ نہ وہ فساد کرسکتے تہے نہ خونریزی۔ بڑی دلیل اسکی یہہ ہے کہ اعتراض نوع بشریہ تہا اور مطابقت سوال کے جواب کے ساتہہ ضرور ہے۔ (یہہ ضرورت بدیہی ہے) **انتباہ**۔ جن لوگون نے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا کا ترجمہ کرنے مین کلہا کی ضمیر کا ترجمہ باضافہ لفظ چیز کیا ہے صحیح نہین ہے۔ ضمیر کا ترجمہ ضمیر کرنا کافی تہا۔ اسیطرح جن لوگون نے کہا ہے کہ سیارون اور زمین کی چیزون کے نام بتلایے اور دکہلایے وہ بہی خوب صحیح نہین ہوتا کیونکہ نہ وہ مخفیات تہین نہ اونکے پیش کرنیکی ضرورت تہی وہ تو سامنے تہین۔ نہ اوس سے تطبیق سوال کے جواب سے ہوتی تہی۔ اگر وہ بہی کثرت علم کے اثبات مین دکہلائی جاتین چندان خلاف مقصود نہین ہے مگر لازم ہے کہ ادنین اعلی درجہ کے انسان بہی شامل ہون جواب خیال مخفی کا یہہ سب امور ہین لیکن نازک جواب اسبات سے نکلتا ہے کہ یہہ

انکار نہین فرمایا کہ بعض انسان ایسے ہونگے جیسے تم کہتے ہو لیکن ہماری یہہ قدرت ہے کہ ایسون مین ایسے ہونگے جو تمسے بہتر ہون - ان سب کا علاج سجدہ تہا -

سجدہ کی دوسری ضرورت

سوم - ضرورت سجدہ اب صاف روشن ہوگئی - جسکو سعدی کا شعر خوب بتلاتا ہے ؎

ہر کہ گردن بدعوی افرازد	خویشتن را بگردن اندازد

یعنی جو طمع حصول حکومت ارض مین فرشتون سے وہ افعال سرزد ہوے تہے جو اونکی شان کے خلاف تہے اوسکی پاداش یہی تہی کہ نیچا کرین - اور یہہ علاج ہے -

فرشتون کے اس ذکر سے مخاطب کرنے کے وجوہ -

چہارم - یہہ ارشاد فرشتون سے - صلاح پوچہنا نہ تہا جسکی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہین ہے - جب یہہ اصلی وجہ نہین تو سوچنی چاہیے کہ فرشتون کو اس ذکر کے لیے اور سجدہ کے واسطے کیون مخصوص فرمایا تہا ؟ اسکے وجوہ تین معلوم ہوتے ہین (۱) یہہ کہ فرشتون کو محکوم خلیفۃ اللہ فی الارض کا بنانا تہا - جیسا بیان ہوا - سجدہ کرانا بڑا مطیع بنانا ہے (۲) یہہ کہ ترفع سے بڑی تکبر آتی ہے - تکبر وہ چیز ہے جسکو مخلوق کے لیے حق تعالیٰ سخت ناپسند فرماتا ہے - اور وہ متکبر کے لیے سخت مضر ہی ہے یہانتک کہ ترفع بہی - اوسکا دور کرنا اوسی کیلیے نہایت ضرور ہوتا ہے - (۳) یہہ کہ تعلیم اسما تکمیل قصد نصب بخلافت تہی - اور جب حکم سجدہ دیا وہ منصوب بخلافت کردینا تہا -

وجہ ترجیح انسان کی فرشتون پر

پنجم - یاد رہے کہ وجہ ترجیح انسان کی امتزاج اربع عناصر کے ساتہہ روح کا وجود ہے اور وہی ترکیب قابلیت حکومت ارض کی پیدا کرنا ہے - جو فرشتون

مین نہین ۔ اسی لیے وہ حاکم ارض نہین بنایے گیے ۔

مصلحت فرشتون کے خلیفہ نہونے کی ۔

ششم تفصیل اسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ فرشتون نے اقرار کیا کہ تو ہے جاننے والا مصلحت کا ۔ میرے نزدیک وہ مصلحت یہہ ہے کہ زمین کا حاکم زمین مین سے ہونا چاہیے تاکہ وہ اوسمین بآرام بسر کر سکے ۔ اگر فلکیات کے ساکن کو زمین مین اوتار کر سکونت زمین کا حکم ہوتا چونکہ خلاف طبیعت وخلقت ہوتا وہ اوسکے لیے عذاب [illegible] تعالی ایسا نہین کر سکتا جو سقیم حاکم ارض ہونے مین ہو سکتا تہا وہ یہہ تہا کہ قاعدہ یون جاری ہوا ہے کہ [illegible] کل پر غالب نہین آسکتا ۔ پس کوئی شخص مخلوق بارض ہی حاکم کل زمین کا نہین ہو سکتا ۔ یہہ سقم اسطرح رفع کیا گیا کہ اوسمین وہ روح ڈالدی جو اپنی طرف منسوب ہوا اور اوسکو وہ علم دیا جو فرشتون سے زیادہ ہو ۔ فضل اور ترجیح علم کی ظاہر ہے ۔

روح منسوب الی اللہ مخصوص حضرت عیسی نہین ہے ۔

ہفتم ۔ یہہ ہے کہ جو روح اللہ کی طرف جو حی و قیوم ہے منسوب ہو ظاہر ہے کہ اوسمین بقا زیادہ ہوگا ۔ یہہ عطا حضرت عیسی کے ساتھہ مخصوص نہین ہے ۔

نکتہ چہارم ذکر اوس وجہ کا جو اللہ تعالی نے شیطان کے سجدہ نہ کرنے کی بیان فرمائی ہے ۔

نکتہ (۴) اس ارشاد سے کہ شیطان نے سجدہ نہ کیا جو کہ وہ قسم جنات مین سے تہا اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا اور جنات آگ سے پیدا ہوے ہین ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان جنات مین سے ہے ۔ فرشتہ یا ہمزاد نہین ہے ۔ اور وجہ سجدہ نہ کرنے کی خود خداوند

عالم نے بتلائی ہے اور گویا خود اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالی نے جب جانتا تھا
کہ شیطان سے اتنی بدی واقع ہوگی کیون پیدا فرمایا۔ اور جب جانتا تھا کہ وہ طاعت
نہ کریگا حکم سجدہ کیون دیا" وہ وجہ اور جواب یہہ ہے کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا تھا اسلیے
اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بہاگا شرح اس جواب کی یہہ ہے کہ اولاً یہہ غور کرنا چاہیے
کہ مخلوق الہی مختلف عناصر سے بنی ہے اور ہر ایک مین سے وہ خواص جو اصل عنصر مین ہین
زائل نہین کیے گیے۔ آگ کا خاصہ یہہ ہے کہ جب ادنی سبب ہوتا ہے بہڑک اوٹہتی ہے
یہہ خاصہ بہی اوس سے دور نہین کیا گیا تہا۔ کیونکہ جب دور کیا جاتا تو اوس عنصر سے اوسے
پیدا کیون کیا جاتا۔ لیکن جیسا تمام مخلوق مین دیکہا جاتا ہے کہ مخلوق بہ عنصر مین ایک دوسری
بات پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح شیطان مین یہ دوسری بات پیدا کی گئی تہی کہ وہ اس عام خاصہ
کو یعنی بہڑک اوٹہنے کو روک بہی سکے۔ چنانچہ روکنے کی قوت کا وجود اسبات سے ظاہر
ہے کہ اوس سے مدت تک عبادت کرائی گئی تہی۔ ورنہ بہڑک اوٹہنا خلاف اطاعت ہے
اگر یہہ قوت روکنے کی نہوتی وہ کبہی طاعت نہ کرتا۔ اس سے یہہ بہی ظاہر ہے کہ جہان اوسے
اپنے مادہ کے روکنے کی قوت دی تہی اوسکی مشق بہی کرادی تہی۔ پس جب بہڑک اوٹہنے کا مادہ
بعد روکنے کی قوت اور اوس قوت کی مشق کے بہی بہڑک اوٹہے تو صاف معنی یہہ ہین کہ
شیطان نے اوسے نہین روکا۔ یہہ قصور پیدایش کا اور اسلیے کوئی الزام اللہ تعالی پر نہین ہے
علے الخصوص اوس وقت جبکہ اشتعال مذکور بڑا کارآمد ہو جسکا نتیجہ نظم عالم ہے۔ ثانیاً غور کرنا
چاہیے کہ حکم سجدہ اوسکے لیے ضروری تہا یا نہین۔ چونکہ حاکم فی الارض حاکم جنات کا بہی مقرر

ہے اور شیطان فرشتون کے ساتھہ تہا غلب ہے کہ جاکم جنات ہو۔ پس جتنا فرشتون کے لیئے حکم سجدہ ضروری تہا۔ جسکی وجہ ابہی بیان کیگئی شیطان کے لیے اوس سے بہی زیادہ ضروری تہا۔ کیونکہ شیاطین مین مادہ عدم اطاعت زیادہ تہا اور اونکا ترفع تکبر مذموم تہا

نکتۂ پنجم
وجہ مہلت دینے کی قیامت تک

نکتہ (۵) اس ارشاد سے کہ قیامت تک مجہے مہلت دے اور وہ دی گئی ایک وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خداوند عالم جانتا ہے کہ یہہ نافرمان ہے توکیون مہلت دی۔ مگر وہ دقت تہوڑے سے غور کرنیسے حل ہوجاتی ہے (۱) یعنی ذریعہ اور ابتداءً وجود مین آنے نافرمانی کا (جو مورث شر ہے) شیطان تہا۔ چونکہ ہر چیز اضداد سے پہچانی جاتی ہے اگر بدی نہو یا ختم ہوجایے تو نیکی اور خیر پہچانی نہ جاتی۔ جب نیکی کی شناخت مین تقابل شامل ہو تو حقیقت مین وجود شیطان اس حیثیت سے دلیل خیر ہے (۲) اوسکی صدہا سال کی عبادت کا بدلا کچہہ نہوتا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بدلا دینے والا ہے وہ کیونکر ایک سوال بہی بعد اتنے دنون کی بندگی کے پورا نہ کرتا خصوصًا جب اوسمین ایسی مصلحت عظیم موجود ہو۔ (۳) اللہ تعالیٰ کفر کے سبب سے کسی کو مار نہین ڈالتا جب مارڈالنا خلاف طریقۂ مقررہ کے ہوا وس وقت یہہ سوال پورا نہ کرنا مستلزم عجز تہا کیونکہ اوس سے یہہ بہی نکلتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور مکے جواب دینے کی نہین۔ یعنی تدبیر کا تدبیر سے۔ اب یہہ جواب دیا گیا کہ ہر برائی کارآمد ہے۔ (۴) دنیا نہوتی جنت بہی نہ ہتی اور جو انعام الٰہی بذریعہ دنیا مین آنیکے حاصل ہوتے ہین یعنی خلافت ارض وغیرہ نہوتے جسکی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

نکتہ ششم شیطان کا پہلا کام اور وجوہ تحریک اکل گندم

نکتہ (۶) اس ارشاد سے کہ شیطان نے کہا کہ پہر اونکو بہکاؤنگا اونکے آگے سے آؤن اور اونکے پیچھے سے اور اونکی داہنی طرف سے اور اونکی بائین طرف سے اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون - اور ان سب امور کے پورا کرنے کے لیے اوسنے گندم کہلانے کی تحریص کی تا کہ عورتین ظاہر ہوجائین - نکات ذیل سمجھہ مین آتے ہین - **اول** درخت گندم کے کہانے کی تحریک سے جسکے کہاتے ہی عورتین ظاہر ہوگئین ظاہر ہے کہ یہہ خاصہ درخت گندم کا ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ گیہون کی روٹی کو فولاد کا پیٹ چاہیے **دوسرے** یہہ کہ شیطان نے جو کہا کہ آگے سے آؤن اور پیچھے سے یہہ دلیل اسکی ہے کہ سب سے بڑا دخل شیطان کو اون معاملات کی نسبت ہے جنمین عورتین کو دخل ہے اور آنکھین بہی آگے ہوتی ہین اور منہہ بہی جو بڑا راستہ ہے **تیسرے** یہہ جو کہا ہے کہ داہنے سے آؤن اور بائین سے ان دونون طرف آدمی کے کان ہوتے ہین - ۵

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد	بسا کین دولت از گفتار خیزد

چوتھے یہہ جو کہا ہے کہ اور جسطرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون - ظاہر ہے کہ داہنی طرف جگر اور بائین طرف طحال اور دونون طرف گردے ہین - غذا جب جزو بدن ہوتی ہے انبعاث کی قوت گردون سے پیدا ہوتی ہے اور جب معدہ سے ابخرات پیدا ہوتے ہین دل پر اثر ہوتا ہے - یہہ سب ذریعے دخل شیطان کے ہین - **پانچوین** قوت حیوانی مادۂ خلق ہے جب وہ قوت مصرف صحیح مین کار آمد ہوتی ہے آدمی پیدا

ہوتا ہے اور وہی ذریعہ انبیا اور اوصیا رسے اشخاص کے وجود مین آنیکا ہے اور
کسقدر ضرور ہے اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ اگر وہ قوت مصرف غیر صحیح مین ضائع کیجائے
مورث تمام فسادات کی ہے۔ جیسے قوت حیوانی کا اصل مادہ حرارت ہے لیکن
حرارت صرف یہی کام نہین کرتی۔ اوس سے غصہ بھی بڑہتا ہے۔ غصہ کرنا بھی ایسا ہی
ہے۔ جب موقع پر آئے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ورنہ آدمی وقت ضرورت جان نہ دیسکتا۔
اور نیز غیرت کا مادہ پیدا نہوتا۔ (چنانچہ ہیجڑون مین یہ مادہ سلب ہوجاتا ہے) جب
غصہ بے محل آئے اوسی سے تمام فسادات پیدا ہوجاتے ہین۔ ساتوین چونکہ انبعاث
قوت حیوانی کا ذریعہ حرارت کے ہے اور اوسی سے قوت غضب بڑھجاتی ہے اسلیے
شیطان نے اسی ایک کام کو کیا جس سے اوسکے سب مطلب حاصل ہوگیے۔ آٹھوین
ان سب امور سے یہ امر مثل آفتاب نصف النہار کے روشن ہے کہ اس مادہ کا در اصل پیدا
کرنا کسقدر ضروری تہا اور جب وہ اطاعت شیطان سے مصرف غیر صحیح مین ضائع ہو
اوسکی سزا کا مقرر کرنا کسقدر ضروری تہا جسکا بیان الفاظ مختصر مین یہ فرمایا ہے۔ بنی
آدم مین جو تیری پیروی کریگا ہم بلاشبہہ تجہسے اور اونسے جہنم کو بہر دینگے۔ اور یہ امر بھی ایسا
ہی روشن ہے کہ جناب اقدس الٰہی نے اس سبب سے کہ یہہ قوت باوجود ایسے عمدہ ہونے
کے ونارت سے خالی نہین کیونکہ محض حیوانی قوت ہے۔ اشرف المخلوق کی قوت متعلق
شرافت کے نہین ہے۔ اسکو ایسی طرح پیدا کیا کہ اتنی بہی نسبت خلق شر کی اوسکی ذات مقدس
کی طرف نہین ہوسکتی۔ اگر اس مقام پر توجہ فرمائیگا بجاے اسکے کہ شبہات الزام پیدا ہون عجیب

وغریب صنعت ظاہر ہوگی اور لازم ہوگا کہ سجدۂ شکر بجا لاے۔

نکتۂ ہفتم
شیطان کا دوسرا کام اور عموماً اوسکا اضلال۔

نکتہ (۷) شیطان نے جو کہا ہے کہ سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی اور جس طرح بن پڑے اونکو بہکا کر رہون مگر تیرے خاص بندہ کہ وہ بہکانے مین آنیوالے نہین ہین۔

نہ اونپر زور ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہہ بہکانا ہر فرد بشر کے لیے عام ہے خاص بندون مین اور عام بندون مین اثر کا فرق ہوتا ہے۔ عوام بہکانے مین آجاتے ہین اور اسطرح آتے ہین کہ اونپر شیطان غالب ہوجاتا ہے۔ خواص مغلوب شیطان نہین ہوتے۔ چاہے بہولے سے ہو کہ مین آجائین یا نہ آجائین۔ عموم اس کوشش کا اور مددِ الٰہی کا ذکر آیۂ ذیل مین صاف ہے

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلْقَى ٱلشَّيْطَٰنُ فِىٓ أُمْنِيَّتِهِۦ فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ ٱللَّهُ ءَايَٰتِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اور ہمنے تمسے پہلے کوئی ایسا رسول نہین بہیجا اور نہ کوئی ایسا نبی کہ اوسکو یہہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اونہون نے تمنا کی شیطان نے اونکی تمنا مین لا یعنی وسوسہ یا فتور پہر خدا نے اوس چیز کو جو شیطان نے ڈالی تہی دور کرکے اپنی آیتون کو مضبوط کردیا اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جب اس ارشاد کو ارشاد پارۂ ۱۶ سے۔ یعنی شیطان کو اللہ تعالیٰ نے کفار پر چہوڑ رکہا ہے کہ اونکو اُکساتے رہتا ہے"۔ ملا لیے تو صاف معلوم ہوگا کہ شیطان کے وجود مین یہہ حکمت ہے کہ شیطان کی کوشش اچہون کے زیادہ مضبوط یعنی عمدہ کردینے کا سبب ہوتی ہے وہی کوشش برون کے لیے دنیا مین زیادہ منہمک

کرکے اونکو بحیثیت دین خراب کردینے کا سبب ہوتی ہے مگر بحیثیت دنیا ایسے منافع پیدا ہوتے ہین جو نہایت بزرگ ہین۔

نکتہ ہشتم
حضرت آدم اکل گندم سے عداد بندگان خاص سے نہین نکلے۔

نکتہ (۸) اللہ تعالی نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو ہمارے خاص بندے ہین او نپر تو تیرا کسی طرح کا زور نہین ہے حضرت آدم ع بسبب کہانے گندم کے خاص بندون کی شمار سے (دوامًا یا چند روزہ) نکل گیے یا نہین اسمین امور ذیل قابل التفات و توجہ ہین۔ (۱) وجہ ممانعت کیا تہی (۲) کیونکر حضرت صفی اللہ نے گندم کہایا۔ (۳) اونکے فعل کو اللہ تعالی نے کن الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ (۴) اونکی سزا او شیطان کی سزا مین کیا فرق ہے اور وہ حقیقت مین سزا ہے یا نہین (۵) وجہ توبہ کیا تہی۔

وجہ ممانعت۔

امر اول کی نسبت کئی امر قابل غور ہین۔ (۱) اول یہہ کہ حق تعالی نے فرمایا ہے۔ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ان سب کے معنی یہہ ہین کہ وجہ ممانعت یہہ تہی کہ اگر گندم کہالوگے جنت سے لازماً نکل جانا پڑیگا اور اون نعمتون سے جو جنت مین ہین محروم ہوگے۔ اور اپنے ہاتہون اپنے آپ کو او مصیبت مین ڈالوگے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جب حضرت آدم کو اللہ تعالی نے خلیفہ زمین بنایا تہا زمین مین جانا اونکا لازم تہا تو کیون اونکو منع کیا اور کیون گندم کے

نہ کہانے کا عہد کیا۔ دونون امور کے ملانے کے بعد وجہ اسکی سوا اسکے اور کچہہ نہین ہوسکتی کہ کمال شفقت وعنایت ظاہر ہوا اور ذات اقدس الہی ہر خیالی الزام بانشکایت سے بری رہے۔ یاد رہے کہ نوع بشر نے امانت کا بوجہہ اوٹہانا خود قبول کیا تہا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

ترجمہ۔ ہمنے دکہلائی امانت آسمانون کو اور زمین کو اور پہاڑون کو پہر سبنے قبول نہ کیا اوس کو اوٹہاوین اور اوس سے ڈر گیے مگر اوٹہا لیا اوسکو انسان نے۔ وہ ہے بڑا بے ترس نادان۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان خلیفۃ اللہ اس بار امانت اوٹہا لینے کے سبب سے بنا تہا اور مشیت الہی اوسکے زمین پر جانے کی اسلیئے مقتضی ہوی تہی کہ خود اوسنے زمین پر جانا چاہا تہا لیکن امتحان مین پڑنا نوعی مضرت سے خالی نہین ہوتا اسلیئے جتنے طریقے زمین پر جانے کے تہے اون سب کی نسبت بار بار تاکید کے ساتہہ ممانعت کیگئی تہی کہ اگرچہ رتبے بڑے ہین تکلیف بہی بڑی ہے۔ اس ممانعت کی کمال شفقت ہونے کی مثال ایسی ہے کہ جب کسی کا بیٹا ہمت سے زیادہ کام کرنا چاہے تو قصد کے وقت باپ کا دل دکہہ جاے اور اوسپر ملامت اور ممانعت کرے اور جب وہ کر گذرے تو بڑی جزا دے۔ اسی لیے جب آدمی نے بار امانت اوٹہا لینا قبول کیا اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ ہے بڑا بے ترس نادان۔ چنانچہ اگر کوئی آدمی شیر کا مقابلہ کرے جس وقت لڑنے جاے ضرور وہ نڈر اور نادان ہے لیکن اگر شیر کو مار لے ظاہر ہوگا کہ وہ اعلی درجہ کا

آدمی ہے۔ اس امتحان سخت مین پڑنا جسمین آدمی پڑا شیر کے مقابلہ سے کم نہین (۲) ممانعت یہہ تھی کہ اس درخت کے پاس مت پھٹکنا ایسا کروگے تو تم اپنا نقصان کروگے ایسا نہو کہ ابلیس تم دونون کو جنت سے نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجاے اور بہشت مین تو تمکو ایسے مزے ہین کہ نہ تم بھوکے رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو نہ پیاسے نہ آفتاب کی گرمی اوٹھاتے ہو۔ اس ممانعت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ وجہ ممانعت امتحانگاہ مین جانا اور نفع حال کا مفقود ہو جاتا تھا (اگرچہ اوسمین بڑے منافع آیندہ کے خطرہ کے ساتھہ موجود ہون) اسلیے وہ صرف اوسی قسم کی صلاح نیک بتلاتا ہے جسکی مثال ابھی دی گئی۔ دوسری مثال اوسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالی استحقین بہشت کی نسبت فرماتا ہے۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ یعنی اور جو بیہودہ مشغلون کے پاس سے ہوکر گذرین تو کریمانہ گزر جاتے ہین۔ اگر کوئی اسطرح نہ گذرے گنہگار نہین۔ ممانعت اسلیے ہے کہ اسطرح نہ گذرنا موجب آفات ہوگا کیونکہ ایسی صورتون مین احتمال غلطی کا بیشتر ہے اور جب غلطی ہوگی اوسکی باداش ہوگی۔ نہ گذرنے کی کوئی باداش نہین۔ یہہ امر ضرور ہے کہ ہر حکم الہی نفع انسانی مین محدود ہے لیکن منافع کے اقسام پر لحاظ کرنیکے بعد اقسام احکام مین ہمیشہ فرق ہوا کرتا ہے۔ جو افعال صورت ایسے منافع کے ہین کہ مضرت اونمین نہین ہے۔ یا صورت ایسے مضرت کے ہین کہ مضرت زیادہ اور غالب ہے اونکی نسبت احکام اور طرح کے ہوجاتے ہین۔ جو ایسے نہین ہوتے۔ صرف فضل و عدم فضل کا فرق ہوتا ہے دوسری طرحکے۔ حنفیہ کے مصطلحات فقہا یہہ ہین۔ واجب اور فرض وہ ہے جسکا کرنا ثواب ہو۔ نکرنے مین عذاب

مستحب اور سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے ترک مین عذاب نہین ۔ مکروہ وہ ہے جسکے نہ کرنے مین ثواب ہے کرنے مین عذاب نہین ۔ حرام وہ ہے جسکے کرنے مین عذاب ہے ترک مین ثواب ۔ یہہ طریقہ ممانعت خود دلیل اسبات کی ہے کہ گندم کہانا حرام نہین ہے ۔ بلکہ مورثِ فقدانِ بعض راحت موجود کا ہے جسکو ثواب اور عذاب سے کچھہ تعلق نہین ۔ کیونکہ ایسا مادہ جو باعث خلق ہو پیدا کرنا حرام نہین ہوسکتا ۔ نہ وہ جنت مین حرام تہا نہ دنیا مین ۔ جنت مین حرام نہونے کی دلیل یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے نظر بکمالِ شفقت تاکہ بہول نہ جائین گندم نہ کہانے کا عہد لیا تہا ۔ معاہدہ کی امور جائز مین ضرورت نہین ہوا کرتی ۔ اوسمین صرف ممانعت کیجاتی ہے ۔ اور مرتکب کو سزا دیجاتی ہے ۔ معاہدہ جائز مین ہمیشہ ایک فعل جائز بدل دوسرے فعل جائز کا ہوتا ہے ۔ یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ محتاجِ دلیل نہین ۔ اگر عذاب و ثواب متعلق سے کیے جائین اور اصطلاح کی بنا پہ دیکہا جاویے تو اکل گندم مکروہ ہوگا نہ حرام ۔

کیونکر حضرت آدم نے گندم کہایا ۔

امر دوم کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان نے دونون میان بی بی کو بہکایا اور بہسلایا اور قسمین کہا کہا کر بیان کیا کہ مین بلاشبہہ تمہارا خیرخواہ ہون ۔ غرض دہوکہ سے اونکو درخت ممنوع کے کہانے کی طرف مائل کرلیا ۔ اور وہ عہد کو بہول گیے اور ہمنے اونکے ارادہ مین استقلال نہ پایا اس سے امور ذیل سمجھہ مین آتے ہین ۔ (۱) کہ حضرت آدم نے جو گندم کہایا وہ سہو عہد تہا اور دہوکا ۔ جو چیز سہو سے واقع ہو یا دہوکہ سے قابلِ داروگیر نہین ۔ ایک مثال اوسکی

یہہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مان سے نکاح کرلے جب وہ جانتا نہو کہ یہہ میری مان ہے اور
اور بعد قربت اوس سے اولاد پیدا ہو تو وہ شخص قابل بازپرس نہین ہے۔ اسلیے کہ مان
ہونا اوسکا بہولا ہوا تہا۔ دوسری مثال اوسکی یہہ ہے کہ اگر کوئی حاکم شیطان صفت
گواہون کے بیان حلفی پر اعتبار کرکے دہوکہ سے بیگناہ کو سزا دے مجرم نہین اسلیے
کہ وہ دہوکا تہا۔ باقی رہا یہ امر کہ ممانعت بہی بہول گیے تہے یا نہین۔ چونکہ ممانعت اور عہد
ساتہہ ساتہہ تہے لازم ہے کہ ممانعت و عہد دونون کو بہول گیے۔ یہہ اعتراض پیدا ہوتا ہے
کہ درخت ممنوع اونکو بتلا کر جتلا دیا گیا تہا اسلیے عام قیاس مقتضی اسکا ہے کہ جب وہ اوسکو دیکہتے
ہونگے ممانعت یاد آجاتی ہوگی اور اوسکے ساتہہ ہی عہد بہی۔ جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ قیاس
وہی کرسکتا ہے جو حالات انسانی سے غفلت کرے۔ کیونکہ موت ایسی چیز ہے جسکا یقین
اسقدر ہے کہ کسی دوسری چیز کا ایسا یقین نہین ہے۔ یہان تک کہ نام اوسکا یقین ہوگیا
ہے۔ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ آدمی جب اپنے آپ یا دوسرے کو دیکہے موت یاد آجائے
لیکن آدمی اوسکو ہر وقت بہولا رہتا ہے۔ اگر بہول مین نہ رہتا لازم ہے کہ کوئی کام دنیا کے
سامان کا نہ کرتا۔ پس یہہ کہنا کہ جب حضرت آدم درخت گندم دیکہتے ہونگے ممانعت یاد
آجاتی ہوگی اور عہد بہی انسانی سہو کے مقابلہ مین کوئی چیز نہین ہے۔ یہہ کہین ارشاد نہین
ہوا کہ جسدن شیطان نے دہوکا دیا اوسی دن گندم کہا لیا تہا۔ بلکہ خود سہو دلیل طول مدت
کی ہے۔ مذاق شرعی کے مطابق ایک نہایت چسپان مثال یہہ ہے کہ آدمی روزہ
رمضان المبارک کی نیت کرے جو ایک عہد ہے اور پہر بہولکر کہانا کہالے اور نیت

اوسوقت تک یاد نہ آئے جبتک سیر ہواس سہو سے روزہ ساقط نہین ہوتا (۲) وہ عزم جو اللہ تعالی نے نہین پایا وہ کیا ہو سکتا ہے ؟ یا یہہ کہ جو ارادہ مستقل نسبت گندم کے تہا اوسپر بقا نہوا - یا یہہ کہ عزم عام طور پر نہ پایا گیا - امر اول یعنی عدم استقلال نسبت ترک گندم کے اس عزم مین مراد نہین ہو سکتا - اسلیے کہ اوسمین تو سہو شامل ہو گیا - جب سہو ہستو جب یاد اشت نہین کرتا اوسپر طلاق عدم عزم کا بہی نہین ہو سکتا - پس متعین ہے کہ مراد عموم عزم سے ہے - اب خاص جناب آدم صفی اللہ کے معاملہ مین دیکہنا چاہیے کہ عموم عدم عزم کا نتیجہ کسی خاص فعل سے نکالا ہے یا تمام افعال سے ؟ کوئی فعل اوسوقت سے پہلے جب یہ معاملہ ہوا سوا اسکے حضرت آدم نے نہین کیا تہا کہ اللہ تعالی نے جب بار امانت اوٹہانے کو یعنی حکومت و اختیار کو جملہ مخلوق سے کہا تو یہہ بار نوع بشر نے قبول کیا - حضرت آدم اونکی اصل تہے - پس یہی فعل ذریعہ اس نتیجہ کا ہو سکتا ہے اور وہ اسطرح نکالا جا سکتا ہے - کہ جب حضرت آدم جنت کے آرام مین رہے تو اونہون نے چاہا کہ اب مین بہ جسکے وہ خلیفہ ہوے تہے جاوین - اور اونہون نے یہہ چاہا کہ تکلیف امتحان مین نہ پڑین (۳) انسان مین سہو کا مادہ ہے - یہہ مادہ خاصہ اوس طریقہ کا ہے جو اللہ تعالی نے انسان کے پیدا فرمانے مین اختیار فرمایا یعنی خاک و آب و آتش و ہوا مادہ خلق انسانی ہین - یہہ چارون چیزین اضداد ہین - جب ایک ضد کا عمل غالب ہو جاوے لازم ہے کہ دوسری ضد کے عمل کو یا زائل کرے یا کم کرے - قوت حافظہ متعلق دماغ کے ہے - دماغ اوسوقت تک صحیح ہے جب تک چارون اخلاط مناسب

حالت مین ہین۔ حب حالت مناسبت مین نہونگی قوت حافظہ مین ضعف ہوگا وہی سہو ہے۔ ایک صورت یہہ ہے کہ یہہ قوت محدود ہے جب تمام قوت حافظہ دوسری چیزون مین مصروف کردیجاییے اون چیزون مین جسمین صرف ہوے سہو نہوگا باقی مین سہو لازم آئیگا انسان مین سہو کا مادہ رکہنے کے مصالح بہت ہی عظیم ہین۔ (۱) اسکو یا سہو کہیے یا بہولا پن اگر نہوتا انسان انسان نہوتا خدا ہوتا۔ کیونکہ وہ روح اوسمین موجود ہے جو منسوب الی اللہ ہے۔ وہ اطاعت نکرتے۔ یہی مادہ اطاعت کرکے انسان کو بندہ بناتا ہے (۲) اگر آدمی کو کبہی غفلت نہوا کرتی تو وہ آرام نہ کرتا اگر آرام نہ کرتا مرجاتا اسلیے کہ اضداد جب اپنا عمل کرنے مین مصروف ہون تو روک ایک دوسرے کو تہکا دینے والی ہوجاتی ہے۔ (۳) اگر غفلت یا سہو نہوتی آدمی کی مصروفیت دنیا مین نہوتی یا اور طرح کی ہوتی جو خلاف اس نظام کے تہا۔ دنیا کے تمام کامون اور اختلاف مراتب مین خلل پڑتا (۴) انسان ایسا سرکش ہوتا کہ بدی اوسکے روکنے سے باہر ہوجاتی اوسکا دینا مصلحت کے بالکل خلاف تہا۔ پس جب یہہ خاصہ لازمی ہوا اور ایسے مصالح سے بنایا گیا ہو اوسکے بموجب اگر کسی شخص سے کوئی عمل ہوجاییے ظاہر ہے کہ وہ معذور ہے۔

فعل اکل گندم کے متعلق الفاظ الٰہی کی شرح۔

امر سوم۔ کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ایسا کروگے تو اپنے اوپر ظلم کروگے۔ ایسا نہو کہ تم دونون کو شیطان نکلوا باہر کرے اور تمہاری شامت آجاییے۔ اور فرمایا ہے کہ تو اپنے پردہ کی چیزین اونپر ظاہر ہوگئین اور لگے باغ بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے۔ پس آدم نے

اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بے بہرہ ہوگیے اصل الفاظ یہہ ہین ۔ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ ۔ فَتَشْقٰى ۔ عَصٰى ۔ فَغَوٰى ۔

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ مین ظلم سے اپنے نفس کا ظلم مراد ہے جو نوعیت ممانعت سے ظاہر ہے یہہ لفظ قصہ حضرت آدم ہی مین استعمال نہین فرمایا بلکہ قصہ اول یعنی بار امانت اوٹہانے مین بہی استعمال فرمایا ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۔ ظاہر ہے کہ انسان نے اوسوقت کوئی فعل جو دوسرے پر ظلم ہو نہ کیا تہا اور اگر وہ باعتبار طبیعت کے دوسرون پر ظالم ہوتا حق تعالی بار امانت اوسکو دینے کے لیے پیش نکرتا چنانچہ فرمایا ہے اِنَّهٗ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِينَ ۔ یعنی ہماری خلافت ظالمون کو نہین ملتی ۔ پس یہہ لفظ حضرت آدم کو شمار بندگان خاص سے نہین نکالتا ۔

فَتَشْقٰى کے مادہ کا لفظ قصہ قبول دعای حضرت زکریا مین بہی ہے وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۔ اسلیے جو ترجمہ ہے بہت صحیح ہے کہ بے بہرہ ہوگیے اور بے نصیب ۔ یعنی اون فوائد اور رمزون سے جو جنت مین تہے محروم ہوگیے یہہ بہی خلاف بندہ خاص ہونیکے نہین ہے ۔ عَصٰى کا ترجمہ نافرمانی ہے ۔ اسکے معنی گناہ مستوجب سزا کے بہی ہین اور اوس نافرمانی کے بہی جو مستوجب عقاب نکرے ۔ اب یہہ غور کرنا چاہیے کہ جب گناہ بسبب سہو کے ہو جسمین گناہگار ماخوذ نہین ہوتا تو ان سب الفاظ کا اطلاق متعلق گناہ مستلزم عقاب کے ہوگا یا صرف اوس گناہ کے جو خلاف مصلحت ہونیکی وجہ سے موجب تکلیف ہو اور عقاب نہو؟ نوعیت فعل خود دلیل اسبات کی ہے

کہ معنی اول کے سوا دوسرے معنی مراد نہین ہوسکتے - لیکن ساتھہ ہی اوسکے یہہ امر
ہے کہ آخر پہر بہی کیون ایسے الفاظ استعمال ہوے ظاہر وجوہ اوسکے یہہ ہین کہ مرتکب
اس فعل کے حضرت آدم صفی اللہ تہے اور بڑے رتبہ کے تہے یعنی خلیفۃ اللہ فی الارض عالم
باکمال ایسے بزرگ کا وہ فعل جو خلاف بتلائی ہوئی مصلحت کے ہوا اوسکی شان سے بہت
بعید ہے - یہہ امر کہ بڑے مرتبہ کی بابت تہی جو ارشاد الہی سے ثابت ہے اسلیے کہ
حق تعالی فرماتا ہے فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ تفسیر جلالین مین تفسیر اسکی یہ لکہی ہے کہ بسبب
اوس غرور کے جو شیطان کو تہا اوسنے حضرت آدم کو اوس منزلت سے گہٹا دیا جو اونکو
اوسوقت حاصل تہی یعنی پہلے اس سے سہوًا بہی کوئی ایسا فعل نہوا تہا پس یہہ بہی خاص
بندون کے شمار سے نکل جانا نہین ہے اسلیے کہ ہمین شک نہین ہوسکتا کہ مراتب
بزرگ جنکو ملتے ہین اونکے مشکلات بڑہ جاتی ہین ع جنکے رتبہ ہین سوا اونکو سوا مشکل ہے -
چنانچہ دیکہیے کہ دنیا مین کیا ہو رہا ہے اگر ایک اخبار مین کسی بڑے افسر کی نسبت ایک خبر
مشہور ہوجاتی ہے کہ اوسنے کوئی فعل خلاف شان کیا اوسکو واجب ہوتا ہے کہ اپنے آپکو
صاف کرے - اگر صاف نہین کرسکتا اوس مرتبہ سے گرا دیا جاتا ہے - یہانتک یہہ امر
زور سے جاری ہے کہ بڑے آدمی جب کوئی ذراسی ذلت مین مبتلا ہوجاتے ہین جو اوردن
کیلیے کچہہ نہین ہوتی - مثلاً پارلیمنٹ مین کسی کی بات مسترد ہوجاوے تو وہ فوراً پارلیمنٹ مین
نشست چہوڑ دیتا ہے اور عہدے سے مع اپنے متعلقون کے علحدہ ہوجاتا ہے
جو اونسے کم رتبہ کے افسر ہوتے ہین - یہانتک کہ نواب معلی القاب لفٹننٹ گورنر جب اونکی

رپورٹین نامنظور ہوتی ہین وہ چپکے بیٹھے رہتے ہین اونکو برداشت کرتے ہین یہی حال دین کے
اصحاب مراتب بزرگ کا ہے چنانچہ حضرت یوسف ع کے قصہ مین ارشاد ہوا ہے کہ جس
شخص کی نسبت حضرت یوسف نے سمجھا تہا کہ اسکے سبب مخلصی ہو جائیگی اوس سے
کہا کہ اپنے آقا کے پاس میرا بہی تذکرہ کرنا کہ مین ناحق قید ہون تو شیطان نے اوسکو اپنے
آقا سے اسکا تذکرہ بہلا دیا تو یوسف کئی برس قید خانہ مین رہے معنی یہہ ہین کہ اتنی سی
استعانت ابشر سے حضرت یوسف کی شان کے خلاف تہی اسلیئے ناپسند ہوی اور اونکو
تکلیف قید مین پڑا رہنا پڑا۔ اہل دنیا ہمیشہ اہل دنیا کی استعانت کرتے ہین اور اسباب
پیدا کرتے ہین۔ اونکو اتنا بڑا ضرر یا کوئی ضرر نہین ہوتا۔ شبہہ نہو کہ شیطان نے یہہ
کام اچہا کیا اسلیے کہ اوسکا یہہ فعل بہی اچہا نہ تہا کیونکہ سزا اوسکے ہاتہہ مین نہ تہی۔ مگر چونکہ وہ
ہر بزرگ کو دق کرتا ہے اوسنے اوسی کے مطابق عمل کیا تہا اللہ تعالیٰ نے روک اوسکی
اسلیے نہ کی کہ یہہ فعل حضرت یوسف کا پسندیدہ نہ تہا۔ اس مقام کو اوس مقام سے مقابلہ
فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے قصۂ حضرت یوسف مین فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی برہان نہ دیکہتے
تو وہ اوس عورت کے ساتہہ ارادۂ بد کرتے چونکہ وہ فعل عصیان مستوجب پاداش تہا اسلیئے وہان
مدد کی گئی اور برہان دکہلائی گئی یہہ امر بہی قابل توجہ ہے کہ شیطان کی برائی کارآمد ہوی نسبت
معاصی انبیاء کے اور معاصی عامۂ خلائق کے ایک بار یک فرق قابل ہمیشہ یاد رکہنے کے
ہے کہ انبیاء ہمیشہ مراتب عرفان مین ترقی کرتے ہین بعد ترقی مرتبہ اولیٰ اونکو اپنی شان کے
خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اوس حالت کو عصیان جانکر طلب مغفرت کرتے ہین۔ اونکا وہی

گناہ ہے جو تقرب کا گناہ ہے۔ ہمارا گناہ حقیقت مین مستوجب پاداش ہے۔ جناب رسول خدا محمد مصطفے صلعم کی نسبت جو حکم استغفار ہوتا تہا وہ یہی تہا۔ ان سب امور سے ظاہر ہے کہ وہ فعل چونکہ فی نفسہ مثمر تکالیف تہا (یعنی امتحانگاہ مین آنا جسمین نوعے ضرر تہا اور اندیشہ کہ بہت سے امتحان مین کامل العیار نہ نکلینگے) اسلیے اوسپر اطلاق عصیان کا ہوا۔ اور اگرچہ وہ فعل بسبب سہو کے ہوا فی نفسہ نافرمانی تہی۔ ان دونون امر یعنی فعل اور سبب مین فرق کرنا چاہیے سبب سے مدارج کی نوعیت بدل جاتی ہے فعل کی کیفیت نہین بدلتی۔ چنانچہ وہ فرق دونون مثال مذکورہ مین ظاہر ہے۔ نکاح مذکورہ مین جو اولاد ہوگی وہ حلال کی اولاد نہوگی۔ اور فعل کی برائی باقی رہیگی گو سہو سبب برات ذمہ کا ہوگا۔ مثال حاکم مین بیگناہ کے قید ہوجانے سے متعلق ذات اسیر کی جو برائی ہوی وہ بزرگ اور باقی رہنے والی ہے۔ گو ذات حاکم کی بری ہے۔

غوای کے معنی گمراہی ہین اوسکے دوسرے لفظ راستہ سے بہٹک جانا ہے اوسمین وہی امر شامل ہے جو عصیان مین ابہی بیان کیا گیا۔ یہہ لفظ بہی شمار بندگان خاص سے نہین نکالتا۔

بیان فرق سزاے حضرت آدم و شیطان۔

امر چہارم کی نسبت کیفیت سزا پر توجہ ضرور ہے۔ اللہ تعالی نے جو کیفیت سزا حضرت آدم کی اور شیطان کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے کہ خدا نے شیطان اور آدم سے فرمایا کہ تم دونون بہشت سے نیچے اوتر جاؤ۔ تم مین سے ایک کا ایک دشمن ہیگا۔ جو سزا خاص حضرت آدم کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے کہ تمکو ایک وقت

خاص یعنی مرتے دم تک زمین پر رہنا ہوگا اور تمہارا سامان زیست بہی وہین مہیا ہے ۔ جو
سزا خاص شیطان کی بیان فرمائی وہ یہہ ہے ۔ کہ تجکو یہہ شیخی ہے ۔ تو بہشت سے اوتر
کہ ذلیلون کا ایک ذلیل تو بہی ہے پہر حکم ہوا کہ روز قیامت تک تجہپر پہٹکار پڑی برا کرنگی
اور ہم تجسے اور تیری پیروی کرنیوالون سے جہنم کو بہر دینگے ۔ اسمین یہ فرق ظاہر موجود ہے
کہ حضرت آدم کو نہ دوام دنیا مین رہنے کا حکم ہوا نہ اونپر راندہ درگاہ ہونیکا اطلاق ہوا
نہ اونکو جہنم کے عذاب کا بسبب متابعت شیطان کے اسلیے کہ اونکا فعل سہواً تہا ۔
شیطان نے چونکہ یہہ سب امور دیدہ و دانستہ کیے تہے اوسکے لیے یہہ سب سزائین
تجویز ہوئین کہ ہمیشہ زمین پر رہے ہمیشہ ملعون رہے ۔ بعد ختم دنیا جہنم مین رہے ۔
اس فرق مین یہہ اور نازک فرق ہے کہ حضرت آدم کا زمین پر آنا نتیجہ گندم کہانے کا تہا
جسکے خاصہ ہونیکا بیان کیا گیا ۔ ظاہر ہے کہ جب فضلات انسان سے جاری ہون اور آلات
حیض و نفاس کے ساتہہ ہو انسان جنت مین رہنے کے قابل نہین رہتا ۔ پس جو چیزین خاصہ
لازم ہون اور عذاب مقررہ الٰہی نہون وہ سزا نہین ہین ۔ نتائج ہین اور معنی یہہ ہین کہ برای
نام ہی سزا نہ تہی وہ نقصان تہا جو خود کر لیا تہا جیسے کوئی چاقو ہاتہہ مین لیلے اور بچپنی
مین اوسوقت ہاتہہ کٹ جاے جب کوئی بزرگ منع کر چکا ہو ۔

کیفیت و وجہ توبہ ۔

امر پنجم کی نسبت زیادہ بسط کی ضرورت نہین ہے ۔ توبہ ایسے
امر کے لیے کرنا جو اپنے نفع غیر ذنب مین محدود ہوا در سہواً اوسکا ارتکاب ہوا ہو ۔ (۱) نشانی
کمال عبودیت و فرمانبرداری کی ہے (۲) ذریعہ حصول کمال عنایت آقا کا ہے ۔ اور یہ دونون

ایسے ہی لوگون سے ہوسکتے ہین جنکی صفات اقصای غایت کمال کے ہون - یہہ
دونون امر نوعیت بیان توبہ سے مثلِ آفتاب روشن ہین - چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ حضرت
آدم اور حوّا نے اپنے پروردگار سے معافی چاہی اور اپنے پروردگار سے معذرت کے
چند الفاظ سیکہہ لیے - ان الفاظ کی برکت سے اللہ تعالی نے اونکی توبہ قبول کی اور انکو
نوازا معنی یہہ ہین کہ جب حضرت صفی اللہ نے اوس مرتبہ عالی کے موافق جو اونکو حاصل تہا
بعد فرمان عمل کرنے مین سہوًا فروگذاشت کی اور مبتلا اوس نتیجہ کے ہوے جو لازمی تہا
اور اللہ تعالی نے سہو پر متنبہ کیا اوسوقت حضرت آدمؑ پشیمان ہوے اور حد سے زیادہ پشیمان ہوے
اور زور سے معافی چاہنے لگے - یہہ فعل اسقدر جناب اقدس الٰہی کو پسند ہوا کہ خود بتلایا کہ توبہ یون کرو
اون الفاظ کا منہہ سے نکالنا تہا اور سب خوبیون کا حاصل ہونا - اگر یہہ بات مرتبہ بزرگ
کی نہوتی اور بزرگ مرتبہ سے نہوئی ہوتی تو یہ تعلیم بہی نہوتی ہم اگر برسون تک زمین پر سجدہ کرتے کرتے سر پہوڑ
ڈالین ناک رگڑ ڈالتے رگڑتے رگڑتے ہی مر جالین تو کوئی وحی نہ آئیگی کہ اسطرح توبہ کرو - الفاظ
توبہ پر غور کرنے سے ایسا لطف حاصل ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالی جل شانہ اور کوئی مہربانی
نفرماتا صرف اسی قدر عنایت کرتا کہ یہہ الفاظ بتلا دیتا صرف یہی اکیلی عنایت اوسپر لاکہہ
جان سے قربان ہوجانے کے قابل تہی - اسلیے کہ الفاظ مذکور یہہ تہے - اے
پروردگار ہمنے اپنے تئین آپ تباہ کیا (یعنی اپنے ہاتہون اپنے اوپر دنیا کے امتحان
مین پڑنے سے ستم کیا) اور اگر تو ہمکو معاف نفرمائیگا اور ہمپر رحم نہین فرمائیگا تو ہم بالکل
برباد ہوجائینگے - یعنی ہمنے تو اپنے ہاتہون اپنا گلا کاٹنے مین کسر نہین رکہی وہ سامان

پیدا کرلیا ہے کہ ہزارون غلطیان کرین۔ اب تو بخش بہی دے اور نعمت بہی دے امتحان مین کامل کر کے مراتب بزرگ عنایت فرما۔ غرض یہہ ہے کہ وہ ہمارا کام تہا یہہ تیرا کام ہے۔ اپنی بُرائی کا۔ ذلت کا۔ اعتراف کا مقابلہ اپنے مالک کی قدرت سے اپنے مالک کی بخشش کرنیوالا ہونے سے اوسپر یہین تک اوسکی خوبی محدود نہونے سے آمین باوجود ہماری بُرائی کے نعمت دینے والا ہونے سے اس سے بہتر الفاظ مین کوئی اور نہین کرسکتا۔ ہ

کس کس تری نعمت کا کرون شکر زبان سے	ہے نا طقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیان سے

حضرت آدمؑ ابو البشر تھے۔ یہہ طریقہ اونکو ایسے گناہ کی توبہ کے لیے سکہلایا تہا۔ ہمکو ہر گناہ کی توبہ کے لیے اسے اختیار کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ وہ ہمکو بہی بخشیگا اور پہر نعمت بہی دیگا۔ کیا یہہ طریقہ طریقۂ عبودیت سکہلانا نہین ہے؟۔ اور کیا اوسمین جسمین مادۂ حکومت دیا گیا ہو حکومت کے لیے بنا ہو جو مادہ خود پرستی اور تکبر پیدا کرتا ہے۔ سخت ضرور نہین ہے؟ اب دیکہیے کہ ممانعت کن کن عجیب و غریب مصالح سے تہی شیطان کا تمکن کن کن عجیب و غریب حکمتون سے بہرا ہوا ہے۔ اور کسقدر ضروری ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اوسکی ذات کسقدر حکیم ہے۔ اوسکی ذات مقدس سے بدی کسقدر دور ہے! پہر غور فرمائیے کہ جو فعل کرایا گیا بدی نہین تہا۔ بدی ہوتا تو اللہ تعا اتنا بہی نہ کرنے دیتا۔ لیکن اوسمین صورتِ ممانعت کس عجیب و غریب حکمت سے بنائی اور کس عجیب و غریب حکمت سے اوسپر عمل ہوجانے دیا۔ اور پہر اوس سے کیسا عجیب و غریب

اور ضروری نتیجہ نکالا۔ کیا ہم جب حضرت آدم کو گناہگار کہتے ہین اللہ تعالی پر بدی کا
الزام نہین دیتے؟ جس کسی کو ایسا خیال فاسد پیدا ہو لازم ہے کہ اوس سے توبہ کرے
اور کہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ
میرے دل کو یقین ہے کہ اللہ تعالی کی ذات مقدس ایسی ہے کہ جیسے شر کے خلق
کرنیکا الزام کروڑوں برس کی راہ سے بھی زیادہ دور ہے اور اوسکے خلفاء فی الارض سے
بھی ویسا ہی دور ہے جب ہم خلیفہ کو ملزم ٹھہراتے ہین اس ذریعہ سے اوسکی پاک ذات کو
بھی ملزم ٹھہراتے ہین۔ ضرب الغلام اہانة المولی۔ (غلام کو مارنا آقا کی توہین کرنا
ہے) گویا ور کہنا چاہیے اور مرتکب گناہ عظیم قریب بکفر ہونا چاہیے۔ اس بابت مین
صرف ایک امر بیان کرنا باقی رہا ہے وہ بعد اسکے بیان کیا جاتا ہے یعنی بعد ذکر نوازنے
اور قبول توبہ کے ارشاد ہوا ہے **فَهَدٰى** ۔ معنی اوسکے یہہ ہین کہ جب حضرت
آدم زمین پر آیے جنت مین رہنے کے عادی تھے اونکو اب زمین پر رہنے کا اور اطاعت
کا طریقہ بتلایا گیا اور اوسمین برا بھلا سب کچھہ بتلا دیا گیا۔ اور یہہ ہدایت کردی گئی کہ
حکومت ارض مین جسکے لیے مخلوق ہوے ہو اور زمین پر آیے ہو اس طریقہ پر عمل نماییگا
بعد پہونچنے مقام حکومت کے حکومت کے قواعد اور ہدایات ہمیشہ ہر بادشاہ کے حضور سے
جاری ہوتے ہین اوس سے بھی گمراہی کے متعلق ہدایت مراد نہین ہوسکتی۔ کیونکہ گمراہی
ارتکاب معصیت مستحق نار کی کبھی نہین ہوئی تھی اور یہہ لفظ بعد نوازنے اور قبول توبہ کے
ذکر ہوا ہے لہذا یہہ معنی متعین ہین۔ **اس** مقام پر مجھے یہہ بات کہہ دینی چاہیے کہ جب

مین نے یہہ مقام لکہا تو سمجہا اون علمار کی راے سے اتفاق باقی نرہا جنہون نے فرمایا ہے کہ فعل حضرت آدمؑ ترک اولی تہا۔ وہ تو اختیار اولی تہا۔ ضرور یہ علمار کی شان ہے کہ وہ بہی داخل تعریف علمار امتی کانبیار بنی اسرائیل ہوسکتے ہین اونکے اتنے بڑے مراتب ہوتے ہین کہ جب ممانعت بصورت نہی ہو اونکے دل مین اس نہی کی ایسی عظمت پیدا ہوتی ہے کہ دوسری طرف اونکا خیال نہین جاسکتا۔ وہ عادی ہوتے ہین کہ ایسے افعال کو ترک اولی کہین۔ اونکے لیے بہی اور اونکے قیاس کے لیے بہی وہ ترک اولی ہے۔ یہہ جواب اونکی شان کی عظمت بتلاتا ہے۔ چنانچہ جناب امیر المومنین علی مرتضی صلواۃ اللہ علیہ سے جنکو پورا علم حاصل تہا (اور مخلوق علم کے دسوین حصہ مین شریک ہین) کسی نے پوچہا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ؎

مین نے گندم آجتک کہایا نہین ‏ گو خدا اسنے منع فرمایا نہین

نکتہ سوم
شیطان کا تیسرا کام۔ اور سازوسامان دنیا کا عمدہ کر دکہانا۔

نکتہ (۹) شیطان نے جو کہا ہے کہ سازوسامان دنیا کو عمدہ کر دکہاؤن۔ اور بہکاؤن یہانتک کہ اکثر بنی آدم کو تو اپنا شکر گذار نہین پائیگا۔ اسکا ہر ہر لفظ بڑی توجہ سے دیکہنے کے قابل ہے۔

سامان دنیا کے عمدہ کر دکہانے کے معنی یہہ ہین کہ سامان دنیا عمدہ نہین ہین مگر عمدہ نظر آتے ہین۔ حقیقت مین وہ اسقدر عمدہ نظر آرہے ہین کہ آدمی کو انہون نے اپنے اوپر شیفتہ کر لیا ہے۔ یہانتک شیفتہ کر لیا ہے کہ وہ اوسکے عشق مین

آخرکار اپنے مالک کو قطعاً بہول جاتا ہے بلکہ یہان تک نوبت پہونچتی ہے کہ اوس سے منحرف ہوجاتا ہے اور یہہ کفر ہے۔ اگر تہوڑا سا غور کیا جاے ہر شخص کو معلوم ہوجائیگا کہ دنیا کے سامان عمدہ نہین ہین بلکہ بیشتر بیکار محض ہین۔ کیونکہ حد فاصل بیکار ہونے و کارآمد ہونے کی بہی خود خداوند عالم نے بتلادی ہے۔ یعنی تمہارا سامان زندگی بہی مین مہیا ہوگا اسلیے ضروریات زندگی کارآمد ہین اور غیر ضروریات بیکار ہین۔ چونکہ شیفتگی یہان تک بڑہ گئی ہے کہ شیفتگی نہین معلوم ہوتی۔ اسلیے لازم آتا ہے کہ بقدر ضرورت تفصیل کیجاے۔

عمدگی اشیاء قیمتی کی۔ جواہرات۔ پتھر ہین۔ بعض اونمین چمکدار ہوتے ہین بعض چمکدار بہی نہین ہوتے۔ بیشتر اونمین سے ضروریات زندگی نہین ہین۔ بیشتر مضرات زندگی ہین لیکن اسقدر عمدہ معلوم ہوتے ہین کہ انسان اونپر دلدادہ ہے۔ لاکھون روپیہ خرچ کردیتا ہے اور بعض کو انمول جانتا ہے چنانچہ ہیرا۔ کہانا اوسکا بعضون کے نزدیک باعث ہلاکت ہے۔ بعض کے نزدیک نہ نافع ہے نہ ضار۔ چنانچہ مقدمۂ گائیکوار بڑودہ مین اسپر بہت بحث ہوئی تہی۔ کارآمد ہونے کی یہہ حالت ہے کہ ہیرے سے برقی روشنی جب کینچ کی کنول مین رکہی ہو زیادہ چمکدار ہے۔ اوس سے اندہیرا دور ہوتا ہے اس سے سواے نقصان کچہہ فائدہ نہین۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اگر یہ بلاوجہ عمدگی نہین ہے توکیا ہے؟۔ ہیرا صرف اس کام کا ہے کہ وہ بعض سخت چیزون کو کاٹ دے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر عمدہ نظر نہ آتا اوسیقدر قیمت پاتا جسقدر باعتبار آلہ قطع ہونے کے ضروری ہوتی۔ سونا اسقدر عمدہ نہ کہلائی دیتا ہے کہ اوسکی قیمت باعتبار چاندی کے نسبت گونہ ہے۔

اب تک میری سمجھہ مین کوئی وجہ نہین آئی کہ اوسمین کونسا با فضیلت کا ہے۔ کہانے مین
زیادہ نافع نہین بعض لوگون کے نزدیک کچھہ نافع نہین۔ ضرور سیم و زر مختصر بدل محنت
کے ہین۔ اور بنظر ضرورت حفاظت اونکی قدر پیدا ہوی ہے مگر ضرورت مبادلہ اوسوقت
پیدا ہوی ہے کہ ضروریات زندگی کے سوا اور بہت سی فضولیون نے ضروریات بنکر رواج پالیا
ہے۔ چنانچہ جسقدر اس رواج کی بدولت محول بڑہتا ہے اوسیقدر سونے کا رواج بڑہتا
ہے۔ ہم دیکھتے ہین کہ دولتمند ممالک ہین انمین زیادہ رواج پونڈ کا ہے۔ چاندی کے سکے
آنا سے پیسے ہین۔ اور تانبا اور کوڑیان۔ تاہم ان دونون چیزون پر فریفتگی اسقدر بڑہگئی ہے
کہ ذریعہ فریفتگی کے لینے کا بہی جاتا ہین۔ اتنی بنا پر مدنگار ہین یہ مجموعہ اعظم ہے۔ بہر حال
عمدہ کر دیکھا ہے یا نہین؟ خیال ہو کہ مثلاً ہیرو جواہر اعتبار اور دولت پیدا کرتے ہین
اسلیے سونے چاندی کے زیور کی فضیلت ہے مگر فضیلت کی وجہ صحیح نہین ہے کیونکہ
وہ اعتبار [illegible] عمدہ کر دکھاتا ہے۔
کیونکہ وقعت اونہین لوگون کی نظر مین پیدا ہوتی ہے جنکی نظر مین یہ عمدہ ہے۔

عمدگی سامان اکل و شرب کی

سامان اکل و شرب کا اضافہ اپنے الگ مین جسقدر ضروریات ہین جسقدر
غیر ضروریات۔ اختیار امور غیر ضروری کی ابتدا کیا ہو سکتی ہے؟ یہی کہ وہ فائدہ مند
ہونگی۔ لیکن اگر ذرا سا غور کیجیے معلوم ہو جائیگا کہ بہت سے کچھہ بہی مفید نہین یا اگر فائدہ مند
ہین اونکی جو قیمت دیجاتی ہے ہرگز برابر نفع کے نہین ہے۔ اسلیے کہ ہم دیکھتے ہین کہ
جو لوگ سادہ غذا کہاتے ہین اور اوسکو جزو بدن کرتے ہین مرغن غذائین اور یاقوتیان

کہانیوالون اور عمدہ شرابین پینے والون سے کچھہ زیادہ مضبوط نہین ہوتے۔ وہ
تندرست رہتے ہین یہہ بیمار۔ پس یہہ اس طریقہ سے کہ اونکا جہوٹا نفع دل مین متمکن کردیا
گیا ہے عمدہ کرکے کہلاتا ہے یا نہین؟

عمدگی سامان لباس کی

سامان لباس۔ اسکی عمدگی کا بلا وجہ ہونا کہانے کی عمدگی
کے بلا وجہ ہونیسے زیادہ ظاہر ہے۔ اپنے آپ کو سب سے زیادہ عمدہ دکہلانے
کی کوشش عورتون مین ہے۔ اونکے ملبوسات کی عمدگی دیکہنے والون کی نظر مین اوسی
خواہش کا نتیجہ ہے جو مردون کو عورتونکی طرف ہے۔ لیکن وہ خواہش مردون مین معلوم
نہین ہوتی کہ کس وجہ سے ہے۔ جواب یہی ہے کہ بلا وجہ عمدہ دکہلانا۔ عورتون کو اگر
اس خواہش سے قطع نظر کرکے دیکہیے تو کوئی بات عمدگی کی نہین۔ لباس مین زیادہ تکلف
اوپر کے بدن کے متعلق ہے۔ چہاتیان کیا ہین۔ سینہ پر بے موقع اوٹہا ہوا گوشت ہے
اگر ضرورت رضاعت کی نہوتی پیدا نہوتا۔ سر کہلا رکہا جاتا ہے۔ وہ کیا ہے کالے
بالون سے ڈہکی ہوی چیز۔ اگر اونکو مونڈوالے کسقدر بہدا نکلتا ہے۔ اوسپر ملاحظہ فرمایئے
کہ منہہ کیا ہے کہانیکا راستہ۔ راستہ کو مسی لگاکر کالا کرلیا ہے۔ اسکے علاوہ ناک کو چہید
ڈالا ہے۔ کانون مین وزن کردیے ہین۔ اونمین سونا پہنا ہے۔ یہہ بہی نہین سر پر مرغی
کے پر لگا لیے ہین۔ اگر چوٹی ہے۔ سانپ سے خطرناک جانور کی طرح پیچہے پڑی لٹک
رہی ہے۔ اگر جوڑا ہے۔ وہ کیا ہے؟ سیدہے بالون کا موڑ لینا ہے۔ یہہ سب بلا
وجہہ عمدہ کرکے کہانا ہے۔ انگریزی لباس مین آستینون کو کندہے کے پاس سے اسقدر بلند

کیا ہے کہ اوٹھی ہوئی معلوم ہون - یہہ حقیقت مین اظہار اسکا ہے کہ ہم عورت نہین ہین
پرستان کی پری ہین - یہہ ہمارے بازو ہین ابہی اوڑا چاہتے ہین - آخر یہہ فضول عمدہ
کرد کہانا ہے یا نہین ؟ - مردون کے لباس مین دامن ہین کہ لٹک رہے ہین - پگڑی
ہے کہ سر پر بوجہ رکہا ہوا ہے - وہ پاچکی کا پاٹ ہے - یا لپٹا ہوا جوڑا ہے - اگر ٹوپی
ہے - دونون طرف (آگے پیچہے) ایک چونچ نکلی ہوئی ہے - یعنی ہدہد ہین - یا قبہ ہے
جیسے مرنے کے بعد قبور پر بنتا ہے - اونمین چند چمکدار چیزین لگی ہوئی ہین جنکی محض بمعنی
وقعت دلون مین ہے - یہہ مین نے مختصر بیان کیا ہے اس سے زیادہ تفصیل طوالت کا
مصداق ہوگی - آپ خود اسے دیکہیے - بیشتر چیزون کی نسبت صاف معلوم ہوگا کہ بلا وجہ
عمدہ دکہلائی دیتی ہین - اسباب پر بہی غور فرمایئے کہ ہر شخص کی وضع دوسرے کی نظر
مین نہایت بہدی معلوم ہوتی ہے - جب تصفیہ بہدی اور دلچسپ ہونے کا فرمائیگا
صاف معلوم ہوجائیگا کہ کسقدر لوگون کو بہت سی چیزین بوجہ عمدہ معلوم ہوتی ہین -

عمدگی سامان آرایش و دلچسپی کی -

سامان دلچسپی و آرایش - انکی فضولی محتاج بیان نہین - اگر
عمدہ نہ دکہلائے جاتے فضولی اختیار نہوتی - مگر انکی عمدہ نمائی
خاص قابل توجہ ہے ڈہول کیا ہے ایک خول ہے - اوسپر کہال چڑہی ہے اوسے پیٹے
جاتے ہین - ڈہب ڈہب کی سامعہ خراش آواز پیدا کرتے ہین - مگر جہان یہہ آواز آئی اور
لوگ ہین کہ دوڑے چلے جاتے ہین - مارے شوق کے منہ پہٹا ہوا ہے کہلی آنکہین
اوپر کو ہین - نہ دیکہتے ہین کہ آگے کون ہے - نہ معلوم ہے کہ پیچہے کون رہ گیا - نہ کنوان

دکھلائی دیتا ہے نہ کھیتی۔ اب وہان پہنچ گیے جہان بہت ڈھول بج رہا ہے۔ فرض کیجیے کہ تماشا ہے۔ وہ کیا ہے ایک لونڈا گا رہا ہے۔ بھدا۔ بدتمیز مگر او سپر ایسے لوٹے پڑتے ہین جیسے شیرہ پر مکھیان۔ فرض کیجیے کہ محفل رقص و سرود ہے۔ وہ کیا ہے؟ ایک مکان ہے جسمین چھینٹا مرہوا لکڑیان کھڑی کی گئی ہین۔ اوپر لال کپڑا لپٹا ہوا ہے۔ اوپر تھوڑے سے پتے جابجا چپکے ہوے ہین۔ وہ تو دیکھتا ہے اور غش کرنا۔ کھڑے ہین۔ گھسے جاتے ہین۔ کپڑہ کا خیال ہے نہ آبرو کا۔ اپنا نہ دوسرے کا یہانتک کہ دھکے پڑتے ہین مار پڑتی ہے باز نہین آتے۔ وہ عمدگی جو ان چیزون کے بے وجہ نظر مین ہے ان سب سوائیون کو برداشت کراتی ہے۔ فرمایئے کس بلا کی عمدگی ہے۔ اور کسقدر غلط ہے۔ اب وہین اندر دیکھیے۔ یا رنڈی ناچ رہی ہے یا بھانڈ تماشہ کر رہے ہین۔ رنڈی کیا چیز ہے۔ ایک بیحیا عورت ہے جو کوئی فعل بیشرمی کا صادر کرنا مجمع مین اوٹھا نہین رکھتی۔ یہانتک کہ ناچتی ہے۔ ناچنا کیا ہے بلا وجہ کودنا۔ بلا وجہ ہاتھ پانون چلانا۔ بیہودہ گاتی ہے۔ وہ کیا ہے؟ بلا وجہ چلانا۔ اور کے چیچے چند بیحیا۔ اُس سے بھی زیادہ بیحیا۔ کھڑے ہین اور کمال بیٹھے جاتے ہین۔ تار لکڑی پر لگا کر او ترانے بیتل کی رکابیان بجا کر غل مچاتے ہین۔ مگر تماشہ بینون کو دیکھیے کہ بیسے جلتے ہین۔ لوٹے جاتے ہین مرے جاتے ہین۔ گھر کی خبر ہے نہ باہر کی نہ اسباب کی نہ زن و فرزند کی۔ کوئی جوڑا لیجا رہا ہے۔ کوئی اوٹھا لیجا رہا ہے۔ آخر آدمی مین حیا ہے؟ غیرت ہے؟ یہہ سب جو ایک دفعہ ملکر ایک عورت پر نظر بد کرکے

خواہشہاے نفسانی کا انبعاث کرتے ہین کیا اونکی حالت اون جانورون سے کم ہے
جو خاص حصہ مین سال کے بچہ پیدا کرنیکا سامان کرتے ہین - اگر وہ بہانڈ ہین - کیا
کر رہے ہین ؟ کبہی عورتون کی نقل کرتے ہین - اور مرد ہوکر اپنے اوپر اس بیحیائی
سے جہلتے ہین جو اونہین کا کام اور سخت لغو فعل ہے - کبہی بیہودہ باتین کرتے
ہین جنسے کوئی نصیحت پیدا نہین ہوتی - فرض کیجیے وہ تہیئٹر ہے - وہ کیا ہے
ایسی ہی بیہودگی کے ساتہہ جہوٹے قصون کی نقل - کوئی جہوٹا بادشاہ ہے -
کوئی جہوٹی بادشاہزادی - کوئی جہوٹا عاشق - کوئی جہوٹا معشوق - تہوڑی سی تہذیب
اوسمین بڑہادی گئی ہے جس سے بلا وجہ عمدہ نظر آنے پر ایک اور پردہ پڑجاتا ہے -
تاہم جو نفع اوسمین خیال کیا جاتا ہے برابر اوس ضرر اور خرچ کے ہرگز نہین ہوسکتے جو اوسکے
لیے روا رکہے جاتے ہین - انکے علاوہ آرایش کے سامان - وہ تو اسی سے بہی بدتر
اور فضول تر ہین - مثلاً گہر کی آرایش کی چیزین - چینی پر بہت سے کہلونے
رکہے ہوے - کوئی سوئر ہے - کوئی ریچہ ہے - کوئی بندر ہے - کوئی کتا ہے
کوئی بلی ہے - سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہہ کیا ہے - یہی جواب ہوسکتا ہے کہ
بلا وجہ عمدہ دکہلانا - پہر مسہریان اور چپرکہٹ ہین - وہ کیا ہین چند مٹہی لکڑیان -
وہ ضرورت کی چیزین نہین زینت ہین - اسلیے کہ جب آدمی صحیح ہوگا نیند ایسی صحیح آئیگی کہ حاجت
چپرکہٹ اور مسہری کی نہین ہوگی - کرسی کا ذکر فضول ہے - یہہ بہی عمدہ دکہلانا
ہے یا نہین ؟ الغرض ہر چیز کو جب غور سے دیکہیے گا یہہ امر ایسا صاف معلوم ہوگا کہ

کہ حاجت دلیل باقی نہین رہیگی ؟

وجود شیطان کا ثبوت بیان بالا سے -

انتباہ - مین پوچھتا ہون کہ یہہ افعال غیر ضروری اور اونکی ابتدا کیونکر ہوی اور ابتدا ہو کر کیون ختم نہو سے ؟ - جب خواہشون کے سوا اور کوئی بہڑکانیوالا نہین تہا - خواہشون کو ضرورت سے آگے کسنے بڑہا دیا تم یہہ امور بہکانا ہین یا نہین کہ وہ چیزین جنمین نفع نہ تہا نفع کی ہوگئین - بدل اون کا اتنا بڑا بنگیا جسکی ضرورت نہین تہی - اتنا خوبصورت کر دکہلایا جو حقیقت مین نہین تہا -

انسان کا شکرگزار نہونا -

اور بہکاؤن یہانتک کہ اکثر آدمیون کو تو اپنا شکرگزار نہ پاویگا - یہہ تو بڑے ہی غضب کی بات ہے - حقیقت مین بہکانے کے انجام نے عجیب و غریب مضرتین پیدا کی ہین - بعض یہہ ہین - (۱) تمام جرائم زر و زن مین محدود ہین - اور چونکہ زر زمین کی پیداوار سے حاصل ہوتا ہے وہ بہی اون مین شامل ہوگئی ہے - ان چیزون کے لیے جسقدر بے ایمانیان ہو رہی ہین اونکے شمار کی ضرورت نہین (۲) انسان فراہمی سامان دنیا مین اس عمدہ نمائی کی بدولت شیفتہ ہو کر ایسا منہمک ہوگیا ہے کہ اوسنے سب کام جنکے لیے وہ پیدا ہوا تہا (یعنی بندگی الٰہی) چہوڑ دیے ہین - اونکو فضول جانتا ہے - یعنی وہ چیزین جو عمدہ نہین ہین عمدہ دکہلائی دینے لگین جو چیزین عمدہ ہین غیر عمدہ دکہلائی دینے لگین - یہہ بہک جانا اور مبتلا بلای سخت مضرت ہوتا ہے یا نہین ؟ (۳) یہہ انہماک اسقدر بڑہا کہ آدمی اوسیکا ہوگیا اور یہہ خیال کر لیا کہ دنیا مین جو کچہہ ہے بذریعۂ اسباب کے ہے - بہکانے نے اس

بات سے غفلت کرادی کہ اسباب کسنے پیدا کیے۔ اور اسباب مین ایسے اسباب کسنے پیدا کیے کہ مطلب
حاصل ہوتے ہین اور نہین ہوتے۔ اسلیے قدرت عطای نعمات کی کسکے ہاتھہ مین ہے۔ یہ انہماک کتنا مضر
ہے؟ (۴) آخر کو اس انہماک نے یہہ نوبت پہونچائی کہ تمام ہمت درستی تدابیر مین مقصور
ہوگئی۔ اور یہہ امر مرتبہ اذعان کو پہونچ گیا کہ جب نتیجہ مطابق تدبیر کے نہین پیدا ہوتا تدبیر
مین غلطی ہوتی ہے اسلیے ڈہونڈنا چاہیے کہ وہ کیا غلطی تہی۔ ایک حد جو اس خیال
مین صحت کی تہی وہ اسقدر بڑہی کہ اوسنے تدبیر مین حصول مقصود کو محدود کیا جو صریحاً
غلط ہے۔ مثلاً لڑائیون کا سامان۔ چونکہ حالت قلوب انسان کے ہاتھہ مین نہین ہے
اوسکے متعلق تدبیر کا بگڑنا غلطی تدبیر کا نتیجہ نہین ہے۔ یا موسمون کا انسان کے بس
مین نہونا اور اوسکی بنا پر ساری تدبیرون کا بگڑجانا غلطی تدبیر کی نہین ہے ہم دیکہتے
ہین کہ مینہ ایک طرح نہین برستا اس سے یہہ نتیجہ ہوا کہ معطی اور منعم تدبیر سمجہی گئی۔
اور جب وہ منعم سمجہی گئی اصلی دینے والے کے نظر آنے سے آنکہہ بند ہوگئی جب
ایسا ہو شکر گزاری خالق کی کہانسے آئیے۔ عدم شکر گزاری جب اس صورت مین ہو کفر ہے
ان سب امور کو ملا کر ملاحظہ فرمایئے کہ انہماک دنیا مین کیون ہے۔ اور انجام اوسکا
کفر ہے یا نہین؟ اور شیطان کا کام کیا ہے؟ یعنی صرف یہی کہ سامان دنیا کے عمدہ کرکے
دکہلاتے دکہلاتے اور خواہشون کو بہڑکاتے بہڑکاتے خدا سے پہیر دیتا ہے۔ اور وہ
ذریعہ خدا سے پہیر لینے کا ہین۔ تمام بیان نکات سے یہہ بہی ظاہر ہے کہ جب انسان
خدا پر ایمان لاوے اوسکو ایسا انہماک نہوگا۔ جو ایمان نہ لاوے اوسمین اس انہماک کی بڑی

گنجایش ہوگی - اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمنے شیطان کو کافرون پر چھوڑ رکھا
ہے کہ اونکو اُکساتا ہے - مگر یہہ سمجھنا نچاہیے کہ مسلمان اوسکے بہکانے سے بری
ہین وہ بھی شیطان کے بہکانے مین آیے ہوے ہین کیونکہ کوشش عام ہے تاکہ مسلمان
بھی بہکتے بہکتے کافر ہوجاین - اسی لیے علماے دین ہمیشہ کوشش کرتے ہین کہ مذمت دنیا
کرین اور لوگون کو اسکے ناجائز انہماک سے روکین - تنبیہہ - شیطان کا عمدہ کرکے دکہانا
سامان دنیا کا ایسی دلیل ہے جو باوجود عقلی ہونیکے حق تعالی نے بتائی ہے یعنی عقلی اور
نقلی دونون ہے - چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب لوگ بعد سزا شیطان کو الزام دینگے
تو شیطان بتلائیگا کہ مین قصوروار نہین ہون - بات اتنی ہے کہ مین نے تمکو اپنی طرف بلایا
اور تمنے میرا کہنا مان لیا - (آیہ سوم) غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شیطان کچھ چیز
نہین ہے جو کچھہ فسادات ہین اونکا باعث نفس امارہ ہے کسقدر غلط ہے اسلیے کہ جب نفس باعث فساد
ہوکر سزا پایے تو وہ کسکو الزام دیسکتا ہے - ضرور نفس و شیطان دو چیزین ہین ایسی
ہی ہین کہ فعل انبعاث کا فاعل شیطان ہے اور انفعال نفس مین ہوتا ہے جسمین قابلیت
انفعال اور قبول اثر کی موجود ہے -

نکتہ دہم
عمدہ ہوجانا سامان دنیا کا
ازدیاد نعمت بھی ہے -

نکتہ (۱۰) سامان دنیا کے عمدہ کرکے دکہلانے کی دوسری شق پر
نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سامان دنیا کے عمدہ نظر آتے
ہین انسان اونکو نعمت جانتا ہے اور بعض اوقات وہ ضروریات
زندگی ہوکر حقیقی نعمت ہوجاتے ہین - اس ذریعے سے اللہ تعالی کی نعمتون کی تعداد بڑھ گئی -

پس جیسے اظہار عورتین نافع تہا مگر بسبب اسکے کہ اوسکے وجود مین آنے سے ایک پہلو فساد کا بہی نکلتا تہا اللہ تعالی نے اوسکے متعلق وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ نسبت ایسی اشیاء کے خلق کی جسمین دونون پہلو ہون نہو سکے۔ اسی طرح نعمتون کا تعدد نعمت تہا مگر اوسمین بہی پہلو فساد کا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے اونکی تعداد کو بہی اسطرح بڑہایا کہ نسبت خلق ایسی اشیاء کی جنمین دونون پہلو ہون نہو سکے۔ غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے انہماک کی بُرائی کو بہی کس خوبی سے بہلائی مین مبدل فرمایا ہے۔ اللہ اکبر! یعنی ان چیزون کے نعمت ہوجانے کے بعد بعض کو اونمین سے حقیقی نعمت بنادیا اور بعض کو نمایشی۔ مگر جب مانگو ہر طرح کی نعمت جو مل سکتی ہے ملجاتی ہے یعنی اختیار کے بنانے کے لیے ہر چیز مین ممکن الوصول دیدیا ہے۔

نکتہ یازدہم
آیات مذکورہ اول نظر مین باعث اعتراض معلوم ہوتی ہین غور کرنیسے وہی جواب ثابت ہوتی ہین۔

نکتہ (۱۱) جو کچہہ مین نے گذارش کیا ہے۔ وہ نتیجہ مختلف آیات کے ایک ساتہہ پڑہنے کا ہے شبہات شیطان بقول جناب شہرستانی ابتداء اختلاف عالم ہین۔ ابتداءً ان آیات کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب اعتراضات وارد ہوتے ہین۔ اس ترکیب سے آیات مذکورہ کو پڑہکر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات جواب اون اعتراضات کا ہین۔ پس یہ وہی بات ہے کہ ہر چیز مین اسقدر اخفاء کہنا اس ضرورت سے ہے۔ کہ دنیا حیطۂ امتحانگاہ ہونیکی حالت سے جبتک اوسکا وجود ہے باہر نہ نکل جاسکے وقت کی ضرورت جسقدر مساعد ہوا اوسیقدر ظہور ہوا اور یہہ ضرورت امتحانگاہ ہونے

کی اوسکے بعد ایسے حالات کو پیدا کرے کہ پہر اخفا آجاے جیسے تیتر کی مثال ہین
گذارش کیا گیا۔

نکتہ دوازدہم
جنت اور دوزخ موجود فی الخارج ہین۔

نکتہ (۱۲) اس بحث مین اللہ تعالی نے بتا دیا ہے کہ جنت ہے جسمین بہوک پیاس کی تکلیف نہین۔ گرمی نہین۔ اور دوزخ ہے جسکے سات دروازے ہین۔ یعنی یہہ دونون جدا جدا موجود فی الخارج ہین۔ یہہ نہین ہے کہ جنت رضاے الہی ہے۔ اور دوزخ غضب الہی۔ سزا اور جزا محض روحانی اور خیالی ہین۔ جدا کوئی چیز نہین ہے۔"

نکتہ سیزدہم
اعراف کا وجود۔

نکتہ (۱۳) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسنے ہماری ہدایت کو نہ مانا وہ لوگ داخل جہنم ہونگے جو لوگ ایسے ہین کہ اونپر امر ہدایت تمام نہین ہوا اونکا اس آیہ مین ذکر نہین ہے وہ اور آیات مین ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل اعراف ہین جنپر ہدایت کی تکمیل اسطرح نہین ہوی۔ اونپر کمال عدل سے اللہ تعالی اسطرح عذاب نہین فرماتا۔

نکتہ چہاردہم
انسان شیطان کا مجبور نہونا

نکتہ (۱۴) تمام بیان بالا سے جو نسبت انکار سجدہ شیطان۔ و اکل گندم حضرت آدم بعد ممانعت کے ہے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے شیطان کو مجبور پیدا نہین کیا تہا ورنہ انکار سجدہ سے ممکن نہوتا اسیطرح حضرت ابو البشر کو مجبور پیدا نہین فرمایا تہا ورنہ اکل گندم کے لیے ممانعت و عہد کی ضرورت نہوتی خصوصاً بعد ممانعت اکل گندم ممکن نہوتا اور اولاد حضرت ابو البشر مجبور پیدا

نہین کی گئی ورنہ امکان انکار و قبول ہدایت نہوتا۔

شبہات وجوابات۔

ذکر اعتراضات و جوابات

علامۂ شہرستانی کا یہہ قول صحیح ہے کہ مجموع شبہات بعبارت مختصر سوالات شیطان کے ہین جنسے تمام مذاہب ضلال پیدا ہوے۔ مذاق زمانۂ حال کے مطابق بعض شبہات مین ترقی ہوگی ہے اور وہ نیے معلوم ہوکر نیا اثر کر رہے ہین اسلیے وہ شبہات اور مذاق حال کے مطابق اونکے جوابات لکھے جاتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ حضرت آدم کا جنت سے آنا اور پہر وہین جانا ترکیب عالم کا لاطائل ہونا ظاہر کرتا ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ پہلے ہی حضرت آدمؑ جنت مین تھے بعد دنیا ہی جنت مین جائینگے پس اس ترکیب کی نسبت جو مشیت الٰہی مقتضی ہوی فائدہ کچہہ نہین ہوا۔

جوابات اجمالی۔

جواب۔ اسکا یہہ ہے کہ (۱) یہہ اعتراض نسبت حضرت آدم کے قابل جواب ہے نسبت بنی آدم کے پیدا ہی نہین ہوتا۔ (۲) حضرت آدمؑ کی نسبت جواب یہہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ خلافت ارض کے لیے بنا یے گیے تھے تو اپنی خدمت پر اونکا جانا ضرور تھا لیکن ہمیشہ اونکو حالت خدمت مین رکہنا اونہر بہی سختی تھی

جواب تفصیلی متعلق ترقی عالم کے۔

(۳) یہہ ترکیب لاطائل نہین ہے اسلیے کہ دنیا مجموعی طور سے ترقی کر رہی ہے یعنی نیم مین اور جو کچہہ نیم مین سے پیدا ہوا جسقدر عمر مین دنیا کی طوالت ہوتی جاتی ہے ترقی مین افزایش ہوتی جاتی ہے (یہہ اصل جسکو زمانۂ حال نے تحقیق کیا ہے ایک اصول صحیح ہے) انسان مین جو ترقی ہوی اور جب

ترقی ہونا باقی ہے تفصیل اوسکی یہہ ہے۔

پہلی ترقی مادہ خلقت حضرت آدم کی۔

اول یاد کرنا چاہیے کہ حضرت آدم کس چیز سے بنے ہین اور کتنی مدت مین؟ ارشاد الٰہی یہہ ہے کہ مٹی کے گارہ سے (جو سوکہ کر کہن کہن بولنے لگتا ہے) بنے ہین اور یہہ بہی ارشاد الٰہی ہے کہ وہ مٹی مٹی کا ست تہی۔ اور اوس مٹی کو چالیس صباح تک حق تعالی نے تخمیر فرمایا۔ (خَمَّرْتُ طِينَةَ آدَمَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا) تب ارشاد ہوا ہے کہ اوسمین وہ روح ڈالی جو اپنی طرف منسوب کی"۔ یہہ چالیس صباح ہمارے آپ کے دن نہین ہو سکتے۔ اسلیے کہ اونکا شمار آفتاب کے ایک طرف دکہلائی دینے نہ دینے سے ہوتا ہے۔ جو مالک آفتاب سے اوپر ہو اوسکا دن یہہ دن کیسے ہو سکتا ہے؟۔ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ جب ایک دورہ اوسکے تمام فلکیات کا ختم ہو وہ ایک دن قرار دے۔ اللہ تعالی نے بتلایا ہے کہ ہمارا دن برابر تمہارے ایک ہزار سال کے ہے۔ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ یعنی تمہارے پروردگار کے یہان تمہاری گنتی کے مطابق ہزار برس کی برابر ایک دن ہے۔ اہل دین نے اوسکو روز قیامت سمجہا ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہین ہے کہ قیامت کا دن ہی اتنا بڑا ہو اور دن چہوٹے ہون۔ کیونکہ یَوْمًا نکرہ اور عام ہے۔ قید قیامت کے دن کی نہین ہے۔ اس طریقہ سے مدت تخمیر چالیس ہزار برس ہوتی ہے۔ اس ارشاد کا صاف نتیجہ یہہ ہے کہ اتنی مدت مین مٹی کے ست نے تخمیر کے ذریعہ سے ایسی ترقی حاصل کی کہ اوسمین روح انسانی داخل ہو سکی۔ یہہ

ایک ترقی ہے جو اتنی مدت مین ہوی -

دوسری ترقی مادہ خلقت آدمی کی -

دوم - یہہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم کو جنت مین تکلیف بہوک پیاس اور عریانی اور آفتاب کی نہ تھی اکل گندم سے عورتین پیدا ہوئین اور یہہ سب تکالیف عارض ہوگئین - اسمین امر اول قابل توجہ یہہ ہے کہ حضرت ابو البشر اگر جنت ہی مین رہتے ابو البشر نہوتے - امر دوم یہہ ہے کہ اکل گندم سے یہہ طریقہ جسم مین حضرت کے پیدا ہوا کہ کہانے پینے کے بعد فضلہ بنے اور نکالنا اوسکا ضروری ہو اور خون صالح جب زیادہ ہوجایے وہ مادہ خلق بنی آدم کا ہوجایے - چنانچہ عریانی کا ذکر اسکی دلیل ہے - کیونکہ بحالت ظہور عورتین عریانی بیچیز ہے - یہہ قوت تمتع کا بڑہجانا اور دوسری ترقی ہے جس سے وہ غرض پوری ہوی کہ انسان مین خلافت ارض اور اوس سے انتفاع کا تمکن حاصل ہو معلوم ہوتا ہے کہ توقف جنت مین (جس مدت کا ہو) اسلیے تہا کہ زمین اتنی ترقی کرچکے کہ حضرت ابو البشر کا مسکن ہوسکے -

وہ ذریعہ جو ترقی کا خود انسان کے ہاتہہ مین ہے -

سوم یہہ کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ دنیا مین چند روزہ مقام ہوگا اور بعد اوسکے جو اللہ تعالی پر ایمان لائیگا - وہ ایسی جنت مین جائیگا جسمین ہمیشہ رہیگا - جو کافر ہوگا وہ دوزخ مین جائیگا اور وہان ہمیشہ رہیگا - معنی یہہ ہین کہ اعمال نیک و بد کو ایک اثر خاص ہے جو جنت یا دوزخ مین جانیکی قابلیت پیدا کرتے ہین جسکی تشبیہ کہوٹا کہرا ہونے سے دیجا سکتی ہے - کالبد انسانی جب خلود

دوام پیدا کرنے کے لیے بوتہ مین ڈالا جاتا ہے تو کہوٹا صاف کہوٹا ہو جائیگا اور کہرا سکہ صاف کہرا نکل آئیگا - یا نسبت افعال بد کے مادہ آتشک سے کہ جب وہ مادہ بدن مین داخل ہو جاتا ہے آخرکار جذام پیدا کر کے تمام بدن کے خون کو خراب کر دیتا ہے پس جب ایسی حالت ہو جو آیندہ ترقی ہوگی وہ اس حالت کے ساتھہ ہوگی -

باقی ترقیات انسان جو منظور ہے -

چہارم - یہہ کہ جس جنت کا ذکر حضرت آدم کی نسبت امر دوم مین کیا گیا اوسکا مقابلہ آیندہ کی جنت کے ساتھہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس جنت اور اس جنت مین فرق عظیم ہوگا - یہان حور و قصور اور فواکہ جنت سے تمتع کی قدرت ہوگی - اور احادیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ سکان جنت ہمیشہ جوانی کی حالت مین رہینگے یعنی اونمین تغیر نہین ہوگا -

پنجم - یہہ کہ جنت و نار اون لوگون کے لیے ہے جو دنیا کے بعد ان دونون مین سے ایک مقام کے اندر جائین اس سے ظاہر ہے کہ اولاد بنی آدم کی وہان پیدا نہین ہوگی -

امور سوم و چہارم کے ملانے سے تین قسم کی ترقی کا ہونا ظاہر ہوتا ہے - (۱) انسان مین جو طریقہ اجراے فضلات کا ہے اور جو مادہ اولاد پیدا کرنیکا وہ باقی نرہیگا یعنی وہ ترقی جو ایک ضرورت سے چند روز کے لیے دی گئی تہی اور مانع خلود تہی معدوم کیجائیگی - (۲) ایسا جسم انسان کو ملیگا جسمین قابلیت خلود اور ایک حالت پر رہنے کی حاصل ہو - (۳) اوسمین قوت تمتع باقی بہی رہے اور اوسمین یہ ترقی بہی

ہو کہ عادی ہو جانے سے جو لطف نعمتوں مین یا ایذا تکالیف مین کم ہو جاتے ہین وہ کمی نہو۔ بدستور رہے۔ یہہ تینون بہت ہی اعلی درجہ کی تبدیلیان ہین اور بہت ہی اعلی درجہ کی ترقیان۔ کیونکہ اب ہماری حالت جسمانی یہہ ہے کہ ذراسی زیادہ تغیر کا تحمل نہین کر سکتے۔ زیادہ سردی ہو جاوے یا زیادہ گرمی دونون حالت مین جسم مین سے وہ ترقی جو مٹی کو جاندار بنانے سے اور وہ ترقی جو اوسمین قابلیت تمتع پیدا کرنے سے ہوی تھی دفعتاً معدوم ہو جاتی ہے۔ یہانتک کہ دفعتاً خوشی یا دفعتاً رنج ہو جانے سے بھی یہ ترقیان جاتی رہتی ہین۔ اور یہ بہت ہی بُرا تقسم ہے۔

ترقیات ارض یعنی ظرف کی

ششم۔ زمین کی بابت تحقیقات حال سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ مگر بڑے زور کی ترقی کر رہی ہے۔ چنانچہ جن لوگون نے اس بابت توجہ کی ہے وہ اسمین شک نہین کر سکتے چنانچہ معدنیات و جواہرات کی ترقی ظاہر ہے۔ یہانتک کہ مٹی کا تیل اسی ترقی سے پیدا ہوا ہے۔ مین نے بمقام آٹا ضلع جالون ایک کنوان کھدوایا تھا اوسمین بہت نیچی ایسی تہین نکلین کہ مٹی ابرک اور ابرک کے ٹکڑے ہیرا ہونے والے تھے۔

شرح فرق مدت ترقی مخلوق اول و آخر کی۔

ہفتم ترقیات مذکورہ امر چہارم و پنجم کے لیے مدت مین فرق ضروری ہے کیونکہ جو اجسام اوس حالت مین پیدا ہوے جب خود زمین مین ایک درجہ کی ترقی تھی ازنکو زیادہ مدت تک حالت ترقی مین زمین کے ساتھہ رہنا لازم ہے۔ جو اوس مادہ ارض سے پیدا ہونگے جسمین ایک درجہ ترقی کا

بڑھ گیا ہے اوس سے کم مدت تک اونکا زمین کے ساتھہ رہنا ضرور ہوگا۔ اس سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ آخر زمین پیدا ہونگے۔ وہ ترقی شدہ مادہ ارض سے پیدا ہونگے۔ جو اول مین پیدا ہوے اوس سے کمتر قابلیت کے مادہ سے پیدا ہوے یعنے جس مین قابلیت بگڑ جانے کی زیادہ تھی۔ اسی لیے آخر زمانہ کثرت ہدایت یافتون کا زمانہ ہوگا۔ اول زمانہ قلت ہدایت یافتون کا تھا۔ اس تحقیقات کے مطابق وجود شیطان نے یہہ کام دیا ہے کہ جب آدمی مین کھوٹا کھرا ہو جانے کا مادہ آجایے تو کھرے مادون کا کھراپن صاف کردے۔ کھوٹے مادون کا کھوٹ ظاہر کردے کیونکہ وہ مادہ آتش سے بنا ہے۔

ہشتم - اب تصفیہ کرنا چاہیے کہ روح اور جسم دونون | موت کی ضرورت۔ |
قابل ترقی ہین یا صرف جسم۔ ظاہر ہے کہ روح مین مادہ ارض نہین ہے۔ اسلیے قابل ترقی صرف جسم ہے۔ جو لوگ زمین کے ذرون کو دونون جسم و جان کا مادہ سمجھتے ہین وہ روح کو ارضیات مین سے کہہ سکتے ہین لیکن یہہ صریحاً غلط ہے۔ (۱) اسلیے کہ اس تسلیم سے لازم آئیگا کہ نیچر ایسی لغو چیز ہو کہ ہمیشہ اوسمین تغیرات تو ہون مگر تغیرات کا نہ کوئی نفع ہو نہ غرض۔ حق تعالی نے اسی کی تردید فرمائی ہے کہ ہمنے عالم کو عبث پیدا نہین فرمایا۔ (۲) اسلیے کہ اس تسلیم سے لازم آئیگا کہ وہی کیفیات باعث خلق ہون وہی باعث فنا۔ ایک طرح کی کیفیات ذریعہ دو مختلف کیفیتون کے حصول کا نہین ہوسکتین۔ اگر ہون یعنی اونہین اضداد کا خاصہ اجتماع ہوا اونہین کا افتراق تو یہہ

اجتماع نقیضین ہوا جو محال ہے۔

انتباہ۔ اس مقام پر غور کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان مختلف خواص کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالی ہے جسنے روح کو بنایا اور یہہ طریقہ ایجاد فرمایا کہ کچھہ مدت کے لیے اجتماع اضداد ہو کر ایک قالب بنے اور وہ قالب مسکن روح ہو۔ اوس مدت کے بعد روح قالب کو خالی کر دے اور مجموعۂ اضداد و بوتہ ترقی مین پڑے۔ اگر غور فرمائیگا صاف معلوم ہوگا کہ یہہ تاثیرین جو پیدا ہوئی ہین کہ وہی چیزین باعث خلق ہو جاتی ہین اور ایک مدت تک جسم کو ترقی دیتی رہتی ہین وہی چیزین انحطاط پیدا کرتے کرتے باعث فنا ہو جاتی ہین اوسوقت یقین ہوگا کہ کسی دوسرے مدبر کی تدبیر جو علاوہ اس خاصلۂ متزاج کے ہے یہہ دونون کام کرتی ہے اور وہ مدبر یعنی قادر مطلق جو بلا اسباب بہی قدرت نمائی کرتا ہے ہر وقت موجود ہے اور اسطرح کی قدرت نمائی ہر وقت کر رہا ہے وہ لوگ بڑے دہوکے مین ہین جو بذرائع اظہار قدرت کو محض اسباب مین محدود کر کے اوس سے غفلت کرتے یا منکر ہوتے ہین۔

شبہہ ہو۔ کہ قواے جسمانی و عقلی دفعتًا اوس حد کمال پر جسے ہم دیکہتے ہین نہین پہونچتے اسلیے روح بہی قابل ترقی ہے۔ غلطی اس شبہہ مین یہہ ہے کہ اگر ارواح باعتبار اپنی نوعیت کے ایک مادہ قابل ترقی ہوتین جسم کے ساتہہ ترقی کر کے صرف اوسی قدر ترقی کر سکتین جسقدر جسم نے کی حالانکہ ہم دیکہتے ہین کہ ترقی جسم کو ترقی عقل سے (جو ایک صفت روح کی ہے) کچھہ مناسبت نہین ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ارواح ابتدا سے

بعض اعلیٰ درجہ کی بعض اوس سے کم درجہ کی (الغرض متفاوت) پیدا ہوتی ہین
اور ایک مادہ ترقی پذیر نہین ہوتین۔ صرف افعال کی ذمہ داری کا اونمین فرق پیدا ہوتا ہے
یہ شبہہ اسلیے پیدا ہوتا ہے کہ افعال روح کے جسم کے قویٰ کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہین جسم مین نمو
بہی ہوتا ہے اور انحطاط بہی۔ اگر جسم کے ساتھہ ترقی ہوتی انحطاط بہی جسم کے ساتھہ
ہوتا۔ اور جو افعال محض روح کے ہین جنکا بیان کیا گیا ہے صادر نہوا کرتے۔ یاد رہے
کہ نمو اور انحطاط دو مختلف اغراض کے لیے ہین یعنی نمو خلق کے لیے کہ آدمی سے
آدمی پیدا ہو۔ انحطاط اسلیے کہ روح کو جب نمو کا غلبہ جاتا رہے فرصت اپنے افعال
کی ملے۔

الغرض۔ جب قابل ترقی صرف جسم ہو تو اوس ترقی کی حالت مین (جو اوس مادہ مین
بلا توسط روح کے ہوتی ہے یعنی مادۂ خلو د پیدا کرنیکی) جسم و روح کا ایک جگہہ کرنا
بیفائدہ ہوگا بلکہ غایت انحطاط قالب کو ایسا کر دیگی کہ وہ قابل روح کے رہنے کے نرہے۔
اسلیے موت اور باعتبار دنیا کے فنا ہو جانا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ اصلی وجہ
اوسکی یہہ ہوسکتی ہے کہ انسان اون تکالیف مین جو علاوہ نتائج افعال کے ہین نہ ڈالا
جاوے۔ کیونکہ ترقی کی نوعیت پر غور کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعد تکالیف کے حاصل
ہوتی ہے اور ہر جسم کیلیے عام ہے پس جنہون نے صرف افعال نیک کیے ہون اونکے
لیے ہر تکلیف ظلم ہوگی جنہون نے افعال بد کیے ہین اون کے لیے وہ تکلیف تکلیف
افعال کے علاوہ اور ظلم۔

طریقۂ ترقی جسم بعد موت کے

نہم - جب روح جسم سے علحدہ ہوجاتی ہے اوسکے بعد جو طریقے ترقیون کے معلوم ہوتے ہین وہ یہہ ہین اولاً فشار قبر ہوگا اور ایسا سخت کہ بھیجا سر کا ناخن یا سے نکل آیے فائدہ اسکا صاف یہہ ہے کہ جسم نچوڑا جایے - آلایشین صاف کیجائین - یعنی ست کا ست نکالا جایے - ثانیاً وہ کیڑون کے پیٹ مین چلا جائیگا - اور پہر وہ بھی مٹی ہونگے اور زمین مین دفن رہینگے - اونیز وہ اثر ہوگا جو بیج کے زمین مین ڈال لینے سے یا دواؤن کے گاڑنے سے ہوتا ہے - اور یہہ ترقی باعتبار نوعیت مادہ - باعتبار اثر افعال - باعتبار ترقی ارض ہوتی رہیگی -

انتباہ دفن جلانے سے بہتر ہے - کیونکہ اوسمین جسم بطور تخم کرنے مین نہین رہتا - گو جلانا فشار کا مقابلہ کرے -

مقام جنت ونار اور ترقی ارض کی -

دہم - اب غور کرنا چاہیے کہ وہ جنت یا دوزخ جنمین آدمی جائیگا کہان ہونگے - جو ارشادات الہی سے ظاہر ہوتا ہے یہہ ہے کہ وہ یہی زمین ہوگی - اسی مین جنت اور دوزخ اور شیرین نہرین اور حور اور غلمان ہونگے مقام اوسکا چاہے آسمان ہو یا اور کچہہ اور وہ ایسی ہوجایے کہ اوسپر اطلاق آسمان کا ہو یا زمین کا - اسلیے کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ - یعنی ہم زبور مین بعد پند و نصیحت کے یہہ بات لکہہ چکے ہین کہ ہمارے نیک بندے زمین کی سلطنت کے وارث ہونگے بعد ذکر دخول اہل جنت کے جنت مین - فرماتا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ - یعنی اور کہینگے کہ خدا کا شکر ہے جسنے اپنا
وعدہ ہمکو سچ کر دکھایا اور ہمکو زمین کا مالک بنایا - اگر جنت اور دوزخ زمین میں نہوتے
یہہ ارشاد نہوتا - نسبت زمین کے فرماتا ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا - معنی یہہ ہین کہ زمین اسقدر ہلائی جائیگی کہ اوسکے
اثقال اندر سے باہر نکل آئین - جسکی مثال دودہ کا بلونا ہے - جب دودہ بلویا جاتا ہے
اور اوسکو دیر تک شدت سے حرکت دیجاتی ہے مکھن اوپر آجاتا ہے - زمین کے اندر
اسوقت ہو جو چیزین مخفی ہین اونکی تعداد بیان کرنا دشوار ہے - چنانچہ معدنیات اور
جواہرات ایسے مخفیات ہین جو سب کو معلوم ہین - لیکن وہ چیزین جنکی تاثیر یہہ ہے
کہ مٹہائی اور کہٹائی اور مختلف رنگ اور رنگون مین اختلاط اور خوشبوکی چیزین پیدا کرین
اونکے مادے معلوم نہین - ان سب چیزون اور مادون کو زمین اوگل دیگی اور وہ اندر سے
باہر آجائینگی - اثقال کو صرف آدمیون کا جسم سمجہنا صحیح نہین - یہہ بہی نقل ہے اور اور
بہی - اوسوقت تصور فرمائیے کہ زمین کی کیا حالت ہوگی - ایک طرف ان سامانون کا
ظہور ہوگا جن سے اب بہی روح تازہ ہوجاتی ہے یعنی معدنیات - جواہرات - خوشبوئین
زمین کے خزانے - دوسری طرف اون سامانون کا ظہور ہوگا جنمین سے ایک وہ مادہ
ہے جس سے وہ حشرات الارض پیدا ہوتے ہین جنکے ڈنک مین ایسا زہر ہوتا ہے کہ جسم
مین آگ لگی ہوی معلوم ہوتی ہے - چنانچہ آگ جوالامکہی پہاڑون مین ظاہر ہوتی ہے -
اسوقت ان چیزون کے انفجار کی وجہہ بہی ہوسکتی ہے کہ زمین ان چیزون کے متعلق

ترقی کر رہی ہے - پس یہ ترقی جب حد کمال پر پہونچ جائیگی وسوقت زمین اسقدر ہلائی جائیگی کہ سب چیزین اوسکے باہر آجائین - قیامت کا طول اور آفتاب کا قرب اسلیے ہوگا کہ ہر چیز زمین سے وہ سقم جو اندر رہنے سے باقی رہا تھا نکل جاویے - وہی دوزخ اور جنت ہوگے ان سب امور کے ملانے سے ظاہر ہے کہ (۱) وہ جنت جسمین حضرت آدم تھے اور جنت تھی جسمین بعد موت کے جائینگے اور جنت ہوگی - (۲) ان ترکیبون سے کہ حضرت ابو البشر دنیا مین آئے ایک ترقی ہوی - بعد موت ایسی بڑی ترقی ہوگی جسکی کچھہ انتہا نہین یعنی ظرف اور مظروف دونون ترقی کر جائینگے - یہہ جملہ امور بفایدہ نہین ہین - عجیب و غریب حکمتین اور صنائع قدرت الہی کی ہین - یہہ سمجھنا نہین چاہیے کہ حیات دنیا مین ہماری ترقی ختم ہو گئی اور ہم بن چکے - ختم تکمیل خلق وہ ہوگا جب قیامت کے لیے زندہ ہونگے - پس مشیت الہی اس غرض سے مقتضی تقرر قاعدہ موت و قبر و بہشت و قیامت کی ہوی ہے کہ وہ اعلی فائدہ کی مشیت ہے اور کمال عنایت جس سے زیادہ کوئی عنایت نہین ہوسکتی -

طول مدت خلاف ارشاد الہی نہین ہے -

شبہہ نہو کہ یہہ مدت خلاف ارشاد الہی ہے یعنی اسد تعالی فرماتا ہے کہ جب اسد کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ ہوجاے ہوجاتی ہے - اسلیے کہ خود اسد تعالی نے طینت حضرت آدم کو چالیس صباح تک تخمیر کرنا فرمایا ہے اور سات دن مین اس کارخانہ کا پیدا کرنا فرمایا ہے - یہہ دونون ارشاد متناقض نہین ہین اسلیے کہ معنی آیہ کن فیکون کے یہہ ہین کہ اسد تعالی جیسا ارادہ فرماتا ہے

وہی امر مطابق ارادۂ الٰہی کے فوراً ہوجاتا ہے۔ جب ارادۂ الٰہی متعلق پیدا کرنے ایک
حالت کے ہو وہی فوراً پیدا ہوگی۔ جب دوسری حالت کے متعلق ہو وہی فوراً پیدا
ہوگی۔ تناقض اوسوقت ہوتا جب ارادۂ الٰہی ترکیبون سے اور اسباب سے خالی ہوتا۔
الغرض ہر حکمت ایک ارادہ ہے۔

بیان شریعت کہ عذاب قبر ہوگا خلاف وجہ موت کے نہین ہے۔

شبہہ نہو کہ شریعت مین ثابت ہے کہ تعلق جسم اور روح
مین باقی رہیگا اور ذریعہ عذاب قبر یا راحت قبر کا ہوگا۔ اس لیے
کہ ہماری غرض اوس تعلق سے ہے جو حالت حیات مین ہے
ایک قسم کا تعلق ضرور ہے۔ (۱) وہ بھی اگر باقی نرہے لازم آئیگا کہ روح بھی فنا ہوجائے
اسلیے کہ ادراک کا انعدام حقیقت مین موت ہے۔ کیونکہ جب جسم مین صرف روح اور جسم
دو جزو ہون ادراک روح کی ایسی صفت ہوگی جو اوسکی ذات مین داخل ہو۔ (۲) اگر تعلق
مطلقاً سلب ہوجاے تو لازم آئیگا کہ روح نے جو افعال صادر کرا کر ذمہ داری حاصل
کی ہے اور بطور لزوم کے اپنے اوپر ایک حالت دوامی عارض کر لی ہے وہ حالت ساقط
ہوجاے۔ یہ خلاف لزوم کے ہے۔ (۳) اگر تعلق مطلقاً سلب ہوجاے دوبارہ اوسی
روح کا اوسی جسم مین آنا بلا وجہ ہوگا۔ ہماری غرض یہ ہے کہ ایک تکلیف یا راحت تو
بسبب اعمال کے پیدا ہوتی ہے۔ ایک تکلیف وہ ہے جو ترقی کے لیے ہر جسم کو عارض
ہوتی ہے جسمین راحت شامل نہین ہے۔ پس اس لیے کہ تکلیف راحت مین یا تکلیف
پر تکلیف عارض نہو جدائی روح و جسم مین پیدا کی جاتی ہے۔ اور ایسا تعلق باقی نہین

رکھا جاتا کہ سوای اون نتائج کے جو لازم ہوگیے ہین اور نتیجون کا انفعال جسم و روح مین باقی رہے۔ مثال اس قطع تعلق کی عمل جراحی ہے جب وہ اوس حالت مین کیا جایے جب آدمی بیہوش کر دیا گیا ہو۔ حالت بیہوشی مین بہی ایک طرح کا اوراک تکلیف کا ضرور رہے

عذاب یا راحت قبر کے بعد جنت و دوزخ کی ضرورت مرتفع نہین ہوتی۔

شبہہ نہو کہ۔ بعد عذاب یا راحت قبر کے ضرورت عذاب نار یا راحتِ جنت کی باقی نہین رہے ہے اسلیے کہ تکلیف یا راحت کو مجموعہ جسم و روح نے پیدا کیا تہا۔ اب اونمین ایک نوع کا تعلق ہے پورا تعلق نہین۔ پس جبتک وہ پہر پورا تعلق حاصل نہ کرین پورا تمتع راحت کا نہین کر سکتے۔ اسی طرح انکو پوری سزا نہین ہو سکتی۔

اجسام انبیاء کی حالت کا استثناء۔

یہہ بہی **شبہہ** نہو کہ۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اجسام انبیاء و اوصیا ایک حالت مین رہتے ہین جیسے مرے تہے ویسے ہی۔ یہہ تغیر نہین ہوا۔ اسلیے کہ ہر ترکیب کا ایک طریقہ اور قاعدہ ہے جو بغیر ضرورت کے توڑا نہین جاتا۔ پس یا یہان وہ قاعدہ بطریق اعجاز توڑا جاتا ہے۔ جیسا کہ جناب رسول خدا محمد مصطفے صلعم کی نسبت ثابت ہے کہ جناب ممدوح اوسط اندام تہے مگر ہر لنبے آدمی سے اونچے معلوم ہوا کرتے تہے۔ اور اونکے سایہ نہ تہا یعنی جسم ابتداء سے خاص نوعیت کا بنا ہوا تہا۔ یا اونکے اجسام مین بسبب تاثیر اعمال خیر کے وہ خاصیت پیدا ہوتی ہے کہ ایسا تغیر ہو جو معلوم نہو۔ یا اونکا جسم اسقدر زیادہ مبتلای آلام دنیا ہوتا ہے کہ وہ حالت دنیا مین حاصل ہو چکے جسمین فشار ضرور نہو اور صرف زمین مین رہنے سے خلود

پیدا ہو - یعنی ایک طرف جسم اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے کہ تھوڑے سے تغیر مین حالت کی ترقی قبول کرے دوسری طرف سخت تکالیف دنیا مین رہتا ہے۔

ڈارون صاحب نے آخر ترقی کو نہین بتلایا۔

توضیح اول ڈارون صاحب نے جو ایک بڑی طویل تحقیقات کے بعد یہہ امر ثابت کیا ہے کہ ہر چیز عالم مین بذریعہ ایسے تغیر کے جو ترقی کی طرف منجر ہو پیدا ہوی ہے یہانتک کہ انسان ترقی یافتہ بندر ہے۔ ایسا امر ہے کہ حیرت مین ڈالتا ہے۔ اونہون نے یہہ غلطی کی ہے کہ روح انسانی کو ترقی یافتہ روح حیوانی سمجھا ہے۔ حیوانون مین جو طریقے ترقی جسم کے اونکو عملاً معلوم ہوتے ہین وہ عمل انسانی کا اثر ہین اور جو ترقی عقل کے معلوم ہوتے ہین وہ تعلیم انسانی کا۔ علاوہ برآن وہ نہین بتلا سکتے کہ انتہای ترقی بنی القردہ کیا ہے۔ ان دونون امر کو اسد تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ انسانی روح ہماری طرف منسوب ہے اور جسم انسانی صرف تخمیر سے بنایا گیا ہے یعنی انسان بنی القردہ نہین ہے۔ چونکہ روح منسوب الی اسد ہے اوسکا اثر جسم پر یہہ ہے کہ آخر کو وہ مادہ بقا پیدا کر دیتی ہے اور منتہاے کمال یہہ ہوتا ہے کہ اوسمین ترقی کی گنجایش باقی نہین رہتی۔ اور موت بند ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ذریعہ انعدام ترقی کا ہے۔ ڈارون صاحب نے یہہ تو نتیجہ نکالا کہ یہانتک ترقی ہو گئی کہ جمادات نباتات اور وہ حیوانات اور وہ آدمی ہو گئے مگر یہان پہونچکر رہ گئے کہ پہر آدمی کا منتہاے ترقی کیا ہوگا۔ اونکے اصول کے مطابق یہی لازم آتا ہے کہ آخر کار سب مخلوق آدمی ہو جائین اور آدمی ہو کر بعد منتہاے ترقی کے ترقی بند ہو جاے اور یہی خلود ہے۔

یہہ اعتراض کہ مردم خواروں کا جسم کہانسے آئیگا وارد نہین ہوتا۔

توضیح دوم۔ جن لوگون نے بنی آدم کے دوبارہ جسم سابق پہنکر اوٹہنے پر ایسی حالتون سے اعتراض کیا ہی کہ جو آدمیون کو کہا جائین تو دونون کا جسم کیسے جدا ہوگا وقس علی ہذا غلط اعتراض ہے۔ اسلیے کہ جسم کا جب ست نکالا جاے اور پہر وہ بطور تخم رکہا جاے اور پہر ست ملاکر جسم سابق مع تغیر پیدا کیا جاے تو یہہ اعتراض وارد نہوگا۔ انسان ہڈیان نہین کہاتا۔ اور جانورون مین کمتر ایسے ہین کہ ہڈیان کہاجاتے ہین اونکا حشر مع الجسم ثابت نہین اور اگر ہو وہ بہی اسی طرح ہوگا کہ جسم انسان کے بننے مین حارج نہو اور اعتراض کی تردید کریگا۔

یہہ شبہہ اسلیے غلط ہے کہ وجہ ماہیت اشیا کا سوال ہے

توضیح سوم۔ آگے بیان کیا جائیگا کہ علم وجوہ ماہیت اشیا قوت بشری سے باہر ہے۔ اور یہہ اعتراض اور ایسے ہی اعتراضات اصل مین اسلیے غلط ہین کہ متعلق استفسار وجوہ ماہیت کے ہین اور اوسکے نہ سمجہنے سے پیدا ہوتے ہین۔ مثال اونکی وہی ہے کہ روٹی باورچی کو نہین جان سکتی اگر روٹی باورچی پر اعتراض کرے غلط ہوگا۔ اسی لیے خوض ایسے امور مین منع ہے۔

علماء دین کا جواب شبہہ مبحوث عنہ کا۔

توضیح چہارم۔ علماء دین سے اس شبہہ کا یہہ جواب دیا ہے کہ وہ جنت مین باستحقاق جانا ہوگا اور فضل استحقاق معلوم ہے۔

یہہ بہی عمدہ جواب ہے مگر میرا عقیدہ یہہ ہے کہ ہم بندہ محتاج ہین کوئی حق ہمارا نہین۔ شعر

بے سنت و بے سوال و بے استحقاق		دیتا ہے جو سب کو یا الٰہی تو ہے	

یہہ ترقی نیچر کی بغیر وجود خدا کے ناممکن ہے۔

توضیح پنجم۔ ان صنائع بدائع الٰہی پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہہ سب تدابیر اور طریقے خلق کرنے اور مخلوق کے اقتصار غایت کمال پر پہونچانے کے اللہ تعالیٰ کے ہین۔ انکا نام نیچر رکھنا فاحش غلطی ہے۔ اسلیے کہ ترقی کرنے والے نیچر اپنے نیچر مین تابع ترقی دینے والے کے ہونے چاہییے۔ ترقی تغیر ہے۔ اگر نیچر قدیم اور قائم بالذات ہوتی متغیر نہوتی۔ غور کرنا چاہیے کہ نیچر جب مدبر اور ترقی کرنیوالی مانی جاے تو وہ ہر احد کے لیے خاص ہوگی۔ پس یہہ نیچر کیونکر ہو سکتی ہے کہ ہر چیز کے ساتھہ بدلا کرے۔ اگر نیچر کو ایک تسلیم کر لیا جاے تو اشیاء مضاد کا خلق اوس سے محال ہوگا۔ اگر وہ قادر مطلق کا دوسرا نام ہے تو نیچر مین وجود قدرت مطلق کا کوئی نہین مان سکتا کیونکہ اوس نیچر مین نیچر کے خلاف کرنیکی قدرت بخلاف بداہت ہے۔ عدم قدرت ماننا بہت ہی ادنی درجہ کے خدا کا ماننا ہے نعوذ باللہ

انسان کا برا ہو جانا خلاف ترقی نہین ہے۔

توضیح ششم۔ دنیا جب اسقدر ترقی کرنیوالی چیز ہے۔ تو انسان کا برا ہو جانا خلاف ترقی نہین یعنی ترقی اوس حالت کے متعلق ہے جسمین انسان کے افعال کو دخل دیا گیا ہے۔ یہہ معنی ترقی کے نہین ہین کہ باعتبار تکلیف و راحت ترقی صرف راحت کی ہوتی ہے اسلیے کہ لوہے کی ترقی اوسی حالت کی ترقی ہے اور جوہر کی اوسی حالت کی۔ انسان جس نوع کا اپنے آپ کو بنالے اوسی حالت نوعی مین ترقی پذیر ہوگا۔

قیامت کے طول کی وجہ اور قرب آفتاب کی۔

توضیح ہفتم چونکہ آفتاب اسوقت دور ہے۔ وقت قیامت قریب ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترقی زمین کے اندر رہنے سے ہوتی ہے گو لازمی ہو دیر طلب چیز ہے جو بیرونی مین ہوتی ہے وہ اسکے خلاف ہے۔ اسی لیے عمر انسان

کی قلیل ہے۔ جب مادۂ خلود پیدا ہوگا اوسکی وہ تکمیل جو اوسکو درکار ہوگی بذریعۂ مدت قیامت و قرب قیامت کے ہوگی۔ یہہ نہین ہے کہ اللہ تعالی نے بلا وجہ اسباب تکلیف و عذاب پیدا فرمائے دینا بلکہ فضل عظیم ہے کہ ایک طرف ترقی کے اسباب پیدا کیے ہین دوسری طرف مدت امتحان کو قلیل کردیا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض لوگ طبیعت کے (نیچر) خدا ہونے کے قائل ہوئے بعض آفتاب کے۔

جناب رسول خدا کے ان نکات کو بطور ڈرانے کے بیان کرنے کی وجہ۔

توضیح ہشتم۔ ان سب امور سے مثل آفتاب روشن ہے کہ اون لوگون کا خیال جنہون نے تکلیف و راحت کو محض خیالی قرار دیا ہے کسقدر غلط ہے۔ جب تمام زمین اپنی اچھی بُری سب چیزون کو باہر نکال دے غور کرنا چاہیے کیا حالت ہوسکتی ہے۔ ضرور ایک طرف جنت ہوگی ایک طرف دوزخ۔ اوسمین جب ہمارا جسم قابل تمتع ہو ضرور مبتلای تکلیف یا متمتع براحت ہوگا۔ اس سے یہ خیال بعض لوگونکا کہ جناب رسول خدا صرف ڈرانے والے تھے یا خوشخبری دینے والے کسقدر غلط ثابت ہوتا ہے۔ یقیناً وہ واقعی چیزون کی خوشخبری دیتے تھے اور واقعی چیزون سے ڈراتے تھے۔ اس مقام پر خیال فرمایے کہ لوگون سے خداوند عالم کی ترکیب ترقی بیان کرنا اور ایسے لوگون سے جنسے عرب کا ملک بھرا ہوا تھا بہتر تھا یا ان چیزون کا اوس رنگ سے بیان کیا جانا جس رنگ سے کیا گیا بہتر تھا۔ اگر اون سے اس طرح بیان کیا جاتا تو وہ سمجھتے نہ کچھ فائدہ ہوتا۔

ترقیان بذریعہ تغیر کے ہوتی ہین

توضیح نہم۔ ترقی کے مدارج پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ وہ بذریعہ

تغیر کے ہوتے ہین - اور تغیرات اسطرح واقع ہوتے ہین کہ جب ایک حالت بقدر ضرورت انتہا
کو پہونچ جاے بدل جاے دوسری حالت اوسی ذریعہ سے پیدا ہو جاے - مثلاً پانی
برسا کرتا ہے اوسکا اثر ہوتا رہتا ہے - پھر سردی ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا رہتا ہے - پھر
گرمی ہوتی ہے اسکا اثر ہوتا رہتا ہے - اور یہہ ایک ہی دفعہ ہو کر ختم نہین ہو جاتا - بار بار
اسکی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اسد تعالی نے ہر چیز مین یہہ ترکیب اس عالم فانی کے
لیئے رکھی ہے کہ جب بقدر ضرورت کمال ایک ترکیب کا ہو جاے ویسی ہی اوسکا زوال اور ختم
ہو - یہہ نہین ہے کہ ترقی ہونے سے لازم آتا ہے کہ جو حالت ایک دفعہ گذر لی پھر نہو
اسکے مصالح عجیب ہین جنکے یہان بیان کرنے کی ضرورت نہین -

ترقی کے متعلق حق تعالی پر الزام نہین ہے -

توضیح وہم - مادہ کے متعلق بھی الزام ذات اقدس ایزدی
پر نہین آسکتا - اس لیے کہ (۱) بنی نوع انسان بنی آدم ہین اونکا
مادہ اتنا تیار کیا گیا تہا کہ وہ سہو پر قصور کے لیے مدتون رویا کیے تا بہ سی صد سال آدم گریہ
کرد - اونکی اولاد سے جو اونکے صلب سے پیدا ہو یہہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اگر سہو سے
قصور کرین اور عمر وفا کرے ہزار برس ایک قصور پر روئین - اور دیدہ و دانستہ تو کبھی گناہ
کے پاس نہ جائین - چونکہ مادون مین ترقی کا اصول مانا ہوا ہے یہہ اولٹی ترقی کیسی ہوسکتی
ہے کہ دیدہ و دانستہ گناہ کرین اور اوسپر بجاے منفعل ہونیکے ٹرائین اور ٹراتے
ٹراتے خدائی کا دعوی کرین - (۲) شیطان مین جو مادہ بھڑک اوٹھنے کا تہا اوسکا علاج
خداوند عالم نے اوسکی مشق عبادت کے ذریعہ سے فرمایا - بنی آدم مین جو ایسا مادہ ہے

اوسکا علاج بذریعۂ ولادت یعنی حضرت آدم کے ذریعہ سے پیدا کرنیکے کر دیا۔ (۳) باوجود تفاوت قابلیتون کے کہ بعض آدمیون مین بھلائی کی طرف جلد مائل ہوجانے کی۔ بعض مین برائی کی طرف جلد مائل ہوجانے کی ہے قصور مادہ کا نہین ہے کیونکہ (۱) ہر شخص مین فہم وادراک ہے اگر قصور مادہ کا ہوتا فہم وادراک کا مادہ نہوتا۔ (۲) ہر قابلیت کے آدمی سے اچھے اور برے افعال صادر ہوتے ہین اگر مادہ کا قصور ہوتا ان دونون مین سے ایک پر انسان مجبور ہوتا۔ (۴) طینت آدم مین روح ڈالی گئی ہے اور وہ حاکم ہے اور افعال کا نتیجہ تکلیف یا راحت ہے معنی یہہ ہین کہ افعال مادہ پر اثر کرتے ہین مادہ باعث صدور افعال نہین ہے بلکہ روح ہے حقیقت یہہ ہے کہ مادہ مین وہ تفاوت ہے جو عمدگی مین محدود ہے کوئی زیادہ عمدہ ہے کوئی کم ایسا مادہ انسان کا کہ اوسے برا کہہ سکین ہرگز نہین ہے۔ افعال کے اثر سے کم عمدہ زیادہ برے ہوجاتے ہین۔ زیادہ عمدہ برے نہین ہوتے یا کم برے ہوتے ہین اور اسلیے وہی قہروار ہوتے ہین۔ خداوند عالم نے (چونکہ کمال مرتبہ مین رحیم ہے) قواعد ایسے نرم اور آسان بنایے ہین کہ جملہ مادون کو حاوی ہون۔ اور اونکی مختلف ضرورتون کو رفع کرین جیسے قواعد نکاح اباحت محدودات۔ غسل وتیمم۔ ان سب پر عفو وغفران۔ اسی لیے محققین علماء کا یہہ قول ہے کہ لواحق کے وجود مین سوابق کو دخل ہے اور شر شیطان بعد کی بات ہے جس وجہ سے ذات خداوند عالم پر الزام خلق شر کا عائد نہین ہوسکتا۔ تفصیل اسکی مقام مناسب پر کیجائیگی۔ یہان مختصراً بیان کیا جاتا ہے کہ اختیار اختیار نہوتا اگر اوسمین وسعت نہوتی

اوسمین یہہ وسعت بہی ہے کہ مختار کے افعال موثر ہون۔ پس یہہ تاثیرت ہمارے افعال کے ہین اور معنی یہہ ہین کہ ہم اپنے افعال سے جنکی قدرت اللہ تعالی نے کمال عنایت کی وجہ سے دی ہے۔ اوسکو الزام دیتے ہین اور عنایت کی عوض بجای شکر کے شکایت کرتے ہین۔

جواب اس شبہہ کا کہ عالم مین شر زیادہ ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جو طریقہ عالم کے ایجاد مین اختیار کیا گیا اوسمین شر زیادہ ہے اسلیے بہتر نہین کہا جاسکتا۔ باب دوم کے شبہہ اول مین جواب اس شبہہ کا باعتبار دین بہی دیا گیا ہے۔ چونکہ یہان آیات کلام مجید کی نقل کے بعد جواب اس شبہہ کا دیا جاتا ہے اس لیے باعتبار اون نکات کے بحث کیجاتی ہے جو ابہی بیان کیے گئے۔

شر انسان کا خود فعل انسان ہے

جواب (۱) انسان کا یہہ شبہہ کرنا ابتدا سے غلط ہے اسلیے کہ معنی اس شبہہ کے یہہ ہین کہ وہ اپنے افعال سے اللہ تعالی پر اعتراض کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے نوع نوع کی مخلوق پیدا کی انسان کو تمام انواع سے افضل بنانا چاہا دنیا کو اوسکے لیے امتحان گاہ بنایا جو ذریعہ حصول فضل کا ہے صاحب فضل کے ساتھہ وجود مفضول لازم ہے اور امتحانی فضل کے لیے کثرت ناکامون کی۔ چونکہ یہہ امر ایک طرف نہایت اعلی درجہ کا تہا دوسری طرف اوسمین ضرر تہا۔ ہر مخلوق کے مادہ سے پوچہا کہ اس نوع کی مخلوق کون بننا چاہتا ہے سب نے انکار کیا انسان کے مادہ نے اقرار کیا۔ اسلیے اللہ کا فعل اچہا بنانے کا ہے ہمارا فعل برا بن جانے کا سبب

برائی اگر زیادہ ہے ہمارے سبب سے ہے۔ بھلائی اگر زیادہ ہے اوسمین مدد الہٰی کو ہمارے فعال کے ساتھہ دخل ہے۔

شر شیطان کا تعلق خلق انسان کے قلیل ہونا۔

(۲) انسان مین اول وہ قوت جسکا انبعاث بذریعہ اکل گندم واغوای شیطانی کے ہوا متعلق عورتین کے ہے۔ اسکے متعلق جب خیال فرمائیگا تو معلوم ہوگا کہ اس ذریعہ سے خیر زیادہ ہے شر ہرگز زیادہ نہین۔ غالباً کوئی بشر شک نہین کرسکتا کہ خیر نسبت شر کے بہت زیادہ ہے اور گویا کہ حد سے زیادہ ہے مقابلہ کیلیے اولاد زنا اور اولادِ حلال پر خیال فرمایئے۔ شریعت نے عقود نکاح کفار کو جائز قرار دیا ہے اور اسلام نے کیا عجیب کوشش فعل مذکور کی برائی سے علیحدہ کرنے کے لیے کی ہے۔ سبحان اللہ۔

شر شیطان کا تعلق غصہ کے کم ہونا۔

(۳) اور قوتین جنکا انبعاث بذریعہ اغواے شیطانی کے بنی آدم مین ہوتا ہے (حضرت ابو البشر اوس سے پاک ہین) اوسمین بڑی چیز غصہ ہے۔ اوسکو حساب کیجیے کہ برمحل کسقدر آتا ہے اور بے محل کسقدر۔ کیا ہر وقت انسان بے موقع لڑا کرتا ہے؟ ہرگز نہین۔ اوسنے جو غیرت کا مادہ پیدا کیا ہے وہ کسقدر عظیم المرتبہ چیز ہے۔ بہت سے زن و مرد مین وہی باعث اجتناب قبائح ہے۔

شر شیطان کا تعلق سامان دنیا کے کم ہونا۔

(۴) اسکے بعد وہ چیز جو بذریعہ اغواے بنی آدم پیدا ہوی ہے (حضرت آدمؑ اس سے بھی پاک ہین) وہ سامان دنیا کا عمدہ کرکے دکھانا ہے اوسکے اندر بھی خیر زیادہ ہے۔ اسلیے کہ وہ سامان کہ جو بعد اس پسند کے پیدا

ناہوتے ہین (اور ایسے ہوتے ہین کہ اگر پیدا نہماک اور پسند نہوتے تو پیدا نہوتے) ضروریات زندگی مین داخل ہوکر اس پسند کو قبیح سے حسن بنا دیتے ہین - جیسے نہر اور ریل - اور تار اور بہت سی دوائین - اور بار برداری - اور ظروف وغیرہ وغیرہ - ان چیزون مین اون سب کو جو باعث آرام و راحت ہین ضروریات زندگی مین بقدر ضرورت زندگی داخل فرمایے - پس وہ سب چیزین جو ان دونون تفریقون مین داخل ہون مباح ہین - اون کا مقابلہ باعتبار تعداد کے اشیاء غیر مباح سے فرمایئے - یعنی آلات لہو لعب کو آلات و سامان اکل و شرب و سامان ملبوسات سے مقابلہ کیجیے اور تسکین فرمالیجیے کہ اس ذریعہ سے خیر بہ نسبت شر کے اسقدر زیادہ ہے کہ کوئی نسبت نہین - اسی ذریعہ سے نعمات کی تعداد بڑہ گئی ہے اور تعداد امور باعث شکر اور شکر گزارون مین شکر - یہہ کیسی بڑی خیر ہے -

شر شیطان کا متعلق کفر کے کم ہونا -

(۵) کفر کا شر اس عالم مین باعتبار دین کے بہت زیادہ ہے لیکن وہ بسبب شیطان کے نہین ہے - اسلیے کہ حق تعالی نے صاف فرما دیا ہے کہ شیطان بعد اختیار کفر کے کافر کو حالت انبعاث مین کہتا ہے - پس یہہ شر نتیجہ خلق شیطان کا نہین ہے - البتہ شیطان اغوا کرتا ہے - ظاہر ہے کہ اغوا بعد پیدا ہوجانے قابلیت قبول غوایت کے ہوسکتا ہے - اسیطرح یہہ امر کہ دنیا مین کفار کی تعداد زیادہ ہے قابل بحث ہے - اسلیے کہ خلق عالم اولاً بذریعہ حضرت آدم ہوئی - پھر بعد حضرت آدم کے کوئی زمانہ خلیفۃ اللہ فی الارض سے خالی نہین ہا اور ایک زمانہ دراز کی بابت خبر دی گئی ہے کہ وہ ہدایت کا زمانہ ہوگا - اور بتلایا گیا ہے

کہ وہ زمانہ گمراہی سے بہت زیادہ طویل ہوگا۔ پس زیادتی تعداد کفار کی صحیح نہین ہے
سلسلۂ ترقی کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انسانون مین جہالت زیادہ تھی۔ اور
اسلیے خونریزی اور فساد بھی۔ جہالت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے جسکے ساتھ خونریزی
و فساد بھی اب بہت کم ہوگئے ہین۔ آیندہ ترقی یہی ہوسکتی ہے کہ رائین اسقدر صحیح
ہوجائین کہ غلطی نکرین۔ اس ترقی کے لیے ابھی بہت وقت درکار ہے۔ خصوصًا آراے
صحیح کے مطابق قوت عمل پیدا ہونے مین۔ جب آرا مین صحت آجائیگی وہ زمانہ زمانہ ہدایت
کا ہوگا اور جب مطابق راے صحیح کے ہمیشہ افعال صادر ہونگے وہ زمانہ انتہاے ترقی
اور ختم دنیا کا ہوگا۔ لیکن جب ترقی موجودہ اتنے زمانۂ دراز مین ہوئی تو ترقی باقیماندہ یقینًا زمانہ
دراز تر مین ہوسکتی ہے۔

جان و مال کے شر کا اتنا شر نہونا جتنا خیال ہوتا ہے۔

(۷) خونریزی کا اعتراض دو لون مین ہے۔ اسمین یہہ غلطی شامل ہے کہ لاکھون بندے اگر مرجائین۔ یا مال و نکاجاتا رہے یا بیسے قتل ہوجائین۔ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ یقینًا بُرائی نہین۔ بندون کے لیے بہی وہ حقیقت مین اتنی برائی نہین جسقدر خیال کیجاتی ہے۔ (واضح رہے کہ بدلا و رجزا مطابق خیال کے عنایت ہوتا ہے) کیونکہ جو ضرر ان تینون صورتون مین پہونچتے ہین وہ یہہ ہوتے ہین۔ (۱) موت متضرر اپنے مقیاس کے مطابق تھوڑی دیر پہلے وقت مقررہ موت سے مرگیا۔ ہم اس ضرر کو اسلیے محسوس کرتے ہین کہ ہمسے پہلے مرگیا۔
(۲) مال متضرر مال سے قبل از وقت جدا ہوگیا۔ ہم اسکو اسلیے محسوس کرتے ہین کہ ڈر

ہوجاتا ہے کہ ہمارا بھی نہ جاتا رہے۔ حالانکہ وقت موت باعتبار کیفیت ترکیب جسم مقرر ہوتا ہے۔ اور مال جانے مین کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ (۳) قتل تلوار کی موت نظر بشریعت بڑے فائدون کی ہے۔ یہہ تینون صورتین یا فوائد کے لیے مقرر ہین یا سزا ہین۔

شر کا نتیجہ بسبب عفو کے کم ہے (۷) یہہ امر بھی اس اعتراض مین نظر انداز ہے کہ افعال عباد کے متعلق قواعد بخشش بہت نرم ہین۔

اوسکا مقابلہ اختیار کی خوبی ہے (۸) حقیقت مین اللہ تعالی نے انسان کو اختیار دیا ہے وہ ایسی عمدہ چیز ہے جسکا مقابلہ کوئی عمدہ سے عمدہ چیز بھی نہین کرسکتی۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو خراب نہین کرتے جب تک انسان خود اپنی خرابی کا سامان آپ پیدا نہ کرے تو اسمین قصور معطی اختیار کا کہان سے آیا جو لوگ اختیار کو برا سمجھتے ہین وہ اس بات پر غور نہین کرتے کہ کسی حکومت کے لیے کسی کا پیدا کرنا برا نہین ہے حاکم کو اختیار دینا برا نہین ہے یاد رہے کہ اختیار آپکا خود مانگا اور لیا ہوا ہے۔ ضرور اس اختیار مین تکلیف ہے لیکن غور فرمایئے کہ آپ کو وہ حالت پسند ہے جو بچون کی ہوتی ہے یا وہ حالت پسند ہے جو ایک دنیا کی بادشاہت اور خود مختیاری کی ہوتی ہے وہ خوشی جو ایک بہٹ یا جنگل مین پڑکر ہوسکتی ہے کیا اوس راحت سے زیادہ ہوتی ہے جو ملک فتح کرنیکے بعد ہوتی ہے۔ اور حاکم ہونے کے بعد سیر خیال ون شست اور نکمے آدمیون کا ہے جو کام کرنا نہین چاہتے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہین کہ امتحان مین بڑے لڑتیون مین کامیاب ہونا اور بڑے

مراتب حاصل کرنا اصلی غرض انسان کی ہے تو آپ اس اختیار کو برا نہین کہہ سکتے اگر آپ
سمجھتے اور پسند کرتے ہین کہ جانورون کی طرح سے پڑے رہتے کچھہ کہاتے کچھہ پیتے
مرجاتے تو آپ البتہ اختیار کو برا کہسکتے ہین ورنہ نہین - اس اختیار کے ذریعہ سے جو شرف
انسان نے حاصل کیے ہین اونکو نظر انداز نہ کیجیے - جب انسان کے پیچھے ساتھہ ساتھہ
ایک دشمن مثل شیطان کے قوی ہو - اوسپر لاکہون دشمنون کا یعنی اخلاط ردیہ کا مقابلہ در پیش
ہو اوسپر اولاد بیالنی لازم ہو اور وہ طرح طرح کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہو اوسپر وہ کام کر جاے
اور اپنی مشق قوت صدور افعال حسنہ سے ایسی بات کر دکھلاے کہ کہان سے کہان
پہونچے تب وہ ایسا ہو کہ سب سے بہتر ہو کر سب کا حاکم ہو - فرشتون سے بہتر ہو -
فرشتونکے لیے نہ یہہ مصائب نہ اونکے یہہ مراتب اگر انسان فرشتون سے بہتر نہ ہوتا تو
فرشتے ہی حاکم زمین ہوتے -

یہہ شبہہ جو طرح طرح سے پیدا ہوتا ہے اوسکا جواب مجموعی

(۹) یہہ شبہہ کہ عالم مین شر زیادہ ہے ایک بڑا دہوکہ ہے جو طرح طرح سے پیدا ہوتا ہے اچھون کی تکالیف کے متعلق برون کے اقتدار کے متعلق کفر کے متعلق نافرمانی کے متعلق قلت شاکرین کے متعلق - خونریزیون کے متعلق اور عموماً جرائم کے متعلق اور اوسمین سب سے بڑھ کر یہہ بات دلمین آیا کرتی ہے کہ ایسی مشیت کیون ہوئی جو اوسکی ذات باکمال کے خلاف معلوم ہوتی ہے - اسلیے یاد رکہنا چاہیے کہ مشیت اصلی نہایت اعلی درجہ کی ہے یعنی انسان کا حاکم بنانا - انسان کا فرشتون سے بہتر بنانا - انسان کے لیے دنیا کا بنانا - انسان کو اوس سے قوت تمتع دینا - اس

مشیت کا عمل مین لانا بغیر وجود ان سب چیزون کے جو ہو رہی ہین اور باعث شبہات ہین ناممکن تہا اسلیے حق تعالی نے اوسکو حجت تمام کرکے اور اوسپر بہی منع کرکے جاری فرمایا۔ تاکہ یہہ الزام عائد نہ ہوسکے۔اسپر بہی کوئی دقیقہ اوس برائی کے جو ہم کرتے ہین کم کرنے مین اوٹہا نہین رکہا پس یہہ شبہات اصل امر سے غفلت کرنے کی وجہ سے دلمین آیا کرتے ہین۔اچہونکی تکلیف اونکے مراتب کی افزایش ہے۔برون کا اقتدار اگر نہ ہوتا توو ہ دنیا سے بہی محروم رہتے۔ اگر یہہ ہوتا غالب ہے کہ اللہ تعالی اونکو پیدا ہی نفرماتا معنی یہہ ہین کہ دنیا مین اگر چاہو دنیا اختیار کرلو چاہے دین۔ ہم سب کو کچہہ نہ کچہہ بقدر مناسب دینگے۔ ہر چیز مین کمال ہے اور خونریزیاں کمال برائی کا۔اللہ تعالی نے جو ان سب امور کو ہونے دیا وہ کمال اختیار ہے۔یعنی اختیار بشر۔پس غور کرنا چاہیے کہ جو امورات سے مصالح پہلتی ہون اور الزام سے ذات ایزدی بری ہو تو ایسے شبہات کسقدر لغو ہین۔

حد وسعت اختیار کا بیان اور اسبات کا کہ برائیان بہلائیون سے بدلتی ہین۔

(۱۰) اس مشیت کی نسبت یہہ امر بہی کبہی نہ بہولنا چاہیے کہ اختیار اوسی قدر دیا ہے جتنا دینا مناسب ہے۔اور وہ اس طریقے سے محدود ہے کہ جب شر انسان کا اوس حالت سے بڑھ جاتا ہے کہ اوس سے ایسا ضرر پیدا ہو جو مصلحت کے خلاف ہو رہین سی وہ اختیار کٹ جاتا ہے اور وہی ضرر واقع ہو سکتا ہے جو (۱) یا محض سزا ہو۔ یا (۲) سزا بہی ہو اور اوس سے اور عمدہ کام نکلین۔ یا (۳) ضرر صرف نفع آیندہ کے لیے ہو اور مثمر ایسے منافع کا ہو جو ضرر سے زیادہ تہا۔مین نے مدت دراز تک اس اصول کو نظر مین رکہا ہے اور ہمیشہ یہہ بات پائی ہے کہ کوئی ضرر انسان کا ان تین صورتون

سے باہر نہین - جو ضرر سزا کے طور پر پہونچتے ہین اور انسان کو ختم کر دیتے ہین وہ سزا عبرت ہوتی ہے جس سے اورون کو متنبہ ہونا چاہیے - جو ضرر سزا کے طور پر پہونچکر انسان کو ختم نہین کرتے اوسنے سزا پانے والون کو آئندہ ایسا نفع ہوتا ہے جو ضرر سے زیادہ ہو - یعنی ضرر تھوڑا نفع بہت - جو ضرر سزا نہین ہوتے - (اور وہ بہت قلیل ہین) اون ضررون کے منافع تو اسقدر زیادہ ہوتے ہین کہ اگر آدمی غور کرے یہی خواہش کیا کرے کہ ایسے ضرر ہمیشہ ہوا کرین - وہ ایسے ہوتے ہین کہ وہ نفع عظیم جو حاصل ہوا بغیر اوس ضرر کے ہرگز حاصل نہو سکتا - اگر مثالین بیان کرون زیادہ طول ہوگا - اس لیے بعض کو بیان کرتا ہون -

> پہلی مثال برائی سے بھلائی پیدا ہونیکی ملاقات خضر و موسی -

پہلی مثال برائی سے بھلائی پیدا ہونے کی تیمنا و تبرکا قرآن مجید سے لکھی جاتی ہے -

سورہ کہف پارہ ۱۵

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ○ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ○ قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ○ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ○ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی
هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝
قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ
فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝
فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ
مَعِیَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ
عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَیَاۤ
اَهْلَ قَرْیَةِ اِسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا
یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ۝
قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ
صَبْرًا ۝ اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِیْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ۝

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۝ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ۚ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ ترجمہ۔ اور اوس وقت کو یاد کرو جب موسی نے اپنے جوان (یوشع) سے کہا کہ کبھی نہ ٹلونگا جبتک مین دونون دریاؤن کے ملنے کے مقام پر نہ پہونچ لون یا اسیطرح سالہا سال چلتا رہون پہر جب یہ دونون اون دو دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پر پہونچے اپنی مچہلی وہین بہول اوٹھے۔ تو مچہلی نے دریا مین سرنگ کی طرح کا اپنا راستہ بنا لیا۔ پہر جب آگے بڑہ گئے تو موسی نے اپنے جوان سے کہا کہ لاؤ جی ہمارا ناشتہ تو ہمکو دیدو ہمارے آج کے سفر سے تو ہمنے بڑی زحمت پائی۔ جوان نے کہا آپ نے یہہ بہی دیکہا جب ہم دریا کنارے اوس پتہر کے پاس ٹہہرے تو مین اوسی جگہہ مچہلی بہول اوٹہا اور شیطان ہی نے مجہکو بہلا دیا کہ مین اوسکو یاد رکہتا اور مچہلی نے عجیب طور پر دریا مین جانے کا اپنا راستہ کر لیا۔ موسی نے کہا کہ وہی تو وہ جگہہ ہے جسکی ہم جستجو مین تہے۔ پہر دونون اپنے پیرون کے نشانون کے کہوج لگاتے ہوے اولٹے پاؤن پہرے۔ تو دونون دریاؤن کے ملنے کی جگہہ پہونچکر اونہون نے ہمارے بندون مین سے ایک بندہ یعنی خضر کو پایا جسکو ہمنے اپنی طرف سے

رحمت دی تہی اور اپنی طرف سے اوسکو ایک علم سکہایا تہا۔ موسیٰؑ نے خضرؑ سے
کہا کہ آیا پیروی کرون مین تمہاری اس بات پر کہ سکہاؤ تم مجہے اوس رہنمائی سے کہ جو
تمہین سکہائی گئی ہے خضرؑ نے کہا۔ تم میرے ساتہہ ہرگز صبر نہین کرسکتے ہو۔ اور جو
چیز تمہاری آگہی کے احاطہ سے باہر ہے اوسپر تم کیسے صبر کرسکتے ہو۔ موسیٰؑ نے
کہا کہ انشاءاللہ عنقریب آپ مجہکو ضابط آدمی پاوینگے۔ اور مین آپ کے کسی حکم کی
مخالفت نہ کرونگا۔ خضرؑ نے کہا اگر تمکو میری پیروی کرنا منظور ہے تو جبتک مین آپ خود
تمسے کسی بات کا تذکرہ نہ کرون تم مجہہ سے اوسکی بابت کچہہ نہ پوچہنا پہر موسیٰؑ اور خضر
دونون ملکر آگے چلے یہانتک کہ راہ مین ایک دریا پڑا۔ جب دونون کشتی مین سوار ہوئے
تو خضر نے کشتی مین شگاف کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے
شگافتہ کیا ہے کہ کشتی کے لوگون کو دریا مین ڈبو دیجیے۔ یہہ تو آپنے بڑی ہی خطرناک
بات کی۔ خضرؑ نے کہا کیا مین نے نہین کہا تہا کہ تمسے میرے ساتہہ ہرگز صبر نہین
ہوسکیگا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ آپ مجہسے میری بہول چوک پر گرفت اور میرے اس معاملہ
مین میرے ساتہہ سخت گیری نکیجیے۔ پہر دونون اور آگے بڑہے یہانتک کہ رستے
مین ایک لڑکے سے ملے۔ تو خضرؑ نے اوسکو مار ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا آپ
نے ایک پاکیزہ جان کو مار ڈالا۔ بغیر کسی جان کے بدلے کے۔ یہہ تو آپنے
بہت ہی بیجا کام کیا۔ خضرؑ نے کہا کیا مین نے تمسے نہین کہا تہا کہ میرے ساتہہ
تمسے ہرگز صبر نہین ہوسکیگا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اسکے بعد اگر مین آپ سے کچہہ بہی

پوچھون تو آپ مجھکو اپنے ساتھہ نہ رکھیگا کہ آپ میری طرف سے حد عذر کو پہونچ چکے - پہر دونون روانہ ہوے - یہانتک کہ جب ایک گانون والون کے پاس پہونچے تو وہان کے لوگون سے کہانے کو مانگا اور اونہون نے انکو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا - اتنے مین اونہون نے گانون مین ایک دیوار دیکہی جو گرا ہی چاہتی تہی - تو خضر نے اوسکو سیدہا کر دیا - اسپر موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان لوگون سے دیوار کے سیدہا کر دینے کی مزدوری لیتے - خضر نے کہا کہ یہین سے جدائی ہے مجھمین اور تجھمین - جن باتون پر تمسے صبر نہو سکا مین ابہی تمکو اونکی اصلیت بتائے دیتا ہون - لیکن کشتی تو چند غریبون کی تہی وہ دریا مین مزدوری کرتے تہے - تو مین نے چاہا کہ اوسکو عیب دار کر دون - اور تہا اونکے عقب مین ایک بادشاہ کہ لے لیتا تہا ہر کشتی کو چہین کر - اور لیکن لڑکا تو اوسکے مان باپ دونون ایمان والے تہے تو ڈرے ہم کہ پیش آئے وہ اون دونون سے سرکشی اور ناشکری سے تو چاہا ہمنے کہ بدل دے اون دونون کو اونکا پروردگار ایک اور لڑکا کہ بہتر ہو اوس سے پاکیزگی مین اور قریب تر ہو مہربانی مین - اور لیکن دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکون کی تہی اور دیوار کے نیچے اونہین لڑکون کا خزانہ گڑا ہوا تہا اور اون لڑکون کا باپ ایک نیک آدمی تہا - پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونون لڑکے اپنی جوانی کو پہونچین اور دیوار کے تلے سے اپنا خزانہ نکال لین رحمت سے تیرے پروردگار کی نہین کیا مینے اوسے خود اپنے حکم سے - یہہ ہے تاویل اون واقعات کی جنپر تمسے صبر نہو سکا -

دوسری مثال یتیمی۔ اور مثالین اسکی ملاحظہ فرمایئے۔ ایک یتیمی ہے۔ یتیمی ہمیشہ بچون کے لیے مؤلم ہوتی ہے اور بسا اوقات وہی بیکسی اور بے بسی اونکو اعلیٰ درجہ کا آدمی بنانے کا سبب ہوتی ہے۔ اوسکی مثال ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین۔ کیونکہ نہ لکھے نہ پڑھے ہے نہ کوئی یاور نہ مددگار۔ باوجود اسکے اپنے زور بازو اور اپنی عقل سے کہان سے کہان پہونچے۔ واقع مین اتنا بڑا زور قوت عقلی کا اگر تعلیم آنحضرتؐ کو ہوئی ہوتی ظاہر نہو سکتا۔ دیکھیے اس عدم تعلیم مین کتنی بڑی وجہ ہے۔ اگر مان باپ زندہ ہوتے غالبًا تعلیم ہوتی اور پھر آنحضرتؐ کی یہہ قوت بدون اس سامان کے ایسی ہوتی کہ ہم آپ کو بہت سے شبہات مین ڈالتی۔ کوئی کہتا کہ تعلیم کا اثر ہے جس سے یہہ مرتبہ حاصل ہوا۔ کوئی کہتا کہ فلان طاقت کی مدد سے یہہ اقتدار پیدا کیا۔ اب سوائے حیرانی کے اور کوئی کچھہ نہین کہہ سکتا۔ ایسے امور کہتے ہین جیسے کوئی شخص ایک بات کہے دوسرا مضبوط دلیل اوسکے خلاف بیان کرے تو وہ اوسمین الٹی تاویلین کرے جو وہی شخص مان سکے جسنے کہی ہوئی بات کا دل مین ایسا اعتقاد جمالیا ہے کہ مین اوس سے کبھی نہ پھرونگا کوئی دوسرا نہ مان سکے۔

تیسری مثال موت۔ ایک مثال موت ہے جسمین برائی سے بھلائی پیدا ہوتی ہے اور بیان اوسکا ہوچکا ہے غالبًا یہہ موت خود باعث مغفرت گناہونکی ہوگی۔ مین نے موت کے متعلق ایک دفعہ ایک تقریر لکھہ کر مشتہر کرائی تھی وہ یہان نقل کیجاتی ہے۔

اے موت تو کیا چیز ہے؟ تو زندہ کو مردہ کر دیتی ہے۔ تو حالت کو بدل

دیتی ہے۔ تعلقات کو قطع کر دیتی ہے۔ انسان جو انس سے بنا ہے کسی کا انیس
نہین رہتا تو محلون اور عمدہ فرشون سے اوٹھا کر قبر کے تنگ و تار کونے مین سُلا دیتی
ہے۔ آدمی ہوتا ہے اور اوسکے اعمال۔ دوست ہوتا ہے نہ قریب۔ حتی کہ عیال
و اطفال۔ یہہ تو تیری تکلیفین ہین اور بہت سی تکلیفین جو بیان ہین نہین آسکتین۔ سچ بتانا
تجہہ مین کوئی خوبی بہی ہے؟ حق تعالی جلشانہ نے جو بڑا رحمان اور رحیم ہے یہ تکلیف
کیون دی ہے؟ اوسکا کوئی کام لطف و عنایت سے خالی نہین۔ موت کہتی ہے اے
بیخبر اتنی ناشکری! تو اوسکی صنعتون اور مہربانیون سے کیا واقف نہین ہے جو مین
تجھے بتلاؤن۔ تو جان کہ تو نے جو اعمال خیر کیے تہے اوسکے منتفع ہونے کا وہ وقت
ہے۔ تو دنیا مین کسوقت آرام سے رہا؟ جب پیدا ہوا ایک مضغہ گوشت تہا ذرا سی
تکلیف تجھے رولاتی تہی۔ جب تو بڑا ہوا پڑہنے لکہنے کی تجہپر تکلیف رہی۔ جب تو جوان
ہوا تجھے عیال و اطفال کی فکر نے تباہ کیا۔ موسمون کے اختلاف تیرے دشمن رہے۔
ہمیشہ تیری جان کہٹکے مین رہی۔ تجھے اعمال خیر کے کرنیمین کاہلی ہوتی رہی۔ موت
نے تجھے چھڑا دیا۔ ان سب تکلیفون سے تجھے نجات دیدی۔ اگر تو نے اعمال خیر
کیے ہین اب اوسکی جنتین تیرے لیے بے غل و غش موجود ہین۔ اگر تو اعمال بد کرتا
تہا۔ بندگانِ الہی کا دشمن تہا۔ تیرا کوئی حق نہین کہ تو اس سے زیادہ اور لوگون کو ستایا
کرے۔ اب جا اور اون افعال بد کا جو کیئے ہین مزہ چکہہ۔ اگر تو اچہا ہے موت سے تیرا بہلا
اگر تو بُرا ہے تیری موت سے اورونکا بہلا ہے۔ اب بتلا کہ موت رحم ہے کہ نہین؟ اسے

غافل تو یہہ نہین دیکھتا کہ اپنے نزدیک اگر تو حشر ونشر کا قائل نہین ہے تو موت کے بعد
فنا ہوگیا اور سارے جھگڑون سے تجھے نجات ہوگئی۔ اگر تو قائل ہے تو دیکھہ کہ تو
جو بول رہا ہو اور جو تعقل کر رہا ہے وہ تو مرتا نہین۔ جسم جو تیرے نفع کے لئے دیا تھا وہ
گلتا سڑتا مرتا ہے پس تو تو بحال خود ہے اور اون تکلیفون سے بچ گیا ہے جو جسم کے
ساتھہ تیرے تعلق سے تجھکو پہونچتی تہین۔ پس تو پاک وصاف ہے اور یہہ کیا بڑی مہربانی
نہین ہے۔ تو اولاد کو عیال کو اپنا جان رہا تھا وہ کیا ہین حقتعالی کے بندے ہین
جنکو اوسنے تیرے ذریعہ سے پیدا کیا ہے۔ اوس نے پرورش کے لیے تیرے
دلمین محبت پیدا کی ہے اور اوسمین تو اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ حقیقت پر نظر کر۔ تیرا کوئی
نہین بجز اوس تعمیل حکم کے جو تو نے اونکے ساتھہ سلوک اور پرورش کرنے مین کی ہے
صرف وہ اعمال اور دوسرے اعمال خیر جو تو نے اپنی ذات اور اپنے بنی نوع کی ذات
کے ساتھہ کیے ہین وہی تیرے ہین۔ کیا تجھے یہہ بات پسند ہے کہ تو اور زیادہ مدت
تک اونکے نفع اوٹھانے سے محروم رہے۔ تو نے جو اونسے دل لگا رکھا ہے اور
اونکو اپنا جان کر سبکو بھولا ہوا ہے اور دنیا مین غرق ہے یہی غلطی ہے۔ اور یہی ایک
امر غلط ہے جو تجھے موت سے ڈراتی ہے۔ حکمت الٰہی اسکی مقتضی ہوی ہے کہ تیری
روح کو جسم مین پیدا کرے اور معمولی طریقہ سے جب تیری روح اسقدر تیرے جسم سے منتفع ہو لے
کہ تجھہ کو ضرورت جسم کی باقی نہ رہے تو اب اوس سے الگ ہو کر رہ۔ اب جو تو دیکھتا
ہے آنکھہ سے دیکھتا ہے کان سے سنتا ہے۔ پھر سب پردے تیرے سامنے

سے اوٹھہ جاوینگے ۔ تیرے اعمال خیر تجھے اچھی جگہہ دینگے ۔ اور وہ کیا عجیب وغریب
نعمت نہین ہے جو تجھے مخفی معلومات کے حاصل ہونے سے اور آسمان وزمین کی
چیزون کے دیکھنے سے حاصل ہوگی ۔ ہان اعمال خیر کی ضرورت ہے ورنہ موت
تیرا جیلخانہ ہوگا ۔ تو عذاب الیم مین گرفتار ہوگا ۔ اوسوقت تجھکو دنیا کا آرام جنت معلوم
ہوگا اب جو تو زندہ ہے ہوشیار رہو (موت) مین ہر وقت سر پر ہون ۔ تجھے کیا معلوم
ہے کہ کتنی تیری زندگی ہے ۔ یہہ پنڈت جنونی ہین منجم کذاب ہین ۔ اے غافل
حق تعالی ہر تکلیف کا جو بندہ کو کسی مصلحت سے دیتا ہے بدلا دیا کرتا ہے جس حق
تعالی نے تجھے پیدا کیا تھا اور آب وخاک وآتش وہوا سے تجھے بنایا تھا ۔ کیا وہ تیری
روح کو ایسے جسم مین رکھہ دیتا کہ جب ہوتا نکل سکتی ۔ اوسکے لیے بھی اس سلسلہ اتحاد
کے موافق جسمین بہت سی مصلحتین موجود ہین (اور وہ سب سے بہتر طریقہ ہے) ضروری
تھا کہ جسم سے جب روح جدا ہو کچہہ تکلیف ہو ۔ اوسکا بھی تجھکو بدلا مل جائیگا ۔ تیرے
گناہ دور ہونگے ۔ تو مرحوم ہوگا ۔ تیری نیکیان دونی پائینگی ۔ افسوس ہے کہ اسپر
بھی تو شکر گزار اور میرے (موت کے) لیے طیار نہین ہے ۔ افسوس ہے کہ
تجھے ایسی بیخبری ہے کہ مین ہر وقت تجھے جگاتی رہتی ہون تو آنکھون سے دیکھتا
ہے کہ آج وہ مرا ۔ کل وہ دنیا سے چلا گیا ۔ مگر تجھے کچہہ خبر نہین ہوتی ۔ تو بظاہر سب کچہہ
اعتقاد کرتا ہے مگر بتلاوہ کیا چیز ہے جو تجھے غافل بنائے ہوے ہے ۔ مین
تجھے بتلاؤن وہ شامت تیرے اعمال کی ہے اور تیرے افعال کی سزا ہے ۔ او سنے

تجھے رحمت نے دور کر رکھا ہے اور توفیق تیری شامل نہین ہے آمین سواے
تیرے اور کسی پر الزام نہین - تو چھوٹی عمر کو بڑا سمجھتا ہے اور یہہ سمجھہ رہا ہے کہ سواے
تیرے اور سبکو میرا (موت کا) مزہ چکھنا ہے مگر تو تو ساری عمر جیتا رہیگا - مین تجھسے
وعدہ کرتی ہون تو اعمال خیر کر - تو بندون کے ساتھہ بھلائی کر - اگر امکان ہے تو بندگان
الہی کے ساتھہ انصاف کر - اور پھر دیکھہ کہ میرے الحاق اور عمل سے تجھے کیا راحت
ہوتی ہے تجھے مین نے کہان پہنچا دیا - تو بے تکلف آزاد ہو گیا تو بزرگونکی خدمات
سے مشرف ہوا تو آنکھہ بند ہوتے ہی ایسی نعمتون مین پڑا کہ تجھے سارے عزیز و قریب
بھول گئے - تجھے دنیا سے نفرت ہو گئی - تجھے معلوم ہو گیا کہ وہان تو محنت مین تھا
یہان حقیقی آرام مین آگیا - افسوس ہے اگر تو اسپر بھی اپنی بھلائی کیطرف متوجہ نہو اور
(موت) مجھے محض رحم و عنایت الہی نہ جانے ؟ -

چوتھی مثال دنیا اور اوسکا امتحانگاہ ہونا -

ایک مثال بھلائی پیدا ہونے کے بعد ضرر کی بھی بحث ہے یعنی اللہ تعالی نے انسان کو سب مخلوقات سے اشرف اور
اپنا خلیفہ بنایا ہے اور ذریعہ شرافت کا اپنے ذاتی افعال کو بنایا ہے وہ افعال جو وہ
کرنے چاہتے ہین ذریعہ اونکے وجود کا امتحان ہے ظاہر ہے کہ سب مخلوقات سے
جبتک انسان مقابلہ کرکے برتری اپنی نہ دکھلائے وہ اشرف المخلوقات نہین لیکن تمام
مخلوق کے ساتھہ مقابلہ کا جسے کام دیا جائے کیسی مصیبت ہے - اللہ تعالی نے
جب اختیار کو ذریعہ ترقی کا بنایا تو سزا و جزا کا طریقہ بنایا اوسکے لیئے اہتمام محبت لازم ہوا

تا کوئی یہہ نہ کہے کہ ہمکو ناحق سزا ملتی ہے سزا مین ڈالنا کیسی مصیبت ہے۔ پس غور فرمایئے کہ انسان کا ہر مخلوق دشمن ہے یہانتک کہ وہ بھی جنکو وہ دیکھہ نہین سکتا نہ اونسے اپنی حفاظت کرسکتا ہے اور کس انسان کا جو ایک ضعیف البنیان ہے خُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے کس انسان کا جو صدہا زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ باوجود اسکے افعال سے اوسی انسان نے دکھلا دیا ہے کہ میرے افعال مجھکو مستحق اشرف المخلوقات ہونیکا بناتے ہین۔ یہہ دشمن یہہ ضعف یہہ زنجیرین وسائل اشرفیت کے ہین۔ اور کس زور کی مصیبت یا برائی سے کس زور کی قوت یا بھلائی پیدا ہوی ہے۔ سب سے زیادہ کمال انسانی اسباب پر غور کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اس رتبہ پر پہونچ گئے تھے اونکی حالت یہہ تھی کہ سختیون مین پڑنے سے خوش ہوتے تھے تاہم یہہ طریقہ نہایت ہی مشکل ہے یعنی اتنا مشکل ہے کہ جب انسان نے اوسمین پڑنا قبول کیا اللہ تعالی نے اوسپر ظلم وشقاوت کا اطلاق کیا گو بغیر تمام محبت وہ بھی اختیار نہین کرایا مگر اوسی کے سبب سے یہہ انعام بھی دیا۔

پانچوین مثال شیطان کا کافرون کو اُکسانا۔

ایک مثال یہہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ شیطان کافرون کو اُکساتا ہے اول تو کفر بُری چیز ہے۔ پھر صاحب کفر کا حالت انبعاث مین ہونا بہت ہی بُری چیز ہونا چاہیئے مگر یہہ بُرائی بھی بھلائی مین بدل جاتی ہے اسلئے کہ دین کی غرض اولاً عبادت الہی ہے اس ضرورت کے لیئے کہ دین ضائع نہو عبادت الہی کا تمکن ہو اوسکے لیئے فرصت حاصل ہو۔ دیندار

دنیا کا ہر کام کرتا ہے۔ دنیا دار ہر کام کو اسلئے کرتے ہین کہ دنیا حاصل ہو (جو دنیا کا مذاق دینی رکھتے ہین وہ دین سے خالی نہین ہوتے جو نہین رکھتے وہ مطلقاً خالی ہوتے ہین) جب مقصود بدل جاتا ہے افعال کی نوعیت مین تغیر عظیم واقع ہوا کرتا ہے اور نتیجہ مین بھی سطابق اُسکے فرقِ عظیم ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس فرق کو اسطرح ادا فرمایا ہے۔ ؎

خوردن برای زیستن و ذکر کردنست	تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردنست

غور کرنا چاہیے کہ جس شخص کا مقصود یہہ ہو کہ کھائے اور خوش رہے وہ کھانا اور طرح کا کھائیگا جسکا مقصود یہہ ہو وہ اور طرح کا۔ پس کفر یا ترک عبادت کی حالت مین غرض محض دنیا ہوتی ہے۔ ایمان کی حالت مین دنیا دین کے لئے ہوتی ہے اور اسلیئے نوعیت افعال کی بدل جاتی ہے۔ جو لوگ متوجہ الی اللہ ہین صرف اوسکی یاد کا کام اونکے لیئے اسقدر زیادہ ہے کہ اوس سے اونکو فرصت نہین ملتی۔ غالب

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن	بیٹھے رہین تصور جانان کئے ہوئے

یاد رکھنا چاہیئے کہ آخر ایسے لوگون کو کوئی لطف حاصل ہوتا ہے جو اونکو اتنے بڑے لطف دنیاوی سے محروم کر دیتا ہے۔ اسکے سمجھنے کے لیئے بنیون کی وہ حالت خیال مین لانی چاہیئے کہ اچھا کھاتے نہین پہنتے نہین مگر روپیہ کی کثرت کے وجود کے تصور سے وہ خوشی اونکو حاصل ہوتی ہے کہ موٹے ہوتے چلے جاتے ہین۔ غم وہ چیز ہے جسکی حالت معلوم ہے یعنی ع اندیشہ خورد گوشت آدمی۔

جب یہ فرق ہو تو وہ لوگ جو متوجہ الی اللہ ہین دنیا مین بحیثیت دنیا ترقی کرنیکی وہ قابلیت نہین کہہ سکتے جو اون لوگون مین ہونی چاہیے جنکا مدنظر اور مقصد محض دنیا ہے۔ اور یہہ حالت ایسی ظاہر ہے جسکے لئے احتیاج بیان کرنے کسی دلیل کی نہین ہے۔ پس کمال انہماک کی ترقی دنیا اور ایجادات کے لئے ضرورت ہے اور وہ کمال انہماک بغیر اسکا تے رہنے کے پیدا نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کی شناخت فطری ہے انہماک اسباب عالم اوسپر پردہ ہے اگر اسکا نیوالا نہو ہمیشہ وہ پردہ اوٹھہ جایا کرے۔ اسکے لئے طول مدت کی بہی ضرورت ہے (جو ظاہر ہے) پس اس انہماک اور طول مدت کی برائی سے یہہ بہلائی پیدا ہوتی ہے کہ عجائبات قدرت ظاہر ہوتی ہین اور نفع اونکا دیندار اور غیر دیندارون سکے لئے عام ہو جاتا ہے۔ حقیقت مین اون لوگون پر جو متوجہ الی اللہ ہین یہہ عنایت خاص ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے کہ صنائع الہی کس قدر نازک ہین) اس سے بہی زیادہ نفع شیطان کے کافرون اور گمراہون کو اسکا تے رہنے کی حالت کا یہہ ہے کہ جب طغیان فتنہ و فساد کا انتہا کو پہونچ جاتا ہے اوسوقت ضرورت بعثت انبیاؑ اور انبیاؑ سے کامل اشخاص کے پیدا کرنے کی شدید ہو جاتی ہے۔ جب سب سے زیادہ فتنہ و فساد ہوا اور اوسکا دبانا منظور ہو تو سب سے اعلی قابلیت کے آدمی کا جو اوسے دبا سکے اور جڑ سے اوکہاڑنے کی تدبیر کر سکے پیدا کرنا چاہیے یاد رہے کہ ہر چیز کارخانہ وسیع الہی مین اتنی ہے جو حد کمال کو پہونچی ہوی ہے پس اگر ایسا وقت نہو ضرورت ایسے آدمی سکے پیدا کرنے کی نہین ہوگی کیونکہ فرض کیجیے کہ

لوگ خدا پرستی کرتے اور اچھے افعال کرنے مین مصروف رہتے تو وہان جناب محمد مصطفے صلعم سے لائق اور بے مثل نبی کے بھیجنے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے۔ وہین ضرورت ہوسکتی ہے جہان قطعًا بت پرستی مروج ہوگئی ہو اسد تعالی کا نام بھی نہ لیا جاتا ہو اوسکا وجود جسکا ماننا فطری ہے اسباب کے یہان تک کہ بتون کے پردہ مین چھپ گیا ہو۔ زمان قرب ولادت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ کو اور دیگر انبیاء کے بعثت کے زمانون پر خیال فرمایئے۔ سب سے زیادہ زمانہ کفر وطغیان کا اور سب سے سخت ملک اور بُرا عرب کا تھا اسلیئے وہان سب سے اچھا اور سب سے حلیم صاحب خلق عظیم نبی پیدا ہوا (ہماری روح اونپر فدا ہو) پس شیطان نے اُسکانے اُسکانے جب یہہ حال کردیا۔ یہہ ضرورت پیدا کی وہ سبب ایسی رحمت کا ہوی دیکھیئے اس اُسکانے کے بعد ہمکو کیسی نعمت ملی۔ اوسکا شکر اگر لاکھون برس ادا کرین ادا نہو سکے۔ یہہ بھی اضداد کا سلسلہ ہے ہم روز دیکھتے ہین جب شدت سے گرمی پڑتی ہے برسات شروع ہوجاتی ہے جب خوب برس لیتا ہے برس چکتا ہے جب شدت سے پانی گرم کیا جاتا ہے آخر کو برف ہوکر جم جاتا ہے۔ جب بے انتہا سردی پڑتی ہے اور برف جمتی ہے وہی برف گرمی پیدا کردیتی ہے۔ چنانچہ پہاڑیونکی یہ عادت ہے کہ جب بچے کو سردی کا خلل ہوجاتا ہے اوسے برف مین دباتے اور ڈھکتے ہین یہانتک کہ وہ گرم ہوجاتا ہے۔ اسیطرح پر جب شدت طغیان فتنہ وفساد ہوتی ہے رحمت الٰہی جوش مین آتی ہے اور وسائل عجیبہ ہدایت کے پیدا ہوتے ہین۔ پس اس شدت طغیان کے

بعد کیسا نفع عظیم ہوا اور اس بڑی بدی کے ذریعہ سے کیسی بڑی نیکی پیدا ہوئی جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا کہ ضرر منتج نفع ہے اس وقت اس ارشاد الٰہی کو پڑھنا چاہیے کہ تم کہو

تُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اے اللہ تو جسکو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہاتھ مین بھلائی ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ یہہ نہین فرمایا کہ تو شر پر قادر ہے باوجودیکہ پہلے ذلت کو بیان فرمایا ہے وجہہ یہی ہے کہ بعض بندونکے لئے جو چیز خلاف خیر معلوم ہوتی ہے واقع مین شر نہین ہے بجائے خود ایک فعل ضروری اور با مصلحت ہے۔ چونکہ ہمارے لئے وہ فی الحال خیر نہین معلوم ہوتا۔ اسلیے ہماری زبان سے یہہ نہین کہلایا کہ تو خیر کی ضد پر قادر ہے۔

جواب اس اعتراض کا کہ شیطان مجسم بدی ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ شیطان نہوتا تو عالم مین بدی نہوتی شیطان کی وجہ سے بدی پیدا ہوئی اور وہی مجسم بدی ہے۔ یہہ غلط ہے۔ شیطان نہوتا تو بھی کسی قدر بدی اختیار کے سبب سے ہوتی جسکو خود جناب ایزدی نے فرمایا ہے۔ اور بیان اسکا مفصل ہو لیا ہے شیطان کا مجسم بدی ہونا اسلئے غلط ہے کہ اوسنے مدت تک عبادت کی تھی۔ بعد عبادت اگر وہ ابتدائی بدی مانا جائے تو اوسکا بہکانیوالا بھی کوئی دوسرا ہونا چاہیے۔ حالانکہ کوئی نہین مانا جاتا۔ جیسے سب جن و انس مین نفوس مقام و محل شر ہین ایسا ہی نفس شیطان ہے اختلاف مادہ کے سبب سے فرق انسان اور شیطان مین یہہ ہے کہ انسان مین آگ کا ایک جزو مناسب ہے شیطان مین بڑا جزو شیطان مین ہے اسلئے انبعاث نہین جانا انسان مین

سے کم ہوجاتا ہے۔ اگر شیطان نہوتا بالکل جاتا رہتا۔ اور یہہ طریقہ مصالح بزرگ پر مبنی ہے جو بیان کیئے گئے۔ چنانچہ آیات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ شیطان کے وجود کو کفر ونفاق یا افعال قبیحہ مین ایسا دخل نہین کہ وہ غالب ہے اور ہم مغلوب پس صاف معنی یہہ ہین کہ شیطان ایک بڑا بہکانے والا ہی ہے اور اوسکا پیدا ہونا ایسا ہے جیسے اور بہت سے مرد یا عورتین جو خلقت کے لیئے مضرت کا باعث سمجھے جاتے ہین۔ مثلاً وہ لوگ جو اُس ملک سے بسبب جرائم کے نکال دیے جاتے یا مار ڈالے جاتے ہین۔ یا وہ بادشاہ جنکو قتل تماشا معلوم ہوتا تہا جیسے بعض قیاصرۂ روم قدیم شیطان کے وجود سے دپردہ بہڑک پیدا ہوتی ہے اُنکے افعال سے بلا پردہ یہہ بات افسوس کی ہے کہ سب جانتے ہین کہ شیطان کا غلبہ مجبور کرنیوالا نہین لیکن جب وقت غور کا آتا ہے اوس سے غفلت کرتے ہین اور کہنے لگتے ہین کہ شیطان کی وجہ سے بدی پیدا ہوی اختیار سے غفلت ستم ہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ شیطان بڑا صاحب عرفان ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے۔ کہ شیطان بڑا صاحب عرفان ہے اور چونکہ افعال اوسکے نافع ہین لہٰذا وہ عالی مرتبہ ہے۔ صاحب عرفان ہونے کا شبہہ جدید نہین ہے۔ لیکن علوم تبہ الزامی تقریر ہے۔ صاحب عرفان ہونا ایسی چیز ہے کہ خود جناب ایزد متعال نے اسکی تردید فرمائی ہے۔ اور اس فعل کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ ایسی جا اوسکی جو بدیہی کہنی چاہیئے یہہ ہے کہ عرفان جب ذات اقدس الٰہی کا ہو اور جان لیا جائے کہ وہ حاکم علی الاطلاق ہے اور ایسا حاکم ہے جو ہر وقت اور

چیز پر قادر ہے۔ اسباب کو توڑ سکتا ہے سخت سے سخت سزا اور بہتر سے بہتر انعام
دینا ہر وقت اوسکے ہاتھہ مین ہے۔ لازم ہوگا کہ اطاعت کی جائے۔ نافرمانی اوسیوقت
ہوسکتی ہے جب عرفان نہو اور ذات الٰہی اور اوسکی قدرت کا انکار ہو۔ چونکہ ذات الٰہی
ذریعہ صفات پہچانی جاتی ہے اسلئے وہی عدم عرفان اور کفر ہے۔ جو لوگ اپنے
آپ کو باوجود انکار قدرت مطلق داخل دائرہ اسلام سمجھتے ہین اونکو اس مقام پر زیادہ توجہ
کرنی چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ یہہ اللہ سے نہ ڈرنا ہے اور اوسکا نہ پہچاننا۔ ہر سلطنت کا
بقا بذریعہ اوس خوف کے ہے جو رعایا کے دلون مین پیدا ہوجاتا ہے ورنہ تعداد لشکر بہ نسبت
رعایا کم ہے۔ جو لوگ سلطنت سے منحرف ہوجاتے ہین اونمین کیا نقص ہوتا ہے؟
یہی کہ قوت سلطنت سے غفلت کر کے نڈر اور بیخوف ہوجاتے ہین اونکی سزا سلطنت
نے بہی موت قرار دی ہے یا حبس دوام۔ تعجب ہے کہ اتنے بڑے حاکم کے لیئے
یہ نہ ڈرنا انحراف نہین سمجہا جاتا۔ اور اس ڈر کی توہین کیجاتی ہے اور ڈرنے والون کا
استخفاف۔ باقی رہی تقریر الزامی اوسکا جواب یہ ہے کہ افعال کا حسن و قبح نیت پر
موقوف ہے۔ جس کسی کی نیت خود نہ ڈرنے اور نڈر کرا کے اللہ سے باغی کرانے
کی ہو لازم ہے کہ وہ اپنی نیت کے مطابق سزا پائے۔ یہہ امر کہ حاکم حقیقی یا مجازی
اوسکی سزا کو ذریعہ انتظام بنا لے اور اپنے کام مین لے آئے یہہ اوسکی حکمت اور عقل کی خوبی ہوگی
فعل بغاوت کی ماہیت نہین بدلیگی۔ یہہ امر ایسا ظاہر ہے کہ اور کچہہ کہنا ضرور نہین بالجملہ
مقدار سزا مین عبرت داخل ہوتی ہے۔ اعتراض اپنے فعل انکار سجدہ پر سزا ہونے کا خوف

شیطان کا ہے ۔ اوسنے کہا ہے کہ یہہ قصور نہ تہا ۔ اور اوسکا جواب خود حق تعالی
نے دیا ہے کہ تو دعوی عرفان مین صادق نہین ۔ لیکن باقی افعال اغوا کے استحسان
کا دعوی شیطان نے بہی نہین کیا جو اس تقریر سے لازم آتا ہے ۔ اس دعوی سے
تو شیطان کو بہی شرم آنی چاہیئے ۔ حکایت کہتے ہین کہ ایک دفعہ ایک شخص کو شیطان
قریب ایک شہر کے ملا ۔ جب معلوم ہوا کہ یہہ شیطان ہے تو اونہون نے کہا کہ میان شیطان
تم تو بڑے ہی غضب کی چیز ہو سارا فساد تمنے ہی دنیا مین پیدا کیا اور پہیلایا ہے
شیطان نے جواب دیا کہ واہ حضرت! مین تو کچہہ نہین کرتا آپ ہی سب کچہہ کرتے ہین
چلیئے میرے ساتہہ تماشہ دیکہیئے ۔ جہان یہہ باتین ہوتی تہین شیرہ کا کارخانہ تہا
شیطان نے شیرہ مین اپنی اونگلی ڈبولی اور سب شہر کو چل دیے ۔ جب شہر مین پہونچے
حلوائی کی دوکان پر گئے ۔ وہان فوج کے سپاہی پوریان بنوانے اور لینے کے لئے
جمع تہے ۔ حلوائی مصروف تہا ۔ مٹہائی رکہی تہی اوسپر مکہیان جمع تہین ۔ شیطان نے
آنکہہ بچا کر اپنی اونگلی کا شیرہ دیوار پر مل دیا ۔ مکہیان اوس شیرہ کی طرف دوڑین اور جمع ہو گئین
اون مکہیون کے لئے چہپکلی دوڑی اور کئی ایک چہپکلیان آکر جمع ہو گئین ۔ ایک سپاہی
کے پاس شکرہ تہا وہ چہپکلی پکڑنے کے لئے اوڑا چہپکلیان گہبرا کر بہاگین ۔ ایک دو
چہپکلیان جلیبیون کے تہال پر جا پڑین ۔ تہال بہر کے جلیبیان خراب ہو گئین حلوائی
کو غصہ آیا اور چہوٹتے ہی شکرہ والے سپاہی کو بہن کی گالی دی ۔ سپاہی نے
جواب مین حلوائی کے ڈنڈا مارا ۔ حلوائی کا سر پہٹ گیا ۔ حلوائی نے غل مچایا اوسکی

برادری کے لوگ جمع ہو گئے سپاہیوں میں اور حلوائیوں میں لڑائی ہوئی۔ شہر والوں نے ہمدردی کر کے سپاہیوں کو خوب مارا تھا پانون توڑ دئے سپاہی بھاگے اور اپنی فوج میں جا کر خبر کی۔ وہاں سے پلٹن تیار ہو کر شہر والوں اور حلوائیوں کو سزا دینے دوڑی۔ شہر والوں نے جب یہ یورش دیکھی جمع ہو گئے بڑا بلوہ ہوا صدہا آدمی مارے گئے بازار میں آگ لگا دی گئی۔ حاکم شہر کو خبر پہونچی اونے اور فوج اس فوج کی تنبیہ کو بھیجی۔ گولی چلنے لگی توپ لگائی گئی۔ مفسد فوج غالب ہو گئی۔ تمام شہر مع حاکم کے نیست و نابود ہو گیا۔ بادشاہ وقت نے بڑے خرچ اور صدہا جانیں تلف ہونے کے بعد انتظام پھر درست کیا۔ اوسوقت شیطان نے کہا کہ آپ نے دیکھا کہ میں تو صرف ایک شیرہ بھری انگلی لگانے کا اور وہ بھی دیوار پر قصوروار ہوں۔ یہ سارا فساد آپ کی ذات کا ہے۔ یہہ حکایت اگرچہ مثال ہو مگر ممکن الوقوع ہے اور سترمانیکی مثال ہے۔ تاریخ کو ملاحظہ فرمائیے۔ لڑائیوں کی ابتدا کو دیکھئے۔ لڑائیاں اکثر ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع ہوتی ہیں کہ تھوڑا سا اگر غصہ ابتداءً دبا یا جاتا تو لڑائی نہوتی۔ تاہم اس حکایت سے یہہ خیال نفرمانا چاہئے کہ شیطان کا شیرہ لگانا ہی بدی تھی۔ بلکہ شیطان نے قوتوں میں بھڑک اوٹھنے کی عادت پیدا کر رکھی تھی۔ اور وہ لوگ آسانی سے اوسوقت بھڑک اوٹھتے تھے۔

جواب اس شبہہ کا کہ انسان اشرف المخلوقات نہیں ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات نہیں ہے کیونکہ ہم جب بعض انسانوں کو دیکھتے ہیں اون کو ایسا پاتے ہیں

کہ اونمین جانورون سے بہی صدور افعال نیک کی قوت کم ہے پس ایسے انسان کو
اشرف کہنا غلطی ہے۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ کہتے ہین ایک مادہ احسانمندی اور عشق
کا مالک کے ساتھہ ہے وہ مالک سے منحرف نہین ہوتا انسان اتنی نعمتون پر اپنے مالک
(اللہ تعالیٰ) سے منحرف ہے۔ یہہ شبہہ غلط ہے اگرچہ افسوس ہوتا ہے کہ بہتے ایسے
افعال کرتے کہ کتّے سے بدتر ہو گئے۔ غلطی یہ ہے کہ شرف باعتبار اختیار ہے جسمین
عقل نے وسعتِ عظیم دی ہے۔ مثال مین جس قوت یا خاصہ کا ذکر ہے وہ عقل حیوانی کے
متعلق ہے مسلم ہے کہ عقل انسانی افضل ہے۔ انسان مین جو عقل کی وجہ سے مادہ
جلبِ منفعت و دفع ضرر وہ اس شبہہ کا سبب ہے اور اسبات مین فرق نہ کرنے سے
یہہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض تیزیان حیوانون مین ایسی ضرورت سے دیگئی ہین جسکے دینے
کی ضرورت انسانون مین نہ تہی مثلاً جانورون کے بچون کو جب ہم دیکھتے ہین تو انمین
اور انسان کے بچون مین ایک فرق پاتے ہین مرغی کے بچہ کے سامنے اگر وہ چیز ڈالدی
جائے جو اوسکے کہانے کی نہین یعنی مضار ہے وہ اوسے نہ کہائیگا انسان کے بچے کے
ہاتہہ مین اگر زہر دیدیا جائے وہ اوسکو منہ مین لیلیگا اور اگر مٹہائی مین ملا ہے کہا جائیگا اسلئے
یہہ فرق رکہا گیا ہے کہ اوسکی جان کی حفاظت کا یہی طریقہ ہوسکتا تہا اسکی جان کی حفاظت
اسلئے دوسرونکے ذمہ رکہی گئی ہے کہ انسان کو ابتدا سے خود اپنی قوت و زور بازو سے
ترقی کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ انسان مین وہی تعلیم اوسکی تمام خوبیون کا باعث ہے پس
تقدم و تاخر عطاء قوت باعث شرف نہین ہوسکتا۔ اصل شے کو دیکھنا چاہیے کہ کسمین

بہتر ہے۔ اسلئے کہ کتّا واقف نہین ہوتا کہ مالک پر اظہار احسانمندی کا آخر نتیجہ کیا ہے۔ وہ رات کو جاگتا ہے اور حفاظت کرتا ہے لیکن اکثر کتّے جب لکڑی سے ڈرائے جاتے ہین بہاگ جاتے ہین۔ روٹی ڈال دینے سے چُپ ہو جاتے ہین۔ اونکو علم نہین ہے کہ نتیجہ رات کی مزاحمت کا موت ہے جنمین غصہ زیادہ ہے وہ مارے جاتے ہین۔ اب انسان کو لیجیے کہ وہ احسانمندی مین اپنی جان اوسوقت اور اوسطرح نثار کر دیتا ہے جبکہ نتیجے کو جانتا ہے کہ یقینی موت ہے اور کوئی طمع یا کوئی غصہ اوسکو باعث جان نثاری کا نہین ہوتا پس دیکھیے کہ انسان کی احسانمندی بلحاظ عقل کے جسقدر اعلی رتبہ کی ہے وہ کتّے کی احسانمندی سے کہین اعلی ہے۔ اور اصل شے کا یہہ فرق ہے۔ علاوہ بران کتّے مین یہ ایک صفت ہے انسان مین ایسے ہزارون ہین۔ پس ایک بات کو جو دوسری وجہ سے بظاہر کم معلوم ہوتی ہے ذریعہ نوعی ترجیح کا بنانا بڑی غلطی ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ انسان پتھر سے مضبوط نہین اسلئے پتھر سے بدتر ہے۔ وہ اوڑتا نہین جانور سے بڑا ہے لکڑی سی مضبوطی و سختی نہین ہے۔ اسلئے وہ لکڑی سے کم درجہ کا ہے۔ شریعت مین جو حکم ہے کہ کتّے کے بعض خصائل انسان کو پیدا کرنے چاہئین صحیح ہے اور یہہ معنی ہین کہ ان افعال کی ایسی مشق کرنی چاہیے کہ مثل حیوانون کے مخالفت اوس عادت سے نہو سکے۔ اوس سے شرف مثل کا لازم نہین آتا یہہ ایک طرح کا سمجہانا ہے اور حقیقت مین عبرت کا مقام ہے کہ ہم باوجود ایسے فضائل کے ایسے شبہات کا ذریعہ بنین۔

جواب اس شبہ کا کہ باعتبار ولادت

ایک شبہہ یہہ ہے۔ کہ بعض اوقات ہم مخلوقات کو

بعض لوگ بد بعض نیک ہوتے ہین | دیکھتے ہین تو اونہین ایسی قوت جو صدور افعال قبیحہ کے متعلق ہے بڑہی ہوی
پاتے ہین ایسی جو افعال حسنہ کی ہے کمزور پاتے ہین مثلاً بعض کامل چور ایسے ہین کہ اونہین ایسی
قدرت ہوتی ہے کہ صاف دیوار پر مثل چھپکلی کے چڑہ جاتے ہین ۔ بعض عورتین ایسی ہوتی
ہین کہ اونمین مادہ بیحیائی کا خاص طرح کا ہوتا ہے اس سے یہہ کہنا جائز ہوتا ہے کہ اللہ
تعالی نے اونکو اسی کام کے لئے پیدا کیا وہ راہِ راست پر نہین اسکتے مجبور ہین ۔ اس کا
بیان ہو چکا ہے ۔ جو انسان مجبور معلوم ہوتے ہین وہ حقیقت مین مجبور نہین ۔ مادّون
مین جسقدر خصوصیت ہے وہ قبول اثر کی ہے ۔ جو چور ایسے ہین کہ مثل چھپکلی کے دیوار پر
چڑہ جائین وہ محتسب ہو سکتے ہین ۔ یا فوج کے ملازم قلعون پر چڑہ جانے والے ۔
اور جب بدّہر کا نا موجود ہے اور اوسکے ذریعہ سے شر پیدا ہوتا ہے اوسکا علاج پیدا کرنا ضرور
ہے ۔ بدون کا علاج بسا اوقات بدون کے ذریعہ سے بہتر ہوتا ہے ۔ یہہ وجہ پیدا
کرنے مادہ قبول اثر کی ہے ۔ جو عورتین ایسی ہین جنمین مادۂ بیحیائی زیادہ ہے وہ بہی
ضرورتون کے وقت کام مین آنے کے قابل ہین اور اسی لئے اونمین یہہ مادہ ہے ۔
چنانچہ فوجون مین زنان منکوحہ کا ساتھہ رکھنا ممکن نہین ہوتا ۔ اور وہان کا وقت ہوتا ہے
یہان تک یہہ ضرورت ضروری ہے کہ ہر مہذب سلطنت ایسی عورتون کی موجودگی مین
مزاحمت نہین کرتی قبول اثر کے مادہ کے سبب سے اللہ تعالی نے اونکے لئے وسعت
دیدی ہے (یعنی قاعدہ حسن و قبح افعال ہین) چنانچہ متعہ کا جواز حقیقت مین اسی لئے
ہے ۔ ضرورت جواز متعہ مسلم ہے کہ یہہ تہی کہ عربی فوج کو عورتین ملتی تہین ۔ اپنی

عورتین ساتھہ کہین نہین جاسکتی تہین اگر ایسی عورتین نہوتین یہہ کام نہ نکلتا جسکی ضرورت ابتک ہے۔ پس جسقدر تعلق مادہ کو ہے اوسی قدر حسن فعال مین گنجایش دیدی گئی ہے یہان اس فرق کو ملحوظ رکہنا چاہئے جو قواعد الہی و قواعد مقرر کردہ انسان مین ہے۔

جواب اس شبہہ کا کہ سلاطین جابر کو سلطنت دینا خلق شر ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب مانا جائے کہ بادشاہت قائم رکھنے مین اصلی سبب اللہ تعالی ہے تو جو حاکم دنیا نالائقون کو حکومت دیتا ہے قابل سخت الزام کے ہوتا ہے گو اوسکو علم صرف ظنی ہوتا ہے اللہ تعالی کا علم یقینی ہے۔ پس ایسون کا بادشاہ بنانا کیونکر اللہ کو الزام سے پاک کہہ سکتا ہے جیسے فرعون کو بادشاہ بنانا اور اوسیطرح کے جو اور بادشاہ ہوے اونکا بادشاہ بنانا تہا یہہ شبہہ غلط ہے اسلئے کہ حق تعالی نے یہہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے کہ انتظام آدمیونکا بذریعہ آدمیون کے ہو۔ ضرور ہر وقت خلیفۃ اللہ فی الارض موجود ہے لیکن اگر ہر وقت خلیفۃ اللہ فی الارض کو اقتدار ظاہری دیدیا جاتا تو ہدایت جبری ہوجاتی اور پہر جیسا بیان ہوا دنیا امتحان گاہ نہ رہتی۔ پس جبتک باعتبار بہت سی ضرورتونکے دنیا کا امتحانگاہ رکہنا لازم ہے خلیفۃ اللہ کو اقتدار ظاہری نہین دیا گیا لیکن انسانون مین انتظام بغیر بادشاہ کے نہین ہوسکتا اگر بادشاہ نہو کفار کا حالت انبعاث مین رہنا بیفائدہ ہوجائے کیونکہ پہر دنیا بجاے حالت ترقی کے حالت تنزل مین ہوجائیگی۔ اسلئے بادشاہ اونکا اونہین سے بنانا ضرور ہے۔ اور اسلئے مدد بہی اوسکی ضرور ہے۔ تاکہ برائی حد سے نہ بڑھ جائے اور اوسکے ساتھہ اور منافع بہی ہین۔ یعنی یہہ کہ اللہ تعالی کی شفقت و عنایت کا مقتضی

یہہ تہا کہ ایسون کو بادشاہت دے ۔ کیونکہ اگر اللہ تعالے کافرون کو پیدا کرتا او
ونکے لئے بڑی سزا عقبی کی بناتا اور اونکو نعمات دنیاوی سے بہی محروم کر دیتا کسقدر سختی
ہوتی ۔ یہہ بہی ہے کہ اوسنے مہلت دی کہ شاید کفار سمجہہ جاوین اسلئے عذاب سخت مین
جلدی نہین کی جب کفر سے معافی دینی تہی تو تاخیر ضرور تہی ۔ چونکہ کفار کے لئے
نعمات دنیا عوض نعمات دائمی آخرت کے ہین ضرور ہے کہ دنیا کفار کے لئے ہو ۔ تاکہ وہ
جسقدر فائدہ اوٹہا سکین اوٹہائین ۔ اسی سے لئے حقیقت مین دنیا کفار کے پاس
ہے ۔ بادشاہ کثرت سے اونمین ہین ۔ اسلام مین بادشاہت اس ضرورت سے
نہین ہے ۔ صرف بقاء اسلام کی ضرورت سے ہے اور اسیلئے قلیل ہے ۔ علاوہ
بران بعض وقت ضرر کا مقابلہ ضرر سے کیا جاتا ہے ۔ اسلئے بادشاہت حاصل کرنے
مین ایسے لوگون کو مدد دی جاتی ہے ۔ جنہون نے اپنے آپ کو برا بنا لیا ہے ۔
بدی اور نیکی کی بابت غالباً اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ یہان ضرورت اعادہ نہین ہے

جواب اس شبہہ کا کہ انسان مجبور ہے اور مسئلہ جبر و قدر کا بیان ۔

ایک شبہہ یہہ ہے ۔ کہ بعض امور و ارشادات پر غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین کچہہ قوت نہین اور سب کچہہ
اللہ کرتا ہے اور انسان کے ہاتہہ پانون جکڑے ہوسے ہین اوس پر حجت تمام نہین ہے
چنانچہ بعض آیات اور ارشادات الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت و غیر ہدایت اللہ کے
ہاتہہ مین ہے اور ذرہ بہی بغیر اوسکے حکم کے حرکت نہین کرتا یہہ ایسا امر ہے کہ لوگون
نے اسمین بہت بحث کی ہے ۔ خلاصہ اونکی تقریر کا یہہ ہے کہ جہان جہان یہہ ارشاد

ہوا ہے کہ جسکو ہم چاہتے ہدایت دیتے ہین اور جسکو چاہتے ہین گمراہ کر دیتے ہین اسکے
معنی یہہ ہین کہ راستہ بہلائی برائی کا دکہلا دیتے ہین اور جہان یہہ ارشاد ہوا ہے کہ جو
چاہے ایمان لائے اور جو چاہے ایمان نہ لائے اوسکے معنی یہہ ہین کہ ہم منزل
مقصود پر نہین پہونچاتے ـ میرے نزدیک حقیقت یہہ ہے کہ جہان یہہ ارشاد ہوا ہے
کہ جسکو ہم چاہتے ہین ہدایت دیتے ہین اور جسکو چاہتے ہین گمراہ کرتے ہین اوسکے معنی
یہہ ہین کہ یہہ بیان قدرت الہی ہے جسمین توفیق داخل ہے ـ اور جہان یہہ ارشاد ہوا ہے
کہ جو چاہے ایمان لائے یعنی ہدایت پائے اور جو چاہے گمراہ ہو یعنی ایمان نہ لائے
معنی اوسکے یہہ ہین کہ وہ بیان اختیار ہے جو بشر کو عنایت ہوا ہے اور یہہ مراتب اختیار
کے اوسیطرح ہین جیسے تمام اختیارات درجہ بدرجہ حکام وقت کے دیکہے جاتے ہین ـ
بڑے حکام کے اختیارات چہوٹے حکام کو اختیار دینے سے سلب نہین ہوتے ـ نہ اونکے
اختیار سے چہوٹون کے سلب ہوتے ہین ـ صرف فرق یہہ ہے کہ اللہ تعالی جل شانہ کے
اختیارات بڑے زور کے ہین مگر وہ بشر کے اختیار مین ہر وقت مخل نہین ہوتا اسلیے اختیار بشر
بہی بحال خود باقی رہتا ہے ـ اور قدرت الہی بہی بحال خود باقی رہتی ہے یہہ بات بطور جمع
اضداد کے اور بظاہر محال عادی معلوم ہوتی ہے مگر واقع مین محال نہین ہے ـ آپ اس محال
کو حیثیت سے تعبیر فرمالیجیے کہ ایک حیثیت سے اختیار و قوت ہے ایک حیثیت سے
بے اختیاری و ضعف ہے اور دونون ایک جگہہ جمع ہین تفصیل اسکی شاید اس بیان سے
سمجہہ مین آسکے کہ انسان کے اختیارات جہانتک ہم دیکہتے ہین بڑے زور کے پاتے ہین

بادشاہ ہو سکا حکم ایسا ہے کہ ایک زبان ہلانے سے ملک کے ملک خاک سیاہ ہو جاتے ہین
ایک توپ چلانے سے صدہا آدمی ایکدم سے فنا ہو جاتا ہے مضبوط قلعے اوڑجاتے
ہین باوجود اسکے اسقدر اونمین ضعف ہے کہ ایک ذراسا خون اگر دماغ کے اعصاب مین
باریک رگون سے نکلکر فالج پیدا کرے تو زبان چل ہی نہ سکیگی۔ وہ ہاتہہ جو اتنی جانین
تلف کرسکتا تہا اوٹہہ ہی نہ سکیگا۔ یہانتک کہ ایک خیال نفع وضرر کا زبان اور ہاتہہ
دونون کو روک لیتا ہے۔ خیال ایسی چیز ہے کہ آدمی کے بس مین نہین ہے چہوٹی سی
رسی باندہنے سے ہاتہہ نہین چلتا ذراسے درد سے یا ایک پہنسی سے بیکار ہو جاتا ہے
پس دیکہیے کہ کتنی قوت زبان اور ہاتہہ مین ہے اور کتنی کمزوری اونمین ہے یہہ دونون کتنی حالتین
اضداد ہین اور کس عجیب طرح سے ایک جگہہ جمع ہین۔ اسیطرح باوجود اسکے کہ انسان کو
اختیار ہے وہ مجبور بہی ہے اور ایسا مجبور ہے کہ جب بڑے اسباب پر نظر ڈالیگا تو یہہ
کہنا نار وا نہین ہوگا بلکہ حقیقت حال ہوگا کہ اللہ کی قدرت کے سب تابع ہین اور اسلیئے کہہ
سکتے ہین کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے سیدہا راستہ دکہلاتا ہے
مگر باوجود اسکے ایک ایسی حد موجود رہتی ہے کہ اوسکی ذات پر الزام عائد نہین ہوتا اور وہ
اختیار جو مستلزم سزا وجزا کرتا ہے باقی رہتا ہے۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص فرض
کیجیے کہ اوسکے اوپر اسلام کی خوبیان اسطرح روشن ہوئین کہ اوسنے مسلمانون کو دیکہا کہ رات
دن مصروف عبادت ہین اور سوا اسے بہلائی کے اور کچہہ کام نہین کرتے خدا کی ذات کو اونسے
بہتر کسی نے نہین پہچانا۔ جو بیان کرتے ہین اوسمین سچائی ہوتی ہے اور اس خوبی نے اوسے

پختہ کر دیا کہ تحقیق کی تکمیل کرکے مسلمان ہوجانا چاہیے اور فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ وہ
مسلمان ہونیکے لیئے ایک شخص کے پاس گیا اور جا کر بیٹھا۔ وہان کیا دیکھتا ہے کہ
مولویصاحب کے پاس ایک شخص کھڑا ہوا کہتا ہے کہ رات جو تہیلی روپیون کی مین نے
آپکے پاس امانت رکہی تہی وہ اپس عنایت فرمایئے۔ مولویصاحب فرماتے ہین کہ تو جہوٹا ہے
اور تو نے کوئی امانت میرے پاس نہین رکہی وہ بیچارہ کان پکڑوا کر نکال دیا گیا مولویصاحب
کے معتقدین نے اوسپر سختی کی۔ اس شخص کو شبہہ ہوا کہ حقیقت حال کو زیادہ دریافت
کرنا چاہیے تب مسلمان ہونگا اوسوقت وہ چلا آیا مظلوم تہیلی والا ایک عورت کے پاس گیا
اوس سے حال کہا کہ مولویصاحب ہوکہ باز نکلے۔ اوس عورت نے کہا کہ مین تدبیر کرتی ہون
اونکو بہی ہوکہ دونگی۔ اوس عورت نے بعد نماز عصر ایک ڈولی کرایہ کی اور اپنے زیور کا صندوقچہ
ساتہہ لیا۔ مولویصاحب کے ہان پہونچی۔ اطلاع کرائی۔ عرض کیا کہ اوس بندی کا شوہر سفر مین ہے
اور پولیس کی غفلت سے چور دن کا زور ہے۔ چاہتی ہون کہ یہہ زیور جناب کے پاس امانت
رکہون اور یہہ کہکر زیورات کا صندوقچہ جہٹ پٹ کہول دیا۔ مولویصاحب کی نظر جب
زیور کے قیمتی نگینون اور اونکی چمک پر کہ مثل گوہر شبچراغ چمکتے تہے پڑی آنکہین کہل گین
لوٹ گئے اور دل مین سوچے کہ بڑا شکار جال مین پہنسا۔ دکہلانے کو پہلے انکار کیا
پہر راضی ہوگئے کہ رکہہ لونگا۔ فہرست تیار ہونے لگی باہر یہہ عورت اوس تہیلی والے کو
کہڑا کر گئی تہی کہ جب مولویصاحب مصروف ہون تو حاضر ہونا اور تہیلی کا تقاضا کرنا۔
اس اثناے انتظار مین یہہ شخص بہی جو مسلمان ہونا چاہتا تہا آپہونچا۔ تہیلی والے کو دکہکان

مولویصاحب کے باہر دیکھہ کر پوچہا کہ بعد صبح کی فلت کے اب آنیکی وجہ کیا ہے
اوسنے ترکیب بتلائی شوق استعلام مین یہہ بہی باہر کہڑے ہوگئے کہ دیکہین اب
کیا ہوتا ہے۔ تہوڑی دیر بعد یہہ شخص بہی اندر گیا اور مولویصاحب کے پاس پہونچا اور
پہر تقاضا کیا۔ مولویصاحب کو یہہ خیال ہوا کہ اگر اسوقت امانت واپس کردینے مین
حجت کی مبادا یہہ عورت بہڑک جائے اور یہہ سارا زیور ہزارون روپیہ کا ہاتہہ سے نکل جائے
اسلئے فرمایا کہ اے شخص تو نے تو صبح ہی آنیکا وعدہ کیا تہا ابتک کہان رہا اپنی تہیلی
جلدی لیجا۔ مجہے اس امانت سے بڑی تکلیف ہوئی رات بہر مین اوسکی حفاظت کرتا رہا
چپکے سے مولویصاحب اوٹہے اور تہیلی لاکر حوالہ کردی وروہ تہیلی والا خوش خوش باہر آیا۔ ان حضرت
کو جو اسلام لانیوالے تہے اس حال کو دیکہکر تعجب ہوا اور نفرت ہوئی اور اس سوچ مین اونکو
خیال ہوا کہ یہہ عورت مفت ماری جاتی تہی۔ یہہ سوچ ہی رہے تہے کہ ایک اور عورت
دوڑتی ہوئی آئی اور جہٹ پٹ اندر چلی گئی اور اوسنے مطابق اوس اقرار کے جو پہلے سے
کرلیا تہا زیور والی عورت سے کہا کہ اے بی بی مبارک ہو آپکے شوہر سفر سے آگئے
جلدی گہر چلو۔ بی بی خوش ہوئین اور جلدی جلدی اپنے زیور کو صندوقچہ مین ڈال
یہہ جا وہ جا مولویصاحب کے مکان سے باہر نکل آئی اور ان حضرت کو جو مسلمان ہونے
آئے تہے بڑی خوشی ہوئی کہ عورت بہی خوب بچی اور تہیلی والے کا کام بہی ہوگیا
تاہم دلچسپی کے سبب سے اس مرد کا قصہ پوچہنے کو عورت کے ساتہہ ہوے اوسنے
اونکا حال بتلایا کہ اس احمق نے کل اپنے گہوڑی سو روپیہ کو بیچی تہی۔ سارا روپیہ اسکا

ایک عورت نے اسطرح ٹھگ لیا تھا کہ یہہ میان روپیہ کو رومال مین لئے بازار مین گھومتے
تھے اور مارے شوق کے جہان ہوسکتا تہا رومال کھول روپیہ گننے بیٹھہ جاتے تھے
ایک عیارہ تاڑ گئی اور اونسے ایک جگہہ ملی اور کہا کہ وہ بندی عجیب مصیبت مین مبتلا ہے
شوہر اوسکا برسون سے پردیس مین ہے اب نہ تحمل ہے نہ دوسرا نکاح کرسکتی ہون
آپ چلیئے اور قاضی صاحب کے یہان چلکر کہئے کہ مین اسکا شوہر ہون سفر کو گیا تہا
وہان دوسری شادی کرلی اب اسے طلاق دیتا ہون اور قاضی جی کے سامنے طلاق
دیدیجیئے مین اقرار کرلونگی کہ مین نے مہر اپنا پالیا۔ اسکی مزدوری مین آپکو عـہ روپیہ دونگی
یہہ راضی ہوگئے اور قاضی کے یہان (کہ یہی مولویصاحب تھے) جاکر طلاق کو جاری
کیا۔ مہر کی تعداد ماعـہ روپیہ بتلائے عورت نے کہا کہ مین نے پالیا یہہ عورت
انکو عـہ روپیہ دینے گھر لائی اور دے کر رخصت کردیا۔ مگر جب یہہ باہر نکلے غل مچادیا
کہ میرا روپیہ لئے جاتا ہے جو ابہی مہر کا دیا تہا۔ پھر قاضی صاحب تک نوبت پہونچی
اونہون پورا ایک سو دس روپیہ عورت کو دلادیا۔ اتفاقاً یہہ شخص مجھے ملا روتا اور
گالیان دیتا جاتا تہا۔ مین نے حال پوچھا اوسنے بتلایا مین سمجھہ گئی کہ یہہ فلان عورت
کا کام ہے۔ مین نے کہا کہ اگر روپیہ واپس کرادون تو کیا دیجیئگا آخر عـہ روپیہ اپنی
اجرت قرار دیکر اسکو یہہ ترکیب بتلائی کہ اس عورت کے دو بچے ہین اونپر تو قبضہ کرتے
وہ اسوقت مدرسہ مین ہین۔ چنانچہ اوسنے قبضہ کیا تب اوس عورت نے روپیہ واپس
دیا۔ پھر یہہ کمبخت اونہین مولویصاحب کے پہندے مین جا پہنسا تہا۔ مین نے پھر اوسے

نکلا ہے جسکا قصہ آپ نے بہی دیکہا۔ انکو بعد معلوم ہونے ان اتفاقات اور تدابیر کے اسباب کا خیال ہوا کہ ابہی جلدی نہین کرنی چاہیئے اور اہل اسلام کے حال کو زیادہ دریافت کرنا چاہیئے رات کو وہ سوئے سانپ نے کاٹا اور مر گئے۔ فرمایئے کہ اسوقت آپ کوئی اعتراض مقتضیات بشری پر کر سکتے ہین یا کوئی اعتراض اسباب پر بہی کر سکتے ہین کہ ہدایت او غیر ہدایت اوسکے ہاتہہ نہین نہین ہے اسلئے کہ یہہ شخص جو مسلمان ہونے سے رہ گئے اون سے ممکن ہے کہ ایسے افعال قبیحہ سرزد ہو چکے ہون کہ اونکو سزا دینا اوسکی حکمت کے نزدیک لازم ہوا اور اسلئے اونکو نعمت اسلام سے محروم کرنا ضروری ہو۔ اگر حق تعالےٰ کو منظور ہوتا کہ یہہ مسلمان ہوجائے تو اس شخص کی عقل مین اسقدر قوت آجاتی کہ سمجہتے اور جانتے کہ ایک فرد کا فعل اصل اصول اسلام سے نفرت کا باعث نہین ہوسکتا۔ یہہ لوگ دین کے امتحان دئے ہوئے نہین ہین دنیادار ہین جنہون نے دین کو ذریعہ دنیا کمانے کا بنایا ہے اور سخت نفرت کے قابل ہین۔ اسلام نے برائی اونکی زور سے بیان کی ہے۔ ایسے دنیادار ہر مذہب مین ہین۔ اگر وہ ایسا کرتے اصل اسلام کی خوبیون کو دیکہکر خود مسلمان ہوجاتے۔ پس دیکہیئے کہ ایک وہ قوت تہی کہ اوس انسان نے بہلائی کو اسلام کی پہچانا ایک جگہہ یہہ ضعف ہوا کہ وصول الی المقصود یعنی منزل پر پہونچنے سے رہ گئے۔ دونون مین برائی نہین۔ اللہ تعالی پر کوئی حجت نہین اوسنے مادہ عقلی دیا اور اوسی نے اوسمین وہ سبب پیدا کیا کہ کچہہ نہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اس بات کی ایک عمدہ مثال ہے اللہ تعالی جل شانہ

فرماتا ہے جسکا حاصل ترجمہ یہہ ہے کہ وہ عورت تو یوسف کے ساتھہ ارادۂ بد کر ہی چکی تہی اور یوسف کو اپنے پروردگار کی طرف کی دلیل "کہ میرا آقا ہے" اوسوقت نہ سوجہہ گئی ہوتی تو وہ بہی اوس عورت کے ساتھہ ارادۂ بد کر بیٹھتے۔ ہمنے یوسف کو ثابت قدم کہا کچہہ شک نہین کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندونمین سے تھے" پس ملاحظہ فرمایئے اس مدد مین کچہہ برائی نہین ہے۔ اگر مدد ترک کردیجاتی تو بہی حجت حضرت یوسف پر تمام تہی میرے نزدیک افعال قبیحہ ایسی چیزین ہین کہ بہر مدد اللہ کی باوجود ایسی قدرت اور زور کے اختیارات انسانی کے نہین ہوتی اور ہدایت پوری نہین ہوتی اور وہ سزا ہوتی ہے (یعنی توفیق اوٹھا لینا) جو ضروری ہے۔

شرح آیہ لاتتحرک ذرۃ کی۔ ممکن ہے کہ معنی لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةً اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کے یہ ہون کہ ذرہ بہی بغیر اجازت اللہ تعالیٰ کے نہین ہلتا اور مقصود اس اذن سے حکم نہو اذن ہو یعنی اختیار کہ وہی اذن ہے۔ اور رفع تناقض اوسوقت یون ہوگا۔ کہ جب کوئی نتیجہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اجازت ہوجاتی ہے۔ ورنہ نہین ہوئی ورنہ اجازت نتیجہ اختیار بشری جہانتک متعلق ہے" تاکہ اسباب بیکار نہون" عموماً ہوتی ہے جب اسباب کا بیکار کرنا ہو اجازت نہوگی۔ اسباب بیکار ہوجائینگے۔ یا یون رفع تناقض ہوگا کہ حکم سے اوسکی قوت مراد ہو اور اصل سبب اوسکی حرکت کا وہ قوت ہو۔ پس معنی یہہ ہونگے کہ حقیقت مین اذن وہی تہا جو ہلنے کی قوت حاصل ہوئی تہی۔

ممکن ہے کہ معنی اسکے یہ ہون کہ غیر ذی روح بغیر اذن الٰہی کے حرکت نہین کرتے

ذرہ کو اوسی طرح ذکر کیا ہے جیسے معنی و بیان کا قاعدہ ہے اور اردو مین کہتے ہین کہ
مکان مین چڑیا بہی نہین تہی - اور یہ بہی نہین ہلا معنی یہ ہوتے ہین کہ کوئی حتی کہ چڑیا
بہی نہ تہی - اور کسی قسم کا غل نہین ہوا اسقدر بہی جتنا پتہ ہلنے مین ہوتا ہے پس معنی یہ ہوتے
ہین کہ جب ذرہ بہی بغیر حکم الہی کے نہین ہلتا - سورج اور چاند اور آسمان و زمین بغیر ہوسکے اوذن
کے کیسے گردش اور حرکت کر سکتے ہین - ذی روح جنہین ارادہ اور اختیار دیا گیا ہے یہان
مراد نہین ہوسکتے - پس لازم ہے کہ یا یون کہیئے کہ اذن بمعنی اختیار کے ہے یا یون کہئے کہ ذی روح
مراد نہین ہین اور اس کلام مین اونکا بیان نہین ہے -

اس اذن و حرکت کا مین نے عجیب تماشہ دیکہا ہے کہ عقل حیران ہو گئی اور معلوم
ہوا کہ ذرہ بہی بغیر اللہ تعالی کی مرضی کے نہین ہلتا - وہ تماشہ یہ تہا کہ ایک دفعہ جونپور مین
وبا سے ہیضہ پیدا ہوی - وبا کی بابت جسقدر تحقیقات ہوی ہے معلوم ہوا ہے کہ
کچہہ کیڑے پیدا ہوے یا ہوا مین ایسی حرارت پیدا ہوی کہ وہ جب جسم مین گہس گئی تو
اوسمین ایک زہریلا مادہ پیدا ہوا اور وہ ہلاکت اور دوسرونکی عبرت کا باعث ہوی لیکن ہر
شخص وبا مین مرا نہین بعض کو کیڑون نے اثر نہ کیا یا اوس ہوا نے ضرر نہین پہونچایا یا
بابعد اثر اچہے ہوگئے - اس سے ظاہر ہوا کہ وہ بعض جنکو اثر ہوا وہ بغیر اذن کے نہین
ہوسکتا تہا - ڈاکٹر کہتے ہین کہ بعض آدمیون مین ایسی قوت ہوتی ہے کہ وہ مادہ اونپر
اثر نہین کرتا تعدیہ اونمین ہوتا ہے جنمین قوت نہو لیکن مین نے اپنی آنکہون سے دیکہا
کہ ایک مکان مین چند شخص تہے اور ایک کنوئین سے پانی پیتے تہے - دو بیمار ہوے

اور کوئی بیمار نہوا۔ ایک مر گیا ایک اچھا ہوگیا اور کون اچھا ہوا جو مرنیوالے سے سخت
بیمار تہا۔ مرنیوالے کے دل مین یہہ بات پیدا ہوئی کہ وہ انہی جینے والے کو الو بخارے
سے نے قے۔ بردا طراف۔ وقعر عینین حالت محض بیہوشی مین بند کردی۔ اس بیمار کا دوسرا
بحالت مرض کمزور بچہ سے نے بیاد وہ بچہ کچھہ بہی متاثر نہوا۔ یہہ خاص میرے اوپر گذرا ہوا
معاملہ ہے۔ نہ تعدیہ تہا نہ قوت اور غیر قوت کو دخل تہا۔ یہ دکہلائی دے رہا تہا۔
کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو رہا ہے۔ پس میری سمجھہ مین بہی آگیا ہے کہ ذرہ بہی بغیر اوسکے
حکم کے حرکت نہین کرتا۔ سب کچھہ اللہ کے بس مین ہے۔ مگر بس مین کہنا وہیں تک
عمل مین لایا جاتا ہے جہان تک اون اختیارات مین جنکی بنا پر سزا اور جزا کا استحقاق
پیدا ہوتا ہے خلل نہ آئے۔

مین جب اپنے حال پر غور کرتا ہون یہہ بات پاتا ہون کہ ضرور انسان کی قوت
تام ہے مگر پہر بہی سب کچھہ اللہ تعالے کے ہاتہہ مین ہے اور قوت بہی بحال خود باقی
ہے اور اختیار الہی بہی بحال خود باقی ہے اور یہی ذریعہ اختلاف مراتب کا ہے جس کی
خوبیان مین اوپر بیان کرچکا ہون کہ وہ لازمی اور دوسری مصلحت سے ہین۔ مناسب ہے
کہ جو مجہپر گذرا ہے اوسے اور بیان کرون میرے باپ کا اتفاق عین غدر ۱۸۵۷ء
مین ایک انگریز کے ساتہہ نوکری کرنیکا ہوا جو نہایت سیدہے دل کے فوجی آدمی تہے
بہت ہی نیک تہے۔ قوت حافظہ اور قوت چشم قوی تہی۔ خاندانی بہی تہے اسلئے
اونکے احکام سے حکام تعرض کم کرتے تہے کرنیل آگسٹس ہنری ٹرنین اونکا نام تہا میرے

باپ کی وفات سنہ ۱۸۶۰ء مین واقع ہوی جب مین کمسن تہا۔ جسوقت مجھکو شعور ہوا آٹھہ
برس بعد قصد کیا کہ معاش تلاش کرنی چاہیے۔ مین اونکے پاس گیا اور اپنا حال
کہا کہ یہہ نام ہے۔ یہہ والد مرحوم کا نام ہے وہ وہی تہے جنہون نے غدر مین آپکے
ساتہہ جان نثاری کی اور عوض نہین لیا۔ پنشن پاکر آرام نہین کیا۔ مجھے حاجت ہے
نوکری دیدیجیے۔ جواب دیا کہ ہمارے پاس کوئی جگہہ خالی نہین ہے۔ مین ڈپٹی
مرام اوری سے میرٹھہ واپس آیا بعد دو تین سال کے مجھکو پھر اوس ضلع مین جانیکا اتفاق
ہوا ایک صبح پھر اون صاحب سے ملا اور پھر حال بیان کیا۔ کہنے لگے کہ تم اوس شخص
کے بیٹے ہو جو غدر مین ہمارے ساتہہ تہے تم وہی ہو جو بچے سے ہمارے پاس آیا
کرتے تہے۔ مین نے جواب دیا کہ ہان وہی ہون۔ بولے کل کچہری کی حالت مین
آنا دوسرے دن مین گیا اور جب سامنے پہونچا ڈپٹی نین صاحب کو بہت خوشی ہوی اور
سررشتہ دار سے پوچھا کہ کوئی نوکری خالی ہے سررشتہ دار نے جواب دیا کہ نہین
پوچھا کہ کسی کو ہمنے امتحاناً مقرر کیا تہا۔ سررشتہ دار بولا کہ فلان نائب تحصیلدار کو دو سال
ہوے آپ نے امتحاناً مقرر کیا تہا اوسکے استقلال کے کاغذات رکھے ہوے ہین
سنکر بولے اوسکو اپنی اصلی جگہہ واپس کردو اور اس شخص کو مقرر کردو۔ مجھے ابتک حیرت
ہوا کرتی ہے کہ وہی مین تہا۔ وہی ڈپٹی نین صاحب تہے وہی حقوق تہے جو سنہ ۱۸۶۷ء
مین کیا تہا کہ جواب صاف ملا سنہ ۱۸۷۰ء مین کیا ہوا کہ ایسی نوکری ملی جو میری اوسوقت کی حالت
کے لئے ایک عجیب نعمت تہی۔ حافظہ کا مین نے خود تجربہ کیا کہ تین سال کے بعد

اُردو مین جاری کیے ہوے احکام لفظ بلفظ بتلا دیتے تھے - میرا اختیار اور قوت
صدور افعال ٹرنین صاحب کا یکسان تھے مگر ایک وقت ایک نتیجہ ہوا دوسرے وقت
دوسرا نتیجہ اور یہ بات سمجھہ مین آئی کہ باوجودیکہ قوت اور اختیار انسان کا ایک طرح سے
کامل ہے مگر دوسری طرح سے کچھہ بھی نہین نہایت ناقص ہے - اور دونون اسطرح کے
ہین کہ نقصان دونون کے کمال مین نہین ہے اور ایک دوسرے کے اسطرح تابع نہین
ہین کہ اللہ تعالی پر الزام کہا جا سکے - دیکھیئے یہ قوت اور یہ حکمت صرف اللہ کے کامون
اور ایجادون مین ہے جو ہماری عقلون سے باہر ہے - سبحان اللہ - الغرض یہی معنی
ان ارشادات کے میرے خیال مین ہین اور میری سمجھہ مین یہہ ہے کہ یہ ہوگا ہے - اختیار
کا نقصان نہین ہے - انہین قوتون پر نظر کر کے بعض بڑے لوگون نے یون بیان کیا ہے
کہ جبر و اختیار امر بین بین ہے یہ بالکل سچ ہے مگر ضرورت تفصیل کی ہے کہ اختیار انسانی
بھی پورا ہے اختیار الٰہی بھی پورا ہے چنانچہ مثال اوسکی بھی بیان ہوی یعنی حکام چھوٹے
ہوتے ہین اور بڑے - دونون مین اختیار ہوتا ہے اور ایک کو دوسرے پر - اور دونون
صاحب اختیار ہوتے ہین - اقتدار بڑے کا اور اقتدار چھوٹے کا بحال خود قائم رہتے
ہین جیسے بادشاہ کے احکام کی تعمیل مین بھلائی برائی ہوتی ہے اور بادشاہ اصل باعث
سمجھا جاتا ہے وہی یہان ہے یا کچھہ زیادہ ہے مگر نہ اتنا کہ اختیار مین ایسا خلل ہو کہ ذمہ داری
اور تکلیف معدوم ہو جاین -

چونکہ یہہ بڑی بحث ہے مناسب ہے کہ بعض آیات نقل کیجائین تا کہ تسکین

ہوجائے اور شک باقی نہ رہے پس ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالی اس ہدایت و غیر ہدایت
کی بابت ارشاد فرماتا ہے کہ۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ
يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ
لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ
اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ترجمہ دین
مین زبردستی کا کچہہ کام نہین۔ گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی ہے تو جو شیطان کو
نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اوسنے مضبوط رسی پکڑ رکہی جو ٹوٹنے والی نہین اور اللہ
سبکی سنتا اور سب کچہہ جانتا ہے اللہ ایمان والونکا حامی اور مددگار ہے کہ اونکو کفر کی تاریکیون
سے نکالکر ایمان کی روشنی مین لاتا ہے اور جو لوگ دین حق سے منکر ہین اونکے حمایتی شیاطین
ہین کہ اونکو ایمان کی روشنی سے نکالکر کفر کی تاریکیوین مین ڈھکیلتے ہین یہی لوگ دوزخی ہین کہ وہ
ہمیشہ دوزخ مین رہینگے۔ اس سے صاف قرار شاد دونون امر کا آپ اور کیا چاہتے
ہین۔ انسان نہ کفر پر مجبور ہے نہ ایمان پر بلکہ پورا اختیار رکھتا ہے۔ جب وہ ایمان لاچکتا ہے
تو اللہ اوسکا حامی اور مددگار ہوتا ہے اور پہر مدد کرتا ہے اور تاریکیون سے جو بعد مین
بہی آتی ہین کہ وہ مہالک ہین۔ نکال دیتا ہے دلکو روشن کردیتا ہے۔ اور جنہون نے
کفر اختیار کیا ہے اونکی حمایت و مدد چہوڑ دیتا ہے تب شیطان کا دخل ہوتا ہے وہ جسقدر
اصلی روشنی ہے یعنی اللہ کو انسان خود پہچانتا ہے اوس سے نکالکر اندہیرے مین

ڈالدیتا ہے اور یہہ سزا ہے۔ اور کسی قسم کی برائی اللہ تعالیٰ پر نہین۔ دونون امر موجود ہین۔ پھر ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ ترجمہ۔ وہ اونکے اگلے اور پچھلے حالات کو جانتا ہے اور سب کامون کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ ظاہر ہے کہ معنی اسکے یہہ ہین کہ ہر بہرے کے کام اللہ کی طرف بازگشت رکھتے ہین۔ بازگشت سے الزام نہین ہوتا نہ مجبوری پیدا ہوتی ہے۔ مثال اسکی یہہ ہے کہ نہر جو بنائی گئی ہے پانی ایک رستہ سے جاتا ہے اور کہیتون مین پہونچکر نفع دیتا ہے اوس سے پانی کی قوت و نفع دور نہین ہوے لیکن اوس مین خاصیت دینے سے رجوع اور بازگشت نفع کی اوسکی طرف ہے نہر کا منبع ٹوٹ جانے سے جو نقصان ہوتا ہے الزام اوسپر نہین ہے بلکہ مابعد کی سوء تدبیر ہے اور آخر کو بلا الزام سب امور اوسکی طرف رجوع ہوتے ہین۔ اگر وہ مادہ پانی مین پیدا نہ کرتا آب مین قوت نہ دیتا پانی کہیت تک نہ پہونچتا۔ اسلیئے امور کی رجوع بذریعہ اختیار اور باوجود اختیار اوسکی طرف ہے۔ چنانچہ جہان اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ بہرے گونگے اندہے ہین پس وہ بازگشت نہین کرتے۔ وہان بہی لفظ بازگشت و رجعت ارشاد ہوا ہے غفلت نفرمایئے۔ وہ بہی ترک بد و ہے۔ یعنی وہ لوگ جب خراب ہو جاتے ہین اصلاح پر نہین آتے یا تے کہ یہہ سزا ہے۔ مجبوری ابتدائی یا ایسی مجبوری کہ آہی نہ سکتے ہون نہین ہے۔

ایک بزرگ نے اس مقام کو سنکر ارشاد فرمایا کہ یہہ تقریر خلاف اوس	تفسیر آیہ واللہ خلقکم و ما تعملون کی

اوس آیہ کے ہے جسمین اللہ تعالے فرماتا ہے کہ خلق افعال عباد اللہ تعالی فرماتا ہے
چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ مناسب ہے کہ شرح اسکی بیان
کیجائے تا عباد کسی اور کو بھی ایسا شبہہ ہو۔ واضح رہے کہ یہ آیہ قصہ حضرت ابراہیم مین
سورہ والصّٰفّٰت مین ہے اور پوری آیہ یہہ ہے وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ اِذْ
جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ○ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ وَقَوْمِہٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ○
اَئِفْکًا اٰلِھَۃً دُوْنَ اللّٰہِ تُرِیْدُوْنَ ○ فَمَا ظَنُّکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ فَنَظَرَ
نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ○ فَتَوَلَّوْا عَنْہُ مُدْبِرِیْنَ ○ فَرَاغَ
اِلٰٓی اٰلِھَتِھِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ ○ مَا لَکُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ○ فَرَاغَ
عَلَیْھِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ ○ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَیْہِ یَزِفُّوْنَ ○ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا
تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ اسکا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب
نے یہ فرمایا ہے۔ اور نوح ہی کے طریق پر چلنے والون مین سے ایک ابراہیم بھی
تھے۔ جبکہ صاف دل سے اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوے۔ جبکہ اونہون نے
اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ کیا چیزین ہین جسکی تم پرستش کرتے ہو کیا خدا کے
سوا بنائے ہوے معبودون کے پیچھے پڑے ہو تو تمنے رب العالمین کو کیا سمجھہ
رکھا ہے پھر ستارون مین نظر کرکے یہہ حیلہ کیا کہ مین بیمار ہون تو وہ لوگ انکو چھوڑکر چلے
گئے اونکا جانا تھا کہ ابراہیم چپکے سے اونکے بتون مین جا گھسے اور کہا کہ اتنے جو چڑہاوے
تمہارے سامنے رکھے ہین تم کھاتے نہین تمہارا کیا حال ہے کہ تم بولتے تک نہین۔

پھر تو ابراہیم بڑے زور سے اونکے مارنے پر پلے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔
لوگون کو خبر ہوی تو ابراہیم پاس دوڑے آئے کہا کیا تم ایسی چیزون کو پوجتے ہو جنکو
تم تراشتے ہو حالانکہ تمکو اور جن چیزون کو تم بناتے ہو اسد ہی نے پیدا کیا ہے۔ اس سے
ظاہر ہے کہ اس آیہ مین وما تعملون سے مراد بت ہین اور معنی یہ ہین کہ بتون کے
مادہ کو جو پتھر ہے اسد تعالے پیدا فرمایا ہے چونکہ تمکو اختیار دیا ہے اسلئے پتھر تمہارے
کاٹنے سے کنکر بت بن جاتا ہے یا چونکہ تم مخلوق الٰہی ہو۔ اور تمنے پتھر کے ہیولی
مین یہہ صورت پہنائی ہے اور اسد تعالی کیطرف جملہ امور کی بازگشت ہے اسلئے یہ سب
مخلوق الٰہی ہین۔ اس معنی ہین اگر خلق افعال کی نسبت اسد تعالی جل شانہ کی طرف ہے
خلاف ہمارے مقصود کے نہین ہے اسلئے کہ ہمارا مقصود یہہ ہے کہ اسد تعالی نے
قوت صدور افعال کی انسان مین عطا فرمائی ہے اور قابلیت انفعال کی بہت سے
اشیاء مین عنایت کی ہے تا کہ اختیار جہان تک عنایت ہوا ہے چل سکے۔ اگر یہہ
دونون چیزین نہوتین امتزاج اور ترکیب دینا یا ایجاد وصنائع مختلفہ پر قادر ہونا انسان
سے ممکن نہوتا اور یہہ اختیار ہے۔ یہہ معنی کہ افعال طوعاً مجبوری انسان سے صادر ہون
ممکن نہین ہے کہ اس آیت کے معنی ہون۔

جواب اس شبہہ کا کہ باعتبار تاثیرات نجوم انسان مجبور معلوم ہوتا ہے۔

ایک شبہہ باعتبار علم نجوم ہے۔ ممکن ہے کہ نجومی
کہین کہ ہمکو ستارہ شناسی مین وہ کمال ہے کہ اگلا پچھلا سب
حال انسان کا بتلاتے ہین۔ اگر ستارون کی تاثیر سے اونکے

افعال پیدا نہوا کرتے تو ہم کیسے بتلا سکتے پس انسان مجبور ہے اور اس کارخانہ عظیم مین
اسباب سے جکڑا ہوا ہے جو زمین و آسمان چاند سورج مریخ اور زہرہ و مشتری وغیرہ مین
یہہ بھی غلط ہے - نجومی پر جو اعتقاد کرے میرے نزدیک اوس سے زیادہ کوئی
سخیف العقل نہین ہوسکتا اسلیئے کہ نجوم کی اوس تاثیر کو جسکا دعوے اسنجم کو ہے نہ اہل دین
نے مانا ہے نہ اہل دنیا نے اگر اسکی کچھہ بھی اصل ہوتی تو کوئی ضرور مانتا - نہ اوس سے
آج تک کوئی نتیجہ نکلا ہے اسلیئے کہ تمام ہندو سلطنتین ہندوستان کی ہمیشہ انکی معتقد رہی
آئی ہین مگر کوئی فائدہ نہین ہوا - ہر شادی ہندؤنکی بذریعہ ستارہ شناس کے ہوتی ہے
پنڈت جی بیاہ سادہ دیتے ہین اگر ذرا بھی نفع ہوا ہو تو بتلا دیجیئے - مسلمانون کی عورتین
بھی بیوہ ہوتی ہین ہندؤنکی بھی اون مین بھی ناموافقت ہوتی ہے ان مین بھی - اہل دین
تو اونکو جھوٹا فرماتے ہین - اہل دنیا جو سمجھدار ہین اونکو مکار کہتے ہین - غور کیجیئے کہ ابتک
ستارے پورے تو شمار ہوسکے نہین اونکی تاثیرات کیسے شمار ہوگئین - کسی ایک یا بہر
ستارہ کی ایسی تاثیر جاننے کا جسکے منجم مدعی ہین ذریعہ ہی کیا ہے - صرف بعض کا تجربہ
اونکے راستون اور تاثیرون کی بابت ہے جو متعلق تغیر موسمون اور دوسری ایسی ہی تاثیرون
کے ہے جیسے جھڑہ لگانا واتہ لگانا وغیرہ وغیرہ مگر اون بعض کا جو انگلیون پر گنے جاتے
ہین - یہہ ماننا کہ انہین ستارون مین تاثیر ہے اور کسی مین نہین بلاوجہ ہے ہم اسکے قائل ہین
کہ حاکم ہین - باعتبار دین بنی نوع خلیفۃ اللہ ہین اور اختیار رکھتے ہین باعتبار دنیا آفت
ارضی وسماوی کا علاج کرسکتے ہین - اگر اہل تنجیم کی باتین سنئیے تو اپنی غلطیون کی انتہا

عجیب تاویلین کیا کرتے ہین کہ کوئی عاقل و بے تعبیر بتائے ہوے رہ نہین سکتا چنانچہ منقول
ہے کہ حکیم انوری نے ایک دفعہ زائچہ کہینچا اور معلوم کیا کہ اصفہان مین فلان تاریخ کو ایسی آندہی
آئیگی کہ اوس سے تمام اصفہان متغیر ہوجائیگا مکانات جڑ سے اوکہڑ جائینگے باشندے شہر
کے مرجائینگے اور بہاگ جائینگے۔ بادشاہت خراب ہوجائیگی کوئی اپنے مال پر قابض
نہ رہیگا اور ایسا تلاطم ہوگا کہ الامان۔ حکیم کا اعتقاد لوگون مین کامل تہا۔ ہزارہا آدمی
بہاگ گیا اور جلا وطنی اختیار کی۔ صرف بادشاہ باقی رہا کہ مین کہان جاؤن شہر گویا
کہ خالی ہوگیا۔ جب وہ رات آئی تو بجائے تیز ہوا چلنے کے اسقدر بہی ہوا نہ چلی
کہ پتہ ہلتا۔ ایک بوڑہیا نے یہہ حال دیکہکر ایک چراغ جلایا اور اوسے سب سے
اونچے مکان پر رکہہ دیا وہ رات بہر جلتا رہا صبح تک نہ بجہا۔ صبح ہی بادشاہ نے
حکیم جی کا کالا منہ کرکے گدہے پر چڑہا کر تشہیر کیا اور نکال دیا۔ منجم کہتے ہین کہ غلطی
نتیجے کے نکالنے مین واقع ہوی۔ اوس شب کو ہلاکو خان پیدا ہوا تہا۔ جسنے اصفہان
کو تباہ کردیا۔ کیسی لغو تاویل ہے۔ اس لیئے کہ ثابت نہین کہ اوسی شب
ہلاکو خان پیدا ہوا اگر ہوا اوس شب مین تو اوسکا اثر کچہہ نہین ہوا۔ وہ حکم متعلق اوس رات
کے نکالا گیا تہا کہ وہ شب تباہی کی شب ہوگی وہ شب تباہی کی شب نہین تہی۔
ایک بشر کے پیدا ہونیکی شب تہی جسکے افعال اختیاری تہے۔ نہ وہ شیر تہا نہ اژدہا۔
ایسے احکام پانچ چار دفعہ میری یاد مین بہی نجومیون نے لگائے اور کبہی صحیح نہین ہوے
چنانچہ ۱۸۹۹ء کے لیئے بہی دونون ہندی اور ولایتی نجومیون نے اسوقت تک

توکوئی اثر ہو نہین - اگر یہہ صحیح ہوتا کہ تاثیر نجوم افعال و ترکیب انسانی مین دخل رکھتی ہے تو لازم ہوتا کہ جو لوگ ایک ہی وقت مین پیدا ہون اون سب کے افعال یکسان ہون سب کی صورتین یکسان ہون - ایسا نہین ہے - اہل تنجیم نے کچھہ قواعد مقرر کیئے ہین اور حکم اون قاعدون سے نکالتے ہین وہ قاعدے ہمیشہ ٹوٹتے ہین پہلے پہلا وہ قاعدے ہی کیا ہوے - باوجود تسلیم کرنے اون قاعدون کے یہ ثابت نہین ہوتا کہ انسان مجبور ہے کیونکہ ہر اہل تنجیم اس بات کا بھی قائل ہے کہ نحوست ستارونکی خیرات سے اور انسانی تدبیرون سے جو اونکی بتلائی ہوی ہون ٹلکی یا دفع ہوجاتی ہے - اگر وہ اسباب وقوع افعال کے ہوتے ایسا نہوتا سبب وہ ہے کہ جب پانی کو آگ پر رکھئے بخار ہوجائے کبھی اسکے خلاف نہین ہوتا یہان ہمیشہ خلاف ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے مین نے خود دیکھا ہے کہ لوگ قواعد کے ذریعہ سے نام پوچھہ کر بتلاتے ہین کہ زوج وزوجہ سے کون پہلے مریگا دو لڑنیوالون مین کون غالب ہوگا کون مغلوب ہوگا اور وہ کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط - ورنہ وہی قاعدے ذریعہ کمائی کا ہوا کرتے - یہانتک کہ شگون لینے والون کا گروہ بتلا دیتا ہے کہ کسی جانور کی آواز سے یہہ نتیجہ ہوگا - چنانچہ دیکھا گیا کہ ایک عورت کی شادی ہوکر جسوقت اوسے گھر لائے اوتارنے کے وقت ایک خشک شاخ درخت نیب پر ایک کوا بولا - ایک شگونی نے حکم لگایا کہ یہہ عورت لاولد رہیگی - ظاہر ہے کہ کوے کی آواز اس بابت کہ اولاد ہوگی یا نہین کچھہ تاثیر نہین رکھتی - لوگ ہاتھہ مین طاس کے پتے بتاتے ہین - ہاتھہ مین کسی پتے کا ہونا

بسبب اوس طریقہ کے نہین ہوتا جس سے بتلایا جاتا ہے پس اگر مان بھی لیا جائے
کہ کچھہ قواعد استعلام کے ہین جو کبھی سچے بھی ہوتے ہین تو وہ قواعد یا وہ چیزین سبب
صدور افعال کا نہین ہوسکتین - جیسے یہہ جو ابھی بیان کیگئی ہین نہین ہین - ممکن ہے
کہ شگون جن چیزون سے لیا جاتا ہے وہ ہماری تاثیر اون چیزون پر ہو جبسے ہم شگون
لیتے ہین بہرحال ایسے امور سے مقابلہ بدیہیات کا نہین ہوسکتا یعنی اسبات کا کہ انسان
فاعل مختار ہے - خیالات منجم حقیقت مین انکار وجود اللہ تعالی کا اور کفر ہین - بڑے
بڑے کاہن جو گذر گئے وہ بڑے شگون لینے والے ہوسکتے ہین - مین نے ایک
منجم سے پوچھا کہ تم ضمیر کیونکر بتلاتے ہو تو اوسنے جواب دیا کہ اس ذریعہ سے بتلاتے ہین
کہ جو وقت کسی خاص ستارے کے عمل کا ہوتا ہے ویسی ہی خیالات دل مین پیدا ہوتے
ہین - مثال اوسکی یہہ ہے کہ جب چڑہتے دن مین گلابی پھول خیال مین آئینگے - آفتاب کا
رنگ سرخ ہے اسکے بعد منجم نے وہ پھول جو مین نے لیا تھا بتلادیا - لیکن اگر یہہ بھی ہو
تو بھی مجبوری انسان کی اس تجربہ سے پیدا نہین ہوتی - اسلئے کہ اگر عمل آفتاب سبب او علت
ہوتا آدمی مین اوسوقت دوسرے رنگ کے لینے کی قابلیت ہی نہین ہوتی - چنانچہ اس خیال
کی تصدیق کے لئے اوسکے بعد مین نے جسقدر پھول لئے یہہ خیال کرکے خلاف
وقت لیئے اور چونکہ کوئی مطابق وقت کے نہ تہا اونکو منجم نہ بتلا سکا نہ پھر ضمیر دریافت
کرسکا اور صاف ظاہر ہوا کہ باوجود اسقدر مداخلت کے اگر مداخلت ہے مجبوری انسان
مین نہین ہے یہہ شبہہ منجمین کا شاید یون پیدا ہوا ہے کہ کارخانہ عالم بامداد اور ذریعہ پیدا

کرنیکا ہے یہانتک صحیح خیال کرکے یہہ قیاس اور لگایا ہے کہ مادہ خلق افعال مخلوق
بہی ہے۔ حالانکہ غلط ہے۔ جب ہر چیز بعد اجتماع اضداد الگ اور بالکل جدا چیز
ہنچکی تو آئندہ افعال اوسکے اوس بڑے مادہ کے تابع کیسے ہوسکتے ہین اوسمین وہ اجتماع
اضداد دوسرے افعال پیدا کرنے کے لئے ہوا ہے پس تبعیت کیسی؟ اگر ایسا ہوتا
خلق ہی تمام ہوتی وہی مادہ رہتا۔

جواب اس شبہہ کا کہ عطاء قوت شر خلق شر ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب قوتون کا دینے والا حق تعالی
ہو وہی خلق شر ہے۔ یہہ غلط ہے اسلئے کہ اللہ تعالی نے جو کچھہ
قوت دی ہے وہ کوئی شر اور بری نہین ہے۔ اضداد پیدا کیے ہین جو بجائے خود بہی
اچہے ہین اور اون مین ہمارا نفع بہی ہے۔ اختیار دیا ہے اور اوسمین ہمارا نفع ہے
وہ اختیار جتنی چیزون کا دیا ہے اونکو حیثیتون سے علیحدہ کرکے دیکھیے اور نسبتون سے
معنی اسکے یہہ ہین کہ بعد عطاء قوت کے جو افعال صادر ہوتے ہین اون افعال کو
فاعل سے جدا کرکے دیکھیے اور یہہ نہ دیکھیے کہ وہ کسکا فعل ہے محض فعل و قوت
کو لیجیے۔ مثلاً ہلنے کی قوت۔ کہینچنے کی قوت۔ دور کرنے کی قوت۔ کاٹنے
کی قوت۔ اور اسیطرح یہہ قوتین فی نفسہ بری نہین ہین برائی آپکی طرف منسوب ہونے
سے اوسوقت ہوتی ہے جب آپ ہلتے ہین اور ہلنا ضرر کا باعث ہوتا ہے مگر کسکے؟
آپکے یا آپکے بہائی کے۔ آپ کاٹتے ہین جہان کاٹنا باعث ضرر ہے کسکے؟ آپکے
یا آپکے بہائی کے۔ پس اصلی خلق جو خدا کا فعل ہے وہ صرف پیدا کرنا ہلنے کا کاٹنے

دور کرنیکی قوت کا ہے جو کسی طرح بُرا نہین ۔ جواز بدی کا جب ہوتا جب سزا نہوتی ۔ یہہ
جاننا کہ بدی کو جانتا تھا اصلی معنی اوسکے یہہ ہین کہ جانتا تھا کہ آپ اپنا اور اپنے ساتھہ
دوسرون کا بُرا کرکے اپنا برا کرینگے اسکا جواز بُرائی نہین ۔ لازمہ اختیار ہے بُرائی
کیسی ۔ جو ان تدبیرون کو اختیار کرے لازم ہے کہ ایسا کام کرے ۔ اختیار
اوسی قدر ہے جو اختیار کی حد مین ہے ۔ جہان سے الزام شروع ہوتا ہے وہی وقت
سزا کا ہوتا ہے تا کہ اختیار دینا رتبہ الزام تک نہ پہونچے ۔ زیادتی بُرائی کی لازمہ پورا
اختیار دینے کا ہے اختیار نا تمام مستحق سزا نہین بناتا یعنی حدود ہین ۔ اور اختیار کے
تمام کر دینے کے بعد بھی آدمی اللہ کے بس مین ہے ۔ یہہ امر کمال صنعت ہے کہ
اتنی بُرائی ہوگی کہ جتنی آدمی کے خیال سے باہر ہے باوجود اسکے وہ نیکی مین مبدل
ہوجائیگی ۔ جسکے لئے یہی تدبیر ہے ۔ واضح رہے کہ افعال الٰہی کا قیاس افعال
عباد پر جائز نہین یعنی انسان کے لئے فعل اور ترک فعل دونون گناہ ہوسکتے ہین ۔
یہان بدی کا نہ روکنا ترک فعل نہین ہے اسلئے کہ سزا مقرر ہے ۔ جب انسان ترک
فعل کے ذریعہ سے گناہ کرتا ہے مستوجب پاداش ہوتا ہے اللہ تعالی نے کوئی
ترک فعل جسکا عمل مین لانا ضرور تھا نہین کیا تاہم خدا ہی تعالی پر وجوب کسی چیز کا ہم
آپ قرار نہین دیسکتے ۔

جواب اس شبہہ کا کہ علم الٰہی باعث انسان کے مجبور ہونیکا ہے

ایک شبہہ یہہ ہے کہ "علم الٰہی مین جو کچھ گذرا ہے وہ ضرور واقع ہوگا" یہہ سچ ہے مگر یہہ غلط ہے کہ بسبب علم کے ہوگا اسلئے

کہ علم مستلزم وقوع کا نہیں ہے۔ یعنی جاننا اور چیز ہے اور سبب ہر چیز کے واقع کرنیکا
دوسری چیز ہے۔ مثلاً ہم جانتے ہین کہ کُنین یا خوب کلان سے معمولی بخار اوتر جائیگا
اور برنجاسف سے تب دق۔ مگر وہ کنین یا خوب کلان یا برنجاسف سے اوترتا ہے
ہمارے جاننے سے نہین اوترتا۔

جواب اس شبہہ کا کہ تقدیر سے مجبوری پیدا ہوتی ہے۔

ایک شبہہ یہہ ہے کہ جب اللہ مقدر کر دے اور تقدیر کو
بنادے تو انسان مجبور ہے" یہہ غلط ہے غلطی یہہ ہے کہ معنی
تقدیر کے غلط سمجھے ہین جو آگے بیان ہونگے۔

بیان اسباب کا کہ اتفاقات نہین ہین۔

بعض لوگون کو ان قوتون کی وجہ سے یہہ گمان ہوتا ہے کہ
نہین یہہ کچھہ نہین ہے دنیا مین آدمی پیدا ہوتا ہے اور اتفاقات
متنوع توہمات انسانی سے اور حالات سے ہوتے ہین۔ یہہ سخت غلطی ہے اسلئے
کہ اتفاقات اگر اس معنی مین ہون جسکو آپ سمجھتے ہین نظام عالم دوسرا ہو جائے۔ دہریت
اور اسلام مین یہی فرق ہے۔ متواتر ثابت ہے کہ بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ عرفتُ
ربّی بفسخِ العزائمِ۔ یعنی اللہ کو مین نے مصمم ارادون کے لوٹنے (یعنی اسباب
کے بدلنے سے) پہچانا ہے۔ معجزات اسی لئے صادر کیئے گئے ہین کہ دہریت صاف
ٹوٹ جائے معجزات سے انکار دہریت ہے۔ جو لوگ محض اسباب کو ذریعہ وجود عالم
اور نتائج کا جانتے ہین حقیقت مین وہ دہریہ ہین۔ دہریون کے دلائل بڑے عام پسند
ہوتے ہین۔ اسلئے کہ دنیا عالم اسباب ہے جہان اونہون نے اسباب کو لیا اونسے

بحث کی نتائج کو اسباب مین محدود کردیا۔ مگر دہوکا نہ کہانا چاہیے اور ہوشیار رہنا چاہئے
کیونکہ کوئی کارخانہ جسمین چیزین تیار ہون بغیر بنانیوالے کے نہین بنتا۔ کارخانۂ عالم
کو ماننا کہ بغیر بنانے والے کے بنا ظاہر طور سے غلط ہے۔ اسباب سے ہمیشہ ایک
سے نتیجے نہین ہوتے۔ اونکو کہنا کہ تدبیر اچھی نہ تھی ایک حد تک صحیح ہے مگر اس سے
غفلت نہ کرنی چاہیے کہ جس چیز نے اسباب کو توڑا وہ اسباب ہی تہے یا کوئی دوسری
چیز تہی۔ مثلاً جزو کل پر قادر ہو گیا جسکی شرح بادشاہت مین بیان ہوی۔ مثلاً بے
سکہلائے ہوے کوئی بات آگئی جسکا نام بوعلی سینا نے الہامیات رکہا ہے یعنی
بکری کا ڈر بہیڑئے سے طبیعت جس چیز کا نام رکہا ہے وہ اگر اس معنی مین ہے کہ کہانا
منہ سے کہایا جائے نہ دوسری راہ سے تو صحیح ہے اگر اس معنی مین ہے کہ یہہ بہی طبیعت
ہے کہ بکری بہیڑئے سے ڈرے غلط ہے اسلیئے کہ انسان اور حیوان طبیعت مین یکسان
ہین۔ کیون انسان کے بچے کو سانپ سے ایسا ڈر نہین لگتا جیسا بکری کے بچے کو
بہیڑئے سے لگتا ہے اگر آپ کہین فوق بنایا ہے ہم اوسی بنانے والے کو اللہ کہتے
ہین اور دہریت کو بیخ وبن سے اوکہاڑتے ہین۔ بڑا افسوس اس بات کا ہے کہ جب
انسان بے بس ہوتا ہے وہ مالک کی طرف راغب ہوتا ہے اوس رغبت کو بہی بعض لوگ
اپنے خیال سے روکتے ہین۔ اب یہہ دیکہیے کہ یہہ رغبت آیا صرف الفت عادت سے
ہے یا کسی اور وجہ سے۔ میرے نزدیک اتنون کو الفت و عادت ہونا بہی بلا وجہ نہین
عدد دہریون کا دنیا مین اقل قلیل ہے۔ پرستش اکثر کثیر ہے وہ حقیقت مین قدرتی ہے

دہوکا اوسمین شیطان نے دیا ہے اس کتاب مین جو مثالین ہمنے بیان کی ہین
وہ سب ایسی ہین کہ بلا اسباب بہی اسباب ٹوٹے اور اسباب کے ساتہہ بہی ٹوٹے
اور نتیجے ہمیشہ الگ ہوتے رہے۔ اگر اللہ تعالی نہوتا اور قادر نہوتا ہمیشہ ہر سبب وہی
نتیجہ پیدا کرتا جو آپ چاہتے۔ اختلاف نتیجون مین ناممکن ہو جاتا۔ اختلاف نتائج مین جو ایسا
ہوا وسے ہی آپ اپنے عجز اور ناواقفیت کو ذریعۂ جواب گردانتے ہین ہم کہتے ہین کہ
نہین وہ قدرت ہے۔ بعض مثالین بیان کرنا مناسب ہوگا۔ ایک مثال ۱۸۵۷ع کی
ہے۔ غدر مین مجہے اتنا ہوش تہا کہ بعض امور میرے خاص سامنے گذرے ہین
غدر سے پہلے ایک روٹی چلی۔ وہ روٹی ہر گانون مین کوئی شخص ویجاتا تہا اور دوسرا
گانون والا ویسی ہی روٹیان پکاکر آس پاس کے گانون مین چارون طرف بہیدیتا تہا
جہان جہان وہ روٹی پہونچی غدر ہوا۔ اسکی وجہ مین حیرانی رہی اس سبب کو دیکہئے کہ
ہندوستان کی ایسی حالت ہے کہ یہہ روٹی تقسیم ہو جائے یہان کے عام گانون والے
ملکی معاملات سوچنے اور اونپر عمل کرنیکی قابلیت نہین۔ اس سبب کا سبب جو قدرت
الہی سے منکر ہین بتلائین۔ دوسری مثال قصہ فرانس کا بہی غور فرمائیے کہ جب بادشا
مارا گیا اور جمہوری سلطنت ہوی تو مؤرخون کو حیرانی ہے کہ صدہا آدمی پیدا ہو گئے
تہے۔ جو برخلاف بادشاہ کے لوگون مین تقریرین کرتے پہرتے تہے اور کوئی حال
بادشاہ کا چہپ نہین سکتا تہا جو بات رات کو ہوتی تہی صبح کو اخبارون مین چہپی ہوی جا بجے
صبح ہر شخص کی منبر پر ہوتی تہی۔ جب بادشاہ مارا گیا کوئی اون آدمیون مین سے پہر نہ دکہلائی

دیا۔ میرے خیال مین اگر کوئی شخص آنکہہ کہولے اور غور کرے تو یہہ بات پائیگا کہ
باوجود قوت اور باوجود اسباب کے کہ ہماری قوت اسقدر ہے کہ ہم مستحق جزا و سزا ہین
چونکہ اصلی انتظام عالم اوسکے ہاتہہ مین ہونا چاہیئے سب کچھہ اوسی کے ہاتہہ مین ہے اور
وہ قوت ایسی طرح غالب ہے کہ پورا غلبہ ہے۔

باب چہارم
ساتون سوالات کا جواب
اجمالی۔

باب چہارم

اسمین ذکر ساتون سوال کے جواب اجمالی کا ہے

علامہ شہرستانی کی تقریر
نسبت بیان جواب الہی کے

بعد اس بیان کے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب اجمالی کا ذکر
کیا جائے اور وہ وہی جواب ہے جو اللہ تعالی نے ان سوالات
کا دیا ہے۔ ملا عبد الکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل مین لکھا ہے جسکا خلاصہ
ترجمہ یہہ ہے۔ تیسرا مقدمہ۔ اوس شبہہ کے بیان مین جو سب سے پہلے مخلوق مین
پیدا ہوا اور اس باب مین کہ ابتدا اوس شبہہ کہان سے پیدا ہوا اور بالفعل ظہور اوسکا کس کس
فرقہ مین ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ سب سے پہلا شبہہ شیطان کا شبہہ ہے جو عالم مین
پیدا ہوا۔ اور وہ اس بات سے نکلا کہ شیطان نے نص یعنی صریح حکم الہی سے موافق اپنی راے
کے لڑائی کی۔ خواہش کے مطابق حکم سے معارضہ کیا۔ اپنے مادہ کو کہ وہ آگ سے
پیدا ہوا تہا بہت بڑا جانا اور تکبر کیا حضرت آدم ؑ کے مادہ کو جو خاک تہا حقیر سمجہا اس
شبہے سے سات شبہے پیدا ہوے۔ یہہ شبہات خلقت کے دلون مین بیٹہہ گئے

اور وہ ہنوز ہین ور آئے یہانتک کہ انہین سے بدعت اور ضلال کے کل مذاہب پیدا
ہوئے یہہ شبہات چارون شروح انجیل لوقا و مارقوس (مرقس) و یوحنا و متی مین
مذکور ہین اور توریت مین متفرق بشکل مناظرہ شیطان و ملائکہ مندرج ہین (علی ما نقل)
علامہ شہرستانی نے ساتون سوال جو اول کتاب مین لکھے گئے ہین بیان کئے اور لکھا ہے
کہ شیطان نے تب کہا کہ جسکا مین نے دعوی کیا یہ اوسکے دلائل بھی ہین یعنی
سوالات مدلل ہین پھر لکھا ہے کہ شارح اناجیل لکھتے ہین کہ اللہ تعالی نے ملائکہ
علیہم السلام پر وحی بھیجی انک فی تسلیمک الاول انی الٰہک و الٰہ الخلق غیر
صادق ولا مخلص اذ لو صدقت انی الٰہ العلمین ما احتکمت
علی بلم فانا اللہ الذی لا الٰہ الا انا لا اسئل عما افعل و الخلق
مسئولون یعنی تب فرشتون نے اللہ کیطرف سے جواب دیا کہ ای شیطان تو نے
جو تسلیم کیا ہے کہ مین تیرا اللہ ہون اور تمام خلق کا اللہ سچا نہین ہے اور خلوص اس تسلیم مین
نہین ہے اسلئے کہ اگر تو سچے دل سے جانتا کہ مین الہ العالمین ہون تو مجھہ سے وجہ نہ پوچھتا
کیونکہ مین ایسا اللہ ہون کہ سوا میرے اور کوئی اللہ نہین اسلئے مجھہ سے کوئی
نہین پوچھہ سکتا اور نہ اعتراض کر سکتا ہے کہ مین کیا کرتا ہون البتہ مخلوق سے باز پرس
کیجاتی ہے شہرستانی فرماتے ہین کہ انجیل اور توریت مین یہ سب کچھہ مذکور ہے مین ہمیشہ
اوسپر غور کرکے سمجھا کرتا تھا کہ اسمین شک نہین ہے جو کچھہ شبہات کہ بنی آدم کے دلمین
گذرتے ہین شیطان کے گمراہ کرنے سے گذرتے ہین جڑ سب سوسونکی شیطان

سے کے شبہات ہین اور جب شبہات سات ہون تو سب سے بڑی بڑی بدعتین اور گمراہیان بہی سات ہی ہونی چاہئین۔ اس سے زیادہ نہونگی۔ گمراہ فرقون کے شبہات کفر بہی شبہات ہونے چاہئین اگرچہ عبارتین اور طریقے مختلف ہون کیونکہ شبہات سب گمراہیون کا بیج ہین۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ یہہ اعتراضات امر حق کا انکار کرنا اوسوقت سے ہے جبکہ اقرار اسبات کا ہے کہ یہہ حق ہے اور نیز خواہش کو ترجیح دینا ہے بمقابلہ نص کے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ اور ہودؑ اور صالحؑ اور شعیبؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور جناب محمد مصطفےٰ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین سے جسقدر مباحثات ہوے سب اسی طریقہ کے تہے۔ حاصل اونکا یہہ تہا کہ جیسے شیطان نے سجدہ سے انکار کیا اونہون نے اسبات سے کہ بشر ہدایت کے لئے آیا ہے اوسکے ہادی ہونیسے اور اطاعت سے انکار کیا یعنی شیطان نے کہا کہ مین آدم سے بہتر ہون اور اوسکی ذریت نے کہا کہ ہم ان انبیا سے بہتر ہین آگے چلکر کہتے ہین کہ یہہ تشبیہ دینا کہ جو چیز ہمارے لئے برائی ہے وہ اللہ کے لئے بہی برائی ہے غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ مثل مخلوق کے ہو۔

امام فخرالدین رازی کی تقریر نسبت شرح جواب الہٰی کے

امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین بعد نقل ان سوالات کے فرمایا ہے۔ شارح اناجیل لکہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے سرادق جلال و کبریا سے جواب مین ان سوالات کے ارشاد فرمایا کہ اے ابلیس تو نے مجہکو پہچانا نہین اگر تو پہچان لیتا البتہ جان لیتا کہ مجہپر کوئی اعتراض میرے کسی فعل

سے وارد نہین ہوتا مین اللہ ہون سواے میرے کوئی اللہ نہین جو کچھہ کرتا ہون مجھسے
کوئی اوسکی بابت جواب نہین لے سکتا واضح ہو کہ اگر اگلے پچھلے سب جمع ہون اور
حسن و قبح کو عقلی قرار دین ان شبہات سے مخلصی نہین ہو سکتی سب اعتراض صحیح ہو جاتے
ہین - لیکن جب یہہ جواب دینگے جسکو اللہ تعالی جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے سارے
شبہات زائل ہو جاوینگے اور اعتراضات اوٹھہ جاوینگے - اسلیے کہ جس طرح وہ پاک ذات
اپنی ذات مین واجب الوجود ہے اپنی صفات مین بھی واجب الوجود ہے لہذا وہ اپنے
افعال مین بھی مؤثرات مرجحات سے غنی ہے یعنی کس فعل کا کیا اثر ہوگا اسلیئے اوسے
اختیار کرنا چاہیے - اسکا اوسپر اثر نہین ہو سکتا - اگر وہ ایسا ہوتا محتاج ہوتا غنی نہوتا -
وہ اللہ جل شانہ ایسی چیز ہے کہ اونکی حاجتین اوس سے آگے نہین بڑہتین اوس تک
پہونچکر ختم ہو جاتی ہین آخر کو اوسی سے مطالب حاصل ہوتے ہین - اور جب ایسا
ہو لمیّت (یعنی یہہ کیون کیا یہہ کیون کیا) اوسکے افعال مین دخل نہین رکہتی اور کوئی
اعتراض اوسکی خالقیت پر وارد ہی نہین ہو سکتا - بعض لوگون نے کیا اچھا کہا ہے
کہ اوسکی جناب اس بات سے بلند ہے کہ اوسکا قیاس مذہب معتزلہ کے مطابق
کیا جائے -

تقریر بالا کی غلطیان - راقم لاریب اللہ تعالی کی ذات تمام احتیاجون سے
منزہ ہے تاہم اسقدر گزارش کرنا ضرور ہی معلوم ہوتا ہے کہ ذات کا کمال و استغنا
مستلزم افعال کے عدم افتقار کا اس معنی مین نہین ہے کہ خلاف غنی ہونیکے ہو بلکہ مستلزم

اعلیٰ درجہ کے افعال صادر ہونیکا ہے ۔ بدی اور نیکی افعال مین ہونا افتقار
نہین ہے علت اور صفت اور وجہ افعال کی ہے اگر لیست نہو مجبونا نہ فعل ہوگا بلکہ ذات
جب کامل ہو افعال بہی اوس ذات کے کامل ہونگے برے یا قابل اعتراض صادر
ہی نہونگے معنی اس ارشاد امام صاحب کے یہ پیدا ہوتے ہین کہ صفات چونکہ
واجب الوجود ہوگئے فرضی سے ہوگئے اور حد صفت سے نکل گئے کیونکہ صفت کی ذات
یعنی تعریف مین اچھائی اور برائی داخل ہین اور نیز یہ معنی ہونگے کہ اللہ کی ذات ایسی باکمال
ہے کہ باوجود افعال قبیحہ کے اوسکے کمال مین نقصان نہین ۔ یہ ایک قسم کا تناقض ہے
کیونکہ کمال مین ہر خوبی داخل ہے اور یہ خلاف خوبی کے ہے ۔ اگر مان لیا جائے
کہ افتقار کے یہ معنی صحیح ہین تو میرے نزدیک قطع نظر افتقار ہونے یا نہونے کے
اللہ تعالیٰ کے افعال چونکہ وہ حکیم علی الاطلاق ہے اسطرح کے واقع ہوئے ہین کہ اونمین
کوئی برائی نکل ہی نہین سکتی اور بغیر افتقار کے بہی بدی سے پاک ہین خواہ معتزلیون
کیطرح خیال فرمایئے یا کسی دوسری طرح چنانچہ آپ دیکہتے ہین کہ نہ عطاے قوت
برا ہے نہ خلق اضداد نہ امتحان کو ذریعہ حصول کمالات کا بنانا نہ اونکے ذرائع پیدا کرنا
نہ سزا کا مقرر کرنا ۔

حسن وقبح مین عقلی یا نقلی ہونیکی بحث بیکار ہے ۔

باقی رہا حسن وقبح میرے خیال مین نزاع النین بیکار ہے کیونکہ
حسن وقبح کے موجود ہونیکا دونون طرح اقرار ہے اگر حسن وقبح
کو نقلی قرار دیجیے چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق ہے اور نبی اوسکے احکام پہونچانے

والے ہین وہ جس فعل سے منع فرمائے ہمارا ایمان یہہ ہے کہ وہ ہر طرح برا ہے عقلاً بھی
اور نقلاً بھی۔ اسلئے کہ نقل کیا چیز ہے بغیر وجہ بتلائے ہوئے حکم دینا۔ چونکہ وہ
حکیم ہے کے احکام مین ممکن نہین کہ عقلاً بھی برے ہون۔ اوسکے یہ معنی لینا کہ حقیقت
مین بھلائی اور برائی نہین ہے غلط صریح ہے۔ یقیناً اون افعال مین جنکے
کرنیکا حکم ہے اور نہ کرنے کی ممانعت ہے ہمارا نفع اور ضرر موجود ہے البتہ افعال
خالق اور افعال مخلوق مین فرق ہے کہ مخلوق کسی چیز کو ابتداءً پیدا نہین کرتی خالق
ابتداءً پیدا کرتا ہے۔ اصل شئے کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے مخلوق مخلوقات مین سے
ایک یا زیادہ اشیاء کو ملا کر ایک اور چیز بنا لیتی ہے اور وہ خاصہ امتزاج سے جو اللہ نے
ہر چیز مین رکھا ہے تا کہ اختیار چل سکے ترکیب پا جاتی ہے جو بعد ترکیب انسان کے
لئے کبھی مضر کبھی مفید ہوتی ہے۔ جیسے ماکولات و مشروبات اور ہزارہا اشیاء یا افعال
پس خالق کے افعال مین گنجایش قبح کی نہین ہے اسلئے کہ اوسنے بضرورت کوئی
خلق نہین فرمائی بغیر ضرورت کے کوئی انعام نہین دیا۔ تغیر نہین کیا۔ اللہ کے کامونکو
حیثیتون سے خالی کر کے اور نسبتون سے پاک کر کے بالذات خیال فرمایئے ہر
فعل بجائے خود مستحسن ہے جسکی تفصیل بیان ہوی چنانچہ خلق اضداد بھی ایسا ہی ہے
مضرت مخلوق نے اپنے فعل سے پیدا کی ہے۔

افعال مخلوق افعال الٰہی نہین ہین۔	افعال مخلوق کو افعال خالق قرار دینا بڑی غلطی ہے کیونکہ ادنیٰ سی کل کی مثل مخلوق نہین ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اون ارشادات

پر نظر کرکے جسمین اللہ تعالیٰ نے بیان قدرت فرمایا ہے کہ سب کچھہ ہمارے ہاتھہ
مین ہے بغیر ہماری اجازت کے کچھہ نہین ہوتا ایسا خیال کیا ہے۔ لیکن اجازت
دینے سے مراد عطاے قوت ہے بالفعل کی اجازت مراد نہین ہوسکتی اسلئے کہ اللہ
تعالےٰ نے آدمیون کے اختیار کو ذریعہ اونکے مستحق جزا و سزا بنانے کا قرار دیا ہے
اگر اللہ تعالےٰ مجبور کرکے انسان سے نیکی اور بدی کرائے تو وہ عادل نہین ہوسکتا
اگر طریقہ عدل کا یہی ہو تو نظام دنیا اوٹھہ جائیگا اور ایسی مثال ہوجائیگی جیسے آدمی سجون
سے کام کرائین یا آلات سے کام لین سجون اور آلات کو سزا دین نہ اونکو جنکو سب بجائی
ہے۔ پس حقیقت مین اللہ تعالیٰ خلق افعال مخلوق نہین کرتا آدمی کے افعال
مین عقلی حسن و قبح ہے اللہ تعالیٰ کے افعال مین جب غور کیا جائے سوائے بھلائی
کے اور کچھہ نہین ہے مثال اسکی یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو خلق فرمایا قوت جماع
کو پیدا کیا دشمن کے دفع کرنے کا انتہائی ذریعہ قتل کو بنایا موت کا ذریعہ جب انسان
ہو برائی ہے جب اللہ تعالیٰ ہوا چہائی ہے انسان جب اپنی عورت سے جماع کرے
اچھا ہے جب دوسری عورت سے جماع کرے اچھا نہین اللہ تعالیٰ اوسکو بھی یہہ خلق جو کرتا
ہے وہ بھی برا نہین کیونکہ خلق کرنیکا فعل نیک ہے برائی آپ نے پیدا کی مگر وہ بھی جو
زنا سے پیدا ہوتے ہین مجبور پیدا نہین ہوتے اور اصلی خلق مین جو بھلائی ہے اور
اختیار مین جو بھلائی ہے اوسکا فیضان باوجود ہماری برائی کے بھی ہوتا ہے۔ یعنی
اللہ تعالیٰ اس بدی پر بھی نیکی ہی کرتا ہے۔ علاوہ اسکے قواعد متعلق اسباب جدا جدا ہین

جو بلا وجہ خاص توڑے نہین جاتے۔

حسن و قبح نقلی کیون مانے جاتے ہین۔

یہہ کہنا کہ حسن و قبح محض نقلی ہین ممکن ہے کہ اسی ڈر سے ہو کہ مبادا نسبت بدی کی اللہ تعالی کی طرف ہوگی سو ہرگز نہین ہو سکتی۔ اللہ تعالی نے کوئی بدی بطور جسم یا مخلوق موجود کے پیدا نہین فرمائی جو ہمارے خیال مین آئے یا دکھلائی دے نہ قوتین انسان کی ایسی ہین نہ شیطان صرف ہمارے افعال کو کمال اشرافت سے اختیاری پیدا کیا ہے اور ان دو سکے لئے بذریعہ رغبت طرف بلندی کے اور بذریعہ تقرر سزا کے روک کی ہے اختیار ہمارا بدو اوسکے اختیار ہی نہین رہتا۔ پس غور فرمائیے اللہ تعالی کو بدی سے کیا واسطہ ہے۔

حسن و قبح افعال عباد مین محدود ہے۔

مختصر اس بیان کا یہہ ہے کہ افعال مین حسن و قبح کا پایا جانا صرف انسانون کے لئے ہے اور جسکا خیال واسطے درستی افعال کے ضروری ہے اور منفعت انسان تک محدود ہے پس برائی بھی اوسی تک محدود ہے اللہ تعالی نے جو افعال پیدا کئے اونکو حیثیتون اور نسبتون سے جدا اور الگ کرکے دیکھیے وہ کوئی بھی برا نہین ہے جیسے کاٹنا فصاد اور حکیم کا بدی نہین ہے انسانونکا ایک دوسرے کو ضرر پہونچانا بدی ہے۔ اختیار دینے کا فعل فی الواقع جواز اوس بدی کا جو آپکے خیال مین ہے نہین ہے یہ اختیار نہایت مستحسن چیز ہے اور وہ سوائے اس صورت کے اور صورت سے دیا بھی نہین جا سکتا اور وہ تصرف مالکانہ کا ایک طریقہ ہے

مولوی ناصر حسن جونپوری

جناب مولوی ناصر حسین صاحب جونپوری نے کتاب ناصر الا

کی تقریر جواب۔ | مین جسکا ذکر دیباچہ مین کیا گیا لکھا ہے کہ جواب ان شبہات کا
یہہ ہے کہ شر قلیل واسطے خیر کثیر کے یعنی چھوٹی بدی بڑی بھلائی کیلیئے جائز ہی نہین بلکہ ضرور ہے ورنہ شر کثیر پیدا ہو۔ پس پیدا کرنا شر کا اگرچہ نظر بہ نفس شر کے اچھا نہین معلوم ہوتا لیکن وہ سبب پہونچانے خیر کثیر کا خلق کو ہے کہ اوس سے بہت بڑی بھلائی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت وعفو ظاہر ہوتی ہے۔

اوسکی شرح۔ | میرے نزدیک اطلاق شر کا افعال الٰہی پر جائز نہین ہے اور جو افعال اوس سے صادر ہوتے ہین وہ شر ہی نہین ہین جسکی شرح بار بار کی گئی۔ شاید اس خیال سے یہہ اطلاق ہو کہ مشیت الٰہی اسکی مقتضی ہوی کہ شیطان پیدا ہو کر افعال بد پیدا کرے اور خود افعال بد کا ارتکاب کرے۔ یہہ سچ ہے کہ وہ نتیجونکو جانتا تھا مگر اوسنے اجرا اس مشیت کا اس طریقہ سے فرمایا ہے کہ اوسکی ذات الزام سے پاک ہے یعنی اوسکی طرف باوجود اسکے نسبت شر کی نہین ہوسکتی کیونکہ اختیار دیا ہے اور اچھا بنانے کو دیا ہے نسبت شر کی مجبور پیدا کرنے کی صورت مین ہوسکتی تھی چونکہ وہ مالک ہے اوسے اختیار ہے کہ جس چیز کو جس مصلحت سے چاہے پیدا کرے اوسنے شیطان کو اپنی ذات کی شناخت دے دی تھی اوسنے سالہاے دراز تک عبادت کی تھی۔ پس مجبوری نہ شیطان مین ہے نہ انسان مین۔ انسان سے پوچھہ کر اختیار دیا تھا۔ جو اس احتیاط سے مشیت جو ایسی ضروری تھی جاری فرمائے کبھی خالق سے شر نہین ہوسکتا حصول شر کا اس معنی مین کہ ہونے دیا خلق نہین ہے۔ چونکہ یہہ نازک مگر ظاہر

بات ہے اس سے اکثر غفلت ہو جاتی ہے۔ بحث مشیت مین آدمی کو غفلت نکرنی چاہیئے ضرور خلق اس عالم کا نظر باضداد اور اون امور کے جو مذکور ہوئے میرے خیال مین صرف اسی طریقہ سے بلا الزام ہو سکتا تھا۔ صفت عفو و رحمت کے ظہور کی نسبت جو مولانا نے فرمایا ہے اوسپر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بعد گناہ کے گنہگار توبہ کر کے معصوم کی برابر نہین ہوتا جب عصیان کو بطور شر قلیل خدا پیدا کرے۔ معاذ اللہ۔ تو اوسوقت معافی کی کوئی قدر نہین ہو سکتی نہ اوسمین خوبی باقی رہتی ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ اختیار کی حالت مین صفت رحم و عفو ابتدائی ہے کیونکہ اگر اختیار ہو اور بخشش گناہ کی جو بسبب اختیار کے واقع ہو نہو تو کیا الزام حق تعالی پر ہوتا یعنی وہ محض عاقل ہوتا۔ پس صفت رحم ابتدائی ہوئی یہہ نہین ہے کہ اللہ نے شر پیدا کر کے ذریعہ عفو کا پیدا کیا ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری کی تقریر جواب الہی کے متعلق۔ قاضی نور اللہ علیہ الرحمہ نے کتاب مجالس المومنین مین لکھا ہے کہ کتاب موصوف کے اوائل مین ہمنے ذکر اعتراضات شیطان کا کیا ہے وہان اون اعتراضون کے جواب دینے کا موقع نہ تھا۔ اسلیئے لکھدیا تھا کہ جواب انکے بڑی کتابون مین لکھے ہوئے ہین جسکا دل چاہے دیکھلے بعد مین اکثر بزرگوار ونکی یہ رائے ہوی کہ نہین۔ جواب اونکا لکھکر شامل کتاب کرنا چاہیئے تاکہ دوسری جگہہ ڈھونڈنے کی تکلیف نہو۔ اسلیئے اونکے جوابات لکھنے کا قصد کیا اور جب جواب لکھنے کی نظر سے اون اعتراضون پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ جو جواب

جناب باری تعالی کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ اور اوسکے معنی مطابق اصول فرقہ
جبریہ کے ہین۔ علامہ شہرستانی اور امام فخرالدین رازی کا یہ لکھنا کہ اصول فرقہ عدلیہ کے
مطابق جواب ان اعتراضات کا دیا ہی نہین جاسکتا بالکل غلط ہے اور ہم جواب
اوسکے لکھتے ہین۔ راقم۔ بے اعتباری اس بنا پر صحیح راے نہین ہے نہ جواب
مطابق اصول فرقہ جبریہ کے ہے۔ قاضی صاحب نے بعد اس ارشاد کے اعتراضات
شیطان کو نقل فرمایا ہے اور جواب کو پھر فرماتے ہین کہ ما حصہ تقریر علامہ شہرستانی کا
یہہ ہے کہ اعتراضات شیطان کے منزلہ تخم کے ہین اور جستقدر دوسرے مذہب والون
کی تقریرین ہین وہ سب اسی تخم سے پیدا ہوی ہین اگرچہ طریقہ بیان کے مختلف ہون مگر
اصل سب کی ایک ہے اور خلاصہ سب کا یہہ ہے کہ پہلے ارباب مذاہب اپنی راے
اور خواہشون کو واجب کہ وہ مخالف نص یعنی صاف حکم الہی کے ہین اور مانتے ہین
کہ مخالف ہین۔ مقدم رکھتے ہین اور اونپر عمل کرتے ہین۔ سب سے بہتر وہی جواب ہے
جو اسد تعالی نے دیا کیونکہ معنی ان سب اعتراضون کے یہہ ہوتے ہین کہ وہ اسد تعالی
پر عقل کا حکم جاری کرتے ہین جہان عقل کا حکم جاری نہین ہوسکتا اور اسکے معنی یہہ ہوئے
کہ یا مخلوق خالق کی طرح ہے یا خالق مخلوق کی طرح ہے۔ ظاہر ہے کہ یہہ دونون صورتین
غلط ہین۔ پہلی صورت غلو ہے دوسری تقصیر ہے چنانچہ فرقہ حلولیہ و شیعیان غالی
نے یہی کہا ہے کہ خالق مخلوق کی طرح ہے۔ اور فرقہ مجسمہ و قدریہ و جبریہ اہلسنت و
معتزلہ نے کہا ہے کہ مخلوق خالق کی طرح ہے۔ مثال یہہ ہے کہ فرقہ مجسمہ صفت

اسد تعالی کی اون چیزون کی سی کرتے ہین جنمین جسم ہے اور اونکا اثر ہوتا ہے اور اونپر اثر پڑتا ہے اور مثال یہہ ہے کہ فرقہ خوارج کہتے ہین کہ حاکم سوائے اسد تعالی کے کوئی دوسرا نہین ہوسکتا۔ پس جیسے یہ اقوال ہین اسی طرح ابلیس کے اعتراضات ہین چنانچہ اوسنے کہا تہا کہ مین کیا آدمی کو سجدہ کرون جو سڑی ہوی مٹی سے بنا ہے مین تو صرف تجھے کو سجدہ کرونگا۔ پس ظاہر ہے کہ اولاً اعتراضات شیطان نے پیدا کئے اور آخرکار اونکا ظہور ان فرقون مین ہوا۔

پس جاننا چاہئے کہ جو جواب اسد تعالی کی طرف منسوب ہے اور حاصل معنی اوسکے علامۂ موصوف نے بیان فرمائے ہین وہ سخت غلط ہین اور امام فخرالدین رازی نے اور نظام الدین نیشاپوری نے بغیر سوچے سمجھے صرف اسلئے کہ اونکی رائے کے موافق یہ جواب تہا اوسکے حاصل معنی کی پیروی کی ہے۔ زیادہ تر تعجب یہہ ہے کہ امام فخرالدین نے اس جواب کی اسقدر تعریف کی ہے کہ فرمایا ہے کہ اگر اگلے پچہلے سب جمع ہون اور چاہین کہ اصول فرقہ معتزلہ کے مطابق ان اعتراضون کا جواب دین ہرگز ممکن نہوگا۔ سچ ہے کہ اسد تعالی کی شان اس سے کہین بلند ہے کہ معتزلیون کے اصول پر اوسکا موازنہ کیا جائے۔ غلطی یہہ ہے کہ خطا ابلیس کی وہ نہین ہے جسکو علامۂ شہرستانی نے سمجہا ہے یعنی شیطان نے عقل کا حکم اسد تعالی پر جاری کیا۔ نہ اسد تعالی کے جواب کے وہ معنی ہین جو علامۂ موصوف نے لئے ہین اسلئے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اسد تعالی بہت سے مقامات مین قرآن مجید کے اندر عقل کو شرف حاکم ہونے کا دے اور فرمائے

کہ اَفَلَا تَعقِلُونَ اور مَا لَکُم کَیفَ تَحکُمُونَ۔ کیا تم نہین سمجہتے اور کیونکر حکم دیتے ہو اور یہان عقل کو بیکار قرار دے اور اوس فضیلت سے گرا دے جو خود عنایت فرمائی تہی۔ پس عقل کا حاکم نہ ماننا غلط ہے۔ بلکہ معنی جواب ایزدی کے یہہ ہین کہ شیطان کی غلطی یہہ تہی کہ اوسنے مصلحت اور وجہ ایسے اللہ کے افعال مین پوچہی جسکی نسبت دل مانے ہوے ہین کہ اوس سے زیادہ کوئی مدبر اور حکیم نہین۔ ضرور اللہ تعالیٰ بُری چیزون کی بُرائی جانتا ہے اور بُرائی سے پاک ہے اسواسطے کہ ہماری عقلین محال جانتی ہین کہ وہ کوئی بُرائی کرے۔ جب بندہ یہہ جان لے کہ جو کچہہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے سب صحیح ہوتا ہے ظلم نہین ہوتا۔ بیکار کوئی کام نہین ہوتا پس اوسپر لازم ہے کہ فرمانبرداری کرے۔ مثال اسکی مریض کی حالت ہے کہ کوئی بیمار طبیب حاذق سے نہین پوچہا کرتا کہ یہہ دوا کیون دی۔ اتنی کیون تجویز کی۔ ایسی غذا تجویز کرنے کی کیا وجہ ہے اسی طرح بندہ جسکو نادانی اور جہل کے سیکڑون مرض گہیرے ہوے ہین نہین پوچہہ سکتا کہ اللہ نے یہہ کام کیون کیا اور آیہ لَا یُسئَلُ عَمَّا یَفعَلُ کے یہی معنی ہین۔ نہ یہہ کہ اللہ کے کامون مین عقل کو دخل نہین۔

امام فخرالدین صاحب کے ارشاد کے اگر یہہ معنی لئے جائین کہ اوس صورت مین جب حُسن و قبح اشیار کو عقلی مانئے تو اعتراضات شیطان کا جواب تفصیلی نہین ہوسکتا یہہ بہی صحیح نہین ہے۔ اسلئے کہ ہمارے نزدیک معنی عقلی ہونے حسن و قبح کے یہہ نہین ہین کہ ہماری عقل ایسی مستقل اور عمدہ ہے کہ ہر فعل الہی اور ہر حکم الہی کے نسبت جان سکتی

ہے کہ اوسمین بہلائی کی یہ بات ہے اور برائی کی یہ بات ہے - بلکہ یہ معنی ہین کہ علی الاجمال
یعنی عام طور پر ہماری عقل جانتی ہے کہ اسد تعالی کے ہر فعل مین بہلائی ہے بعض احکام
وافعال کی نسبت تو ہماری عقل صاف بتلاتی ہے کہ یہہ حسن (اچہے) ہین - بعض افعال
ایسے ہین جنہین غور کرنے اور دلیل کے ذریعہ سے اونکی خوبی اور عمدگی ظاہر ہوتی ہے
تاہم بعض امور ایسے ہین کہ عقل اونکی بہلائی دریافت کرنیسے قاصر رہ جاتی ہے لیکن
جانتی ہے کہ اونمین بہلائی موجود ہے اگر وہ وجہ ظاہر ہوجائے ضرور عقل بہی اوسے
اچہا جان لے - پس اسیطرح اگر بعض احکام کی وجہ بیان کرنے سے عقل قاصر ہو تو اسکو
قاعدہ حسن و قبح سے کچہہ علاقہ نہین -

مثالین اون افعال کی جنکی اچہائی کو عقل صاف بتلاتی ہے یہہ ہین - واجب
ہونا صدق و انصاف و شکر نعمت کا - واپس دینے امانت کا - قرض ادا کرنے کا
اچہے کامون مین کرتے وقت کسی کا خوف نہ کرنا - بہتر ہونا نیکی مین سبقت کرنیکا
اخلاق کا - بک بک نہ کرنیکی عادت کا - بات کو کان لگاکر سننے کا - نرمی کا - جلدی
نہ کرنے کا - حلم کا - پاکدامنی کا نصیحت کا - اچہی صحبت کا - یگانون سے سلوک کا -
دوستی مین یکرنگی کا صبر کا - رضا کا - لوگون سے امیدین نرکہنے کا - سکہلانے کا - مدد کرنیکا
(یعنی اوسوقت بہی جب بدون اوسکے کام چل سکتا ہو) مناسب سفارش کو ماننے کا -
اچہے کامون مین اورون سے بڑہکر رہنے کا - اپنے سے بہتر کے پاس بیٹہنے کا - برون
کی صحبت سے بچنے کا - نیکون سے تواضع کرنیکا - برون سے تکبر کرنیکا جب ضرر نہو -

انجام سوچنے کا - گناہون سے دور رہنے کا - سلوک کے بدلے مین ابری چاہنے کا - قصور معاف کرنے کا - نفس کو بلند رکہنے کا - ہمت کو بلند رکہنے کا - جفا کو تحمل کرنیکا - مدارات کرنیکا - امر بمعروف و نہی منکر کا -

مثالین اون افعال کی جہان غور اور دلیل سے خوبی ظاہر ہوتی ہے یہہ ہین - اللہ نے عالم کو حادث کیون بنایا - رسول کیون بہیجے - وصی اونکے کس لئے خود مقرر فرمائے گنہگارون اور خدائی کے دعوے والون کے نیست و نابود کرنے مین کس لئے ڈہیل دی - الحمد نمازمین کیون پڑہتے ہین - تسبیح اور رکوع اور قنوت مین قرائت کیون سنت ہے درندون کا گوشت کیون حرام ہے اور گہریلو گدہون کا گوشت کیون مکروہ ہے -

مثالین اون افعال کی جہان عقل قاصرہ جاتی ہے یہہ ہین عرفہ کا روزہ کیون سنت ہے - عید کا روزہ کیون حرام ہے - تاہم عقلی جوابات تفصیل کے ساتہہ بہی ان اعتراضات کے دئے جاسکتے ہین - یہی نہین ہے کہ ان اعتراضون مین ہم کہین کہ علی الاجمال ہم جانتے ہین کہ ہر فعل اللہ تعالی کا اچہا ہے -

تقریر بالا کی شرح - راقم - جناب قاضی صاحب نے افعال الٰہی مین احکام الٰہی کو (جو بندون کے عمل کے لئے ہین) بہی شامل فرمایا ہے - احکام مین تقرر ثواب اور استحقاق جنت بہی ایک وجہ ظاہر ہے - کافرون کے عذاب مین ڈہیل اسلئے ہے کہ برائی سے بہلائی پیدا ہوتی اگر ڈہیل نہ دیجاتی جس مصلحت سے اونکو پیدا کیا وہ باقی نہ رہتی - کفر کے ساتہہ اللہ کسی کو پیدا نہین فرماتا - پس تاخیر کا فعل اصل مین عدم فعل ہے یعنی

مار نہ ڈالنا۔ اور وہ در اصل تقاء اختیار ہے۔ بقاء اختیار اچہا ہے۔ جب غور کیجئیگا
یہہ بات پائیگا کہ افعال الٰہی مین کوئی قبح نہین بُرائی صرف افعال عباد مین محدود ہے
راقم کی شرح جواب الٰہی کی۔ جب تقریر جواب الٰہی کی شرح مین آپ نے سُن لین تو مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ مین نے جو سمجہا ہے اوسے بہی بیان کرون۔ میرے نزدیک
اس جواب کے (جو اللہ تعالیٰ نے دیا) یہہ معنی ہین۔ کہ ہم وجہ اور مصلحت نہین بتلاتے
وہ بات بتلاتے ہین جو تمہارے لئے کافی ہے اسکی بڑی وجہ یہہ ہے کہ انسان کی
عقل کی رسائی ماہیت اشیاء تک ہے وجوہ ماہیت تک ہو ہی نہین سکتی۔ یعنی ہم یہ
جان سکتے ہین کہ گنّا میٹھا ہوتا ہے۔ اوسکے یہ خواص ہین۔ یون انتزاع ہو سکتا ہے
تجزیہ کر کے جان سکتے ہین کہ فلان فلان اجزاء اسمین ہین۔ مگر یہ کوئی نہین جان سکتا
کہ گنّے مین شیرینی کیون پیدا ہوئی اور جو اجزاء تجزیہ سے دریافت ہوتے ہین اون
اجزاء مین اونکے خواص کیون پیدا ہوے۔ پس شیطان کا دریافت کرنا کہ مین بُرا
کیون ہوا ایسی مثال ہے کہ گنّا پوچہے کہ مین کیون میٹھا ہوا۔ یا ایلوہ دریافت
کرے کہ مین کڑوا کیون ہوا۔ پس ہم مین قابلیت اسکے فہم کی نہین ہے نہ یہہ سوال
صحیح سوال ہے۔ اور جواب اسکا ہماری عقول سے بالا ہے چنانچہ اس اصول پر
تمام فلاسفہ کا اتفاق ہے اسپر ہی اون مصالح کا بہی بتلانا جو فہم مین آسکتے ہین تفصیل کے
ساتھہ یقیناً خلاف مصلحت ہے گو وہ وجوہ نہون۔ کیونکہ اول تو بنظر اوس تفاوت کے جو عقول مین
رکہنا لابد تہا عموماً ہر عقل مین وہ بہی آنے کے قابل نہ تہا دوسرے نہ کہولنا اتنے

پردہ کا بھی اسلئے ضرور تھا کہ سارا نظام بیان کرنا پڑتا اور بھید بتلانا ہوتا آدمی کو وہ باتین بتلا دینی اور اوسکا مفاسد سخت مین ڈالدینا ہوتا جو اوسکے لئے ایسی مضر ہوتین کہ نظام بدل جاتا جسکا بیان پہلے ہو چکا۔

نسبت نظام وغیرہ کے مین نے جو بیان کیا ہے باوجودیکہ ارشادات الٰہی سے ماخوذ ہے اوس قدر ہے جس قدر مناسب طور پر بتلایا گیا ہے۔ اور وہ مصالح ہین مین مدعی نہین ہون کہ جو کچھہ مین نے عرض کیا وہ پورا ہے۔ البتہ کافی معلوم ہوتا ہے اس کافی کو بھی اوسوقت بتلانا اگر اللہ صریح بتلاتا تو اسقدر بھی خلاف مصلحت ہوتا۔ یہہ وہ طریقہ ہے جسکے پادشاہان دنیا تتبع کرتے ہین (چنانچہ فرامین مین یہی ہوتا ہے اور اتبک احکام سلطانی جو انگریزی مین جاری ہوتے ہین وہ اسیطرح جاری کئے جاتے ہین کہ مابدولت کی مرضی یہ ہے۔ یعنی رعایا کو مصلحت بتلانا خلاف شان حکومت ہے۔) وجہہ نہ بتلاکر اطاعت کرانا اسلئے زیادہ مصلحت ہے کہ عادت عبودیت سکھانا اچھا ہے اور ایسا اچھا ہے کہ بغیر اوسکے کمال ایمان نہین ہوتا حقیقت مین اس شے بتلانے سے اللہ نے سب سے بہتر ذریعہ ہمارے کامل الایمان بنانے کا اختیار فرمایا ہے۔"

تاہم بڑی خوبی اور معجزہ اس ارشاد کا یہ ہے کہ اگر غور فرمایئے جسقدر جواب دیا کافی اور شافی ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ (۱) اسبات پر زور دیا ہے کہ مین اللہ ہون۔ اللہ کے معنی ہین معبود۔ یہہ اسکی طرف اشارہ ہے کہ معبود کی عبادت کرنی چاہیئے اور حکم ماننا۔ اعتراض کرنا نہین چاہیئے کیونکہ وہ نقیض عبادت کی ہے۔ اسی لئے پہلے کہدیا

ہے کہ ای شیطان تو تصدیق الوہیت مین صادق نہین ۔ (۲) یہ فرمایا ہے کہ میرے
سوا دوسرا معبود نہین ہے ۔ معنی یہ ہین کہ اگر کوئی ہوتا وہ قابلیت اعتراض کی رکہہ سکتا
تہا نہ عبد ۔ اوسکے لیے یہہ فعل تکبر اور شک الوہیت مین ہے ۔ جب کوئی اس عالم سے
دوسرا عالم بہتر پیدا کرکے دکہلاتا تب اعتراض کرسکتا تہا ۔ (۳) یہہ فرمایا ہے کہ میرا
کوئی فعل اسلیئے کہ مین اللہ ہون قابل اعتراض نہین ۔ یعنی سب مین مصلحت ہے ۔ اپنی
الوہیت کو زور کے ساتہہ ذکر کرنے سے یہہ امر ظاہر کیا ہے کہ صرف اسلیئے کہ وہ معبود ہے
افعال اوسکے قابل اعتراض ہو ہی نہین سکتے ۔ اگر وہ شر پیدا کرے یا خود شر کرے
معبود اور معبود ہونیکے قابل نہوگا ۔ یہہ معنی نہین ہین کہ افعال الہی مین لمیّت نہین ہے
پس یہ سب ارشاد جہان بیان اسکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلیئے قابل پرستش ہے کہ کوئی
فعل اوسکا برا نہین اور وحدہ لاشریک ہے ۔ حکم اوس کا یہی ہے کہ بندہ کا صرف یہ مان
لینا باعث تسکین ہونا چاہیے کہ اللہ معبود برحق ہے ۔ جو مشیت ہو ۔ جو حکم ہو ۔ بلا چون
وچرا مان لے اور ایمان لائے کہ کوئی مشیت حکمت بالغہ سے خالی نہین خواہ ہمارے
لیئے اوسوقت باعث نفع ہو یا باعث ضرر ۔ افسوس ہے کہ آج کل زمانہ مجبور کرتا ہے
کہ مصالح بیان کیئے جائین ۔ اگر اسپر بہی یہ عادت پیدا نہ کی جائے ہمارا حال کم از شیطان
نہین سخت تر افسوس اس بات کا ہے کہ لوگ جنکو ذی رائے اور فلسفی جانتے ہین اونکے محض
کہنے سے اونکی بتلائی ہوی بات مان لیتے ہین اور اوسوقت مان لیتے ہین جب اونکی عقل مین
نہ آتی ہو ۔ خداوند عالم کا رتبہ کیا حکیم سے بہی کمتر ہے کہ اوسکی بات بلا وجہ نہین مانی جاتی

مجھے اس بات کا یقین ہے کہ جبتک آدمی بلا چون و چرا نہ مانے وہ مطیع اور فرمانبردار
اور آخر کو صاحب ایمان نہین۔ اسلیئے کہ غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ آدمی جبتک
دلائل مین پڑا رہتا ہے وہ کامل الایمان نہین ہوتا۔ مرتبہ ایمان کا بعد تکمیل دلائل کے
اور تصفیہ کے حاصل ہوتا ہے مثال اوسکی ہر وہ چیز ہے جسکا ہم یقین کرتے ہین جیسے
ہم جانتے ہین کہ ہماری ٹوپی ٹوپی ہے ہمارا گھوڑا گھوڑا ہے ہمارا ہاتھہ ہاتھہ ہے وقس
علے ہذا پس ان چیزون کی بہی جب تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائیگا تو دلائل کا استعمال
فرمائیگا لیکن بعد اونکے طے کرنیکے سب دلائل ختم ہوجاتے ہین چنانچہ جب ہم ٹوپی کو دیکھتے
ہین بلا انضمام دلیل کے ٹوپی کا ٹوپی ہونا گھوڑے کا گھوڑا ہونا ہاتھہ کا ہاتھہ ہونا ہمارے
ذہن مین آتا ہے اور اسطرح آتا ہے کہ احتیاج دلیل کی نہین رہتی تسلیم اور اذعان ہوتا ہے
یہی حال ایمان کا ہے اور تکمیل اوسکی اوسی وقت ہوتی ہے جب ایسا اذعان و تسلیم حاصل ہو
پس ایہا الناس ایمان کو کامل کرو۔ دلائل مین مت پڑو یعنی ایکدفعہ اللہ کو اگر اللہ
جان چکے ہو پہر ساری عمر شکوک مین نہ پڑے رہو۔ اگر پڑے رہوگے اسی طرح شک مین
مرجاؤگے اور نہ اودہر کے ہوگے نہ اودہر کے۔ عقل ضرور حاکم ہے لیکن ہماری عقل
چہوٹی ہے شناخت اللہ تعالی کی فطری ہے۔ پر بعد شناخت عقل کے کام مین لانیسے پڑا ہے اسبات
پر غور کرو اور دفعتہً ایمان کی تکمیل کرکے بجا آوری احکام مین مصروف ہو اوسمین جلدی کرو مناسب ہے
کہ ایک مثال بیان کرون وہ آجکل کا برٹش ہے اور اوسکی آزادی جیتکہ حکومت بندونکے ہاتھہ مین ہے
اونکے لئے مصلحت یہہ ہے کہ نفوس رعایا کی خباثت دریافت کرتے رہین اور اونکے علاج اس سے

رعایا کی جو حالت ہوئی اوسکی مضرتین ہم روز دیکھتے ہین۔ بہت سے ایڈیٹر بڑہتے بڑہتے
یہانتک بڑھ جاتے ہین کہ قید ہوتے ہین۔ یہہ اعتراض کی عادت بُرائی ہے یا نہین جو
ایڈیٹر جو معترض ہوتے ہین خیرخواہانہ اعتراض کمتر کرتے ہین اور وہ حقیقت مین عدم
اطاعت حقیقی سلطنت کی ہوتی ہے۔ سلطنت ایک حد تک اپنے نفع کے لئے
جائز رکھتی ہے اسداسے جائز نہین کہہ سکتا۔ مگر سلطنت بہی جو جائز رکھتی ہے اوس
جواز کے بعد جب ارتکاب گناہ ہوتا ہے ظاہر سزا دیدیتی ہے اور باطناً ہمیشہ سزا مین
مبتلا رکہتی ہے۔ پس جو عادت ایسی بد ہو اوسکا اختیار کرنا ضرور بُرا ہے۔ اگر ہم اطاعت
سلطنت کی دل سے کرین اون منافع مین شریک ہون جو اوسوقت صرف اون
لوگون کو ملتے ہین جنپر سلطنت حقیقی خیرخواہ اور مطیع ہونیکا اعتبار کرتی ہے پس دیکہیے
کہ آجکل جو آپکو وجہ پرستی کی عادت ہے اور اعتراض کی وہ آپکے حق مین کیا کر رہی ہے
خداوند عالم کی سلطنت سب سلطنتون سے اعلیٰ ہے اوسکو اس عادت سے کیا ناراض
نہونا چاہیے۔ وہ کسی طرح اوسے جائز نہین رکہہ سکتا۔ اور وہان اتنا جواز بہی نہین ہے
جیسا نصیحہ انبیا نے جب وجہ پوچہی ہے صاف کہا ہے کہ بتلا دیجیے تاکہ اطمینان ہو جائے
یہہ کہنا کیسا اچہا ہے۔ اسکا مقابلہ اس کہنے سے کیجیے کہ آپ پر یہہ اعتراض ہے
ہماری عقل مین نہین آتا۔ ارے بہائی تو ہے کون جو وجہ پوچہے؟ پس یہی اسد
تعالیٰ نے اس جواب مین زیادہ تر ارشاد کیا ہے اور جواب کا وہی طریقہ اختیار کیا ہے
جو سب سے بہتر ہے یعنی مصلحت کے بہی مطابق ہے اور اپنی شان کے بہی موافق

اور بندہ کے لئے توفیق ہدایت ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔

باب پنجم

باب پنجم

جوابات تفصیلی

اسمین ذکر جوابات تفصیلی یعنی ہر سوال کے مقابل جدا جواب کا ہے

بیان ترتیب جو جوابات مین ہے

جناب سید بدر الدین علیخان بن نظام الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ جو میر سید علی کہلاتے ہین اور جناب قاضی نور اللہ شوستری رحمۃ اللہ کے جوابات تفصیلی نظر راقم سے گذرے ہین۔ مناسب ہے کہ اولاً ان علما کے جوابات کا ترجمہ کیا جائے اور بقدر ضرورت شرح۔ اوسکے بعد وہ جواب لکھے جائین جو راقم کے خیال مین گذرے ہین

توضیح۔ (۱) شرح لفظ راقم سے شروع ہوی ہے۔ (۲) ہر سوال کی عبارت اصلی یعنی عربی کی صدر کتاب مین نقل کی گئی ہے یہان سہولت کے لئے صرف ترجمہ کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ (۳) ترجمے لفظی نہین ہین خلاصہ معنی ہین۔

سوال اول

پہلا سوال

شیطان کو کیون پیدا کیا

اللہ تعالی کو میری پیدایش سے پہلے معلوم تھا کہ مجھسے کیا افعال صادر ہونگے پھر اوسنے مجھے پیدا ہی کیون کیا۔ میرے پیدا کرنے مین خصوصاً کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی کا جواب کہ شیطان نہین جو شر ہے اوسکا خالق اللہ نہین ہے۔

میر سید علی رح فرماتے ہین کہ شیطان کی غرض ان شبہات کے پیدا کرنے سے بہکانا جہال کا ہے کیونکہ جوابات انکے نازک ہین۔ اور وہ جوابات سمجھدار لوگون کے لیئے ہو سکتے ہین۔ پھر فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ شیطان دریافت کرتا ہے کہ میرے پیدا کرنے مین حکمت اور اوسکی وجہ کیا ہے۔ جواب اوسکا یہ ہے کہ جتنی چیزون مین ایسی قابلیت ہے کہ انہین خلعت وجود پہنایا جائے اور وجود مین لانیکے اثر سے متاثر ہو سکین اون سب پر خداوند عالم افاضہ وجود فرماتا ہے۔ اس حیثیت سے شیطان کا خالق اللہ تعالی ہے اور جیسے اور تمام مخلوق کو اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے ایسی ہی شیطان کو پیدا فرمایا ہے۔ باقی رہی انانیت۔ یعنی وہ چیز جو ایک نفس کو دوسرے نفس سے جدا کرتی ہے اور وہ خواص مختلف نفوس کے کہے جا سکتے ہین۔ وہ خواص کسی کے پیدا کرنے سے پیدا نہین ہوتے بلکہ آخر مراتب جملہ نفوس مین سوائے نفوس اجرام سماوی کے خود عارض ہوا کرتے ہین ابلیس اسلیئے کہ شیطان نار سے پیدا ہوا تھا اور قوت شدید رکھتا تھا تکبر و انانیت غالب آگئی اور اوسنے عاجزی سے انکار کر دیا۔

شرح تقریر سید صاحب

راقم۔ غرض اس جواب کی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ شرارت یعنی فعال قبیحہ کے ارتکاب کی طرف میلان داخل ذات شیطان نہین ہے حق تعالی خالق ذات ہے خالق میلان بد اور فعال نہین ہے اسلیئے کہ میلان بعد پیدا ہونے حالت تمیز کے نفوس مختلفہ

مین پیدا ہوتا ہے اور ضرور تمیز آنا بعد کی بات ہے۔ یہہ بہی ظاہر ہے کہ اسباب لاحقہ میلان نا کور کی طرف منجر ہوتے ہین مگر میلان اور مجبوری مین جناب پیر صاحب نے اختصار کام فرمایا ہے تاہم ایک عمدہ بات کہی ہے۔

جواب قاضی صاحب کہ شر ایک خاصہ بطور غرض کے ہے اعراض بعد کو عارض ہوتے ہین

قاضی صاحب فرماتے ہین کہ جواب اس اعتراض کا یہہ ہے کہ اللہ تعالی پہلے سے جانتا تہا کہ شر شیطان سے صادر ہوگا لیکن وہ شر اللہ کے بنانے سے نہوگا بلکہ قابلیت ذاتی کا ایک لازمہ ہوگا جو لازمہ ہمیشہ ملزوم کے ساتہہ رہے اور جدا نہو سکے جیسے چار کا عدد جفت ہے وجیت اوس سے جدا نہین ہو سکتی یہہ مذہب اکثر حضرت اشاعرہ کا ہے جیسے امام قشیری محقق دوانی نے فرمایا ہے کہ جو نقص اور قصور بعض ممکنات مین دیکہا جاتا ہے وہ منجملہ اسباب حصول صور و اعراض کے مادہ مین ہے نہ بوجہ بخل فاعل کے۔ قابلیتین اور استعداد حکما کے نزدیک اسقدر متعدد ہین جنکی انتہا نہین۔ نہ ایک جگہہ جمع ہو سکتی ہین۔ بلکہ یون ہے کہ واجب یعنی اللہ تعالی مع ہر اوس چیز کے جو پہلے گذری علت موجبہ اون چیزون کی ہے جو آیندہ آئین یعنی واجب یعنی اللہ تعالی ابتدا ہر چیز کی ہے اور اوسکی ذات کی طرف ہر واحد مخلوق کی نسبت کہ اوسنے اونکو بنایا مع اوس مخلوق کے ہے جو پہلے گذری۔ یہہ حاصل کلام محقق دوانی کا ہے اور اس سے جا اس بات کی ظاہر ہوتی ہے کہ بعض انبیاء کو اپنے منی الفون پر غلبہ ہو جاتا ہے بعض کو نہین ہوتا۔ کیونکہ غلبہ اوسی قدر ہوگا جسقدر قابلیت اور استعداد موجود دین مین ہو۔ ممکن نہین کہ مقدار قابلیت سے کم یا زیادہ غلبہ حاصل ہو۔

اگر کم یا زیادہ غلبہ حاصل ہو لازم آئیگا کہ یا حق تعالی جانتا نہ تہا - یا اوسنے ظلم کر دیا
- معاذ اللہ - یہ خیال تو کفر ہے - مطلب یہہ ہے کہ علم تابع معلوم کا ہے - (یعنی وہ
علم اون چیزون کا ہے جو آیندہ ہونگی) اور اللہ تعالی احکم مطابق معلوم کے دیتا ہے
مطابق اوس اندازہ کے جو موافق اوس استعداد کے ہے جو خود بنتی ہے - پس شیطان
کے لئے جو کچھہ اللہ تعالی نے فیصلہ فرمایا کہ وہ کافر یا بیایمان رہیگا - وہ بوجہ اوسکی استعداد
اور لازمہ وجود کے تہا جسے اللہ تعالی نے نہین بنایا - چنانچہ جو ارشاد ہوا ہے کہ
فَمَا اَصَابَكَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ (یعنی جو برائی تمکو یہ بدبختی ہے وہ تمہارے
نفسون کی وجہ سے بدبختی ہے) اسپر دلالت کرتا ہے - اور جب یہہ حال ہو تو یہہ پوچھنا
کہ مین کیون گنہگار ہوا - کیون قابل سزا بنا - ایسا ہی غلط سوال ہوگا جیسے کوئی سوال
کرے کہ چار کے عدد مین زوجیت یعنی جفت ہونا کیون ہے -

شرح اس جواب کی - راقم - خلاصہ اس تقریر کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز تو اصل شے
کا بنانا ہے - اصل چیز جو بنائی جاتی ہے وہ مادہ کہلاتی ہے - ایک چیز اوس مادہ مین
بعد کو عارض ہوتی ہے یہ بعد کی حالت (جیسے صورت مین لینا اوسے عرض کہنا چاہیے
جسکے عارض ہونے سے طرح طرح کی مخلوق بنتی ہے) دوسری چیز ہے - اعراض مین
دخل اون چیزون کو ہوتا ہے جو پہلے ہو چکی ہین - پس بھلائی اور برائی مین دخل ان اعراض
کو ہے - اصلی مادہ کے خلق مین نہین ہے - حق تعالی اصلی مادہ کا پیدا فرمانیوالا ہے
اور اعراض کا بہی وہی ہے مگر اون تاثیرون کے ساتھہ جو مادون مین ان بہنائی ہوئی

صورتون یعنی اعراض سے اور اونکے سبب سے آجاتی ہین اور پچھلون کے پیدا ہوتے مین پہلونکو ایسا دخل ہوتا ہے۔

مثال اول اعراض کے بعد مین لاحق ہونیکی جیسے چار مین زوجیت

مثال اول وسکی ایک تو یہ ہے کہ ایک دو تین چار پانچ چھہ گنتے ہین گنتی مین چار زوج یعنی جفت ہے گنتی ایک چیز ہے اور جفت اور طاق ہونا دوسری چیز ہے مگر جفت اعداد مین (جیسے دو چار چھہ آٹھہ) زوجیت اسلیئے آگئی ہے۔ کہ دو ایک کے۔ چار تین کے۔ چھہ پانچ کے۔ آٹھہ سات کے۔ بعد آئے ہین۔ پس ایک تین پانچ سات کا پہلے آنا سبب جفت ہونے دو چار چھہ آٹھہ کا ہے۔ اور پہلون کا پچھلون مین اسطرح کا دخل ہے۔ یہ مثال محل بحث ہے کیونکہ اس عرض اور اعراض مبحوث عنہ مین فرق بین موجود ہے۔

دوسری مثال اعراض کی بذریعہ ولادت لاحق ہونیکے

دوسری مثال یہہ ہے کہ اللہ تعالی آدمی کو پیدا فرماتا ہے مگر اب آدمی آدمی کے ذریعہ سے پیدا ہورہے ہین۔ ضرور پیدا سب کو اللہ تعالی فرماتا ہے مگر ذریعہ ولادت کا اثر ہوتا ہے۔ پس جو اصلی مادہ وجود کا ہے یعنی مٹی اسمین جو صورت بیٹے کی ہیتائی جاتی ہے اور اعراض لاحق ہوتے ہین اونکے لحوق مین پہلے وجود یعنی باپ کو دخل ہے۔ مثلاً اگر باپ کے اعضا ردماغی قوی ہین اگر اور عوارض نہون۔ بیٹے کے بہی قوی ہونگے۔ اگر اور عوارض ہون۔ جیسے بالفعل کا ضعف یا سردی یا گرمی ایسے نہونگے۔ پس اللہ تعالی نے جو شیطان کو پیدا فرمایا اسکا مادہ بنایا تہا اعراض جو اوس مادہ مین لاحق ہوئے وہ اوس مادہ کے عوارض ہین جن کے

اسباب اور ہین - اور اوس خلق مین اسباب مذکور کو دخل ہے -

تیسری مثال اعراض کے بعد افعال انسانی لاحق ہونیکی

تیسری مثال یہہ ہے کہ مٹی ایک مادہ ہے اوس سے کمہار گھڑے بناتا ہے اور اینٹ بہی - لوہا مٹی سے اور لوگ نکالتے ہین جس سے لوہار توا بہی بناتا ہے جسپر روٹی پکتی ہے اور تلوار بہی جس سے آدمی قتل ہوتا ہے - غور فرمایئے کہ لوہار اور کمہار کیا ہین - اونکی اصل مٹی ہے - اس مٹی نے دوسری مٹی سے لوہا نکالا - تو لوہے مین مٹی کے مادہ پر صورت پہن جانیمین پہلی پہنی ہوی صورتون یعنی لوہار والی مٹی کو دخل ہوا پس لوہے مین جو مادہ قتل کا پیدا ہوا یا کمہار کی بنائی ہوی اینٹ مین جو کیفیت سر پہوڑنے کی عارض ہوئی اوسکو پہلے بنے ہوے اسباب کے دخل کے ساتہہ اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے - مگر جہان تک دخل اصلی مادہ کے پیدا کرنے کو ہے اللہ تعالی کی ذات الزام سے پاک ہے - جہان سے دخل مادہ کے اندر صورت پہننے کا اور عوارض کو پہلے مادون کے ذریعہ سے شروع ہوتا ہے وہی مقام الزام شروع ہونیکا ہے - چنانچہ وہ بعد کی بات ہے - اوس دخل کی وجہ سے اللہ تعالی کی ذات الزام سے پاک ہے اسیطرح شیطان کا حال ہے کہ اوسکی شرارت بعد کی بات ہے اللہ تعالے کے بنانیکی نہین - جیسے لوہا تلوار بنکر صرف کاٹنے کے کام مین آتا ہے اسیطرح شیطان چونکہ شیطان آگ سے بنا اوسمین تکبر و شر پیدا ہوگیا اور الزام شیطان کی ذات کا ہوگیا -

اس اعتراض کا جواب کہ اعتراض

ان سب تقریرون پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آخر کو الزام اللہ تعالی کی

جب لازم ہون الزام شرنہین اوٹھتا

رہتا ہے کیونکہ ان سب طریقون کو جو اعراض کے ہین اوسی نے بنایا ہے۔ اور جب اسباب کو ایسا دخل ہو تو جو مخلوق ان اسباب کے ذریعہ سے بنے مجبور ہوگی۔ کیونکہ آپ فرماتے ہین کہ وہ لازمہ ہے سوا ے اسکے تاثیر اشیا مین اللہ تعالی کی بنائی ہوئی ہے۔ جیسے آگ مین۔ پس جہان تک وہ تاثیرات پہونچین اور افعال جو تاثیرات کے ہون اللہ تعالی پر الزام بہی ہوا۔ اور موثر مجبور بہی۔ مگر یہہ اعتراض غلط ہے غلطی یہہ ہے کہ مخلوق مین جہان بذریعہ اسباب کے پیدا ہوکر یہ خاصہ حاصل ہوتا ہے کمال صنعت خدا ی تعالی کی یہہ ہے کہ جبر کی صورت اسپر بہی پیدا نہین ہوتی۔ پہلے غیر ذی روح کو لیجیے تلوار اور اینٹ کاٹتی اور سر پہوڑتی ہے مگر وہ خود کوئی کام نہین کرتی۔ اسلیے اوسکا ضرر محدود اور رکا رہتا ہے پہر ذی روح کو لیجیے۔ اونکے افعال کو جب ان چیزون سے مدد ملتی ہے تب ضرر ہوتا ہے جیسے آدمی ذی روح تلوار غیر ذی روح کو لیکر قتل کرتا ہے۔ آدمی کے افعال اختیاری ہین چاہے قتل کرے چاہے نہ کرے پس جبر کہان ہوا۔ اسیطرح شیطان کے افعال اختیاری تہے۔

اس جواب کی دوسری تقریر

دوسری۔ دوسری تقریر اس جواب کی یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے اضداد کو جمع کرکے ہر متضاد قوت کو محدود فرمایا ہے اور اوس مجموعہ مخلوق مین جو مکلف ہے ایک چیز عنایت کی ہے جسکا نام روح ہے مجموعہ متضاد قوتون کا اوسکا محکوم ہے کہ جس طرح چاہے متضاد قوتون سے جو ایک نئی قوت بنی ہے اوس قوت کو کام مین لائے جب چاہے نہ لائے اسکے ساتھہ عناصر کی اصلی قوتین جنہین مجبوری ہے بحال خود باقی

نہین ہین۔ پس باوجودیکہ تاثیرات موجود ہین اس مجموعی حالت سے تاثیرات مین ایک اور تاثیر نزوکنے اور ہوسنے دینے کی اور خودروکنے کی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے۔ اور یہہ ظاہر ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ کی ذات الزام خلق شر سے منزہ اور پاک ہے اور مجبوری سے وہ مخلوق جو مکلف ہے پاک ہے یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ شیطان جونکہ آگ سے بنا ہے اوسپر لازماً خودی اور تکبر غالب ہوگئے۔

اس جواب کی تیسری تقریر

تیسری۔ تقریر اس جواب کی یہہ ہے کہ جن عناصر سے مخلوق بنائے گئے ہین وہ عناصر اپنے افعال مین مجبور ہین۔ جیسے آگ جلانے مین۔ ہوا چلنے مین۔ پانی رطوبت مین۔ مٹی سکون مین۔ لیکن خلقت مخلوق بعناصر کی اسطرح واقع کیگئی ہے کہ اضداد قوتون مین ایک کی دوسرے سے روک لگائی ہے چنانچہ مخلوق یعنی مجموعۂ اضداد ایسا ہوگیا ہے کہ جو مجبوری اصلی عناصر مین تھی وہ اس مجموعہ مین باقی نہین رہی۔ اسپر بھی بعد محدود ہوجانے قوتون کے اور نیز اونمین ایک نئی بات پیدا ہونیکے کہ وہ قابلیت روکنے کی ہے ایک مادہ عقل کا پیدا کیا گیا ہے کیفیت جدیدہ جو امتزاج سے پیدا ہوئی اوسوقت تک کام نہین کرتی جبتک عقل اوسکو کام کرنیکی اجازت نہین دیتی اور مثال اوسکی ایسی ہوگئی ہے جیسے ایک گھوڑا فرض کیجیئے اور باگ اوس گھوڑے کی سوار کے ہاتھہ مین دیجیئے۔ گھوڑا جب چلیگا جب سوار ہانکے۔ پس مجبوری مخلوق مین یا لزوم شر نہین ہے۔ لزوم شر کے جو جناب قاضی صاحب و سید صاحب قائل ہوئے ہین مجھے اوس سے اتفاق نہین۔

قاضی صاحب کا دوسرا جواب

قاضی صاحب۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شیطان کے پیدا کرنے

کہ حکمت خلق شیطان عبرت دلانا ہے اور مراتب بزرگ پر پہونچانا

کی غرض یہ تھی کہ جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شرارت اوسکی استعداد کا مقصود تھا اور نفس کی بدی کھل جائیگی اور وہ اپنی بدی کے اظہار سے باز نہ آئیگا تب اوسکو دوسرونکی عبرت کا سبب گردانکر اونپر مسلط کیا جائیگا اوسکے وسوسہ کا اثر ہونے دینا اسلیے مصلحت ہوگا کہ جو اوس سے لڑائی اور مخالفت کرے اوسکو ثواب اتم یعنی رتبے ملین اور جو اوسکی تابعداری اور موافقت کرے اپنی سزا کو بذریعہ عذاب کے پہونچے۔

قاضی صاحب کا تیسرا جواب کہ خلق شیطان باعث تکمیل عالم ہے گو نظر ہر فرد کے بہتر معلوم نہو

یہہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ شیطان کا وجود جو شرارت انگیز ہے اسلیے ہے کہ اوسکا وجود ذریعہ تکمیل عالم کا ہے۔ ضرور یہ ایک ایک فرد یعنی آدمی کے لیے بہتر نہین لیکن خلاف حکمت نہین ہوسکتا چنانچہ علامہ دوانی نے اپنے بعض رسائل مین فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی متعلق کل عالم کے بحیثیت کل کے ہے اور دراصل مقصود وہی بہتری ہے۔ کلی مصلحتون کیطرف جزئی مصلحتین راجع ہوتی ہین اگرچہ بعض افراد کی نسبت وہ بہتری خلاف مصلحت معلوم ہو مثال اسکی مہندس سے ہے جو عمارت کا نقشہ ایجاد کرے اور اوسکے بنانے مین وہ طریقہ اختیار کرے جو ساری عمارت کے لحاظ سے عمدہ ہو۔ اور کل مکان کی مصلحت اور عمدگی کے لیے بعض عمارتین عمدہ نشستگاہ بنا دے دہلیز بنائے رفع حاجت کی جگہ بنائے۔ اسیطرح دوسری چیزین بنائے اس صورت مین نظر بتمام عمارت کی جو کچھ اوسنے تجویز کیا ہے وہی سب سے بہتر اور صحیح ہونا چاہئے۔ اگرچہ یہہ کہا جاسکتا ہو کہ مثلاً اگر سارے مکان کو نشستگاہ بناتا بہتر ہوتا۔ مگر یہہ صحیح نہین ہے۔ اسی طرح جناب باری تعالیٰ سے کاریگر نے عالم کی بناوٹ ایسی کہی ہے کہ ساری عمارت بحیثیت

کل کے سب سے بہتر ہے اگرچہ بنظر بعض اجزا کے بہت بہتر معلوم نہو۔

اسباب کو اسطرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمام عالم پر جب نظر ڈالیئے تو معلوم ہوگا کہ وضع اور بناوٹ اوسکی طرح طرح کی ہے۔ کچھہ شک نہین کہ عالم باعتبار اوس نظر کے سب سے بہتر بناوٹ کا ہے کیونکہ افادہ اور استفادہ کا قاعدہ یہہ ہے کہ جسقدر فائدہ پہونچانے والے مین قابلیت ہو اوسیقدر فائدہ اوٹھانیوالے کو حاصل ہو۔ لیکن اس دلیل پر بڑی بحث ہو سکتی ہے جو ہمنے بعض کتب عقلیہ کے حاشیون مین بیان کی ہے یہان لکھنے کے قابل نہین مگر ائمہ کشف وشہود نے اس بات کو دوسری طرح بیان فرمایا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر دوسری صورت دنیا کے بنانے کی اس سے بہتر ممکن ہوتی اللہ تعالی اوسیکو اختیار فرماتا کیونکہ اگر ایسا نہو دو حال سے خالی نہوگا۔ یا اللہ تعالی بنا سکتا تھا اور نہین بنایا یا اس سے بہتر بنانا نہین آتا تھا۔ یہ دونون غلط ہین۔ اسلیئے کہ اگر یہہ کہین کہ بنا سکتا تھا اور نہین بنایا تو معنی یہ ہونگے کہ ہم کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے بخل کیا۔ اس سے ذات الٰہی پاک ہے۔ اگر نہین آتا تھا۔ یہ کہنا اوس سے بھی برا ہے اسلیئے کہ کوئی نہین کہسکتا کہ اللہ تعالے جاہل تھا۔ معاذ اللہ۔ قاضی صاحب فرماتے ہین کہ یہہ دلیل سب سے عمدہ ہے۔

تقریر جواب سوم کی شرح کہ بنظر ہر فرد کے لیئے نظام عالم بہتر ہے۔

راقم۔ حکمت نظام عالم کا ہر ایک فرد کے لیئے بہتر نہونا محل بحث ہے اسلیئے کہ عالم مین وہ بڑی صنعتین بدیعہ نظم ہین ایسا افضل ہے دوسرے اختیار۔ فضل ہمیشہ بالنسبت ہوتا ہے۔ ہر فرد کو اگر بالنسبت نہ

دیکھا جائے یعنی یہہ کہ وہ دوسرے سے کتنا اچھا ہے تو معلوم ہوگا کہ مادۂ بشر مین جہان سے اچھائی (حسن) کے تمام ہونیکا مقام شروع ہوگا وہی مقام انسان کی نہایت نسبت کے ختم ہونیکا ہوگا۔ اسکے لئے دلیل بیان کرنیکی ضرورت نہین کیونکہ نوعیت انسان مسلم ہے کہ نوعیت حیوانات و جمادات و نباتات سے بہتر ہے (شبہات کا جواب باب سوم مین دیا گیا) پس ہر فرد باعتبار ہر فرد کے بہتر ہے حقیقت یہہ ہے کہ حیثیت تفضل نے اذہان کو ایسا گیر کہا ہے کہ غلطی ہوتی ہے۔ اختیار کی نوعیت یقیناً اعلیٰ درجہ کی ہے جو ہر فرد انسان کو عطا ہوا ہے۔ اختیار کی نوعیت مین تکمیل پیدا کرنے کے لئے جسقدر اوسکے اندر وسعت دی گئی ہے اور جزا و سزا کے ذریعہ سے اوسکا علاج کیا گیا ہے چونکہ اختیار مین ہر فرد شریک ہے اور وہ نعمت ہے اسلئے اس نظر سے اس نظم کو ہر فرد کی نظر سے بھی برا نہین کہسکتے بلکہ بہتر سے بہتر ہے کیونکہ جزا و سزا ایک قانون ہے اور اوسکی خوبی مسلم ہے۔ اور قانون جزا جسقدر بہتر سے بہتر ہے اوسیقدر قانون سزا بھی بہتر سے بہتر ہے اگر یہہ کہین کہ قانون نظام عالم نظر بافراد اچھا نہین ہے تو یہہ معنی ہونگے کہ نظر بافراد کوئی قانون اچھا نہین۔ یہہ بداہتہً غلط ہے۔ یہہ شبہہ کہ نظر بجمیع افراد نظام بہتر سے بہتر نہین ہے برابر اس خواہش کے ہے کہ ہم غیر مکلف ہوتے جیسے پتھر۔ یا لکڑی اگر یہہ شبہہ اسلئے پیدا ہوا ہے کہ مادہ (ذہن) مین اختلاف ہے اور سخت قواعد امتحان کے ہر فرد کے لئے بہتر نہین ہین۔ پس جاننا چاہیئے کہ مطابق اوس اختلاف کے جو مادون مین ہے قواعد مین وہ نرمی جسکی اوسمین ضرورت تھی کی گئی ہے۔ اور امتحان ہر انسان کا باعتبار

اوس قابلیت کے ہے جو قابلیت ہر مادہ مین ہے اس نظم کا باعتبار کل اور مجموع کے بہتر سے بہتر ہونا بغیر ان دونون فضل و اختیار کے ممکن نہ تہا بڑی خوبی صنعت الہی کی یہہ ہے کہ وہ باعتبار ہر فرد کے اس نظر سے کہ اپنی حد مین ہر انسان ایک مرتبہ تک پہونچ سکتا ہے اوس فرد کے لئے بہتر سے بہتر ہے لیکن جملہ افراد کے لئے اوسمین وہ بہتری ہے کہ امر سکے لئے کوئی صیغہ افعل التفضیل کا نہین ہے جو مناسب طریقہ سے استعمال کیا جائے کیونکہ یہہ نظم بہتر سے بہی بہتر ہے افعال قبیحہ اور ناکامی امتحان سے جو خیال اورد ہوکہ ہوتا ہے اوسکو یہہ جانکر دور کرنا چاہئے کہ ہم اپنے افعال سے نظم الہی کو بہتر سے بہتر نہین کہتے۔ جو صریحاً غلط ہے۔

جواب راقم۔ اور تفصیل اعتراض سوال

جواب راقم۔ یہہ سوال متعلق تین امر کے ہے۔ **اول** یہہ اعتراض ہے کہ حق تعالے لئے بذریعہ خلق شیطان کے خلق شر فرمایا **دوم** یہہ اعتراض ہے کہ باوجود علم ماکان و مایکون کے خلق شر فرمایا **سوم** یہہ استفسار ہے کہ اس طریقہ کے اختیار کرنے مین کیا حکمت ہے۔

جواب خلق شر۔ کہ شر اختیار سے پیدا ہوا اور فعل شیطان یا انسان مین محدود ہے۔

امر اول۔ جواب خلق شر کا یہہ ہے کہ ذات اقدس الہی الزام خلق شر سے قطعاً مبرا ہے۔ کوئی چیز حکیم علی الاطلاق نے بطور مجسم بدی کے پیدا نہین فرمائی۔ اضداد پیدا فرمائے ہین اور اضداد سے مخلوق تاکہ اضداد مین ایک حالت ترقی کی پیدا ہو جس مخلوق کو اختیار دیا ہے اونکے افعال دو طرح کے قرار دیے ہین۔ اچہے اور برے۔ ورنہ اختیار اختیار نہوتا جیسے اون صحیح ورنگون

مین جنہین انسان مجبور ہے بقدر مجبوری اختیار جو مستلزم حسن و قبح ہے نہین ہے) پس وہ افعال اسلیئے کہ اختیار عطا ہو چکا افعال مخلوق ہین اور خالق شر حق تعالی نہین ہے پھر غور کرنا چاہیئے کہ حق تعالی اُسنے مختلف مادون سے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔ کسی مین انبعاث زیادہ ہے کسی مین کم اور مخلوق کو اختیار دیا ہے خلعت وجود دینا اور اختیار دینا نعمت ہے نعمت دینا صرف اوسوقت قابل الزام ہے جب نعمت سے استفادہ کی قابلیت نہو۔ اسلیئے قابلیت استفادہ بھی ہر مخلوق مین پیدا کر دی ہے جنہین انبعاث زیادہ ہے اونمین بھی جنہین کم ہے اونین بھی کہ وہ نعمت ہے۔ پس فعل خالق نعمت دینے مین محدود ہے۔ اپنا بُرا بنا لینا اور شر کرنا فعل مخلوق ہے اور بعد کی بات ہے جسمین انسان اور شیطان کی حالت مین سوا طول مدت اور نوعیت جسم کے اور کوئی فرق نہین۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے نفس پر غور کرے اور دیکھے کہ کسی وقت بھی ایسا ہوا تھا کہ وہ بدی کرنے پر مجبور تھا۔ اوسوقت معلوم ہوگا کہ خواہش کے نہ روک سکنے سے بدی کی تھی جب اپنے نفس پر غور کر لے تب شیطان کے حال پر غور کرے کہ اوسنے سالہا سے دراز تک عبادت کی تھی اوسکو اختیار دیکر اللہ تعالی نے بسبب زیادتی قوت انبعاث کے مستحق بھی افعال نیک کرنیکی کر دی تھی تاکہ جو خاصہ اوسمین بڑھکر اوٹھنے کا تھا وہ خود اوسکا پورا علاج کر سکے۔ پس جب یہانتک حق تعالی انعام دے اور ہر طرح کے اختیار کو بھلائی کیطرف مائل کر دے اور قوت استفادہ کو ہر طرح پورا کر دے تو یہہ کہنا کسی مخلوق کا کہ اللہ تعالے لئے خلق شر فرمایا حقیقت مین سخت غلطی اور بڑا دہوکا ہے۔

یادر کھنا چاہیے کہ جو اختیار جناب حکیم مطلق نے عطا فرمایا ہے وہ ایسا نہین جیسے کوئی احمق بچہ کے ہاتھہ مین آجس کا چاقو دیدے۔ اسلیئے کہ جبتک افعال کے صدور کے متعلق وہ وقت نہین آتا کہ پوری فہم اور پورا ادراک ماہیت کا ہو افعال مین وہ پختگی نہین آتی کہ سوا ے نتائج قریبہ کے نتائج بعیدہ یا ایک سے نتائج پیدا ہون۔ جو نتائج قریبہ پیدا ہوتے ہین وہ ایسے اغلاط ہوتے ہین جسکی پاداش نہین نہ ذمہ داری۔ اوسکی مثال حالت طفولیت و جنون ہے۔ پس وہ اختیار جو مستلزم شر یا خیر ہے اور مستوجب جزا یا سزا اس حالت سے (جو اس مثال مین ہے شیطان اور انسان دونون کی) کوسون دور ہے۔

جواب اسکا کہ علم الہی علت افعال نہین ہے جیسے دوا کی تاثیرات کا علم ذریعہ صحت نہین ہے۔

امر دوم۔ اعتراض علم کے متعلق تفصیل جواب سوال دوم مین اور تتمہ مین لیگئی ہی یہان یہ اعتراض تطفلی اور اجمالی ہی اسلیئے جواب بھی اجمالی دیا جاتا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ علم الہی علت افعال کی نہین ہے جیسے ہمارا علم کہ نین با خوب کلان سے بخار اوتر جائیگا علت بخار اوترنے کی نہین ہے۔

جواب متعلق حکمت۔ اور اوسکا سوال غلط ہوتا کہ وجہ ماہیت اشیاء کا علم خارج از امکان ہے

امر سوم۔ حکمت کے متعلق اگر استفسار وجہ ماہیت اشیاء سے ہے تو سوال غلط ہے۔ اسلیئے کہ ہمارا علم خواہ اوس علم کو لیجیئے جو حق تعالے نے سوا ے انبیاء و اوصیاء علیہم السلام نوع بشر کو دیا ہے۔ خواہ اوسکو لیجیے جو بعد تحقیقات انسانون نے بنایا ہے یعنی اصلی یا اضافی جیسے علم ماہیت اشیاء اور منطق۔ خاصیتون تک محدود ہے۔ کسی کو معلوم نہین ہو سکتا کہ خاصیتین مختلف اشیاء مین کن وجوہ سے پیدا ہوی ہین۔ وہ حکمتین جو نتائج سے معلوم ہوتی ہین (بعض ایسی ہین جنکا بیان خود جناب

اقدس الٰہی نے فرمایا ہے بعض ایسی ہین جو بیان الٰہی پر غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین)
بیان اونکا ابواب سابقہ مین ہو چکا ہے۔ یہان اونکو شمار کر دیا جاتا ہے اور اسقدر شرح
کیجاتی ہے جو بیان مقام کو ایک طرح سے پورا کر دے۔ یہی التزام جملہ اجوبہ مین ہے۔
توضیح جسکو پوری تحقیق مقام اور تسکین خاطر کرنی منظور ہو ضرور ہے کہ وہ تمام ابواب کو پڑھ لے۔

حکمت اول ۔ غور کرنا چاہیئے کہ ذریعہ شناخت اشیار کا کیا ہے غور کرنے سے صاف روشن ہے کہ ذریعہ شناخت ہمارے

حکمت اول ۔ اشیار بذریعہ اضداد پہچانی جاتی ہین ۔

لیئے وہ اختلاف ہے جو ہر چیز مین ہے جنمین اختلاف نہین وہ پہچانی نہین جاتین جیسے عناصر
کے اجزا یا سکانون مین ہول بُہلیان۔ یہی معنی اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا کے
ہین۔ پس حکمت اول یہہ ہے کہ اگر دنیا مین ابتداءً دو نوع افعال کی نہو جاتین ایک نوع
کا امتیاز دوسری نوع سے بذریعہ بیان کے نہو سکتا شدہ طان ابتدا اس امتیاز کے ذریعہ
کی ہے۔ اور باعث قیام و بقار ذرائع امتیاز ہے اور آخر کار اونہین حد درجہ کی ترقی دینے
کا ذریعہ ہے تا کہ امتیاز پورا ہو جائے ورنہ پورا امتیاز نہوتا شرح اس اجمال کی یہہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ عالم کو پیدا فرمایا ہے وہ قدیم نہین ہو سکتا۔ پیدا ہونا خود دلیل
حدوث کی ہے۔ پیدا ہونیکا لازمہ حد کمال پر پہونچتا ہے حد کمال پر پہونچنے کے بعد
چونکہ غرض تمام ہو جاتی ہے (یعنی خلق کرنے کی) لہذا اوسکے ختم ہونے کے ساتھہ وہ
کمال اور مخلوق باعتبار اس عالم کے ختم ہو جانی چاہیئے۔ وہی زوال نظریہ دنیا ہے۔ اگر
یہہ زوال نہوتا مخلوق دنیا مین بعد کمال کے اوسکے کیفیت ابدی ہونیکی پیدا کرتی! درجب ابدی

ہوتی اور بقا کو دوام ہوتا آخر کار خلق کرنیکا کام بند ہوجاتا اس عالم مین گنجایش تمام مخلوق
کے سمانے کی باقی نرہتی - اور اس سبب سے جو اور مخلوق پیدا کرتی ہین اور اونہین قابلیت
وجود مین آنی کی ہے پردۂ عدم مین رہتین - لہذا اس زوال کے اسباب بنانے ضروری
ہوے - وہ اسباب اضداد ہین - طریقۂ خلق مین یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ باختلاف حالات
وہی اسباب ذریعہ کمال پر پہونچنے کا ہوتے ہین اور وہی اسباب زوال کے اسباب ہوجاتے
ہین جسکی مثال سنکھیا ہے کہ وہی مورث جذام ہے وہی دافع جذام - معنی یہہ ہوے
کہ ترکیب انسان کی اضداد سے ہے اونہین کا استعمال باعث ترقی ہے اونہین کا
استعمال باعث زوال و رفنا - ہر چیز کی ضد اللہ تعالی نے اس بڑی ضرورت سے بنائی
ہے - خیال فرمایئے تو موجود پائیگا - آخر کار جب افعال مین حسن و قبح (نیکی بدی)
کے مسئلہ کو سمجھئیگا تو نیکی کا ضد بدی کو پائیگا اور بدی کا ضد نیکی کو - نیکی کا وجود بغیر بدی
کے ناممکن معلوم ہوگا اور بدی کا بغیر نیکی کے ناممکن معلوم ہوگا بلکہ تصور بھی ناممکن ہوگا
پس مصلحت وجود شیطان مین یہہ ہے کہ وہ باعث وجود مین آنے اور شروع ہونے ایسے
ذرائع کا ہوا جنسے آخر کار افعال حسنہ و قبیحہ مین امتیاز ہوا اور افعال حسن افعال حسن ہوے
اگر شیطان نہوتا ہر گز یہہ فرق جو مدرجہ کا ہے نہوتا - جب یہہ نہوتا فعل حسن اتنا حسن نہوتا
نہ قبیح اتنا قبیح - بلکہ حسن و قبیح اتنے کم درجہ کے ہوتے کہ امتیاز نہو سکتا اور سپر اطلاق
ہوسکے اسلیئے نتیجہ یہہ ہوا کہ وجود شیطان باعث قیام ہماری نیکی کا اور مدار نیکی کا ہے -
نیکی نیکی نہوتی اگر بدی کا وجود نہوتا -

حکمت دوم کہ وجود شیطان اقتدار مالکانہ کا ایک جزو ہے اور وہ بڑی حکمت ہے۔

حکمت دوم۔ وجود شیطان ایک سبب منجملہ اون اسباب اقتدار مالکانہ الٰہی کے ہے جو نوع بشر پر طرح طرح کے حق تعالیٰ نے ایجاد فرمائے ہین۔ یہ اقتدار دو کام مین آتا ہے۔ (۱) اس تدبیر مین کہ بشر بعد اختیار پانے کے اللہ تعالیٰ کے بس مین رہے۔ حکمت یہہ ہے کہ اگر ایسی تدبیر نہوتی کمال قدرت مین کمی ہوتی اور بشر ہر وقت اختیار مین حق تعالیٰ کے نہوتا۔ یہہ قسم نتائج قبیح کا خود انسان کے لئے ہوتا۔ اور بشر اوسکا روکنے کے قابل بعض صورتون مین نرہتا۔ ایک طرف وہ اقتدار خراب کر دینے کا ہر حالت مین انسان کے ساتھہ ہے دوسری طرف ملائکہ توفیق ہین کہ ہر وقت انسان کے ساتھہ ہین۔ جب ایسی بدی اختیار کی جسے انسان کرنا چاہتا ہے جو خلاف حکمت ہو وہ روک دیجاتی ہے۔ جب بدی ایسی نہین ہوتی ہو جانے دیجاتی ہے۔ جسکے اور علاج ہین اگر یہ دونون اقتدار نہوتے اقتدار کامل اور نفع و ضرر ضروری اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہو جاتا۔ چنانچہ اسکی ایک مثال بیان کیجاتی ہے۔

ابھی حال مین یہہ واقعہ پیش آیا کہ نور چشم سید علی اوسنا اسلمہ بیرسٹر ایٹ لا لکھنو سے میرٹھہ کو جاتے تھے۔ لکھنو سے میرٹھہ کو ریل سہارنپور ہو کر جاتی ہے۔ مگر صبح کو جو میل آتا ہے سہارنپور مین اوس سے کوئی گاڑی نہین ملتی کہ فوراً آدمی میرٹھہ چلا جائے۔ ایسا برا وقت جولائی سنہ ۹۷ء سے مقرر ہوا تھا کہ لکھنو کی گاڑی پہونچنے سے چند منٹ پہلے پنجاب کی گاڑی میرٹھہ کو چلی جاتی تھی۔ یہہ شخص اپنے پیشہ کے متعلق ایک کام کو جاتے تھے کہ اگر اوس روز پہونچ جاتے چہہ سو روپیہ ملتا۔ لیکن اونکو معلوم نہ تھا کہ سہارنپور سے میرٹھہ کی ریل

اوسی وقت نہین جاتی اور یہہ آنا بیکار ہوگا۔ اونہون نے مجھے تار دیا تہا کہ روڑکی مین مل لیجئیگا۔ مین اس قصد سے چلا کہ اونکو اوتار لونگا کیونکہ وہ کچہری کے وقت میرٹہہ پہونچ نہین سکتے۔ اور چہہ سو روپیہ مل ہی نہین سکتا۔ مین جو چلا تو بعض کامون کے سبب سے دیر ہوی مگر ایسے وقت چلا کہ دو تین منٹ میل کے آنے سے پہلے پہونچ جاتا تین جگہہ گہوڑے رک گئے اور اوسوقت سٹیشن پر پہونچا کہ ریل مین صرف غبار پیدا ہوی تہی ہم ملاقات نہوی اور سید علی اوسط چلے گئے اونکو یہہ اتفاق پیش آیا کہ پنجاب سے گاڑی دیر مین آئی اور اونکو یہین مل گئی اور کچہری کے وقت میرٹہہ پہونچ گئے اور وہ نفع بہی پہونچ گیا۔ مجھکو بڑی حیرانی ہوی کہ میرے تیز گہوڑے جو کبہی نہ رکتے تہے رک گئے مجھکو ملاقات نہونے اور اوتار نہ لینے کا سخت افسوس تہا مگر یہہ اقتدار مخفی اللہ تعالی کا اس نفع کا سبب ہوا۔

(۲) اس اقتدار کی حکمت یہہ ہے کہ وجود شیطان دونون اچہون برون کے لئے باعث ترقی ہے۔ اچہونکی ترقی بذریعہ شیطان کے یہہ ہے کہ وہ اونپر معین ہے کہ اونکا دین خراب کرے اسلئے وہ ہمیشہ اوس سے بچنے کی فکر مین رہتے ہین اور خدا تعالی سے توفیق چاہتے ہین۔ اللہ تعالی اونکو خاص ذریعون سے توفیق دیکر مضبوط کر دیتا ہے اگر یہہ ڈر کہ ہر وقت خراب ہو سکتے ہین نہوتا ترقی مراتب محدود رہ سکتی تہی۔ برون کی ترقی کی تکمیل یہہ ہے کہ جب وہ خدا سے پہرتے ہین اونکو دنیا و اسباب دنیا مین انہماک بڑہ جاتا ہے اگر انبعاث اون مین نہوتا انہماک نہوتا۔ انہماک نہوتا دنیا مین نعمتونکی تعداد نہ بڑہتی پس وہ اچہونکی ترقی کا ذریعہ باعتبار دین ہے۔ برون کی ترقی کا ذریعہ باعتبار دنیا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ زیادہ تر بڑون کی ترقی انہماک دنیا کے لئے متعین ہے لیکن نفع اوسکا عام ہے۔

حکمت سوم۔ اگر شیطان نہوتا ذریعہ ترقی روح کوئی نہوتا

حکمت سوم۔ جب انسان کو اختیار دیا جائے اور اپنے زور بازو سے مدارج اعلیٰ پر پہونچنے کا طریقہ مقرر کیا جائے اور حصول قوت مشق اضداد کے ذریعہ سے ہو لازم ہوگا کہ ہر چیز کی ضد بہم پہونچا دیجائے۔ ورنہ جس مادہ کی ضد نہوگی اوسکے لئے ذرائع ترقی ناتمام رہینگے۔ انسان میں وہ چیزین بہی ہین جو اجرام فلکی کے اوپر والون مین ہین اور وہ چیزین بہی ہین جو اجرام فلکی کے نیچے والون مین بہی ہین یعنی روح اور جسم خاکی۔ پس اوس قوت کے حصول کے لئے جو متعلق روحانیات کے ہے ضد روح بہم پہونچانا ضرور ہوا۔ وہ شیطان ہے۔

حکمت چہارم۔ شیطان کی شر کا بڑا کارآمد ہونا۔

حکمت چہارم۔ کہ تکمیل خلق باعتبار دنیا کے ایک مرتبہ تک پہونچا دینا ہے اور اوسکے بعد فنا کر دینا ہے۔ (جیسا ابہی بیان کیا گیا ہے) فنا کرنیکے اسباب اضداد ہین۔ پس حکمت خلق شیطان یہہ ہے کہ جب اوسکے اضلال سے عالم مین شر حد کمال پر پہونچ جاتا ہے وہی سبب اون بڑی آیات الٰہی (اللہ کی نشانیون) کے پیدا کرنیکا ہوتا ہے جو شر عظیم کو فنا کردین۔ اگر شیطان نہوتا شر کبہی اوس رتبہ عظیم کا نہوتا۔ نہ ایسے بین اور قوی آیات الٰہی کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی۔ غرض اس بیان کی یہہ ہے کہ جب کفر وطغیان کی زیادتی ہوتے ہوتے انتہائے مرتبہ کمال پر پہونچ جاتی ہے بعثت انبیاء کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگون کو

پیدا فرماتا ہے کہ وہ حضرت شیطان کی شیطنت کے تار و پود کو نیست و نابود کر دیتے ہین ایمان کی روشنی پھیلا دیتے ہین - ایک جہان اوس قادر مطلق کی پرستش زور سے کرنے لگتا ہے اور اوسوقت جب سواے بتون کے دوسرے کسی کو خالق نہ جانتا تھا کیونکہ اگر خلقت ایک طرح سے حق تعالیٰ کی شناخت کر کے تہوڑے بہت افعال نیک بھی کیا کرتی اور اسی حالت پر یکسان چلی جاتی کوئی ضرورت بظاہر ایسے زور سے انبیا کی بعثتون کی نہین معلوم ہوتی - گو اصل وجود نبی یا نائب نبی کا ہر زمانہ مین ضرور ہے - عرب کا کفر و نفاق اونکے افعال قبیحہ - غلامونکی حالت - عورتونکی حالت - قتل و خونریزی - سکوت لیجئے - شیطان نے کہانتک اس قوم کو اپنا مغلوب بنا رکہا تہا - جناب محمد مصطفےٰ صلعم سا غالب پیدا ہوا کایا پلٹ گیا قلب ماہیت ہوگئی - بُری خاصیتین اچھی ہوگئین وہی مادہ قتل جو ایک دوسرے کو آپس مین قتل کرا کے عرب کو حضیض پستی کی طرف لئے جاتا تہا - عرب سب سے ذلیل قوم سمجھی جاتی تھی - سب قومین عرب کو حقارت سے دیکھتی تہین - وہی عرب تھے جو مردار خوار تھے - یہانتک کہ فردوسی عجمیون کی طرف سے کہتا ہے - ؎

ز شیر شتر خوردن و سوسمار	که تخت عجم را کنند آرزو
عرب را بجاے رسیدست کار	تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

انحضرت کے پیدا ہونے سے وہی عرب تھے جنکی زمانہ مین دھاک تھی جس طرف متوجہ ہوتے تھے دشمنون کے اور اونہین دشمنون کے جو اونکو ایسا ذلیل سمجھتے تھے چھکے چھوٹ

جاتے تہے۔ زہر سے آب ہوجاتے تہے۔ دیکہئے وہی مادہ قتل کیا منقلب ہوکر
کس کام مین آیا۔ وہی عرب تہے جنہین سے برکت اسلام نے ازواج کے تعدد کو بند
کرکے اور اونکی قوتون کے اعتبار سے چار پر محدود کرکے نکاح کے ساتہہ طلاق اور خلع
کا حکم دیکر ازواج مین عدالت کرنے کی قید لگا کر باوجود قوت اور نمایہ نفس حیوانی کے جو
لازمہ گرم ملک کا ہے زنا سی بُری چیز کو عرب مین بیخ و بن سے اوکہاڑ دیا۔ عرب کے اندر غلامی
مین جو بُرائی تہی اوسکو اونکے ساتہہ نیکیان واجب کرکے اونکی اکثر مواقع پر آزادی ضرور گردانکر
کر صرف اوسیقدر باقی رکہا جتنا سخت ضروری تہا۔ وہ عرب بجاے اسکے کہ ایسی
ناپاک چیزین کہائین اللہ کے نام پر ذبح کی ہوی پاک چیزین کہانے لگے۔ وہ سرکشی خداے
قہار کے نام لینے اور اوسکی عبادت کرنے کی بدولت اطاعت مین بدل گئی۔ قوتین یکجا
جمع ہونے لگین۔ وہ ایک دنیا کے سردار ہوگئے اور جو کچہہ ہوا آپ پر اور سب پر ظاہر ہے
اون حضرت نے (درود اوپر اور اونکی آل اور اصحاب پر۔) بتلادیا اور دکہلادیا کہ نفس
بہی ہین لیکن اونکا ایک بہکانے والا بہی ہے اوسنے اونہین اچہی قوتون کو جو عرب مین تہین
کیسا باعث ہلاکت اور بربادی کر رکہا تہا اونہین قوتون کو ایک ہادی نے کیسا باعث
نجات اور تمام برکتون کا نازل کرنیوالا بنادیا۔ کیا آپ اگر غور کرینگے تو اس سے انکار کرسکتے
ہین کہ سواے نفوس کے کوئی اور بہکانیوالا اور کوئی اور ہدایت کرنیوالا نہین ہے بار بار
ہدایت ہوجاتی ہے پہر کیون وہی نفوس جو بہلائیون کو جان جاتے ہین کیسے مجبوراً برائی
مین پڑجاتے ہین۔ نہین آپ پائینگے کہ سوای خواہش ہاے انسانی کے دوسری اور

چیز ہے اور ضروری ہے البتہ ترکیبین اللہ تعالیٰ کی بزرگ اور نازک ہین۔ البتہ وہ بڑی ہین اور بہت ہی بڑی ہین۔

حکمت پنجم۔ بعض اضداد کا خلق مناسب ذات اقدس الٰہی نہین ہے اونکو خود حق تعالیٰ نے پیدا نفرمایا

حکمت پنجم۔ ابتداے ایجاد عالم مین جب اضداد بہم ہونچانے ضرور ہون بعض ضداد ایسے نکلتے ہین جنکا خلق کرنا ذات اقدس الٰہی سے خلاف اوسکی شان عظیم کے ہو۔ جیسے خیر و شر۔ یا وہ خواص جو دونون کام دے سکتے ہین (یعنی اچھے مصرف اور بُرے مصرف مین کار آمد ہونے کے قابل ہین۔ لیکن پیدا کرنا اونکا بھی اتنی حکمتون کے لیے جنمین سے بعض کی طرف مین نے اشارہ کیا ہے لازم اور لابد ہو تو سوا اسکے اور طریقہ ایجاد جو بہتر سے بہتر ہو پیدا ہی نہین ہو سکتا کہ ایک مخلوق کو پیدا کیا جائے اور اوسکو اختیار دیا جائے اور وہ ذریعہ ان اضداد کے پیدا کرنیکا ہو۔ اگر غور کیجئیگا تو پائیگا کہ اس سے بہتر اور کوئی حکمت نہین ہے۔ چنانچہ شیطان نے حضرت آدم کو گندم کہلایا۔ اور طریقہ توالد اس ذریعہ سے پیدا ہوا۔ یہہ خاصہ دونون مصرف مین آتا ہے پہر غصہ کا مادہ پیدا کیا جو دونون مصرف مین آتا ہے۔ پہر سامان دنیا کو عمدہ کر دکہلایا جو دونون مصرف مین آتا ہے یہہ سب چیزین ضروری نہین۔ جنکے ضروری ہونے سے اہل عالم انکار نہین کر سکتے۔

حکمت ششم۔ ذرائع امتحان کا دشوار ہونا امتحان دینے والونکی فضیلت کو بڑہاتا ہے۔

حکمت ششم۔ چونکہ دنیا امتحانگاہ ہے اسلیئے ذرائع امتحان جسقدر دشوار ہونگے امتحان مین درآئے ہوے اوسیقدر کامل و بہتر ہونگے پس حکمت وجود شیطان ذرائع امتحان کا سخت سے سخت کر دینا ہے اور انسان کا اوس سبب سے

بہتر سے بہتر بنا دیتا ہے اگر سخت امتحانات نہوتے انسان فرشتون سے بہتر نہوتا۔ نہ وہ وکہلا سکتا کہ باوجود اسکے کہ وہ کیسی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے۔ کس زور کی خواہشین اسمین موجود ہین کہ جب اونکا زور ہوتا ہے کچہہ دکہلائی نہین دیتا۔ اور شیطان بہکانیوالا موجود ہے اسپر بہی وسی انسان سے وہ افعال صادر ہوتے ہین کہ عقل حیران ہوجاتی ہے گویا انسان بطریق اعجاز دکہلاتا ہے کہ ہم سب سے افضل ہین۔ پس حقیقت مین یہ اعلی درجہ کی تدبیر انسان کو فرشتون سے بہتر بنانے کی ہے اور ہمارے لئے عجیب حکمت ہے۔

حکمت ہفتم۔ نظام عالم اس ذریعہ سے بہتر سے بہتر ہوا

حکمت ہفتم۔ اگر وجود شیطان نہوتا نظم عالم جواب ہے وہ نہوتا بلکہ قریب قریب اوسکے ہوتا جو حیوانات مطلق مین ہے۔ کیونکہ جب خواہشون تک فساد محدود ہوتے خواہشون کے بعد فساد ایسا ہی جاتا رہا کرتا جیسا اب حیوانات مین سے جاتا رہتا ہے۔ ترکیب عالم مین انسان بہترین مخلوقات ہے اوسکا نظم بہی بہتر سے بہتر ہونا چاہئے۔ بہتری ہر چیز مین قوتون کے طے کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جتنی دقتین زیادہ ہون بہتری زیادہ ہوگی لیاقت نظم انسانون کی قوتون پر غالب آنے سے ظاہر ہوتی ہے چونکہ خداوند عالم مین ہر صفت کمال کے ساتہہ ہے اور یہ عالم چونکہ کامل کا بنایا ہوا ہے ہر چیز مین ایک ایک طرح کا کمال موجود ہے اگر نظم مین کمال نہوتا خدا کا بنایا ہوا نہوتا۔ پس یہہ سب ذرائع اظہار کمال کے اور لازمی ہین جنکے اظہار کے ذرائع مین بہی یہہ کمال ہے کہ ذات اقدس الٰہی الزام سے منزہ ہے۔ جب عالم مظہر تمام قدرتون کا ہو قدرت کمال انتظام کا بہی مظہر ہوگا۔ تمام صفات عدل و عفو اعلی درجہ

کی اس دنیا مین بغیر اس ترکیب نظام کے دوسری طرح سے ظاہر ہو ہی نہین سکتی تہین۔ اگر
ان لوگون کے مذاق پر جو خلق شر قلیل نسبت حق تعالی کے جائز رکہتے ہین گفتگو کیجیے
تو یون کہا جائیگا کہ جو طریقہ بخشش کو پیدا کریگا وہ ضرورت بخشش کو بہی تو پیدا کریگا۔
جو خالق اور ابتداء ہر چیز کی ہوگی اور وہ خالق معاف کرنیوالا ہوگا وہ اسباب آلات گناہ
بہی پیدا فرمائیگا۔ اگرچہ مقصود بالاصالۃ خلق گناہ نہو عجیب غریب صنعت یہہ ہے کہ
اوسنے کمال رافت سے جو درباب عطاے اختیار ہے بتا کر اور جتا کر قوت بچنے کی دیکر
سب ذرائع ہر صفت کے ظہور کے پیدا کئے ہین۔ اور عالم کے نظام کو کمال پر پہونچایا ہے
الغرض۔ آپ اطمینان فرمایئے کہ شیطان کا وجود بڑی حکمت ہے اور حکمتین اسمین اونسے
بہت ہین ہماری عقلین چہوٹی ہین ہم مین اتنی فہم کہان کہ حق تعالی کے رموز کی حکمت بیان
کر سکین۔ افسوس ہے کہ آدمی جو برے ہوتے ہین لوگ اونکے خلق پر اعتراض نہین
کرتے شیطان کے خلق پر کرتے ہین جہان کوئی بڑی وجہ فرق کی نہین ہے سخت
افسوس ہے کہ اتنا نہین سمجہتے کہ دونون مین قوت ہے اور وہ قوت ایسی مخلوط ہے کہ
ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتی جیسے قوت ادراک دردکی اور قوت صدور افعال کی
ایک ہے اسیطرح افعال نیک و بد صادر کرنیکی ایک قوت ہے جس سے اختیار بنا ہے
پس خلق کرنے مین برائی داخل نہین ہے۔ افعال نیک کے لئے جزا اور افعال بد کے
لئے سزا مقرر کی گئی ہے جسکے مختلف ذرائع ہین۔ باوجود اسکے افعال بد کام مین لائے
جاتے ہین محض نکمے نہین ہین۔ شیطان جو برا بد ہے۔ بڑے کام کا ہے۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال

تکلیف معرفت کیون دی۔

جبکہ اللہ تعالی نے اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق مجہے پیدا کیا تو پہر تکلیف معرفت اور طاعت دینے مین کیا فائدہ تہا۔ کیونکہ اللہ کو بندون کی طاعت سے نفع اور اونکی نافرمانی سے نقصان نہین پہونچتا۔ اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ تکلیف معرفت ترقی نفوس کے لئے دیگئی ہے نفوس پر مثل بہتر کے ہین۔

میر سید علی رح فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے کہ تکلیف معرفت اور اطاعت جب اللہ کا اسمین نفع نہین کیون دیگئی اور جواب دیتے ہین کہ عموماً تکلیف معرفت و اطاعت کی اسلئے ہے کہ نفوس خواہشونکی قید اور اونکی تاریکیون سے چہوٹ جائین یعنی نفوس مین سے خونخواری اور جانورپن جاتا رہکر اونمین آدمیت اور فرشتہ پن پیدا ہوتا کہ علم کی روشنی اور قوت اعمال حسنہ کے سبب سے کفر او معصیت اور جہالت سے پاک صاف ہین۔ اشقیا مین تکلیف معرفت اور اطاعت کا غیر موثر ہونا اسکی غایت عامہ کا منافی نہین ہے۔ چنانچہ مینہ برسانے کی عموماً غرض یہہ ہے کہ غلہ اور میوے پیدا ہون اور وہ کہائے جائین۔ اگر مینہ ناقص زمین اور پتہر کی چٹانون مین موثر نہو تو یہہ نہین کہہ سکتے کہ سب جگہہ کیون برسا۔ ہدایت خلق مین اللہ تعالی کا فائدہ نہین ہے۔ جیسے کہ اصل پیدا کرنیمین اللہ تعالی کا کوئی نفع نہین ہے۔ اوسی نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر چیز کو پیدا فرماکر اوسکو نیک راستہ بتلا دیا ہے اللہ تعالی

کی اس خلق و ہدایت مین نہ ذاتی غرض ہے نہ وہ اسکے عوض کا خواستگار ہے -

شرح اور مثال بالا پر اعتراض

(۱) اقول - جناب میر صاحب نے جو مثال دی ہے اوس سے مجھے اتفاق نہین ہے اسلئے کہ پتھر سے چٹانون کا بھی فائدہ ہے - برسات کا موسم گرمی کا اختتام ہے - اگر محض گرمی پڑا کرتی ہمکو ایسے بڑے بڑے پتھر نہ ملتے کیونکہ گرمی مین پتھر چٹخ جاتے ہین واقع مین کارخانۂ عالم کا ہر جزو اسطرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہے کہ عام نفعے ہر چیز کے دوسری چیز کو پہونچتے ہین گو خاص فی الحال کے نہون علاوہ بران بد آدمیون کو پتھر سے تشبیہ دینا محل بحث ہے اسلئے کہ اگر ایسے ہون مجبور فطری ہونگے - مجبور فطری کے لیئے تکلیف نہین ہے اگر مجبور فطری کے لئے بھی تکلیف ہو یقینا بیفائدہ ہوگی -

قاضی صاحب کا جواب کہ تکلیف مرتبۂ استحقاق کو پیدا کرتی ہے اور یہ اعظم مراتب ہے -

قاضی صاحب نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ تکلیف (یعنی واجب کرنا اچھے کامونکا اور منع کرنا برے کامون سے) جسکا حسن عقلی اور نقلی دونون طرح کی دلیلون سے ثابت ہوچکا ہے اسلئے بنائی گئی ہے کہ مکلفونکو (جنھین تکلیف دیجائے) تعظیم ثواب کا استحقاق اسکے ذریعہ سے حاصل ہو - کیونکہ تعظیم بغیر استحقاق کے عقل سلیم کی نظر مین قبیح (بری) ہے - یہی وجہ ہے کہ عقلمند لوگ بچون کی تعظیم کو قبیح (برا) جانتے ہین - علما کی تعظیم کو حسن (اچھا) جانتے ہین لیکن مال کے غیر مستحق کو دینے کا یہ حال نہین ہے - عقلمندون مین وہ دینا جود (بخشش اور مہربانی) کہلاتا ہے اور قبیح خیال نہین کیا جاتا -

جواب بالا کی دوسری تقریر

دوسری تقریر اس بیان کی یہہ ہے کہ اسکی نعمتون کو حاصل
کرنا اور اونسے منتفع ہونا دو طرح کا ہے - ایک تفضل (مہربانی) دوسرا استحقاق - پس
ایک یہہ ہے کہ کسی نے ہمپر مہربانی کی دیدیا ہمکو مل گیا - دوسری یہہ ہے کہ ہمنے لینے
کا حق پیدا کیا اور لیا (جیسے بھیک ور مزدوری) ظاہر ہے کہ استحقاق کا رتبہ تفضل کے رتبہ
سے بہت برتر ہے - پس اللہ تعالی اگر ابتدائً مکلفون کو جنت دیدیتا تو معنی یہہ ہوتے
کہ اوس جناب باری نے صرف تفضل کو کام فرمایا رتبہ استحقاق سے محروم کیا یعنی
کمتر رتبہ کی چیز عنایت فرمائی برتر رتبہ کی چیز نہ دی - یہ برا ہے جسمین سے ایک برائی یہہ
ہے کہ لازم آئیگا کہ جنکو اللہ تعالی جانتا تھا کہ بعد تکلیف اطاعت کرینگے اور اسلئے ثواب کا
استحقاق پیدا کرینگے اونکو استحقاق حاصل ہونے نہ دیا - اور جو کچھہ مطیع کے لئے اصلح
(سب سے بہتر) تھا نہیں کیا - اور فی الحقیقت ایسی (صلح) نہی اللہ تعالی سے کہ حکیم [illegible]
مالک ہے ایسا خیال ہرگز نہیں ہوسکتا - اس بنا پر جناب باری تعالی پر واجب آتا ہے
کہ جب پیدا کرے سب کو اچھا کام کرنیکا اہل بناوے اسکی [illegible]
لئے ایک امر جلیل کا پیش کرنا ہے تاکہ بذریعہ اطاعت کے [illegible] اونکو ثواب [illegible]
الہی مین پہلے سے تحقیق ہو چکا ہے جب پیدا کیا [illegible]
کہ اس [illegible]
[illegible]

جواب بالا کی تیسری تقریر

ایک اور تقریر اس بیان کی یہہ ہے کہ اگر یا جاوے کہ پیدا کرین

مثال تکلیف و عقل کی۔ کوئی حکمت ہے نہ تکلیف مین جیسا شیطان نے خیال کیا اور کہا
کہ اگر تکلیف نہ بنائی جاتی کوئی شخص مستحق عذاب ور خلود نار کا نہوتا۔ تو چاہئیے کہ یہہ بہی
مانا جائے کہ دنیا مین عقل سے زیادہ کوئی چیز بُری اور بُری نہین ہے۔ کیونکہ اگر آدمی مین عقل نہوتی
تو برائی اوسکے اندر کبھی نہوتی اور کوئی عذاب پاتا وہ بسبب قصور کے اوسے نہ کی جاتی
صرف عقل کی وجہ سے وہ ان بلاؤن مین مبتلا ہے۔ حالانکہ تمام عالم مسلمان ہون یا غیر مسلمان
سب مانتے ہین کہ عقل نہایت اچھی چیز ہے۔ رتبہ اوسکا بہت ہی بلند ہے۔ اسبات
پر دنیا کو ایسا ہی اتفاق ہے جیسا اسبات پر اتفاق ہے کہ ضد اور نقیض اوسکا یعنی عقل
نہونا نہایت کم درجہ کی چیز ہے۔

مثال عقل و تکلیف کا دفع دخل۔ اگر اس بیان پر یہہ اعتراض کیا جائے کہ عقل اون چیزون کا سبب
نہین ہوتی جو باعث ضرر اور تکلیف کا ہون بلکہ عقل برائی سے روکتی ہے۔ صاحب عقل اگر چاہے
بہی برا کام نہین کر سکیگا۔ علاوہ اسکے علم مین بہت سے اور منافع ہین جیسے عزت علم کی
شرف علم کا۔ مزہ علم کا۔ (پس قیاس عقل اور تکلیف کا ایک دوسرے پر غلط ہے تکلیف
سبب برے ہو جانے کا ہے۔ عقل سبب برے ہونے کا نہین ہے۔)

جواب یہہ ہے کہ جیسے عقل برائی کیطرف نہین لیجاتی تکلیف بہی برائی کیطرف لیجانیکا
سبب نہین ہو سکتی۔ نہ اوسکی وجہ سے انسان مستحق نار ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تو اوس سے بچاتی
ہے اگر مکلف چاہے بہی تو کافر نہو سکیگا اطاعت کریگا اور استحقاق پیدا کریگا کہ ہمیشہ
جنت مین رہے۔ حقیقت مین تکلیف اوس فائدہ کا پیش کرنا ہے کہ استحقاق کا رتبہ حاصل کرے

چنانچہ وہ عین حکمت اور اعلی درجہ کی بہتری ہے۔ اسکے سوا ہم کہتے ہین کہ یہہ کہنا کہ
ہمیشہ کا ثواب حاصل کرو۔ اللہ کو پہچانو۔ ظلم مت کرو۔ حماقت مت کرو۔ عقل کے نزدیک
اوسیقدر بہتر ہے جسقدر یہہ کہنا کہ ہلاک ہوجاؤ۔ ظلم کرو بدتر ہے۔ پس اگر مامور کی نافرمانی
اور اوسکا بدی اختیار کرلینا اور عالم کا جاننا کہ اسلئے اوسے عذاب ہوگا حقیقت تعریض
بخیر و امر بحسن (یعنی اچھی باتون کے کرنیکے حکم) کی حقیقت اور ماہیت کو بدل دے
اور اوس حکم کو بُرا بنادے تو لازم آئیگا کہ فرمانبرداری کرنا مامور کا اور استحقاق ثواب پیدا کرنا
اوسکا اور عالم کا جاننا کہ اس حکم سے مامور کی کیا بھلائی ہوگی ماہیت تعریض بشر اور بدی کرنیکا
حکم دینے کی حقیقت کو بھی بدل دے اور ایسے حکم بد کے دینے کو اچھا کرو دے ایسی
لغویات کوئی نہین کہسکتا کیونکہ اگر اچھی باتون کے کرنے کا حکم دینا درحقیقت اچھی باتون کا
حکم دینا صرف اوسی صورت مین ہو کہ حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا تو لازم آئیگا کہ
بُری باتون کا حکم دینا اور بُری باتونکی طرف رغبت دلانا صرف اوسی وقت بُرا ہو جب حکم
دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا ورنہ بُرا نہو پس جیسے سب جانتے ہین کہ بری بات
کا حکم دینا کہ وہ بُرا ہے خواہ مامور تعمیل کرے یا نہ کرے۔ اسیطرح اچھی بات کا حکم دینا کہ
کرو اچھا ہے خواہ حکم دینے والا جانتا ہو کہ مامور تعمیل کریگا یا نہ کریگا۔ اور یہہ سبب بدل جانے
ماہیت حکم کا نہین ہوسکتا۔ پس بعض لوگون کے دوزخ مین جانے سے ماہیت تکلیف
کی نہین بدلی اور وہ سبب بُرے ہوجانے تکلیف کا نہین ہوی اللہ تعالی سب کو نیک
کامون کے کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔

راقم کا جواب یعنی سوال کی شرح۔

راقم۔ الفاظ سوال پر غور کرنے سے یہہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ یہہ سوال عام طور پر بہ استفسار حکمت تکلیف طاعت کا نہین ہے بلکہ شیطان بالخصوص اپنی نسبت سوال کرتا ہے۔ اور تکلیف طاعت پر یہہ اعتراض کرتا ہے کہ میری نسبت جب ارادہ اور مشیت یہہ تہی کہ مین شر کرنے کے لئے پیدا ہون تو میرے لئے امکان طاعت نہین ہو سکتا پس میرے لئے حکم اطاعت ایسا ہی غلط ہے جیسے کوئی آدمی کو حکم دے کہ اپنی وہ سخت ہڈی جسمین جوڑ نہین موڑ لو۔ جب مان لیا جائے کہ میرا فائدہ یہہ تہا تو خود حاکم کا فائدہ ہونا چاہیئے۔ مسلم ہے کہ اللہ تعالی کا فائدہ کسی کی اطاعت مین نہین ہے۔ پس یہہ حکم دونون یعنی حاکم و محکوم کی نظر سے بیفائدہ اور عبث محض ہے۔ اسلئے حکمت پوچہتا ہے۔ تاہم جب یہہ سوال شیطان کیطرف سے خصوصاً ہے ہر فرد بشر جسے ایسی شکایت ہو اپنی اپنی نسبت بہی کر سکتا ہے۔ اسلئے اسمین عموم پیدا ہوا ہے اور اس سوال سے نکلتا ہے کہ وجہ تکلیف طاعت ہر مکلف مین کیا ہے۔ جواب اسکا یہہ ہے۔

بیان اسبات کا کہ سوال مین ایک شق ظاہر فروگذاشت کی ہے۔

(۱) ایک بڑی شق کو اس سوال مین فروگذاشت کیا ہے یعنی ایک شق یہہ ہے کہ حاکم کا فائدہ ہو دوسری یہہ ہے کہ محکوم کا فائدہ ہو۔ تیسری شق یہہ ہے کہ اورون کا سوائے ذات حاکم و محکوم کے فائدہ ہو۔ حکم کو اسوقت عبث محض کہہ سکتے ہین جب اوسمین کسی کا فائدہ نہو (حالانکہ بیان فائدہ عامہ خلائق کا ہے) پس یہہ سوال بہی غلط ہے۔

بیان وجہ تکلیف کا اور مشیت

(۲) خاص اور عام وجہ تکلیف کی دونون (شیطان اور نوع انسان

کے معنی کا بیان - | کیلئے یہہ ہے کہ ارادہ و مشیت کے یہہ معنی غلط ہین کہ اللہ نے یہ قصد کر لیا تہا کہ
شیطان بدی کرے یا قصد کر لیا تہا کہ انسان بدی کرے اور بوجہ مشیت و ارادہ دونون
مجبور تہے - اسلیئے کہ اللہ تعالی نے اختیار دیا تہا کہ چاہے یہہ دونون بدی کرین چاہے
نیکی کرین - چنانچہ شیطان نے عبادت کی تہی - پس وہ مجبور نہین ہو سکتا - انسان کی نسبت
اختیار بدیہی ہے اللہ جسنے پیدا کیا اگر یہہ قصد کر لیتا تو ایسا پیدا کرتا کہ بدی کرنیکی قابلیت ہوتی
یا نیکی کرنیکی قابلیت ہوتی اوسوقت وہ صورت ہوتی جیسے آدمیون کی اُڑنے کے متعلق ہے -
طائرونکی طرح اوڑ نہین سکتا - یا آدمیون کے کہانے کے متعلق ہے - کوئی آدمی ناک
سے نہین کہا سکتا وقس علی ہذا - اس سے ظاہر ہے کہ اختیار داخل ارادہ و مشیت ہے -
باقی رہا نفع اطاعت اور ضرر غیر اطاعت شیطان اور انسان کے لئے یہ دونون موجود ہین اور
اسقدر صریح ہین کہ انکار کرنا انکار بدیہیات ہے - شیطان اگر اطاعت سجدہ کی نہین کرتا
اوسکے مراتب عرفان بڑہ جاتے اور ہمیشہ جنت مین رہتا - انسان کے لئے اطاعت
مین فائدہ ہونیکے متعلق پہلے چہوٹی باتون کو لے لیجیئے - بے محل غصہ منع ہے جسکا نتیجہ
آخر کو قتل کی نوبت پہونچیگی - بے بہوک کہانے سے بدہضمی ہو کر موت کی نوبت پہونچیگی - پہر
بڑی باتون کو لیجیئے قتل اور زنا اور اکل میت و خنزیر وغیرہ - کیا اطاعت مین بہلائی ہے
کوئی انکار کر سکتا ہے - اصل بات یہہ ہے کہ جتنی چیزین بنائی ہین اونمین اطاعت اوس چیز کو بنایا
ہے جو مطیع کے لئے مفید ہین - خواہ وہ فعل ہو خواہ ترک فعل - پس صریح ہے کہ اطاعت
مین مطیع کا نفع ہے - اللہ کی شناخت کامل اعلی درجہ اطاعت کا ہے - پس اطاعت بیکار

اور عبث نہین ہے فائدہ مطیع مین خواہ شیطان ہو خواہ انسان محدود ہے وہ تدبیرین جو انسان
کو اللہ تعالی کے بس اور قدرت مین رکھنے کی ہین ۔ منافی اختیار کی نہین ہین ۔
جسکا بیان مفصل ہو چکا ۔ جب اختیار داخل مشیت ہو اختیار دیکر بس مین رکھنا بدون اسکے ممکن
نہین کہ اختیار دینے والا جانتا ہو کہ یہہ اختیار اس طریقہ مین صرف ہوگا تاکہ بُری طرح اختیار کام
مین لانے کے بعد اوسکی اصلاح ہو سکے ۔ ورنہ نظام بگڑ جائیگا اس سے لازم آتا ہے کہ
علم اسباب کا کہ اختیار یون کام آئینگے پورا ہو اور وہ علم جہان ذریعہ اسباب کا ہو کہ کتنا اختیار دنیا
مناسب ہے اسباب کا بھی ہو کہ ہزارون برائیون کے لئے وہ کون ذریعہ ہو سکتا ہے کہ
وہ بھی کارآمد ہو جائین ۔ وقوع بسبب علم کے نہوا اختیار کے ہو ۔ اگر یہہ بھلائی نہوتی اتنا بھی
اختیار نہوتا ۔ یہہ علم اور مشیت ہے ۔ بدی کو نیکی مین پھیرنے کی حالت مفصل بیان کیگئی ہے
ہر بدی کام مین آتی ہے شیطان کی ہی بدی کام مین نہین آتی ۔ پس مشیت کو صحیح معنی
مین لیجئے کوئی اعتراض نہین وارد ہوتا نہ طاعت جو بلا نفع خالق مخلوق مین محدود ہے
بیفائدہ ہوتی ہے ۔

اگر امام صاحب کے مذاق پر گفتگو کیجائے تو مین کہہ سکتا ہون کہ اگر اولین اور آخرین جمع
ہون اور کہین کہ حق تعالی خالق افعال ہے اور بندہ محض کاسب ہے حسن اور قبح اشیا کو
نقلی قرار دین اس شبہہ سے مخلصی نہین ہو سکتی لیکن جب یہہ جواب دینگے سارے شبہات زائل
ہو جائینگے ۔ اور اعتراضات اوٹھہ جائینگے ۔

بیان اسباب کا کہ اگر انسان	(۲۲) جب اس اعتراض کو صرف ذات بشر کے متعلق دیکھا جائے

یہہ اعتراض کرے سخت تر غلط ہوگا۔

تو سخت غلط ہوگا اس لیئے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا تو ایک
بچہ کا پیدا ہونا ہے۔ تکمیل خلق انسان کی دو حالتین ہین ایک
ابتدائی۔ دوسری انتہائی۔ ابتدائی تکمیل نظر بعالم ہے۔ وہ تکمیل متعلق جسم کے طرح طرح
کے اسباب سے ہوتی ہے جسکا حصر کرنا دشوار ہے۔ یون کہنا چاہیئے کہ سارا کارخانہ عالم
کا تکمیل مین دخل رکھتا ہے۔ مثلاً آب وہوا۔ غذا۔ آرام وراحت تعلیم وتربیت۔ ان اسباب
ان اسباب کے اختلاف سے مادہ کے اختلاف کو جب ملایا جائے (کہ وہ بھی ایسے ہی
اختلافات کی وجہ سے مختلف ہوا ہے) تو ظاہر ہوگا کہ ہر مختلف سبب کو تکمیل مین دخل ہے
اور سب سے بڑا دخل والدین کے افعال کو اور اپنے افعال کو ہے۔ ہدایت اور تکلیف طاعت
اصلاح افعال ہے پس اس اصلاح کو ترقی جسم مین دخل عظیم ہے۔ لہذا سخت غلطی ہے کہ
جو افعال انسان کی تکمیل مین دخل رکھتے ہون انکو انسان بیفائدہ کہے۔ انتہائی تکلیف انسان
کی جسکی بشرح باب سوم مین کیگئی ہے۔ وہ بھی مطابق نتیجہ افعال کے ہوتی ہے۔ پس افعال کو
اطاعت کے ذریعہ سے حسن کی طرف راجع کرنیکو کوئی عاقل بیفائدہ نہین کہہ سکتا پس حقیقت
مین خلق کرنا اور تکلیف طاعت دینا ایسی ملی ہوئی دو چیزین ہین جو ایک دوسرے سے جدا نہین
ہوسکتین۔ یہہ بڑی حکمت ہے۔ انسان کے متعلق اس نظر سے بھی یہہ اعتراض ایسا غلط ہے
جسکی حد نہین کہ نوع انسان کے پیدا کرنیسے غرض پیدا کرنا بہترین مخلوق کا ہے جسکی اصل غرض شیدا
حکومت عالم ہے اور وہ غرض نعمت جلیل القدر ہے۔ جب اسلیئے خلعت وجود عنایت ہوئی تو
ایسی ضروری ہے جیسے کسی معجون مین جزو اعظم ضروری ہوتا ہے۔ یعنی ہر مخلوق کو بتلانا چاہیئے

کہ تمھارے ہاتھہ مین اچھا برا ہونا ہے - اگر تم افعال نیک کروگے فرشتون سے بہتر ہوگے اور اسلیئے کہ تم بہتر ہونے پیدا کئے گئے ہو - یہہ بہتر ہونا تمھارے ہمیشہ آرام کا باعث ہوگا تم جنت مین رہوگے - یہانتک بتلائے اگر برے ہوگے تمھارے لیئے جہنم کی بڑی تکلیف ہوگی - اگر اپنے آپ آدمی مین اچھا بننے کی قدرت نہ دیجاتی اور یہہ سامان نہوتے وہ اسقدر اور اس اعلی درجہ کا اچھا ہو ہی نہین سکتا تہا - سبحان اللہ سبحان اللہ نحمدہ

ونشکرہ علی کثیر نعمائہ وجلیل آلائہ التی لا تعد ولا تحصے -

تیسرا سوال

تیسرا سوال

سجدہ آدم کا کیون حکم دیا

جب مجکو پیدا کیا اور عموماً اپنے احکام کا مکلف بنایا مین نے اسد تعالی کو پہچان لیا اور اوسکی عبادت کرنے لگا اور فرمانبردار ہوگیا - پہر علی الخصوص سجدہ حضرت آدم کا مجھے کیون حکم دیا - اس حکم دینے مین کیا حکمت ہے - کیونکہ آدم کی طرف سجدہ کرنے سے میرا عرفان اور طاعت زیادہ نہین ہوسکتی تہی -

جواب

جواب میر سید علی صاحب اور مقصود سوال کا بیان

میر سید علی رح فرماتے ہین - کہ سوال یہہ ہے کہ میرے لئے سجود آدم کے حکم مین کیا مصلحت تہی - اور جواب مین کہتے ہین کہ اس شبہہ کے چند جواب ہین -

پہلا جواب کہ حکمت معلوم نہونا مستلزم حکمت نہونیکا نہین ہے

پہلا جواب - جاننا چاہیئے کہ باری تعالی کا کوئی فعل یا حکم فعل حکمت سے خالی اور لغو اور بیفائدہ اور اتفاقیہ نہین ہوتا - اگرچہ اکثر

امور کی حکمت کی تفصیل ہمین نہ معلوم ہو لیکن اس مختصر کلیہ کے جاننے کے بعد کسی امر کے حکمت کی پوشیدگی منافی اوسکے حکمت ہونے کے نہین - یہہ جواب اس شبہہ اور اسکے مثل اور شبہات کا عمدہ جواب ہے -

دوسرا جواب - کہ حکم سجدہ عموماً تہا -

دوسرا جواب - در اصل حکم سجود عموماً ملائکہ کو صادر ہوا تہا - ابلیس چونکہ اوسوقت فرشتون کے ساتہہ تہا اسلئے تبعاً وہ بہی مامور ہوا - جب اوسنے اپنے آپ کو منجملہ مامورین سمجہہ کر دیدہ و دانستہ سرکشی اور نافرمانی کی ملعون اور مردود بنا -

تیسرا جواب - تکالیف شرعیہ موجب ظہور کیفیت نفوس ہین

تیسرا جواب - احکام الٰہی و تکالیف شرعیہ سے نفوس کی جانچ کیجاتی ہے اور اونکے مرکوزات و مضمرات متعلق خیر و شر (یعنی سعادت و شقاوت) کا اعلان ہوتا ہے تاکہ اتمام حجت کے بعد ہلاکت و نجات ناواجب نہ خیال کی جائین -

شرح جوابات بالا -

راقم - جواب میر سید علی صاحب کا خلاصہ یہہ ہے کہ حکمت صحیح معلوم نہین اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ ہدایت ضروری چیز ہے تاکہ عدم قبول ہدایت کے بعد نفس کی حالت ظاہر ہو کہ وہ وہان پہونچایا جائے جہان پہونچنے کے لائق ہے -

قاضی صاحب کا جواب - فضیلت حضرت آدم اور نفس شیطانیات کی بدی کا ظہور وجہ حکم سجدہ ہے

قاضی صاحب - فرماتے ہین - اللہ تعالی کی غرض ملائکہ کو سجدہ آدم کا حکم دینے مین یہہ تہی کہ ملائکہ کو معلوم ہو کہ حضرت آدم اون سے بہتر ہین - اور اللہ تعالی کے خلیفہ بننے کے سزاوار ہین - اور نیز یہہ تہی کہ اس ذریعہ

سے شیطان کی استعداد کی بُرائی اور اوسکی شیطنت ظاہر ہوا اور اس طریقہ سے جس جیسی استعداد ہے بھلائی یا بُرائی کی وہ اوس تک پہونچ جائیگا اور وہی ذریعہ اتمام حجت کا ہوگا کہ اللہ نے بعضون کو کیون ثواب دیا مہربانی کی۔ بعضون کو کیون عذاب فرمایا۔ اگر اللہ تعالی بغیر اسکے سزا دیدیتا اوسکا اور دوسرونکا اعتراض وارد ہوتا۔

شرح جواب قاضی صاحب

راقم۔ قاضی صاحب نے دو جواب دئے ہین (۱) یہہ کہ شرف حضرت آدم ظاہر ہو۔ (۲) یہہ کہ وہ ذریعہ شیطان کے وہان پہونچنے کا ہو جہان پہونچنے کے وہ خود لائق ہے وجہ سجدہ کی اس سے یہہ پیدا ہوتی ہے کہ حکم سجدہ سے قابلیت کھل جائیگی۔ اور یہہ ایک طریقہ تہا جو حق تعالی نے اختیار فرمایا۔

جواب راقم۔ اور بیان وجوہ اہمال سوال۔

جواب راقم۔ الفاظ سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ ایسا لغو اور مہمل سوال ان ساتون سوال مین اور کوئی نہین ہے کہ اوسکا اہمال خود سوال سے ظاہر ہے۔ اسلئے کہ (۱) انکار اطاعت عدم اطاعت ہے پس یہہ کہنا کہ اطاعت حکم سجدہ سے اطاعت زیادہ نہین ہوسکتی تہی بداہتًا غلط ہے۔ (۲) انکار بغیر عدم عرفان قدر حاکم کے عاقل سے خارج از امکان ہے۔ پس دعوے عرفان بہی غلط ہے۔ اور ازدیاد عرفان کا انکار غلط تر۔ (۳) حکم سجدہ کی خصوصیت دعوی بلا وجہ و بلا دلیل ہے۔ (۴) تکبر عظیم اس سوال سے پر ظاہر ہے یعنی شیطان نے اپنے آپکو فرشتون سے بہتر جانا۔ کیونکہ بعد دعوی عرفان اور اوسپر انکار تعمیل حکم سجدہ کو اپنے ساتہہ مخصوص کر لینے کے یہہ معنی بہی ہین کہ فرشتون کو ان دونون (عرفان وازدیاد اطاعت) کی ضرورت ہو تو ہو

مجھے نہ تھی۔ اور مین اوسنے بہتر تھا۔ جو کوئی تکبر کو اچھا جانے اور بربنائے تکبر سوال کرے خود وہ سوال مہمل ہے۔

بیان ماہیت سجدہ۔

وجوہ سجدہ و حکم سجدہ - یہ ہین - (اولاً) سجدہ کی ماہیت یہہ ہے کہ جسم انسانی مین بعض اعضاء رئیس ہین بعض مرؤس - اور ترکیب جسم انسانی کی یہہ ہے کہ اعضاء رئیسہ بلند مقام پر واقع کئے گئے ہین اور مرؤس پست مقام پر - سب سے بہتر عضو رئیس سر ہے وہ سب سے اوپر ہے - وہی مقام عقل ہے - انسان جب کسی کی اطاعت کرتا ہے معنی یہہ ہوتے ہین کہ وہ اوسکو اپنے سے اعلیٰ اور مرتبہ مین اوپر سمجھتا ہے - جب یہہ حالت ہو تکمیل اظہار کے لئے لازم ہوگا کہ افعال اور اقوال دونون سے بتلائے کہ میرا وہ مقام جو سب سے اونچا اور سب کا رئیس ہے تمہارے مقابلہ مین سب سے نیچا اور پست تر ہے - یہہ ایک خاصہ طبیعت ہے - چنانچہ ہر بشر جب حد درجہ کی خضوع اور فروتنی کی طرف مائل ہوتا ہے خود بخود جھک جاتا ہے اور آخرکار سجدہ کرتا ہے - اور وہ اس خاصہ کے ساتھہ چونکہ بندہ ہے مخلوق ہوا ہے تاکہ امکان حد درجہ کی اطاعت کا ہو - پس عام وجہ سجدہ کی پوچھنا ایسا بدیہیات کی وجہ پوچھنا ہے جو یا غلط ہے یا سوال بدیہیات سے اور بیفائدہ ہے -

بیان وجہ سجدہ شیطان - کہ شق طاعت صاحب مادہ نافرمانی کے لئے ضرورتر ہے -

شیطان کے لئے وجہ حکم سجدہ یہہ ہے کہ (ثانیاً) اطاعت کی شق اوس مخلوق مین جسمین قابلیت نافرمانی کی بیشتر ہو زیادہ تر اوسکی بہبود کا سبب ہے - اللہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اختیار دینے کے بعد کہ وہ فضل و عنایت سے فضل پر فضل اور عنایت پر عنایت کرنیکا اوٹھا نہین رکھتا -

بیان وجہ سجدہ کہ وہ باداش تہی

(ثالثًا) جب حق تعالیٰ نے قصد خلق خلیفة اللہ کو ظاہر فرمایا فرشتون نے اعتراض کیا اور دعوی کیا کہ ہم خلیفة اللہ ہونیکے قابل ہین شیطان تو نہین تہا۔ اعتراض اور دعوی پیش کرنا اوس مالک عظیم الشان کے سامنے جو حکمتون کو مخلوق سے زیادہ جانتا ہے ایسا فعل تہا جو ایسے لوگون سے کہ عارف مراتب الٰہی و ذات خود ہون بعید ہے۔ اوس سے بوے تکبر آتی تہی۔ اسلئے حکم سجدہ باداش تہی۔ تاکہ مراتب بزرگ کے لوگ اپنے مرتبہ بزرگ سے نہ گرجائین۔ باداش اللہ اور حکمت عظیم ہے جسکی تفصیل غیر ضروری ہے۔

بیان وجہ سجدہ کہ وہ اظہار جلالت قدر خلیفة اللہ تہا۔

(رابعًا) حکم سجدہ جیسے ایک طرح سے باداش تہی دوسری طرح سے اظہار کمال جلالت قدر حضرت خلیفة اللہ تہا۔ وہ اسکے لیے جسکو حاکم بناتا ہے بڑی حکمت اور لازمی امر ہے۔

بیان حکمت سجدہ بذریعہ انعدام اسباب تکبر کے۔

بیان حکمت یہہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے خلق بشر کو ایک سبب پیدا کیا ہے جس سے اسباب تکبر کلیتًا معدوم کیئے گئے۔ تکبر مین بلندی ہوتی ہے۔ اون اسباب کے امر کا عملی طور پر اظہار سجدہ کرانا ہے۔ شرح اس اجمال کی یہہ ہے صفت تکبر کی برائی باب اول مین بیان کیگئی ہے۔ آسانی کے لئے تہوڑی سی تفصیل کے ساتہہ اوسکا اعادہ کیا جاتا ہے۔ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ مین ہر گناہ کے معاف کر دینے کی قدرت ہے اور وہ اوس قدرت کو کام مین لاتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے مگر شرک کا گناہ معاف نہین فرماتا۔ شرک یعنی کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کا ساتہی یا اوسکی مثال ماننا واقع مین بڑا ہی سخت گناہ ہے واقع مین وہی اصلی غلطی و صریح غلطی ہے

وہی ساری دنیوی اور دینی غلطیون کی جڑ ہے اور وہ غلطی قابل معافی نہین ہوسکتی۔ اسیطرح
وہ اسباب بہی جو اس غلطی کے متعلق ہون یا اوسکا جزو ہون یا اونمین سے جو بہی اس غلطی کی
آتی ہو سبکے سب سخت سے سخت مضر اور قابل نفرت ہین۔ اون اسباب اور متعلقات اسباب
مذکورہ مین سے ایک چیز تکبر ہے وہ برا ہے اور برائی اوسکی سخت قسم کی ہے۔ وہ حد سے زیادہ بری
چیز اسلئے ہے کہ بالکل جہوٹی چیز ہے۔ ہم جب دوسرے کے پیدا کئے ہوے ہون
بڑے علی الاطلاق ہو ہی نہین سکتے۔ ہم جب باوجود اختیار دوسرے کے بس مین ہون بڑی چیز ہو ہی نہین
سکتے۔ (بالنسبت ایک دوسرے سے بہتر ہونا دوسری چیز ہے) تکبر اسلئے برا ہے کہ وہ بتلاتا ہے کہ ہم بڑی چیز ہین اور آخر کار
بتلاتے بتلاتے آدمی خدائی کا دعوی کر بیٹہتا ہے اور بیجا اسلئے کہ دوسرے کو شریک الہی ماننے خود کو شریک
الہی بناتا ہے۔ غور فرمایئے کہ یہہ فعل کسقدر برا ہوا۔ پس صفت تکبر سب سے مضر اور سب
سے بڑا گناہ ہے۔ اور ہمیشہ حقیقت مین ہر تکبر ابتدا اور مقدمہ ضرر اور شرک کا ہوتا ہے
جو ابتدا سے روکنے کے قابل ہے۔ اسلئے وہ حق تعالی کو بہت ہی ناپسند ہے اور
ضرور ناپسند ہونیکے قابل ہے۔ یہانتک یہہ ناپسند ہے کہ جو ارشادات قرآنی مین سے
باب سوم مین در باب قصہ حضرت موسی و ملاقات حضرت خضر کے نقل کیا ہے اوسکی نسبت منقول ہے
کہ حکم سے بہیجے گئے خدمت حضرت خضر مین حضرت موسی سے پیغمبر عظیم الشان کو اوسوقت ہوا تہا کہ
ایک شخص نے آنجناب سے پوچہا کہ دنیا مین کوئی آپ سے اعلم ہے حضرت موسی نے
جواب دیا تہا کہ مجہے معلوم نہین۔ اسلئے وہ خدمت حضرت خضر مین بہیجے گئے۔ گو یہہ
جواب متکبرانہ نہ تہا اعتراف عدم علم یا قصور علم کا تہا۔ تاہم اوسکے یہہ معنی ہوسکتے تہے کہ

کوئی مجھسے اعلم نہین ہے - اسلئے اس طرح کا ارشاد بہی حق تعالی نے ایسے بزرگ
سے بسبب اونکی بزرگی کے جائز رکہا - پس جو صفت ایسی قبیح ہو لازم ہے کہ تمام ذرائع
اوسکے معدوم کئے جائین ورنہ یہہ کہنا ناروا نہ ہوگا کہ ذرائع تکبر موجود ہین مگر اونکے اختیار سے
منع کیا جاتا ہے - جو چیز صحیح اور موجود ہے اوسکی صحت اور وجود سے انکار نہین ہو سکتا
اب غور کرنا چاہیئے کہ جو مخلوق فی الواقع ایسی ہو کہ معصیت کرنے سے طبعًا و خلقتًا معدوم
یا محفوظ ہو جیسے فرشتے ہین اور وہ یہہ خیال کرین کہ ہم بہتر سے بہتر ہین اونکے ذریعہ تکبر کے
معدوم کرنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے - یہہ امر بہی یہان ملحوظ رہے کہ تکبر سے ایک صفت
عدم اطاعت کی بہی پیدا ہوتی ہے اور مطیع رکہنا ہر مخلوق کا جہان اونکی ذات کی نظر سے
ضرور ہے (ورنہ مستحق پاداش ہون اور حد عصمت سے نکل جائین -) بقاء حکمت نظام
کے لئے بہی ضرور ہے - اسبات کو چہوڑنا چاہیئے - فرشتے جب خدمت کے لئے پیدا
کئے گئے ہون اونمین اطاعت اور مادہ اطاعت کا پورا رکہنا اور بڑہانا ضروری چیز ہوگا -
امور مملکت مین دیکہنا چاہیئے کہ جو امور ہم کو چہوٹے معلوم ہوتے ہین جو چہوٹے نہین ہین مضبوطی سلطنت
اور انتظام کے برقرار رکہنے کے لئے اہم اور ضروری ہوتے ہین) وہ ذریعہ یہی ہو سکتا ہے
کہ ایسی مخلوق پیدا کیجائے کہ جسمین نوعًا دونون قابلیتین (اچہی بُری) ہون اور وہ
باوجود دونون قابلیت کے فرشتون سے بہتر ہو سکے - اوسوقت ذرائع تکبر حقیقت مین
معدوم ہو جائینگے - اور جب معدوم ہون اوسکا اختیار حقیقتًا غیر صحیح ہوگا - وہ مخلوق نوع بشر
ہے - اوسکی حالت یہہ ہے کہ بیچارہ مصیبت کا مارا - ہر طرح کی زنجیرون مین جکڑا ہوا -

گناہون کے ارتکاب یا قابلیت کی حیا سے آنکہہ بہی تو اوپر اوٹہانے کے قابل نہین وہ کیا تکبر کرسکتا ہے؟۔ مگر جب وہ باوجود ان سب امور کے ایسے افعال کرتا ہے جو اعلی سے اعلی درجہ کے ہون فرشتون سے بڑھ جاتا ہے۔ اسلئے فرشتے یہہ نہین کہہ سکتے کہ حق تعالی مین ہمسے بہتر پیدا کرنیکی قدرت نہ تہی۔ پس صاف معنی یہہ ہین کہ یہہ عجیب صنعت ہے کہ ایسی پاک چیزون کے تکبر کو ایسے ذریعہ سے توڑدیا جو قابلیت تکبر نہین رکہتا۔ اللہ اکبر۔ یاد رہے کہ فرشتون کی نسبت حق تعالی اسنے فرمایا ہے کہ جسے تم چہپاتے تہے۔ وہ یہی امر ہوسکتا ہے کہ فرشتے خیال کرتے تہے کہ ہم سے بہتر کوئی نہین ہوسکتا۔ پس جب وہ مان گئے کہ ہمسے بہتر خلیفۃ اللہ ہین اظہار اثر عملی طور پر یہہ تہا کہ سجدہ کرلین۔ واقع مین حکمت اللہ تعالی کی بڑہی دور ہے کوئی اعلی سے ہو کر بہی نہین کہہ سکتا کہ مجہسے اعلی کوئی نہین۔ وہ ہر مخلوق کو بتلاتا ہے کہ مین اوس سے بہی اعلی پیدا کرسکتا ہون۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ حد قدرت نہین۔ لا انتہا ہے۔ یہہ ہمکو جانکر تکمیل عرفان کرنا چاہئے شیطان کا عرفان آپ ملاحظہ کیجئے کہ کسقدر ناقص تہا۔ وہ اعلی سے اعلی نہ تہا باوجود اسکے اپنے آپ کو اعلی سے اعلی جانتا تہا۔ ایسے کا مردود ہونا ضرور انصاف ہے۔

بیان وجہ خصوصیت اگر خصوصیت مانی جائے۔

اس سوال مین وجہ خصوصیت بہی پوچہی ہے اس بیان کے بعد اوسکی شرح کرنے کی ضرورت نہین تاہم مختصراً بیان کرنا مناسب ہے خصوصیت حقیقت مین نہین تہی لیکن شیطان کے لئے خصوصاً ضروری تہی اسلئے کہ (۱) وہ اچہا نہ تہا اور اپنے آپ کو اچہا جانتا تہا۔ (۲) اوسمین مادہ انبعاث زیادہ تہا۔

(۳) اللہ تعالی نے تفصیل نہین فرمائی کہ موجد اس اعتراض کا کون ہے۔ میرے خیال مین حضرت شیطان ہی اصل موجد تھے جو معلم الملکوت مشہور ہین۔ فرشتون نے معقول سی بات سمجھا کر وہ بہتر تھے اور اپنے آپکو بہتر سے بہتر سمجھتے تھے تھوڑی دیر کے لئے ہمزبانی کی تھی۔ پس جیسا اونکو حکم سجدہ ضرور تھا شیطان کے لئے ضرور تر تھا۔ اور یہہ وجہ شیطان کے لئے حکم سجدہ کی خصوصیت کے ساتھہ ہوسکتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ سوال آئیت بخصوصیت بھی ہوگا ہے۔ اگر نہین ہے وہ مثال ہے جسے کہتے ہین۔ چور کی داڑھی مین تنکا۔

چوتھا سوال۔

چوتھا سوال

انکار سجدہ سوائے ذات الہی پر شیطان کو مردود کیون کیا

جبکہ مجکو عموماً کل احکام کی بجا آوری اور خصوصاً آدم کے سجدہ پر مامور فرمایا پس اگر مین نے سجدہ نہ کیا تو پہر مجہپر کیون لعنت کی اور کیون جنت سے نکال دیا۔ مین نے کچھہ برا نہین کیا تہا۔ صرف یہہ کہا تھا کہ سوائے تیرے دوسرے کو سجدہ نکرونگا اسمین کیا حکمت ہے۔

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب۔ کہ عذاب نتیجہ لازم افعال کا ہے اور بدن سے پیدا ہوتا ہے

میر سید علی صاحب رح کہتے ہین کہ یہہ سوال اس بات کا ہے کہ وجہ عذاب کرنیکی کیا ہے اور اسمین کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالی کافرون کو عذاب کرتا اور اونکو رحمت سے دور کرتا ہے۔ اور فرماتے ہین کہ جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ آخرت مین جو سزا دیجاتی ہے اوسکا باعث غصہ اور انتقام کا اوس سے غصہ جاتا رہے یا ایسے ہی اور امور نہین ہین۔ اسلئے کہ ذات خداوند عالم کے یہہ ہرگز شایان شان نہین بلکہ وہ

صرف لوازم اور نتائج ہین جنکو اسباب داخلیہ نفسانیہ اور احوال باطنیہ نے پیدا کیا ہے
اونہین نے یہانتک نوبت پہونچائی ہے کہ اون خواہشون کا انجام عذاب ہوا ہے
وہی جہنم کیطرف لیجاتی ہین۔ اور جہنم کے سب سے نیچے طبقے مین پہونچا دیتی ہین۔
اور نیز اسکا سبب ہوتی ہین کہ سانپ اور بچھو اور دوسری ایسی ہی چیزون سے اسطرح پڑتا
ہے۔ مثال اوسکی اس دنیا مین بیماریان ہین۔ ظاہر ہے کہ بیماریان جنسے بدن مین درد
اور تکلیف عارض ہوتے ہین۔ بسبب اون بدپرہیزیون کے پیدا ہوتی ہین جنسے وہ
بیماریان پیدا ہوئین۔ پس جسطرح کہ بدن کا درد نتیجہ اون حالات اور افعال کا ہے جو سبب
بیمار ہونیکا تھے۔ (جیسے پرُخوری یا افراط خواہشہاے دیگر وغیرہ وغیرہ) اونکے سوا
اور کوئی بیرونی سبب تکلیف پہونچانیوالا نہین ہوتا اسی طرح سے حال عذاب آخرت اور اون
چیزون کا ہے جس سے عذاب دائم اون بعضے نفوس کے لئے جو حق کا انکار کرتے ہین
اور آیات الٰہی سے روگردانی کرتے ہین پیدا ہوتا ہے وہ عذاب ہی آگ ہے جسکا ذکر اس
آیہ مین ہے۔ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ باقی رہا یہ امر کہ بہت
سے آیات قرآنی و احادیث مندرجہ کتب احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ عذاب
جسمانی گنہگار کے بدن پر بذریعہ اسباب خارج از بدن کے ہوتا ہے جسکی تفصیل مفسرین نے
فرمائی ہے اونکا منشا یعنی مقام پیدایش امور باطنیہ اور کیفیت نفوس کی ہے جو پیدا ہوکر
جو اندر سے باہر آجاتی ہین اور صورت مین جہنم اور سانپ اور بچھو اور لوہے کے گرزون وغیرہ
وغیرہ کی ظاہر اور معلوم ہوتی ہین۔ اور یہی معنی آخرت مین اجسام اور اشکال اور صورتون کے

باعتبار نوعیت افعال کے مختلف ہونے کے ہین - چنانچہ یہ امر بحث معاد جسمانی کیفیت
تجسیم اعمال مین تفصیل کے ساتھہ بیان کیا گیا ہے - اور اسپر بہت سی آیات دلالت کرتی
ہین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ○ وَبُرِّزَتِ
الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ
اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ○ اگر یہہ بات مان لیجائے
کہ عذاب اسباب خارجی سے پیدا ہوتا ہے - پس یہہ بھی مصلحت عظیم ہے اسواسطے
کہ عذاب سے ڈرانا اکثر اشخاص مین نفع کرتا ہے - اور جب اس تخویف کو پورا کیا جائے
اور مجرم اور گنہگار پر عذاب جاری کیا جائے تو تخویف مین تاکید ہوگی - اور نفع بہت بڑہجائیگا
اس صورت مین اگرچہ عذاب کرنا اوس شخص کی نظر سے جسپر عذاب کیا گیا ہو شر کہا جاسکے
لیکن بنظر اکثر افراد نوعی کے منجملہ اسباب خیر کثیر کے ہوگا جسکو شر قلیل نے لازم کیا تھا
مثال اوسکی ایسے عضو کا کاٹ ڈالنا ہے جو ذریعہ تمام بدن اور سارے اعضا کی بہتری کا ہو

شرح اس جواب کی کہ آیات کلام مجید سے اسباب عذاب کا بدن کے سے پیدا ہونا ثابت نہین ہوتا -

راقم - جو آیات جناب سید صاحب نے نقل فرمائی ہین
اونکے اسقدر چھوٹے جملون سے نتیجہ نکالا ہے جو خلاف سیاق و
سیاق کے ہے - پہلی آیت نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ
عَلَى الْأَفْئِدَةِ - کا سیاق وسباق یہہ ہے - (سورہ ہمزہ) كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي
الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى
الْأَفْئِدَةِ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ - (ترجمہ) ضرور حطمہ مین پہینکا

جائیگا اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیسا ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلون تک کی جا خبر لیگی وہ ہر ستونون مین و درخیون کو چارون طرف سے گھیرے ہوگی۔ پس اس آیت سے کنار عذاب بدن مین سے پیدا ہوگی استدلال نہین ہو سکتا۔ اسلئے کہ مقدم حطمہ مین پہینکنے کا ذکر ہے اور موخر مین بہی اوسکی تعریف ہے۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌۢ بِالْكَافِرِينَ سے بہی اسیطرح استدلال نہین ہو سکتا ترجمہ اوسکا یہہ ہے اور کچہہ شک نہین ہے کہ دوزخ کافرون کا احاطہ کئے ہوسے ہے۔ یہ آیت اولًا پارہ دہم مین ہے اور ثانیًا پارہ (۲۱) مین۔ اور دونون سے استدلال مین یہہ سقم کہ آیہ پارہ دہم مین جہنم کا محیط لکفار ہونا دلیل پیدا ہونے آلات عذاب کی جسم کے اندر سے نہین ہو سکتی بلکہ یہ آیت دلیل اسباب عذاب کی خارج از جسم ہونے کی ہے۔ پارہ (۲۱) مین یا صاف سیاق سباق اسکا خلاف مطلوب سید صاحب کے ہے۔ کیونکہ پہلے ارشاد ہوا ہے يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌۢ بِالْكَافِرِينَ یعنی تمسے عذاب کے لئے جلدی مچارہے ہین اور کچہہ شک نہین کہ دوزخ کافرون کا احاطہ کئے ہوسے ہے۔ اور بعد مین یہہ ہے يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ جبکہ عذاب اونکے اوپر سے اور اونکے پانون کے تلے سے اونکو ڈہانکے ہوگا اور فرمائیگا کہ جیسے جیسے عمل تم کرتے رہے ہو اونکا مزہ چکہو۔ یہہ تو قیامت کا ذکر ہے اور ساری آیت کے یہہ معنی ہین کہ کفار جو بطور امتحان ایسے عذاب کی جلدی کرتے ہین اونکو سمجہانا چاہئے کہ اونکی لئے ایسی

حالت ہے کہ عذاب سے باہر جا ہی نہین سکتے۔ اور وہ ضرور قیامت کو ہوگا۔ آیہ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ۔ ترجمہ اسکا یہ ہے اور دوزخ سب دیکھنے والون کے سامنے باہر نکالکر کہدی جائیگی سباق یہہ ہے فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ترجمہ تو جب قیامت کبری آویگی جو کچھہ آدمی نے کیا ہے اوس دن اوسکو یاد آجائیگا۔ اور سیاق یہہ ہے وَأَمَّا مَن طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۔ ترجمہ۔ تو جسنے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم کہا تو ٹھکانا اوسکا دوزخ ہوگا۔ مین نے جو بیان اعتراضات باب سوم مین کیا ہے پہر اوسکا ذکر ہے کہ زمین کی سب مخفیات ایک طرف جنت والی دوسری طرف دوزخ والی ظاہر ہوجائینگی یہہ معنی میرے نزدیک نہین ہین کہ اعمال بصورت مار وکژدم متشکل ہوکر اندر سے باہر آجائینگے آیہ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ترجمہ۔ معلوم ہوجائیگا بات یہہ ہے کہ اگر تم انجام یقینی طور پر جانتے ہوتے تم ضرور دوزخ کو دیکہہ لوگے۔ پہر اوسکو یقینی دیکہنا دیکہو گے یہہ آیہ سورہ تکاثر کی ہے۔ اور دوزخ کا ذکر بعد قبور ہے یا وہ ضرورت تشریح کی نہین۔ آیہ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۔ ترجمہ۔ وہ لوگ جو قبرون مین ہین جب اوٹہائے جائینگے اور دلون مین جو باتین ہین ظاہر کردی جائینگی اس سے بہی تجسیم اعمال سے کوئی تعلق معلوم نہین ہوتا۔

اگر عذاب جسمانی ہو مغفرت

نتیجہ یہہ ہے کہ عذاب کا صرف بدن سے پیدا ہونا کسی آیت سے

دشوار ہوگی اور صرف جسمانی عذاب ہوگا۔

ثابت نہین ہوتا۔ بلکہ اون آیات سے جنمین افعال کا ذکر ہے عموم اثر ظاہر ہوتا ہے اور اثر افعال جسم پر ایسا بدیہی ہے کہ بیان کی حاجت نہین۔ اگر مانا جائے کہ عذاب صرف جسم سے پیدا ہوتا ہے۔ اوس پر یہہ اعتراض بہی وارد ہوگا۔ کہ مغفرت ناممکن ہو۔ کیونکہ جب سانپ اور بچہو افعال کی صورت مین باعث عذاب ہون اور نتیجہ لازم ہون تو مغفرت کیسے ہوسکتی ہے۔ حق تعالی سوائے ضرورت اظہار معجزہ کے نتائج لازم کے (کہ اوسی نے بنائے ہین) خلاف نہین کرتا۔ بڑی بات غور کرنیکے قابل یہہ ہے کہ اگر راحت یا تکلیف صرف جسم مین سے پیدا ہو تو وہ ایسی ہی ہوگی جیسے صحت مین راحت یا بیماری مین تکلیف لیکن صحت مین جو انتفاع اور چیزون سے ہوتا ہے اور بیماری مین جو تکلیف اور چیزون سے ترقی پاتی ہے وہ نہو۔ اور معنی یہہ ہون کہ تمام اسباب عالم جو ہمارے لئے پیدا کئے گئے ہین بیکار کردئے گئے۔ یہ اوس آیت توریت کے خلاف ہوگا جسکا مضمون یہہ ہے کہ خَلَقْتُ الْاَشْیَاءَ لِاَجْلِكَ اور نیز آیہ قرآن مجید کے خلاف ہوگا۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ اسواسطے کہ اشیای دنیا خداوند عالم کے نفع کے لئے نہین ہین۔ اگر ہمارے نفع کے لئے بہی نہون تو پہر اور کسیکے نفع کے لئے ہونگی۔ اس صورت مین لازم آیگا کہ ہم حیوانات سے بہی کمتر درجہ کے ہون۔

مین نے ایک حکایت بعض اہل دل سے سنی تہی جو تائید قول میر سید علی صاحب کرتی ہے اوس حکایت سے یہی ظاہر ہے کہ جہان اعمال مجسم ہوتے ہین اعمال نیک و بد کا

موازنہ ہوتا ہے۔ تاہم وہ حکایت خلاف وجود آلات خارجی عذاب و آسایش کے نہین ہے اور اوسمین ذکر بعد کا نہین ہے۔

حکایت ایک کبوتر باز کی۔

حکایت

ایک بزرگ کو کبوترون کے پالنے کا شوق تھا۔ اونکو ایک جوڑا کبوترون کا ملا۔ وہ اوسے نہایت عزیز رکھتے تھے۔ اور اوسکو سب سے بہتر جانتے تھے۔ تھوڑے دنون مین کبوتری اندھی ہوگئی اور جو دانہ اوسکے سامنے ڈالا جاتا تھا اوسے نہ اوٹھاتی تھی۔ اور پانی اگر رکھا ہو اوسکی طرف نہ جھکتی تھی۔ محبت کے مارے یہہ بیچارے اوسے خود بھرایا کرتے تھے۔ اور دوائین ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے کہ آنکھہ اس کبوتری کی اچھی ہوجائے مگر اچھی نہ ہوتی تھی ایک دن یہ اتفاق پیش آیا کہ کابک جو کھولتے ہین یہ جوڑہ نکلتے ہی کبوتر اوڑ جاتا ہے۔ پہلے تو یہ معمولی بات سمجھے۔ مگر پھر وہ کبوتر اونچا ہوا اور اونچا ہوتے ہوتے اتنا اونچا ہوا کہ نظرون سے غائب ہوگیا اونہون نے بہتری ہوہا کی۔ لگی کھلائی۔ مگر کبوتر نہ آیا سمجھے کہین دوسری جگہہ اوترا۔ ڈھونڈا مگر کہین پتہ نہ پایا۔ اور آخر کو مایوس ہوگئے گھر آکر کبوتری کو بند کرکے بیٹھہ رہے۔ وہ کبوتر کئی دن تک نہ آیا۔ اور یہہ کبوتری کو کھولتے چھتری پر بٹھلاتے یا کوٹھے پر۔ اور بہتیری ہوہا کرتے۔ کیا ہوتا تھا۔ آخر کبوتری بند کردیا کرتے تھے اور چپکے ہوہا کرتے تھے۔ ایک دن حسب معمول کبوتری کو کھولتے ہین تو کیا دیکھتے ہین وہی کبوتر چوبارہ پر آکر بیٹھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت دور سے اوڑکر آیا ہے اور ہانپ رہا ہے۔ کبوتری کا کابک سے باہر نکلنا تھا اور کبوتر کا چوبارہ سے نیچے آنا

جب وہ اوترا تو اونہون نے دیکہا کہ اوسکی چونچ مین ایک چہوٹا سا پتّا ہے اور وہ اوسے کبوتری پر پہیرتا ہے - اس ہیر پہیر مین وہ پتّا کبوتری کی آنکہون مین لگ گیا - لگتا تہا کہ کبوتری نے دانہ ڈہونڈنا شروع کردیا - اچہی ہوگئی - کبوتر نے وہ پتّا گرادیا اور اونہون نے اوٹہالیا - دیکہتے تہے کہ یہہ پتّا کس چیز کا پتّا ہے - اس شناخت مین جو پتّہ پر غور کیا تو اوسمین عجیب و غریب صنعت معلوم ہونے لگی - پہلے وہ پتّا روشنی دینے والا ہوا - پہر تو اوسنے عالم کو اوسمین دکہلانا شروع کیا - جسقدر اوسکو زیادہ دیکہتے تہے اوسیقدر اوس پتّے مین عجائب و غرائب عالم کے معلوم ہوتے تہے - یہان تک کہ پتّے نے اونکو اپنے اندر محو کرلیا اور یہہ کبوتر کے جوڑہ اور اپنے کہانے پینے تک کو بہول گئے - تیسرا پہر ہوگیا اوسوقت ایک شخص نے آکر کہا کہ فلان شخص نے جو اس شہر مین بڑے عالم باعمل تہے انتقال کیا ہے - آپ بہی تشریف لیچلیئے اور شریک ہوجیئے - انکو محویت سے کہان فرصت تہی کہ جاتے - یہہ ہین - پتّا ہے - دیکہہ رہے ہین یہانتک کہ پہر آدمی آیا کہ چلیئے اب غسل ہوتا ہے - پہر آیا چلیئے اب کفن پہنایا جاتا ہے - پہر آیا کہ چلیئے جنازہ تیار ہے پہر آیا کہ چلیئے جنازہ نکل آیا - اگر آپ نہ چلینگے بُری بات ہوگی - ناچار یہہ اوٹہے اور شریک جنازہ ہوئے - اب پتّا ہاتہہ مین ہے - جب یہہ قریب جنازہ پہونچے اونہون نے دیکہا کہ ایک بڑا سا کتا نہایت سیاہ جنازہ کے پیچہے چلا جاتا ہے آدمیون سے ڈرتا نہین - اونہون نے قریب پہونچکر کہا کہ حضرات اس کتے کو تو ہنکایئے لوگون نے اونکی طرف تعجب سے دیکہا - ایک آدہ چپ رہا ایک نے کہا کہ حضرت کتا کہان ہے - یہہ سمجہے

کہ اونہون نے نہ دیکھا ہوگا۔ پہر کہا کہ دیکھیے یہہ کُتّا ہے۔ ہنکا دیجئے۔ تب تو وہ ہنسنے
کہ آپ مجنون ہین کُتّا کیسا۔ یہہ چپ ہو رہے اور پہر اورون سے ذکر کیا۔ وہ پہلے ذکر کو
سُن چکے تہے اونکو ہنسی آگئی اور اور لوگ جو مشایعت جنازہ مین مصروف تہے سب کے
سب مُسکرانے لگے۔ ایک آدمی نے کہا کہ حضرت کیا آپ پاگل ہین جو بار بار کہتے ہین کہ کُتّا
ہے کہین بہی تو نہین ہے۔ آج آپ کو ہو کیا گیا ہے۔ تب تو یہہ بہت چپ ہوے اور
کچہہ نہ سمجہے کہ معاملہ کیا ہے اب یہہ یاد نہین کہ پتہ ہاتہہ مین ہے اور یہہ سمجہہ مین نہین
آتا کہ پتے کی یہہ تاثیر ہے۔ آخر کو جب انکا اصرار اور لوگون کا مذاق بڑہا یہہ پیچہے پیچہے
چلنے لگے۔ جب نماز ہوی تو پہر اونہون نے کُتّے کے دور کرنے کو کہا۔ پہر مذاق
ہوا اور اب تو باوجودیکہ خلاف موقع تہا لوگ انکو چہیڑنے لگے اور کُہلم کُہلا مذاق ہونے لگا
تب تو یہہ نماز پڑہ کر الگ ہو بیٹہے۔ قبر مین دیر تہی۔ جنازہ بعد نماز رکہا رہا اور یہہ دیکہا کیے
کہ کُتّا ہر وقت جنازہ کے پاس ہے کسی طرح ٹلتا نہین۔ جب جنازہ نماز کے لئے
رکہا تہا وہ جنازے پاس تہا جب قبر کے پاس رکہا وہ ہین جنازہ سے ملا ہوا بیٹہا رہا
جب یہہ الگ جا بیٹہے پہر انہون نے مُٹہی کہول لی پتّا دیکہنا شروع کیا اور پہر محو ہو گئے
کبہی کبہی دیکہہ لیتے تہے کہ کب دفن سے فراغت ہو اور کب گہر چلیکر بآرام سیر صنایع الٰہی
بذریعہ ایک برگ سبز کے کرین۔ ع

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار		ہر ورقی دفتریست معرفتِ کردگار	

یہان ہوشاری بہی پتہ سے پیدا ہوی ہے سبحان اللہ۔) الغرض انہون نے

آخر کار دیکہا کہ مردہ دفن ہوگیا جب لوگ رخصت ہوگئے قبر اکیلی رہ گئی دیکہتے کیا ہین کہ لوگون
کا قبر سے منہہ پہیرنا اور کُتّے کا قبر کہودنا۔ اب تو یہ حیرت زدہ ہوکر دیکہنے لگے کہ دیکہین ایہ ا
کیا ہے۔ دیکہتے کیا ہین کہ وہ کتا قبر مین گہُس گیا یہ پارسے ڈر کے وہان دم بخود رہ گئے
اور یہہ تن منتظر ہوسے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ تہوڑی دیر نہ گذری تہی کہ اوس قبر مین سے
ایک جوان رعنا لباس پر تکلف پہنے ہوسے نکلا مگر آستینین کہنیون تک چڑہی ہوی تہین
اور ہاتہہ اوسکے زخمی معلوم ہوتے تہے۔ وہ شخص قبر سے نکلکر انکی طرف آیا اور سلام علیک
کی۔ انہون سنے حال پوچہا تو اوسنے جواب دیا کہ مین صورت اعمال حسنہ میت مدفون
کی ہون اور وہ کُتا جو آپنے دیکہا تہا صورت مجسم افعال قبیحہ میت مدفون کی تہی۔ مین بہی
ساتہہ تہا آدمیون مین ملا ہوا تہا۔ خداوند عالم نے بعد جنگ و جدال کے جو ہمارے
دونون کے درمیان ہوی مجہکو فتحیاب کیا میت نے نجات پائی۔ چنانچہ میرے ہاتہون پر
جو زخم ہین اوسی کُتّے کا اثر ہے۔ یہہ کہکر اوس جوان نے ان حضرت سے کچہہ ایسی طرح تملق
سے کہا کہ حضرت یہ تو ارشاد فرمایئے کہ آپ کی مُٹہی مین کیا ہے اونہون نے آؤ دیکہا
نہ تاؤ جہٹ مُٹہی کہول دی۔ اور دکہلادیا کہ یہہ پتا ہے اوس جوان نے انکی ہتیلی پر ہاتہہ مارا
کہ پتا غائب ہوگیا اور ساتہہ ہی وہ جوان بہی غائب تہا۔ پہر جو دیکہتے ہین کچہہ نہین ہے
نہ قبر کہدی ہوی ہے نہ وہان کوئی کتا ہے نہ آدمی۔ پتا کہو کر گہر چلے آئے شام کو کہانا کہا کر
کبوتر بنا دئے گئے۔ اور اوس دن سے لہو لعب چہوڑ کر مخصوص بندگان الٰہی سے ہوگئے۔

بیان اقسام متعلق وجوہ حکمت	اگر یہہ سوال وجہ حکمت سزا کا پوچہنا ہے تو اوسکی ایسی حالت سے ہے کہ

سزا کے۔

آجکل کے مذاق کے مطابق اوسکے بیان مین زیادہ تطویل کی حاجت نہین ہے نفس تمہید ہے۔

وجہ اول۔ حق تعالی شر سے رضامند نہین ہے اس لیئے سزا ضرور ہے۔

اول حق تعالی نے کوئی چیز بُری پیدا نہین کی اختیار کے بعد اگر سزا نہ مقرر کیجاتی یہ معنی ہوتے کہ وہ حکیم علی الاطلاق ایسا ہے کہ اوسنے بذریعہ افعال انسانی شر کو پیدا کیا اور اوسکو پسند کیا تعالٰی شانہ عن ذلک علوا کبیرا۔ یہہ نہین ہوسکتا۔

دوسری وجہ سزا کی ضرورت انسداد و ترقی ہے

دوم۔ حق تعالی نے انسان کے لئے کوئی ذریعہ بہتر سے بہتر بنانے کا بعد دینے اختیار کے کہ وہ سب سے بڑا ذریعہ بہتر بنانے کا تہا اوٹہا نہین رکہا۔ سزا انسداد کا ذریعہ ہے ورنہ نظام عالم مین شر کی حالت ایسی نہ رہتی کہ اوس سے نتائج خیر پیدا ہوسکین پہر اِن جن چیزون کا لحاظ رکہا جاتا ہے وہ سب مقدم تین ہین۔ اول بدلا لینا۔ دوسرے مجرم کی ایسی حالت کردینا کہ اوسمین مبتلا ہونا اعادہ سے روک سکے تیسرے اوس اثر کا کہونا جو عامۂ خلائق پر اوس جرم کے واقع ہونے سے پیدا ہوا مثلاً ڈکیتی یا قتل مین اگر سزا سخت نہ دیجائے تو وہ امن جو ایک ذریعہ تمکن صدور افعال کا ہے جاتا رہتا ہے اور یہہ مطالب صرف ڈرانے اور باتون سے حاصل نہین ہوسکتے۔ لازم ہوتا ہے کہ مرتکب کو اوس تکلیف مین ڈالکر لوگون کو دکہلایا جاوے اور یہہ امر آج کل ایسا بدیہی ہے کہ اوسکی ضرورت سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا ہے سزا ضرورت جزا سلیئے مرتفع نہین ہوتی کہ سزا محض انسداد ہے وہ ذریعہ نہین ہے کہ لازمی

افعال حسنہ کے سوا او رافعال حسنہ بہی صادر ہون جسکی شرح باب اول مین لکہی گئی ہے۔ اگرچہ سوال وجہ سزا کا پوچہنا ہے توبہی سوال ازبدیہیات وربیفائدہ ہے۔

جواب قاضی صاحب متعلق وجوب عدل کے

جواب قاضی صاحب عدل اسباب ہے اوسمین یہہ بات نہین دیکہی جاتی کہ فائدہ مکلف کا ہے یا نہین۔ چنانچہ عقل سلیم بنسبت احکام الٰہی کے اور احکام بادشاہ کے بنسبت سپاہی کے اسپر گواہی دیتی ہے۔ علاوہ اسکے ضرر عذاب کا بسبب تکلیف کے نہین ہے۔ کیونکہ اس حیثیت سے کہ وہ تکلیف ہے بہتر اور فائدہ مند ہے۔ ضرر رسان نہین کہ بیان اوسکا ہوچکا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ مومن مطیع کی تکلیف بہی موجب مضرت ہو۔ بلکہ ضرر بسبب اختیار فسق اور ترک ایمان و اطاعت کے ہوتا ہے۔

اس جواب کی شرح

راقم ۔ جناب قاضی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ عدل مین یہہ بات نہین دیکہی جاتی کہ فائدہ مکلف کے ہے یا نہین"۔ مجہے اس راے سے اتفاق نہین ہے۔ اسلئے کہ بنسبت کفار کے صفت عدل متعلق نہین ہوسکتی۔ کیونکہ عدل مین تین شخص ہوتے ہین ایک ظالم دوسرا مظلوم تیسرا وہ جو ظالم کو جزا سے تولکر برابر کردے۔ جب کفر کی بحث ہوگی تیسرا نہو گا۔ ذات خداوند عالم اس سے بہت ارفع ہے کہ بمقابلہ کفار کے مدعی بنے اور تیسرے سے فیصلہ کرائے۔ اسلام کی صورت مین عدل متعلق ہوگا۔ اسلئے کہ ظالم ظلم کا اوسکی بنسبت اوس خیر پہونچانیکا مانع تہا جو اوسکو بسبب اسلام کے پہونچنی چاہیے تہی۔ پس ہر عدل مین فائدہ مکلف کا ضرور ہے۔ کفار کے اوس معاملہ مین جب دونون فریق کافر ہون نفع عدل کا یہہ ہے کہ پہر اوس سزا کے سزاوار ہون گے جو کفر کی ہے۔ بعد سزاے ظلم

سزا سے مزید بچ جائینگے چنانچہ بحث رحم مین مفصل بیان کیا گیا ہے۔

راقم کا جواب و بیان معنی سوال معہ وجہ اہمال سوال

راقم کا جواب۔ ان لفاظ سے۔ پس اگر مین نے سجدہ نہ کیا مین نے کچھہ برا نہین کیا تہا صرف یہہ کہا تہا کہ سوا سے تیرے اور کسیکو سجدہ نکرونگا"۔ یہہ معنی ظاہر ہین کہ میرا یہہ کہنا بیجا نہ تہا اور مین مستحق سزا نہ تہا۔ چنانچہ تائید مین معناً کہتا ہے کہ مین تو ایمان لا چکا تہا اور عبادت کرتا تہا۔ اگر یہہ معنی ہون کہ یہہ فعل اتنی سخت سزا کا مستوجب نہ تہا تو اوسکی بہی گنجایش ہے دونون صورتون مین یہہ سوال وجہ تعذیب کا علی الاطلاق سوال نہین ہے اس سوال مین بہی مثل سوالات گذشتہ کے لغویت شامل ہے اسلئے کہ شیطان کا یہہ کہنا کہین مذکور نہین ہے کہ مین سوا سے تیرے دوسرے کو سجدہ نکرونگا بلکہ خداوند عالم نے فرمایا کہ شیطان نے جب سجدہ کرنے سے انکار کیا اوسوقت کہا کہ مین وہ نہین ہون کہ ایسے کو سجدہ کرون جسکو تو نے کالے سڑے ہوے گارہ سے پیدا کیا۔ صاف معنی یہہ ہین کہ اطاعت سے مطلقاً انکار کیا۔ ایسا انکار صریحاً بغاوت ہے۔ چنانچہ افعال مابعد اور قصد اضلال اسکے دلائل روشن ہین۔ باغی کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہین کہ وہ آئندہ اطاعت کرتا۔ سجدہ تو بڑی اطاعت ہے۔ اگر جواب مین عجز شامل ہوتا تو اس کہنے کی گنجایش ہوتی کہ مطلب یہ تہا کہ سوا سے تیرے اور کسی کو سجدہ نہ کرونگا۔ اب نہین ہے۔ اور باغی کا وجہ سزا پوچہنا مہمل ہے۔ باقی رہا یہہ امر کہ شیطان اختیار بغاوت مین قصور وار نہین تہا۔ یہہ بہی غلط ہے۔ اوسکے فعل کے قصور ہونے اور سزا سے

سخت کا مستوجب ہونے کے وجوہ یہہ ہین ۔

وجہ اول ۔ جو حکم بعد اتمام حجت دیا جاوے مسلم ہے کہ اوسکی نافرمانی مستوجب پاداش ہے ۔

(۱) خداوند عالم نے حکم دیکر وجوہ حکم بتلا دئے تہے ۔ ایسی حالت مین باغی معذور نہین ہوسکتا ۔ کیونکہ یہی نہین کہا تہا کہ حضرت آدم مین صرف کالا سڑا ہوا گارہ ہے بلکہ یہ فرمایا تہا کہ اوسمین میری طرف کی پہونکی ہوئی روح بہی موجود ہے ۔ پس جو روح ایسی ہو بعد حکم عارف کو اوسکی طرف سجدہ کرنا لازم ہوگا ۔ یہین تک اکتفا نہین فرمایا تہا بلکہ اونکا فضل اور علم بہی ظاہر کردیا تہا ۔ اسپر بہی اکتفا نہین فرمایا تہا ۔ یہہ بہی فرمادیا تہا کہ وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہین ایسی حکم کی تعمیل نہ کرنا اسلیئے قابل سخت پاداش کے تہا کہ جواب نہایت مرتبہ مین غلط تہا اور ایسا عذر تہا جیسے پاجی آدمی شرارت کرنیکی وجہ بیان کرنے مین سخن سازی کیا کرتے ہین ۔

وجہ دوم ۔ جب حکم دینے والا اعظم اور محکوم بندہ نافرمانی اور سزا مین عظمت پیدا ہوتی ہے

(۲) ہمیشہ مطاع کو مطیع کے اوپر ایک حق حاصل ہوتا ہے کہ بلا بتلائے ہوئے سبب کے اطاعت کرائے ۔ اور جب وہ مطاع ذات جناب باری تعالی ہو اور مطیع اوسکا ایک مخلوق اس حق مین خود بخود ایک بڑی قوت پیدا ہوتی ہے ۔ عدم اطاعت خداوند عالم کے مقابلہ مین انکار حق عظیم ہے اور اسلیئے مستحق پاداش عظیم ۔

وجہ سوم ۔ عدم اطاعت توہین ہے ۔ بڑے حاکم کی توہین مستوجب بڑی سزا کی ہے ۔

(۳) عدم اطاعت توہین ہے اسلیئے کہ معنی اوس کے یہہ ہوتے ہین کہ تم مین قابلیت حکم دینے کی نہ تہی اور ہم تمسے بہتر مصلحتون کو سمجہتے ہین ۔ اسکے علاوہ وجہ توہین پیدا ہونے

کی یہہ ہے کہ آخر زبردست حاکم کا تو وہی مقابلہ کریگا جسمین مقابلہ کی طاقت ہو پس اپنی طاقت کا قابل مقابلہ سمجھکر زیادہ سمجھنا دوسرے کی طاقت کا کم سمجھنا ہے۔ ایسا خیال (کوئی شخص شک نہین کرسکتا) کہ قابل سخت سزا کے نہین ہے۔

وجہ چہارم۔ جب حکم بلا واسطہ پہونچے عدم اطاعت سزا مین سختی پیدا کریگا۔

(۴) ان سب وجوہ کی بناء پر سزا دینے مین مبالغہ کرنیکی خاص وجہ یہہ پیدا ہوتی ہے کہ یہہ حکم بلا واسطہ پہونچا تھا اور اسلئے ایسا حکم تھا جسکی صحت مین کوئی شک نہین ہوسکتا تھا۔ اور اسلئے یہہ مقابلہ زیادہ بڑا تھا کہ دو بدو مقابلہ کرتا تھا۔ خداوند عالم نے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ یہہ فعل تکبر کا تھا اور شیطان کافر ہوگیا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ شیطان پہلے سے کافر تھا بعض نے فرمایا ہے کہ اس فعل کے سبب سے کافر ہوا۔ دونون مین کوئی فرق نہین اسلئے کہ فرشتون کے ہمراہ اور مقام قرب مین ہونا خود دلیل عدم کفر کی ہے۔ پس جو علماء فرماتے ہین کہ وہ پہلے سے کافر تھا معنی اوسکے یہہ ہین کہ جسوقت اوسنے نیت کی تھی کہ مین سجدہ نہ کرونگا کافر ہوچکا تھا اور اظہار انکار مطابق اوس نیت کے بعد کفر تھا سبق کفر اسطرح نکلتا ہے کہ آیہ سورہ اعراف اور آیہ سورہ بقر مین جو ذکر قصہ سجدہ کا ہے ایک کے معنی یہہ ہین کہ خلق آدم سے پہلے حکم سجدہ دیدیا تھا دوسرے کے یہہ ہین کہ جب ذکر خلافت کیا تب بعد اتمام حجت دوبارہ حکم سجدہ دیا۔ جب دو دفعہ حکم ہو زمانہ فاصل کا وجود لازم آئیگا۔ پس جن علماء کی یہہ رائے ہے کہ دو دفعہ حکم سجدہ ہوا اونکی یہہ رائے ہونی ضرور ہے کہ اول حکم کے بعد جب شیطان نے انکار کی نیت کر لی کافر ہوگیا۔ جب دوسرے حکم کے

اوسکے مطابق نیت سے انکار کردیا تہا اور کفر کیا اور شیطان پہلے سے کافر تہا۔

جاننا چاہیے کہ گناہ اور کفر مین ایک فرق ہے۔ گناہ اوسوقت گناہ ہے جب کہ وجوب سے انکار نہو بلکہ فعل واجب ترک کیا ہو۔ لیکن گناہ اوسوقت کفر ہے جب یقین ہوجائے کہ حکم الٰہی یون ہے مگر وہ حکم غلط ہے۔ اسیواسطے علما قائل ہوے ہین کہ جو شخص نماز نہ پڑہے اور نہ پڑہنے کو یہہ سمجہتا ہو کہ مین برا کرتا ہون تو وہ صرف گنہگار ہے۔ اور جو یہہ سمجہے کہ نہ پڑہنا اچہا ہے وہ کافر ہے۔ یقیناً ہماری راے اسقدر صحیح ہے کہ کوئی عاقل اس سے انکار نہین کرسکتا اور ان لوگون کا ارشاد کہ احکام شرعی احکام ظاہری اور قابل ترک ہین یا جواز ترک ہوسکتے ہین بہت بڑے خطرہ سے خالی نہین ہے۔

وجہ پنجم سجدہ اطاعت کا نتیجہ لازم ہوتا ہے

(۵) سجدہ نشانی اطاعت کی ہے اور اطاعت سے عزت پیدا ہوتی ہے چنانچہ دنیا مین بہی مقربان بارگاہ سلطانی زیادہ مطیع ہوتے ہین اور وہی زیادہ عزت پاتے ہین۔ ذلت نقیض عزت ہے اسلیے جب کوئی شخص نقیضین مین سے ایک نقیض کو اختیار کرے یقیناً وہ دوسری نقیض سے محروم ہوجائیگا۔ تو حقیقت مین جو سزا شیطان کو دیگئی وہ نتیجہ لازم اوسکے فعل کا تہا جو اوس سے جدا نہین ہوسکتا تہا۔ چنانچہ خداوند عالم نے بہی ارشاد فرمایا ہے کہ تو بہی ذلیلونکا ایک ذلیل ہے بہشت سے نکل باہر ہو۔ اس صورت مین یہہ سوال اسلیے بہی مہمل ہے کہ مثال اوسکی ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوال کرے کہ مین نے جمال گوٹے کہائے تہے دست کیون آنے لگے۔

اس سوال کی خاص مضرتون

یہان مجہکو علامہ شہرستانی کا وہ قول یاد آتا ہے کہ شبہات شیطان نے

کا بیان۔

طرح طرح کے ضرر پیدا کیے۔ چنانچہ اس شبہہ نے بھی وہ ضرر پہنچایا ہے جسکے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔

پہلا ضرر کہ شیطان بڑا عارف سمجھا جاتا ہے۔

پہلے خیال کرنا چاہیے کہ فعل شیطان مقابلہ صریح اور کفر عظیم تھا کیونکہ آخر زبردست حاکم کا تو وہی مقابلہ کریگا جسمین مقابلہ کی طاقت ہوگی اگر شیطان ایسا احمق تھا کہ بغیر طاقت کے مقابلہ کرتا تھا تو ایسے احمق کی بات قابل توجہ کے نہین ہوسکتی۔ اگر سمجھتا تھا کہ طاقت مقابلہ کی ہے تو یہی حماقت محض تھی۔ خالق کے مقابلہ مین مخلوق کی کیا طاقت۔ لیکن ایسا سمجھنا اپنے آپ کو خدا کا مقابل سمجھنا ہے اور یہہ دعوی خدائی ہوا۔ یہہ دعوے یقیناً آخر مرتبہ کفر کا ہے۔ لیکن بعض حضرات اس آخر حد کفر کو کمال عرفان سمجھتے ہین۔ اور حضرت شیطان کو سید العارفین۔ یہہ ضرر عظیم ہے مناسب ہے کہ مین یہان حقیقی سید العارفین کا ذکر کرون جنکی جانب تمام اولیاء اللہ کا سلسلہ بالاتفاق منتہی ہوتا ہے وہ ذات بے مثل و نظیر جناب امیر (علی ابن ابیطالب) صلوٰۃ اللہ علیہ کی ہے اونکے عرفان کا یہہ حال تھا کہ جب وقت نماز آتا تھا ہاتھہ پاؤن مین رعشہ پڑجاتا تھا اور وہ بدن جو پہلوانون کو مثل چیونٹی کے مار ڈالنے کا زور رکھتا تھا۔ اور در قلعہ خیبر سی بہاری اور سخت چیز کو اوکھاڑ ڈالنے کی طاقت رکھتا تھا موم کی مثال ہوجاتا تھا۔ چنانچہ وہ روایت مشہور ہے کہ آنجناب کے پاؤن مین ایک تیر کسی لڑائی مین لگا اور ٹخنے کی ہڈی مین سے نکل کر رہ گیا اوسکے نکالنے مین آنجناب (روحی فداہ) کو ایسا الم ہوتا تھا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ تحمل سے زیادہ ایذا ہوگی جسوقت وہ جناب مقدس نماز کو کھڑے ہوے وہ تیر نکال لیا

گیا اور اسطرح نکلا کہ خبر بھی نہین ہوی - وجہہ یہ تھی کہ بدن اور بدن کی ہڈیان خوف الٰہی
سے مثل موم کے نرم ہو گئی تھین - یہہ مرتبہ عرفان کا ہے - یہہ عرفان نہین ہے کہ مزے
مین پڑے رہے اور جو چاہا کیا - **توضیح** - میری مجال نہین ہے کہ ایسے سرار کے
سلسلہ والون کو بُرا کہون - اعتراض اون لوگون کے متعلق ہے جو جوشِ عرفان مین اپنی
سید کی راہ سے جدا ہو جاتے ہین -

دوسرا ضرر قیاس مذموم کا پیدا ہونا -

ایک ضرر عظیم یہہ ہے کہ اس استحسان سے قیاس مذموم پیدا ہوتا ہے
جسکی مثال خود یہی بحث ہے یعنی آدمی کی طرف سجدہ کرنا گناہِ عظیم ہے
جو سجدہ نہ کرے مستحق ثواب ہے - پس فرض کر لیا گیا کہ شیطان کا سجدہ نہ کرنا بھی مستحق ثواب
تھا - غلطی قیاس کی یہہ ہے کہ عموماً سجدہ نہ کرنا (آدمی کو) مطابق حکم کے ہے جسکی تعمیل نے
ثواب پیدا کیا - شیطان کا انکار خلاف حکم کے ہے جسنے عذاب پیدا کیا - ہمکو جو سوائے اللہ تعالیٰ
کے سجدہ کی ممانعت ہے بڑی وجہ اوسکی یہہ ہے کہ مابین ہمارے اور خدا کے کوئی ہم سے
بہتر نہین ہے - اگر ہم دوسرے کو سجدہ کرین معنی یہہ ہوتے ہین کہ ایکطرف ہم انعام الٰہی کا
انکار کرتے ہین دوسری طرف ایسا فعل کرتے ہین جس سے شبہہ ہو کہ ہم دوسرے کو خدا جانتے
ہین - مابین شیطان اور خدا کے ایک دوسرا بہتر موجود تھا - اگر خداوند عالم کسی کو ہمسے بہتر بناتا
اور یہ حکم دیتا کہ تم اسے سجدہ کرو اور وجہ اوسکی صرف یہ ہوتی کہ وہ تمسے بہتر ہے تو شبہہ دوسرے
کے خدا ماننے کا جاتا رہتا اور سجدہ جائز ہو جاتا - اور جب حکم دیا جاتا تو واجب ہو جاتا جسکا ترک
مستوجب عقاب ہوتا - پس جہان قیاس مذکور کو کام فرمایا گیا ہے اس بات سے بھی غفلت

کیگئی ہے کہ حکم سجدہ شیطان کے لئے بنا بر تکمیل عرفان کمال قدرت کے تھا ہمارے
لئے سجدہ کا حکم اس بنا پر نہین ہے - اسی قیاس سے وہ سارے قیاسات پیدا ہو
ہین جو حکم کی عظمت و مصلحت ترک کرنیکے بعد کئے جاتے ہین - یہانتک اس قیاس نے
وسعت پیدا کی ہے کہ اگر آجکل کے قیاسات کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا اوسی
کی وجہ سے تمام افعال تعبدی معطل اور بیکار ہوگئے ہین اور ایک مادہ سرکشی کا پیدا ہوا ہے
جسکے ضرر بہت ہی بڑے ہین اونکی تفصیل اپنے مقام پر بیان کیجائیگی -

دفع دخل اسباب کا کہ شیطان کا وجود جب حکمت ہو سزا غلط ہوگی -

اس سوال کے سبب سے یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ فعل شیطان ذریعۂ وجود مین آنے اون حکمتون کا تھا جنکے لئے وہ پیدا کیا گیا
تھا اسلئے قابل سزا نہ تھا - یہہ غلط ہے - اسلئے کہ افعال کا مدار نیت پر ہے شیطان
کی نیت اضلال کی تہی - حکمت الہی سے کہ اوسکو بہی کام کا بنا لیا نیت شیطان کو
کچہہ تعلق نہین ہے -

پانچوان سوال

پانچوان سوال

بعد مردود کرنیکے جنت مین کیون جانے دیا کہ مین آدم کو گیہون کہلا سکا -

جبکہ مجکو پیدا کیا اور تکلیف طاعت کی عموماً خصوصاً فرمائی گئی مین
نے اطاعت نہ کی اور مجہے ملعون کرکے نکال دیا تو پہر مجھے اس طرح
کیون چہوڑ دیا کہ مین جنت مین جانے پایا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر گیہون کہلایا
اور پہر اونکو بہی جنت سے نکال دیا - اگر مین جانے نہ پاتا حضرت آدم ہمیشہ جنت مین رہتے
اور مجہسے محفوظ رہتے - اسمین کیا حکمت ہے -

جواب

میر سید علی کا جواب کہ اس طریقہ مین منفعت عظیم شروع ہونے دنیا کی ہے۔

میر سید علی صاحب - فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہ ہے کہ اللہ نے شیطان کو کیون جنت مین جانے دیا۔ اوسنے حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالکر وہ چیز کھلادی جس سے ممانعت ہوئی تھی اور جنت سے نکالے گئے اسمین کیا فائدہ ہے - جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ اسمین تو بہت ہی بڑی منفعت ہے کیونکہ اگر حضرت آدم جنت مین ہمیشہ رہتے تو وہی اکیلے رہا کرتے اور اوس مرتبہ مین رہتے جو اول وجود مین حاصل ہوا تھا کمال جو بذریعہ حاصل کرنے دوسری فطرت کے جو پہلی خلقت سے بلند ہے حاصل ہوا ہرگز نہوتا جب وہ زمین پر اوترے اونکی بہت سے اسقدر اولاد پیدا ہوئی جنکی گنتی نہین ہوسکتی - وہ اولاد اللہ کی عبادت اور اوسکی اطاعت قیامت تک کرینگے اور انمین سے بہت سے لوگ اپنے علم و عبادت کی قوت سے جنت مین جائینگے انبیا انکے ہی نسل سے اولیا ہونگے جنمین سے ہمارے پیغمبر علیہ السلام ہین صلعم اور انکی اولاد ہے اور تمام انبیا و ملک کے جو دین مین ہے فائدہ ہے اوس فائدہ سے کونسا فائدہ بڑھکر ہوگا ہے ضرور حضرت آدم کے زمین پر تشریف لانے سے دنیا شروع ہوئی اور وہ وقت شروع ہوا کہ درجہ بدرجہ بزرگی کا حاصل کرین اور یہ بڑی حکمت اور بڑی نیکی ہے۔

قاضی صاحب کا جواب کہ مصلحت حضرت آدم کا مرتبہ بلند پر پہونچانا ہے۔

قاضی صاحب کا جواب مصلحت اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت مین جانے دیا اور حضرت آدم کو وسوسہ مین ڈالنے دیا یہہ تھی کہ حضرت آدم اور حوا اوس سے مجاہدہ اور مقابلہ کرین اور اوس ذریعہ سے مرتبہ

عالی پر پہنچین۔ چنانچہ حضرت آدم اور حوا ہمیشہ شیطان سے بچتے رہے تھے اور مخالفت کرتے تھے یہانتک کہ شیطان نے بہیس بدلا اور دوسرے روپ مین آکر جہوٹی قسم کہائی اور اون دونون بزرگون کو مبتلا بلا ارتکاب ترک اولے کر دیا۔

راقم کا جواب کہ روکنا خلاف مقصود تہا۔

راقم کا جواب سوال یہین جو اعتراض کا بیان یہہ ہے کہ اگر جنت مین جانے نہ پاتا حضرت آدم ہمیشہ جنت مین رہتے اور جہہ سے محفوظ رہتے اگرچہ یہی جو اعتراض کی ہے تو جواب اوسکا اجوبہ سابقہ مین بیان ہو لیا یعنی وہ خلیفۃ اللہ زمین پر جانیکے لئے خلق ہوے تہے اس سامان کے بعد جانا بنظر تکمیل کار خلافت بہی اور بنظر حضرت آدم بہی اور بنظر بنی آدم بہی اور نیز بنظر حکمت عالم بہی ضروری تہا۔ اور بنظر اون ترقیون کے جو انسان کو دینی تہین ضرور تر تہا۔ پس جسقدر حکمتین ترقی انسان اور وجہ شیطان کی بیان کی گئی ہین وہ سب یہان متعلق ہین۔ شیطان کا جنت مین جانے دینا مطابق اون حکمتون کے شروع عمل تہا اور ضروری ور لازم اور محفوظ رکہنا خلاف مقصود۔ اس صورت مین یہہ سوال بہی عادۃً بیفائدہ ہے۔

بیان ایک اشکال کا جو اس سوال مین پیدا کیا ہے کہ ایک طرف عہد لیا دوسری طرف سامان عہد شکنی کیا۔

فی الحال اس سوال مین دو شاخین لگائی جاتی ہین اور یون اعتراض کیا جاتا ہے کہ حق تعالی نے ایکطرف حضرت آدم کو درخت گندم کے کہانیسے ممانعت کرکے عہد لیا دوسری طرف شیطان کو جنت مین پہونچنے سے نہ روکا یہہ قابل اعتراض ہے جسکی مثال یہہ ہے کہ چور سے کہے چوری کر ساہ سے کہے جاگتا رہ۔

جواب کہ خدا نے سامان عہد شکنی نہین کیا۔

جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ مثال اس جگہہ دینا قیاس کی غلطی ہے وہ غلطی یہہ ہے کہ عہد لینا اور ممانعت حضرت آدم کو کمال مصلحت اور کمال شفقت پر مبنی تہا جسکا بیان باب سوم مین کیا گیا۔ جو لوگ اس مثل پر عمل کرتے ہین ساہ کے جاگتے رہنے کی نصیحت اسلیئے کرتے ہین کہ اونکے اوپر اعتماد پیدا ہو اور بسبب اعتماد کے الزام آیندہ سے محفوظ رہین۔ یعنی وہ فعل بد کے اخفا کی تدبیر ہے یہ حقیقت مین شفقت اور بہلائی ہے۔ باقی رہا چور سے کہنا چوری کر حق تعالی نے ہرگز ایسی صلاح شیطان کو نہین دی۔ یہانتک کہ جب اوسنے قصد ضلال کو ظاہر کیا او سپر ضامندی بہی ظاہر نہین فرمائی بلکہ فرمایا کہ جو جو تیری پیروی کریگا ہم بلا شبہہ اونسے جہنم کو بہر دینگے باقی رہا ایسی تدبیر کا ترک کرنا کہ شیطان کے اضلال کو معدوم کیا جاتا وہ ترک اسلیئے کیا گیا کہ اضلال مین بڑی مصلحت تہی جسکا بیان جواب سوال اول مین مختصر اور ابواب سابق مین بسط کے ساتہہ مذکور ہے جسمین سب سے بڑی بات یہہ ہے کہ نکی نیکی نہوتی اگر بدی نہ ہوتی۔

بیان اسکا کہ قاعدۂ ترک فعل کے گناہ ہونیکا حق تعالے کے افعال متعلق نہین ہوسکتا۔

یہہ سوال آجکل اسلیئے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ جیسا فعل جرم سمجہا جاتا ہے ویسا ہی ترک فعل بہی جرم جانا جاتا ہے حالانکہ ترک فعل اسوقت جرم ہوتا ہے جب فعل واجب ہو۔ جیسے پولس کے لیئے مجرم کا گرفتار کرنا۔ ہر ترک جرم نہین ہوتا۔ اس بحث مین خود بخود یہ خیال کرلیا گیا ہے کہ حق تعالی نے جو شیطان کو جنت مین جانے سے روکنے کا فعل ترک کیا وہ فعل اور روکنا

واجب تھا۔ حالانکہ ہرگز واجب نہ تھا۔ پس اول وجوب ثابت کرنا چاہیئے تب ترک پر اعتراض
کرنا چاہیئے۔ علاوہ برآن وجوب الہٰی اور وجوب عباد مین ایک فرق ہے اوسکو بھی ملحوظ
رکھنا چاہیئے۔ وجوب الہٰی اس معنی مین واجب ہے کہ حق تعالی سے کوئی فعل خلاف مصلحت
اور حکمت کے صادر ہونیکا امکان نہین ہے۔ انسان پر وجوب بذریعہ قاعدہ کے ہوتا ہے
جو دوسرے نے مقرر کیا تھا۔ مسلم ہے کہ ہر قاعدہ متعلق نظام اپنے جملہ افراد کے لئے بہتر
سے بہتر نہین ہوتا۔ کیونکہ اچھے سے اچھے قاعدہ سے بھی نا انصافی لازم آتی ہے۔
پس فرق یہ ہے کہ قاعدہ الہٰی کا معیار مصلحت ہے قاعدہ انسانی کا معیار قاعدہ ہے
خواہ مصلحت ہو یا نہو۔ اس اصول سے لازم آئیگا کہ جو کچھ حق تعالی نے کیا خواہ وہ ترک
ہو یا فعل وہی واجب تھا اور اسلیئے اوس کے افعال کے متعلق کسی ترک کو خلاف
وجوب کہنے کا امکان نہین ہے۔

ترک ممانعت دخول جنت کا مر جنت کے محافظون کا تھا نہ حق تعالی کا۔

اگر ان سب امور سے بھی قطع نظر کر لیجائے تو یہ امر غور کے قابل ہوگا
کہ شیطان جنت مین کیونکر جانے پایا۔ قرآن مجید مین اسکا ذکر
نہین ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اپنا بھیس بدلا اور ایسی صورت بنائی
کہ حضرت آدم پہچان سکے کہ یہی شیطان ہے۔ اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ طاؤس جنت کے منہ مین چھپکر گیا تھا۔ پس روکنے کے فعل کا ترک کرنا متعلق اون فرشتون کے
ہوا جنکا روکنے کے لئے متعین ہونا خیال کیا جا سکتا ہے۔ پس اس صورت مین کہ فعل
متعلق ذات الہٰی کے نہوا اور فرشتون نے نہین روکا۔ اونکے لئے اسلیئے جرم نہوا کہ وہ

دہوکے مین تھے - اس صورت مین صرف یہہ امر باقی رہیگا کہ خداوند عالم نے مطابق اپنے
علم غیب کے کیون نہین عمل کیا - علم غیب کے مطابق ہر جزئی فعل کی نسبت عمل
کرنا خلاف حکمت ہے اس لئے کہ اوس صورت مین علم علت افعال مخلوق
ہوجائے گا اور مخلوق بری الذمہ ہوجائے گی - مآل جسکا یہ ہے کہ نہ عالم
عالم ہو - نہ نظام نظام موجود خلاصہ اس تقریر کا یہہ ہے کہ جو افعال متعلق ضلال یا مکمل ضلال
واقع ہوئے وہ افعال الٰہی نہ تھے - افعال شیطان یا فرشتگان یا بنی آدم کے تھے پس
ایسے امور کو افعال الٰہی کے اعتراض مین پیش کرنا غلط محض ہے -

بیان مصالح دخول شیطان کا جنت مین عام فہم طرح سے

یہہ جواب عوام کے سمجھنے کے قابل نہین ہے لیکن اعتراض زبان زد عوام ہے اسلئے مناسب ہے کہ ایسی تقریر بیان کیجائے کہ عوام کے مذاق کے مطابق ہو -

نہ روکنا خدا کا فعل نہ تھا اگر یہ بات خیال مین نہین آسکتی اور اسے خدا ہی کا فعل جانتے ہو تو جاننا چاہئے کہ یہہ مصلحت کہ حضرت آدم دنیا مین آئین اونسے اولاد پیدا ہو جنمین انبیاء اور اولیا ہون اتنی بڑی مصلحت ہے کہ اوسکے لئے شیطان کو جنت مین جانے دینا برا نہین ہوسکتا ایسی ہی تدبیر ہے جیسے دواؤن مین ضرورت ہوتی ہے کہ اونکو آگ پر رکہکر اوبالتے ہین اونکو کوٹ پیسکر اعلیٰ درجہ کا بنا لیتے ہین - یہہ اعتراض کہ پہول آنچ پر رکہنے سے تکلیف مین پڑے - اونکی صورت بگڑگئی دوا ہوکر اونکی لطافت جاتی رہی - غلط ہے - اسلئے کہ وہ صورت اور نوعیت طریقہ وجود مین آنیکا تھا یہہ حالت کام مین آنیکی ہے وہانتک فوائد جو چھوٹے

اور اور طرح کے تھے اوسوقت سے اور طرح کے اور زیادہ عمدہ شروع ہوتے ہین۔ پس آنچ پر رکھنا پہولون کا جسطرح قابل اعتراض نہین حضرت آدم کے لیئے ذرایع امتحان مین ڈالنے کی تدبیر کرنی بہی قابل اعتراض نہین۔ تہوڑی سی سمجھ کا فرق ہے۔ ظاہر ہے کہ تغیر فائدہ کے لیئے شروع ہوا تہا اور تغیر متعلق روحانی قوتون اور روح کے بدون شیطان کے شروع نہین ہوسکتا تہا اسلیئے شیطان کو جنت مین جانیکی ممانعت نہین کیگئی کیا آپ نہین دیکھتے کہ جب روئی لگاتے ہین آگ ڈہونڈہ کر لاتے ہین کوشش سے پیدا کرتے ہین۔ عداوت کی آگ حضرت آدم سے شیطان کے دل مین تہی اور وہ تلاش کرتا تہا کہ کسی طرح آدم اور اولاد آدم کو جنگے بہکانے کا اوسنے بیڑہ اوٹہایا تہا ذریعہ ملے۔ اس مصلحت سے خداوند عالم نے اوسے روکا نہین اور یہ بُرا نہ تہا کیونکہ ایکطرف یہ فوائد تہے دوسری طرف یہ بات تہی کہ اگر روک دیا جاتا تو مار ہی کیون نہ ڈالا جاتا۔ دونون مین یعنی روکنے اور مار ڈالنے مین یہ بُرائی تہی کہ شیطان نے بعد اس سزا کے بہی غرور کیا تہا۔ کہ مین سبکو بہکاؤنگا یعنی تو تو بہلائی کے لیئے دنیا بناتا ہے مین تیری تدبیر توڑونگا۔ مخلوق کو تجہسے پہیر کر بُرا کردونگا۔ اگر خداوند عالم اسکو جائز نہ رکہتا عجز تہا یعنی تدبیر کا مقابلہ تدبیر سے نہ تہا اسلیئے خدا نے شیطان کو نہ مارا نہ اوسکی تدبیر روکنے کا سامان پیدا کیا تاکہ ظاہر ہو کہ ہم مین یہ قوت ہے کہ تمہاری بُرائی کو بہلائی مین بدل دینگے اگر ایسا نہ ہوتا شیطان کا غرور نہ ٹوٹتا۔ دیکھیئے اس فعل مین کیسی مصلحت ہے اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ اعتراض اسلیئے زور کا معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر یہہ تدبیر بری معلوم ہوتی ہے۔ حقیقت مین بُری نہین مسلم ہے کہ مکر جسوقت ضرورت کے لیئے کیا جاوے وہ اچھی چیز ہے

چنانچہ لڑائی جب ہوتی ہے مکر کیا جاتا ہے اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ مشہور ہے یہہ خدعہ بُرا نہین ہے اسلئے کہ بغیر اپنے آدمیون کے مارے جانیکے فتح کا ذریعہ ہوتا ہے اور بہت بڑی بہلائی پیدا ہوتی ہے جب مکر تک جائز ہو جو فعل ہے یہہ جانے دینا کہ ترک فعل مطابق مصلحت کے ہے ضرور جائز ہوگا۔ آپ روز پولیس والون کو دیکھتے ہین کہ مجرمون سے اندرونی میل کرکے وعدے کرتے ہین جو جہوٹے ہوتے ہین یہہ فعل اسلئے جائز کہا جاتا ہے کہ وہی فعل مجرم کے سزا پانے کا باعث ہوتا ہے اور اوس سے چوریون اور دیگر افعال بد کی روک ہوتی ہے۔ مجسٹریٹون کو آپ ملاحظہ فرمایئے کہ اس عہد توڑنیکا کہ مجرم سارا حال کہدے اور شرکاء کے نام بتلادے اوسکا قصور معاف کردیتے ہین۔ اس افشار کا جو بد عہدی ہے یہہ انعام ہوتا ہے کہ بدعہد پہانسی اور حبس دوام سے نجات پاجاتے ہین۔ آپ ملاحظہ فرمایئے کہ کوئی شخص اگر صلاح کرے کہ کسی بادشاہ کو ہلاک کرون اور صلاح کرنے والے قسم سے سخت عہد کرلین کہ راز افشا نکرینگے مگر کوئی انمین سے اس بات کی توفیق پائے کہ اس راز کو کہول دے تو کوئی اوسے بُرا نہ کہیگا بلکہ انعام دیگا نقض عہد بُرا معلوم ہوتا ہے یہان ہرگز بُرا نہین۔ اسلئے کہ عہد مبنی بر شر تہا۔

چھٹا سوال

چھٹا سوال

شیطان کو اولاد آدم پر اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ شیطان کو نہین دیکھہ سکتے۔

جبکہ مجکو پیدا کیا اور ہدایت کی عموماً اور سجدہ آدم کی خصوصاً تکلیف دی اور نافرمانی پر نکال دیا اور پہر جنت مین جانے دیا اوسوقت مجہہ مین اور حضرت آدم مین دشمنی تہی۔ پس مجھکو اونکی اولاد پر کیون مسلط فرمایا۔ اور وہ بہی

اسطرح کہ مین اونہین دیکہتا ہون وہ مجہے نہین دیکہتے ۔میرا وسوسہ اونمین اثر کرتا ہے اونکی قدرت وقوت واستطاعت مجہہ مین اثر نہین کرتی ۔ آمین کیا حکمت ہے کیونکہ اگر وہ مطیع اور فرمانبردار پیدا ہوتے کوئی اونکا دہوکے دینے والا نہوتا ۔ پاک زندگانی عبادت واطاعت کے ساتہہ بسر کرتے ۔ زیادہ بہتر اور شایان حکمت تہا ۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ ضرورت نظم اسکا باعث اور حدیث قدسی کا بیان

میر سید علی صاحب ۔ فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ شیطان اولاد آدم کا دشمن سخت ہے اوسکو اسطرح کیون غلبہ دیا کہ وہ انکو دیکہتا ہے اور ذریت آدم اوسکو نہین دیکہتی ۔ اور جواب دیتے ہین کہ نفوس آدمیون کے جب پیدا ہوتے ہین ضعیف اور کمزور ہوتے ہین ۔ ضرور بعضون مین مادہ نیکی کرنیکا اور افعال کی روشنی مین آنیکا زیادہ ہوتا ہے ۔ بعضون مین مادہ بدی اور خواہشہاے نفسانی پر عمل کرنیکا زیادہ ہوتا ہے ۔ پس اگر اغوا اور رہبر کا نہوتا تو نفوس جیسے پہلے ہوتے ویسے ہی الگ الگ رہا کرتے پہر ترکیب کیسے ہوتی ۔ اس مادہ مین مٹی بہی تو شامل ہے جو خواہشونکی طرف لیجاتی ہے ۔ پس دنیا مین بدی اور نیکی جو دونون مین ملی ہوی ہین اگر نہوتین دنیا نہوتی چنانچہ حدیث قدسی مین وارد ہوا ہے کہ معصیت آدم کو ہمنے سبب دنیا کے پیدا کرنیکا گردانا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالی تمکو اوٹہا لیتا اور تمہاری جگہہ دوسری دنیا پیدا کرتا ۔

راقم کی شرح حدیث قدسی کے متعلق

راقم ۔ اس جواب مین صرف اس بات کی شرح کرنیکی ضرورت ہے

کہ مقصود حدیث قدسی کا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالی کو گناہ عباد ہقدر پسند ہے کہ اگر ہم گناہ نکرتے
مستوجب سزاے موت ہوتے بلکہ مقصود یہہ ہے کہ یہہ عالم چونکہ ترقیگاہ ہے جو بذریعہ اختیار
دیجاتی ہے اگر وسمین اضداد شامل نہوتے تو عالم اس ترکیب کا نہوتا۔ چونکہ اضداد مرکب
کا قیام بذریعہ اضداد ہے جب کوئی ضد نکل جاتی خود بخود فنا ہونا لازم آجاتا۔ چونکہ گناہ اور
ثواب اضداد ہین جب ایک ضد اسمین سے بہی نکل جاتی فنا لازم آجاتا جیسے گورکہ ہندے
مین سے ایک جزو نکال لینے سے سارا گورکہ ہندا کہُل جاتا ہے۔

قاضی صاحب کا جواب کہ جواب پہلے بیان ہولیا۔ برا ہونا ذریعہ ظہور صفت غفاری ہے

قاضی صاحب۔ فرماتے ہین۔ جواب اس سوال کا وہی ہے جو پانچوین سوال بلکہ پہلے سوال کے جواب مین بہی بیان ہوا۔
صرف اس اعتراض کا جواب دینا باقی ہے کہ اسمین کیا حکمت ہے کہ انسان کو اس فطرۂ صحیحہ
پر جسپر پیدا کیا تہا نہ رہنے دیا۔ وہ یہ ہے کہ اگر شیطان کے وسوسے آدمی مین نہوتے تو نیک
وبد کا ظہور نہوتا۔ جب یہہ ظہور نہوتا اللہ تعالی کی صفت عفو وغفران کا ظہور نہوتا کہ یہ دونون
صفتین بڑے کمال کی صفتین ہین۔

راقم کی شرح کہ ظہور صفت غفاری علت برا کردینے کی نہین ہے

راقم۔ اگر اس جواب کے یہ معنی ہین کہ نیک و بد کا ظہور اظہار صفت عفو وغفران کی نظر سے کیا گیا تو اس سے مجھے اتفاق نہین ہے
بیان اسکا باب چہارم مین کیا گیا ہے کہ اگر بعد دینے اختیار کے خداوند عالم مغفرت کرنا اختیار
نفرماتا تو کوئی الزام نہ تہا اسلئے صفت عفو وغفران ابتدائی ہے۔

شرح سوال۔

جواب راقم۔ یہ سوال دوم کا استفسار ہے اور ایک دفع دخل مقدر ہے

پہلا اجزو سوال کا یہہ ہے کہ اولاد آدم پر مجھے باوجود علم اسبات کے کہ مین اونکے باپ کا دشمن ہون کیون مسلط کیا۔ دوسرا اجزو سوال کا یہہ ہے کہ اس طرح کیون مسلط کیا کہ وہ مجھے نہین دیکھہ سکتے مین اونہین دیکھہ سکتا ہون۔ یہہ بڑی سختی ہے۔ **دفع وحل** مقدر یہہ ہے کہ جواب ان دونون اعتراض کا ادسنے یہ فرض کیا ہے کہ دفع شر نہ کرنا موجب نظام عالم کا ہوگا اوسکا یہہ جواب دیتا ہے کہ اگر انسان مطیع ہوتے زیادہ بہتر اور شایان حکمت نظام ہتا۔ **توضیح**۔ سوالات ماضیہ مخصوص اپنے اور حضرت آدم کے تہے۔ یہہ سوال اور ساتوان متعلق اپنے اور اولاد آدم کے شیطان نے کئے ہین۔

جواب اسکا کہ شیطان کو اوسنے بنی آدم پر کیون مسلط کیا۔

جواب جزو اول کا یہہ ہے کہ حق تعالی نے شیطان کو بنی نوع انسان پر مسلط نہین کیا۔ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ بعد مردود ہونیکے شیطان نے مہلت مانگی کہ مجھے قیامت تک زندہ رہنے دے۔ اور جب ملی تو ظاہر کیا کہ مین جملہ بنی نوع انسان کو باستثناء اون لوگون کے جو تیرے خاص بندے ہین ضرور گمراہ کرونگا۔ حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ جو تیری طاعت کریگا۔ اون سب سے جہنم کو بہر دونگا۔ اس سے ہرگز یہہ نہین نکلتا کہ اللہ تعالی نے شیطان کو مسلط فرمایا ہے۔ بلکہ یہہ فعل یعنی کہ مسلط ہوگیا خود شیطان کا ہے جسکا تمکن اوسکو اپنی نوعیت کی وجہ سے ہوا۔ اپنے فعل سے حق تعالی پر اعتراض کرنا شرارت محض ہے۔ شبہہ نہو کہ بعض ادعیہ مین ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی نے شیطان کو مسلط فرمایا ہے اسلئے کہ مقام دعا مقام بیان حقیقت نہین ہے۔ چونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ بازگشت جملہ امور کی

ہماری طرف ہے اسلیئے وقت دعا ہر خیر کا ملا بیان وجوہ طرق اوسکی طرف نسبت کرنا بہتر ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف اظہار و اعتراف کمال قدرت ہے دوسری طرف اپنی ہر طرح مجبوری کا اظہار۔ جو دعا کے لئے ضروری ہے۔ یہی معنی آیہ سورہ مریم کے ہین۔ اگر یہہ اعتراض مہلت دینے پر ہے تو جواب اسکا باب سوم مین ذکر کیا گیا ہے۔ مختصر یہہ ہے کہ جب وجود شیطان مبنی بر مصالح ہے بقاء مصالح لازم ہے۔ اور یہہ اعتراض بھی ہو کا ہے۔

جواب اسکا کہ اسطرح کیون مسلط کیا کہ وہ دکھلائی نہین دیتا۔

جواب جزو دوم - یہہ امر کہ شیطان اسطرح کیون مسلط ہے کہ انسان اوسے نہین دیکھہ سکتے جواب اوسکا کئی طریقہ سے دیا جا سکتا ہے

وجہ اول کہ قلب ماہیت کرنی پڑتی۔

(۱) یہہ کہ شیطان اگر اسطرح مسلط کیا جاتا کہ انسان اوسے دیکھہ سکتے اوسکی نوعیت و ماہیت بدلنی پڑتی یعنی اوسے دیکھنے کے قابل بنانا پڑتا۔ پس یہہ جزو سوال کا بھی مہمل ہے۔ اسلئے کہ جو مخلوق قابل رویت نہین اگر یہہ سوال کرے کہ مجھے دکھلائی دینے کے قابل کیون نہین بنایا تو معنی یہ ہین کہ آدمی سوال کرے کہ مجھے پر کیون نہین دیئے یا سانپ سوال کرے کہ مجھے پاؤن کیون نہین دیئے پس یہ سوال لغو ہے اسلیئے کہ متعلق قلب ماہیت کے ہے۔

وجہ دوم۔ کہ وہ دشمن روح کا نہوتا

(۲) اول بموجب ارشاد الٰہی کے انسان دو چیزون سے مرکب ہے جسم و روح۔ یعنی اوسمین دو چیز ہی ہے جو کرۂ ارض سے لیگئی ہے اور وہ بھی جو عالم بالا سے لیگئی ہے جسم کے دشمن یعنی باعث ترقی ارضیات ہو سکتے ہین۔ روح کا دشمن یعنی باعث ترقی کرۂ ارض مین سے نہین ہو سکتا ورنہ ارضیات مین سے ہوتا اور روح کا دشمن نہونا اور

مرئیات مین سے نہین ہو سکتا پس یہہ لازمہ اوس ترکیب کا ہے جو ذریعہ ترقی وجود انسانی ہے۔ یہہ بیان ہو چکا ہے کہ ذریعہ ترقی ہر جزو کا اور ہر خاصہ کا موجود کرنا چاہئے ورنہ جس جزو کا نہوگا بلا اسباب ترقی رہیگا۔ باقی رہا یہہ امر کہ افعال روح علیحدہ کیا ہین اور افعال جسم علیحدہ کیا ہین بتلانے چاہئین۔ تاکہ دونون کے دشمن کے وجود مین لانیکا نفع ظاہر ہو جائے۔ پس جاننا چاہیے کہ روح و جسم انسانی مین ایسی ترکیب واقع کی گئی ہے کہ ایک کے افعال دوسرے پر موقوف ہین۔ اسلئے جدا کرکے بتلانا کہ یہہ فعل روح کا ہے یہہ جسم کا دشوار ہے تاہم افعال انسانی دو قسم پر اسطرح منقسم ہو سکتے ہین کہ ایک قسم وہ ہے جسمین نفع روح کا مقدم ہے اور نفع جسمانی بالتبع ہے دوسری قسم وہ ہے جسمین نفع جسم کا مقدم ہے اور نفع روح کا بالتبع ہے مثلاً علم کا۔ عرفان ذات الٰہی کا۔ یہ ایسے منافع ہین جسمین روح کا نفع مقدم ہے مثلاً کھانا پینا اور دیگر خواہشونکا بطریق جائز برلانا ایسے منافع ہین جنمین نفع جسم کا مقدم ہے۔ جب یہہ تقسیم ہو جائے تو جاننا چاہئے کہ اگر دشمن روح کا نہوتا وہ افعال روحانی جو یقیناً افعال متعلق جسم سے بہتر اور برتر ہین اونکا ذریعہ ترقی معدوم رہتا۔ اگر یہہ تقسیم نہ مانی جائے تو ہم کہینگے کہ تقسیم الٰہی یہہ ہے کہ انسان روح و جسم سے مرکب ہے۔ فلاسفہ نے اسمین طباعی فرمائی ہے اور جو خواص اس ترکیب سے پیدا ہوئے ہین اونکو جدا کیا ہے۔ مثلاً عقل و طبیعت وغیرہ۔ جب عقل روح مین شامل ہو ظاہر کام اور جدا کرکے کام روح کا یہہ ہے کہ وہ جسمانی خواہشون کی حاکم ہے۔ اور معنی یہہ ہین کہ روح حاکم ہے جسم محکوم۔ پس حاکم کے لئے دشمن نہوتا اور محکوم کے لئے ہونا صریحًا اون تدابیر کا ناقص رکھنا ہے جو انسان کے مراتب اعلیٰ پر فائز کرنے کے لئے ایجاد کیئے گئے ہین۔

یہان یہہ شبہہ ہوگا کہ حکومت عقل کی اگر بغیر دشمن کے کی جاتی نافع تہی لیکن غلط ہے۔ اسلئے کہ ذریعہ ترقی استعمال ضد دوشق ہے۔ اگر حکومت عقل کی بغیر ضد کے ہوتی وہ تنزل کی طرف منجر ہوتی جیسے ہاتہہ اوپر اوٹہائے رہنے سے بیکار ہوجایا ہے خصوصًا اوسوقت جب خواہشون مین نہ ورزہتا۔ علاوہ بران عقل کامل کی حکومت نافع ہوسکتی ہے عقل کامل کا وجود بجز استثنائے صورتون کے یعنی اہل دنیا مین نہین ہے ورنہ ترقی حد کمال پر پہونچ چکی ہوتی۔ عقل ناقص کی حکومت نقصان پر قائم کردینا اور اوس مین محدود کرنا ہوتا اور یہ بُرا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ایسی عقل کیون ہے۔ اوسکا جواب ابواب سابقہ مین خصوصًا باب دوم مین دیا گیا ہے ضرورت اعادہ نہین۔

وجہ سوم کہ اقتدار مخفی کا اظہار مصلحت نہین۔

(۳) توفیق وعدم توفیق دوجدا چیزین ہین اگر شیطان نہوتا توفیق بلاضرورت ہوجاتی۔ جب دونون نہوتین اقتدار مخفی اللہ تعالی کا بشر سے اوٹہہ جاتا۔ جو چیزین مصالح کی بنا پر مخفی ہین کیسے ظاہر کردیجا سکتی ہین۔

وجہ چہارم۔ اگر شیطان دکہلائی دیتا آدمی کا اختیار سلب ہوجاتا۔

(۴) اگر شیطان وفرشتگان توفیق دکہلا دیئے جاتے دکہلانا موجب سلب اختیار بشر ہوجاتا۔ وہ وہی حالت ہوتی جیسے آدمی کی شیر کے سامنے ہوتی ہے۔ جب اوسکا سامنا ہوتا ہے آدمی مارے ڈر کے گردن بہی تو نہین ہلا سکتا۔ اگر اب بہی دو آدمی حکم ونکیر ہر وقت انسان کے ساتہہ کردیے جائین آدمی قیدی ہوگا۔ پس اگر شیطان ظاہر ہوتا آدمی کے لئے قید کی حالت پیدا ہوتی۔ یہہ صریحًا خلاف اختیار ہے۔

وجہ پنجم۔ کہ اگر ظاہر ہوتا بیکار ہوتا

(۵) شیطان اگر دکھلائی دیتا خلق کرنا اوسکا بیفائدہ محض ہوتا اسلیئے کہ تو تمہارے شہوانی کے بہکانیوالے اب بھی نظر رہا ہین۔ وکھلائی دیتا تو وہ نہین مین سے ایک ہوتا۔ یا وہ ایک عورت ہوتا یا امرد۔ جب اوسے پہچان لیتے نکما تھا۔ کیونکہ اون دونون سے تو ایک خواہش پوری ہوتی ہے۔ اگر فرض کیجیے کہ اوس سے بھی پوری ہوتی تو بیچارہ کا کیا حال ہوتا۔ یہہ ناممکن ہے۔ اگر نہوتی تو جاننے کے بعد کہ یہہ حضرت دیکھنے ہی کے ہین کوئی اونکی طرف رغبت نہ کرتا۔ انتہاہ ملحوظ رہے کہ قابلیت رویت پیدا کرلیتا ایک چیز ہے۔ ایسا ہونا کہ ہمیشہ دکھلائی دے اور قابلیت عدم رویت جاتی رہے دوسری چیز ہے۔ سوال مین جو اعتراض ہے وہ یہی ہے کہ شیطان ایسا کیون نہوا کہ برابر دکھلائی دیتا۔ چور جب چوری کرتا ہے اپنے آپ کو چھپاتا ہے۔ پس یہ قابلیت سلب کردینا ضرور اوسکا بیکار کردینا تھا۔ جیسے چور کو لالٹین دینا۔ اب غور فرمایئے کہ یہہ سوال کس قدر لغو ہے۔

جواب دفع دخل کہ یہہ نظام زیادہ بہتر ہے۔

باقی رہا دفع دخل مقدر۔ یہہ بھی غلطی ہے۔ اسلیئے کہ اگر انسان پاک زندگانی بسر کرتے ضرورت دنیا مین بھیجنے کی نہوتی جسکی طرف میر صاحب نے اشارہ کیا ہے اور تفصیل ترقیات باب سوم مین بیان کیگئی ہے حقیقت مین معنی اس اعتراض کے یہہ ہین کہ خیر اس تبہ کا نہوتا جس تبہ کا اب ہے۔

سانوان سوال۔

ساتوان سوال

شیطان کو قیامت تک مہلت

یہہ سب کچھہ مین نے تسلیم کیا کہ مجھے پیدا کیا اور تکلیف معرفت بھی

کیون دی گئی اگر نہ دی جاتی تو بقائے عالم خیر محض پر ہوتا۔

اپنی ذات کی اور سجدہ آدم کی۔ اور جب مین نے فرمانبرداری نہ کی
نکال دیا۔ اور پھر جب مین نے جنت مین جانا چاہا مجھے جانا ملا۔ اور
پھر جب مین نے اپنا کام کر لیا پھر نکال دیا۔ پھر مجھے بنی آدم پر مسلط کر دیا لیکن جب مین نے
مہلت مانگی تو مجھے مہلت کیون دی یعنی پہلے عرض کیا کہ مجھے مہلت دے قیامت تک۔
تو ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے اسمین کیا حکمت ہے۔ اسلئے کہ اگر اوسیوقت
تو مجھے ہلاک فرما دیتا تو نسبت حضرت آدم کے اور مخلوق کے کوئی شر عالم مین باقی نہ رہتا۔
کیا عالم کا بقا ر نظام خیر پر بہ نسبت اسکے کہ خیر و شر یعنی نیکی اور بدی دونون ملی ہوئی ہون
بہتر نہین ہے۔

جواب

جواب

میر سید علی صاحب کا جواب کہ بقاء شیطان تابع بقائے بشر ہے۔

میر سید علی صاحب۔ فرماتے ہین کہ مطلب اس سوال کا یہہ ہے
کہ شیطان پوچھتا ہے کہ مصلحت اور فائدہ قیامت تک مہلت
دینے مین کیا ہے۔ اور جواب دیتے ہین کہ جواب اس سوال کا وہی ہے جو ہمنے اوپر بیان کیا۔
یعنی بقاء شیطان تابع بقائے بشری کے ہے۔ جبتک آدمی پیدا ہوتے رہینگے یعنی
قیامت تک۔ شیطان کا وسوسہ اور اوسکا فائدہ بھی باقی رکھنا ضرور ہوگا۔ یہہ جو شیطان
نے اعتراض کیا ہے کہ عالم کا بقا ر نیکی پر بہ نسبت اسکے کہ نیکی بدی ملا کر ہو بہتر تھا۔ سو جواب
اوسکا یہہ ہے کہ اوس حالت مین دنیا دنیا نہوتی۔ اگر کل دنیا نیکی اور محض نیکی بنائی جاتی تو اوسوقت
بنائی جاتی کہ دنیا سے جا کر آخرت مین رہنا نہوتا۔ وہ عالم جسمین خیر و شر دونون ہین دوسرا ہے

(یعنی پھر دنیا مقام امتحان کیسی ہوتی -)

قاضی صاحب کا جواب کہ بقاء شیطان خود اوسکے اور انسان کے لیئے اصلح تہا -

قاضی صاحب - فرماتے ہین کہ ابلیس کا اوسکے حال پر برقرار رکہنا ممکن ہے کہ اوسکے لیئے اصلح ہو اوس سبب سے اوسکے عذاب مین تاخیر ہوتی تہی - یعنی جتنے دن بچا اوتنے ہی دن سہی - چنانچہ اسی لیئے اوسنے خود اللہ سے مانگا کہ مجہے باقی رہنے دے - اور یہہ بہی ممکن ہے کہ باقی بندگان الٰہی کے لیئے بہی اصلح ہو چنانچہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے کہ بندے اوس سے مقابلہ کرکے بڑے بڑے رتبے پاتے ہین اونکی فضیلت فرشتون پر ظاہر ہو کیونکہ اونکا سیدہی راہ پکڑے رہنا اوس حالت مین کہ شیطان سا مزاحم اونکے ساتہہ ہو آسان کام نہین - سخت سے سخت دشوار ہے اور یہی وہ بات ہے جسکے سبب سے بڑی سے بڑی فضیلت حاصل ہوتی ہے - بخلاف ملائکہ کے کہ شیطان اونکا مزاحم نہین - اونکی جبلت یہہ ہے کہ سیدہی راہ پر قائم رہین - وہ جبلت اونسے اوسی طرح جدا نہین ہوتی جیسے چارپائے سے وحشیت جدا نہین ہوتی بعض لوگون نے یہہ جواب دیا ہے کہ حکمتین شیطان کے مہلت دینے مین دو ہین اول یہہ کہ شیطان پر ظاہر ہو کہ جو کچہہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسنے اچہا کام کیا ہو اللہ تعالیٰ اوسکا اجر ضائع نہین فرماتا - سچا ارشاد ہے - اللہ کا دشمن ہونے کے بعد بہی اللہ اجر دیتا ہے - پس اوس حالت مین کہ دشمن نہو اجر کو کبہی ضائع نفرمائیگا دوسرے یہہ کہ گنہگار بہی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قبول دعا سے ناامید نہون جیسے کہ باوجود اس کفر و گناہ کے شیطان ناامید نہوا اور سوال پورا ہوا -

قاضی صاحب کا استدلال ایک حدیث سے جسمین ذکر کثرت مغفرت کا ہے۔

حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب شیطان نے کہا کہ اے اللہ مین تیرے سب بندون کو بہکاؤنگا تو جواب ملا کہ ہم توبہ کا دروازہ کہول دینگے۔
ابلیس نے کہا کہ مین توبہ ہی نہ کرنے دونگا۔ جواب مین ارشاد ہوا کہ اگر تو آدمیون کو توبہ سے منع کرنے پر قدرت رکہہ سکیگا کچہہ مضائقہ نہین تجہکو یہ تو طاقت نہین ہوسکتی کہ ہمکو اونکے گناہ بخش دینے سے روک سکے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اے اللہ تعالی ہم سب گنہگارونکو بخشدے اور شیطان کو شرمندگی کی ہی سزا دے۔ آمین۔

راقم کا بیان بنسبت شرح حدیث مذکور کے۔

راقم۔ جناب قاضی صاحب نے جو حدیث نقل فرمائی ہے اسمین بلا توبہ بخشش کے یہہ معنی ہین کہ ہم ایسے ذرائع پیدا کرینگے جو بلا توبہ بخشش کا باعث ہون وہ قواعد بحث رحم و غفران مین مفصل بیان کئے گئے ہین جنمین سے ایک شفاعت دوسرے یہہ قاعدہ کہ نیکی کا بدلہ دس گنا اور بدی کا ایک گنا دیا جائیگا۔ تیسرے یہہ قاعدہ کہ اجتناب از کبائر کفارہ صغائر ہوگا۔ اگر تفصیل سے دیکہنا ہے تو بحث رحم و غفران مین دیکہیئے۔ اور یہی ممکن ہے کہ قواعد ہون مگر اللہ بیقاعدہ کوئی کام نہین کرتا

راقم کا جواب کہ جب وجود شیطان مین حکمت ہے بقاے حکمت لازم ہے۔

راقم کا جواب۔ یہ سوال نتیجہ سوالات ماضیہ کا ہے اور اعادہ بیفائدہ۔ ویسے ہی اسکے اجزا تقریبًا ہین جیسے سوال ششم کے ہین لہذا یہ سوال تو محض بیضرورت ہے۔ جواب اسکا اونکے جوابات سے ظاہر ہے مصلحت جب وجود شیطان مین ہے بقاے مصلحت تا قیام قیامت یعنی تا وقت فناے عالم ضرور ہے دونون کے بقا مین نسبت لازم و ملزوم کی ہے۔ اگر شیطان مار ڈالا جاتا تو عجز الہی ہی تہا

اور مفقود کر دینا اون اسباب کا بھی تھا جو ذریعہ عالم کے امتحانگاہ ہونیکے تھے۔ دونون وجہ سے شیطان کو مہلت دی گئی۔ بقاے عالم خیر ہے ہونا ضرور اچھا ہے مگر خیر ایک شے بالنسبت ہے۔ ایک خیر سے دوسری خیر بڑی ہے اور جب بڑی سے بڑی خیر کو چھوٹی سے چھوٹی خیر سے ملائیگا خیر معلوم نہین ہوگی۔ مثال اوسکی یہہ ہے کہ اعراف بہشتیون کو دوزخ معلوم ہوتا ہے دوزخیون کا وہ بہشت ہے۔ پس خیر جو اعلی درجہ کی خیر ہے وہ سبب بقاء عالم بہتر ہے یا اوس چھوٹی خیر پر جسے لوگ حقارت کے سبب شر کہہ دیتے ہین وہ خیر جسے شیطان نے سمجھا ہے وہی خیر ہے جو حیوانون مین بوجہ بے اختیاری کے پائی جاتی ہے معنی اس اعتراض کے یہہ ہین کہ انسان انسان نہوتا گدہون کے مثال ایک جانور ہوتا۔ یہہ خیر ہی اللہ اوسکے ساتھہ نکرتا۔ یہہ سوال معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح نکلا ہے کہ دشمنی جو شیطان کو ہے اوسکی وجہ سے وہ جلتا ہے کہ ایسی خیر کیون انسان کے ساتھہ اللہ نے کی۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیْمِ انتہاہ۔ حق تعالی جلشانہ کی شان اس سے ارفع تہی کہ ایسے لغو سوالون کے جواب کی طرف توجہ فرماتے۔

❊

خاتمہ

خاتمہ

حقیقت شیطان تاویلات اور دوسری ضروری چیزون کا بیان۔

اوس مین ذکر حقیقت شیطان کا اور اوسکے وجود کا ہے اور یہی بیان ہے کہ شیطان کے وجود کے انکار کی اصلی وجہ کیا ہے۔ اور اسکے وجود کے متعلق تاویل اور عموماً مذہب کی باتون مین تاویلات کرنے کی برائی کیا ہے اور بغیر تاویلون کی یا تاویلات کرنے کی بہ نسبت کام اچھا چل سکتا ہے۔

وجوہ بیان دلایل وجود شیطان

اب تک جو کچھ مینے بیان کیا وہ اس بنا پر تھا کہ شیطان کا وجود خارج مین ہے۔ اوسکے وجود کو تقریباً جملہ اہل مذاہب مانتے ہین۔ یعنی وہ لوگ جو مذہب کے اوپر اعتقاد رکھتے ہین۔ خواہ مسلمان ہون خواہ نصاریٰ ہون خواہ یہود ہون۔ مگران سب مین سے وہ لوگ نہین مانتے جو اپنے آپکو آزاد رائے کا سمجھتے ہین۔ اسلئے ضرور ہے کہ شیطان کے وجود اور ایسے اعتقاد کی بہ نسبت کچھہ ذکر کیا جائے۔

یہ حالت کچھ آجکل پر موقوف نہین ایسے لوگ ہمیشہ ہوتے آئے ہین اور اختلاف شیطان کی ماہیت اور وجود کی نسبت نیا نہین ہے۔ جو وجود شیطان کو مانتے ہین اونمین بھی نسبت ماہیت کے اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہین کہ وہ فرشتہ ہے بعض کہتے ہین کہ وہ جن ہے۔ بعض کہتے ہین کہ وہ ہمزاد ہے بعض کہتے ہین کہ آدمیون کی روحین ہین۔ آجکل اسکا زور ہے کہ شیطان کچھ نہین صرف اپنی خواہشون اور نفس امارہ کا دوسرا نام شیطان ہے۔ انکار وجود شیطان سب سے بہتر ذریعہ اعتراضات سے تفصی اور چھٹکارہ کا سمجھا جاتا ہے اسلئے اوسکا بیان کرنا بھی ضرور ہے۔ کیونکہ اگر وجود شیطان کا بطور ایک وجود مستقل کے نہ مانا جاے تو ایمان پورا نہین ہو سکتا۔ اتنی بڑی مصلحت کی چیز سے غفلت ہوتی ہے۔ اوسی سے فرشتون کا انکار پیدا ہوتا ہے اور وحی ایک خیالی چیز ہو جاتی ہے حالانکہ اوسکا پہونچنا بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گویا کہ متفق علیہ اہل اسلام ہے۔

پہلے مین بیان کرونگا کہ اگلے لوگون نے اس باب مین کیا فرمایا ہے پھر جو کچھ مجھے کہنا ہے کہونگا۔

میر سید علی صاحب فرماتے ہین اور پہلے لفظ شیطان کی تحقیق کرتے ہین۔

لفظ شیطان کے معنی

تحقیق معنی لفظ شیطان	لفظ شیطان مین دو احتمال ہین اول یہ کہ کونسا اصلی ہے

ثانی یہ کہ نون زائد ہے۔

بتقدیر اول) یہ لفظ بموزن **فیعال** شطن سے ماخوذ ہے جسکے لغوی معنی بعد اور دوری کے ہین۔ چونکہ یہ خبیث اللہ تعالیٰ یا خیر سے خود دور ہے اور تقرب الی اللہ کو خدا سے دور کرنیکا قصد کرتا ہے کیونکہ اونکی بدولت خود دور کیا گیا اس لئے شیطان کہلایا۔

اور بتقدیر ثانی بموزن **فعلان** شیط سے بنایا گیا ہے جسکے حقیقی معنی بطلان اور ہلاک اور احتراق کے ہین۔ چونکہ یہ مردود خود باطل ہے اور اپنے اور اون لوگون کے مصالح کو بھی باطل کرتا ہے جنکی وجہ سے انجام کار ملعون ہو کر ہلاک ہوا۔ اور جسکے سبب سے ملعون ہوا اونکے ہلاک کرنیکا قصد کرتا ہے اور جب اونکا تقرب خدا سے دیکھتا ہے غضب اور غصہ سے جلگیا ہے اسلئے اوسکا نام شیطان ہوا۔

بعد اسکے فرماتے ہین کہ شیطان کے متعلق چند مسئلے ہین جنکا بیان کرنا مناسب ہے

پہلا مسئلہ شیطان موجود ہے یا نہین

دلائل منکرین وجود شیطان

شیاطین کا وجود مختلف فیہ ہے۔ ایک گروہ چند وجوہ سے منکر ہے اونکے دلائل یہ ہین۔

پہلے دلیل کہ اگر موجود ہوتے

پہلی دلیل اگر وہ موجود ہوتے تو دو حال سے خالی نہین

یا دکھلائی دیتے یا موجود نہ ہوتے۔

اجسام لطیفہ ہوتے۔ یا کثیفہ۔ یہ دونون (شقین) باطل ہین لہذا وجود اونکا باطل ہے۔ **شق اول** تو اسلئے کہ بتقدیر لطافت اجسام لازم آتا ہے کہ شیاطین اون اعمال شاقہ پر قادر ہنون جنکو مثبتین وجود اونکی طرف منسوب کرتے ہین علاوہ برآن اس صورت مین ضرور ہوگا کہ اون کے اجسام ادنی سبب اور قوت سے جو خارج سے اونپر ہوپنچے (جیسے تند ہوا) پراگندہ و دریدہ ہوجائین حالانکہ یہ خلاف مثبتین سے ہے۔ **شق ثانی** اسلئے باطل ہے کہ کثافت جسمانی سے یہ لازم آتا ہے کہ سب لوگ جنکے حواس درست ہین اونکو دیکھین مگر ہم نہین دیکھتے اگر ہم مان لین کہ اجسام کثیفہ ایسے بھی ہوتے ہین مگر دکھلائی نہین دیتے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ہمارے سامنے پہاڑ اور ٹیلے ہون اور ہم اونکو نہ دیکھین بگل اور طبل بجین اور ہم نہ سنین یہ بالکل دہوکا ہے۔

جواب میر صاحب کا کہ موجود ہین مگر قابل دکھلائی دینے کے نہین ہین۔

جواب یہ ہے کہ شیاطین اجسام لطیفہ ہین مگر اون کی لطافت بمعنی شفافیت کے ہے یعنی بیرنگی کے۔ پس اس صورت مین نہ تو اعمال شاقہ سے اونکی عدم قدرت لازم آتی ہے نہ تھوڑے زور پہونچنے پر پراگندگی۔ کیونکہ جائز ہے کہ جسم بیرنگ اعمال شاقہ پر قادر ہو اور جلد متاثر نہو اور باوجود اسکے ہم اوسکو نہ دیکھین۔ کیا تم نہین دیکھتے کہ ہوا باوجود کمال لطافت کے بڑے بڑے پتھرون کو پہاڑون کی چوٹیون سے لڑہکا کر گرا دیتی ہے اور اونچے اونچے درختون کو توڑ ڈالتی اور اوکھاڑ ڈالتی

ہے - اور نیز رفیع الشان عمارتون کو ویران کر تی اور گرا دیتی ہے - خلاصہ یہ ہے کہ اگر لطافت سے تمہاری مراد شفافیت ہے تو ہم بھی اونکی لطافت کے قایل ہین مگر اسصورت مین قوت ہونا لازم نہین آتا - اور اگر لطافت سے اونکا جلد متاثر ہونا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اور رقت قوام مراد ہے تو ہم اونکی عدم لطافت کے قایل ہین لیکن اس صورت مین اونکو دیکھنا لازم نہین آتا - جیسے افلاک کہ غیر لطیف بمعنی مذکور ہین دکھلائی نہین دیتے - خداوند عالم نے باوجود لطافت اور رقت افلاک کے اونکو بڑی قوت عنایت فرمائی ہے - اسلئے قوت قوام کو رقت اور غلظت اور جثہ کے بڑے چھوٹے ہونے سے کچھہ تعلق نہین چنانچہ انسان کا قوام لوہے اور پتھر کے قوام سے کمزور ہے مگر بعض آدمی ایسے ہین کہ لوہے کو سوت اور رسّے کی طرح مروڑ اور پتھر کو توڑ سکتے ہین اور اونسے ایسے افعال صادر ہوتے ہین جو غلیظ القوام سے نہین ہوتے - حیوانات کی قوت مین وہ اختلاف ہے جو باعتبار اختلاف قوام اور جثہ کے نہین ہے جیسے شیر کی قوت گدہے کے مقابلہ مین -

جواب راقم کا کہ یہ کلیہ غلط ہے کہ جو دکھلائی نہ دے موجود نہین -

راقم خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ شیطان اگر موجود ہے اوسکے لئے جسم کا ہونا ضرور ہے - جب جسم ہوگا یا لطیف ہوگا یا کثیف - کثیف اگر ہو ممکن نہین کہ دکھلائی ندے - لطیف اگر ہو ممکن نہین کہ زندہ رہ سکے - اسلئے کہ جتنی چیزین لطیف

ہین وہ توٹ سے سے صدمے سے پھٹ جاتی ہین جسم جاندار کے لئے
پھٹ جانا موت اور انعدام ہے۔ اصلی غلطی اس اعتراض مین یہ ہے کہ اجسام
ارضی اور اجرام سماوی کو ایک دوسرے پر قیاس کیا ہے۔ اور مجرد وجود کا ابطال بذریعہ
ابطال نوعیت کے چاہا ہے۔ ہمارا دعوی یہ ہے کہ شیطان موجود ہے اور جسم لطیف
ہے مگر نوعیت جسم اوسکی ہماری فہم سے باہر ہے۔ اسلئے کہ ہم صحیح طور سے
ماہیت اون چیزون کی دریافت کر سکتے ہین جنپر اتنا دسترس ہو کہ ہم اونکا تجزیہ کر سکین
ایسا دسترس فلکیات پر نہین ہے جنمین سے ایک شیطان ہے۔ جب ہم
ماہیت دریافت نہین کر سکتے تو قیاس ہی نہین کر سکتے۔ کیونکہ قیاس اوسی وقت
کر سکتے ہین جب ماہیت معلوم ہو۔ ورنہ وہ قیاس مختلف ماہیتون کا قیاس ایک
دوسرے پر ہو کر غلط ہو جائیگا۔ پس اعتراض فلاسفہ کا ابطال مجرد وجود نہین ہے۔
اور جب تک وہ مجرد وجود کا ابطال نکرین محض وجود کا عدم امکان ثابت نہین ہو گا نہ
ایسی ناتمام دلیل سے جو قیاس مع الفارق پر مبنی ہے ہو سکتا ہے۔ چونکہ ہم وجود
شیطان کو بذریعہ ارشاد الہی کے مانتے ہین پس جب تک وجود ناممکن ثابت نکیا
جاے ضرورت تاویل کی کلام الہی مین نہوگی۔ اگر ہم بعد اسکے کہ معترض ابطال مجرد
وجود نہ کر سکے مجرد وجود کے دلایل عقلی ہی بیان کرین اور اون دلائل سے مجرد وجود
کو ثابت کر دین تو لازم ہوگا کہ ارشاد الہی کو صریح معنون مین لین۔ اور وجود
شیطان کا اقرار کرین۔

علاوہ بران اس دلیل مین زیادہ تر اعتراض بربنار رویت ہے جسکا آلہ چشم سر ہے
اور بعضی اعتراض سکے آخر کار یہ پیدا ہوتے ہین کہ جسے ہم دیکھ نہین سکتے اوسکا
وجود نہین مانتے - یہ تو حد سے زیادہ غلط ہے - اسلئے کہ بہت سے اعراض ایسے
ہین کہ موجود ہین مگر دکھلائی نہین دیتے - جیسے کشش زمین کی - یاقوت مقناطیسی
یہ امر کہ اعراض کا وجود اسلئے مانا ہے کہ ہیولی کا وجود بذریعہ چشم سر کے دیکھا ہے -
شیطان عرض نہین ہے اسلئے اوسپر قیاس نہین ہوسکتا - یہ بھی غلط ہے اسلئے کہ ہیولی بغیر اعراض
کے قابل رویت نہین ہوسکتا ہم ہیولی کو بذریعہ اعراض کے دیکھتے ہین - پس جیسے
اعراض کا وجود بذریعہ ہیولی کے مانا جاتا ہے ہیولی کا وجود بھی بذریعہ اعراض کے
مانا جاتا ہے - کسی مین منفردًا منفردًا شرط رویت نہین ہے -

اس اصول مین کہ جو چیز موجود ہے ضرور قابل رویت ہے فاحش غلطی ہے کہ
بڑی شرط رویت کی یہ ہے کہ جسم مرئی (جو دیکھا جاتا ہے) قابل رویت ہو جیسے لطافت
حد درجہ کی ہوگی یہ شرط فوت ہوجائیگی - چنانچہ اسی اعتراض مین بیان ایسا ہے کہ اجسام
لطیف قابل رویت نہین جیسے ہوا - اب بھی ہوا کا تجزیہ کیا جاتا ہے مگر مجموعہ کی
رویت نہین ہوتی - پس ہم بھی کہتے ہین کہ شیطان باوجودیکہ عنصر سے مرکب ہے
قابل رویت نہین - اور چونکہ دسترس اوسپر نہین اسلئے ہم نہین بتلا سکتے کہ اُس
جسم مین یہ خاصیت کیونکر پیدا ہوئی ہے کہ شفاف بھی ہو اور تھوڑے صدمہ سے
دریدہ بھی ہوتا ہو یہ امر وہ عجز نہین ہے کہ ہماری بات ماننے کا مخل ہو - کیونکہ وجود

ماہیت ہم کسی ایک چیز کی بہی نہین بتلا سکتے - اگر دعوی کرین ہمسے زیادہ کوئی جاہل نہو گا-

شبہ نہو کہ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ آگ سے بنا ہے - یہ مستلزم رویت ہے اسلئے کہ ترکیب مانع رویت ہے - مثلاً آدمی مٹی سے بنا ہے مگر جبتک آدمی زندہ ہے اوسمین مٹی اسطرح دکھلائی نہین جا سکتی کہ یہ مٹی ہے دیکھکر پہچان لو اور مٹی آدمی مین چھپی ہے - اسی طرح شیطان آگ سے بنا ہے مگر ترکیب کے ذریعہ سے وہ آگ ایسی چھپ گئی ہے کہ ہم اوسے دکھلا نہین سکتے کہ یہ آگ ہے اوسے دیکھ لو - اور پوری مثال اوسکی عنصر ہوا ہے - کہ اوسمین آکسیجن ہے جب ہوا کا تجزیہ کرین وہ جدا ہو کر قابل رویت ہو جاتی ہے مگر بحالت مرکب نہین ہوتی - پس آگ سے بنا مستلزم رویت نہین ہے - علاوہ برآن مادہ شیطان کی نسبت ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ لُون کی گرمی سے بنا ہے - وہ بہی قابل رویت نہین ہے - اسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی-

حق یہ ہے کہ جو لوگ فلسفی بنکر انکار وجود شیطان کرتے ہین خود اپنے اصول سے یا غفلت کرتے ہین یا ناواقف ہین - اور یہ بات کہ جو موجود ہے اگر دکھلائی نہین دیتا موجود نہین - ایک عام پسند غلط بات ہے اس سے دہوکا نکھانا چاہئے-

پھر سرسید صاحب فرماتے ہین

دوسری دلیل کہ اگر ہوتے تو دکھلائی دیتے۔

دوسری دلیل اگر عالم مین اونکا وجود ہوتا تو آدمیون سے ضرور ملتے جلتے اور اونسے دشمنی اور دوستی دیکھی جاتی حالانکہ ایسا نہین ہے۔ ندامت زدہ لوگ جب اپنے افعال سے تائب ہوتے ہین تو مجبور ہو کر انتساب شیاطین کی طرف کر رہتے اونکی بابت خود اپنی نفوس کی تکذیب کرتی ہین یعنی جانتے ہین کہ وہ ہمارے افعال ہین۔

جواب سید صاحب کو دکھلائی دیتے ہین۔

جواب اسکا یہ ہے کہ بطلان اور کمزوری اس دلیل کی ظاہر ہے کیونکہ شیاطین اور جنات کا اختلاط اور اونکی عداوت اکثر اشخاص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ الی آخر الآیۃ یعنی اے نبی یاد کرو جب پھیرے ہم نے تمہاری طرف تھوڑے سے جن قرآن کو سنتے ہوئے اور فرماتا ہے۔ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ یعنی جنون مین سے وہ تھے کہ حضرت سلیمان کے سامنے کام کیا کرتے تھے۔ حدیث مین آیا ہے کہ شیطان آدمی مین خون کی طرح جاری اور ساری ہے۔ الغرض پیغمبرون کے ایک بڑے گروہ کا شیطان کو دیکھنا اور اوسکی آواز کا سننا متواتر اخبار و احادیث سے ثابت ہے علاوہ اسکے اللہ تعالی جل شانہٗ کی عادت یہ ہے کہ سب کام اسباب کے ذریعہ سے فرماتا ہے۔ اور جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اسکا ایک خاص سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ جب دیوارین گھر کی روشن اور چھت کالی ہو جانا جائیگا کہ روشنی اور سیاہی کے اسباب

جدا جدا ہین۔ یہی حال دل کے روشن ہونے اور سیاہ ہونے کا ہے کہ کبھی وہ طلب بصیرت کرتا اور کبھی حیران رہتا ہے۔ پس روشن کرنے والا اللہ کا فرشتہ ہے آیندہ کے منافع کے لیئے جو حق کو کھول دیتا ہے اور خلاف اوسکے شیطان ہے جو حیرت مین ڈالتا ہے۔

تیسری دلیل کہ اون پر اعتماد کرنیسے معجزات پر وثوق نرہیگا۔

تیسری دلیل یہ کہ وجود شیاطین کا بر تقدیر تسلیم معجزات پر وثوق کرنے مین خلل ڈالتا ہے اسلیئے کہ ہوسکتا ہے کہ کہا جاوے کہ جتنے معجزات انبیاء سے ظاہر ہوئے تو وہ جنون کی مدد سے یا شیطانون کی مدد سے ظاہر ہوئے ہون کیونکہ ہوسکتا ہے کہ (حنین جذع) یعنی تنہ درخت خرما کی آواز کرنے کا معجزہ جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے لیئے ہوا تھا اس سبب سے ہوا ہو کہ تنہ درخت خرما مین کوئی جن یا شیطان نفوذ کر گیا ہو اور وہ بولتا ہو۔ جو فرع کہ اصل کو باطل کرنے کی طرف لیجاوے خود باطل ہے۔

جواب میر صاحب کا کہ جب صحت معجزات ثابت ہو صاحب معجزہ کے ارشاد سے وجود شیطان ثابت ہوگا۔

جواب اسکا یہ ہے کہ معجزہ اور غیر معجزہ کا فرق اس احتمال کی نفی کرتا ہے جیسا کہ اپنے محل مین ثابت کیا گیا ہے۔ سواے اسکے جس دلیل سے انبیاء کی نبوت ثابت ہے وہی دلیل اسبات کی ہے کہ جو چیزین انبیاء نے بتلای ہین سچی ہین اور منجملہ اون باتون کے جنکی انبیای کرام نے خبر دی ہے وجود جن اور شیاطین کا ہے اسلئے اونکا وجود اور یہ خبر صحیح ہے۔

جواب راقم کا کہ اطاعت ایسی مخلوق کی خود معجزہ ہے

راقم جنات کا تابعدار ہونا دو حال سے خالی نہین۔ یا

قبل نبوت ہوگا یا بعد [illegible] کے۔ قبل نبوت اطاعت کیونکر ہو؟ اگر اطاعت ہو تو اغراض
نفسانی کے لئے ہوگی۔ [illegible] رہدایت اور راستبازی کے لئے۔ اگر بعد نبوت
کے ہو منکرین کی دلیل تمام نہیں ہوتی۔ جو لوگ جانتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جنات
بذریعہ قرآن مجید کی آیات کے تابعدار ہوئے ہیں۔ یہ اعتراض ناواقفیت سے پیدا ہوا
اور محض خیالی ہے۔ ارواح خبیثہ جو ذریعہ سحر کا ہوا [illegible] جب
آدمی مجلس رہتا ہے اور جہاں قرآن مجید ہوتا ہے وہاں سے [illegible] حضرت
سلیمان کی جو جنات اطاعت کرتے تھے وہ بھی اطاعت [illegible]
[illegible]

[illegible] کی حقیقت [illegible]

سید صاحب کا بیان حقیقت جنات [illegible]
ہیں متکلمین فرماتے ہیں کہ [illegible]
جیسا جسم چاہیں ویسا پیدا ہو جاسکے [illegible] اور
تنگ منافذ میں ہوائی [illegible] ناک سے ہوا کھینچنے والی [illegible] جاتے ہیں۔
دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ وہ خاکی نفوس ہیں جو عناصر میں تدبیر اور تصرف کرتے رہتے ہیں
بعض نے کہا ہے کہ وہ نفوس ناطقہ ہیں جو اپنے ابدان سے الگ ہوگئے ہیں (یعنی مُردوں کی
روحیں) اور ان میں سے جو نیک ہیں اونکو اپنے زندہ لوگوں سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے

پھر خیر اور راستبازی پر اونکی اعانت اور امداد کرتے ہین اور وہی جن ہین اور اونہین سے جو بد ہین نفوس شریرہ سے جا ملتے ہین اور شر و فساد پر اونکی مدد کرتے ہین اور وہی شیاطین ہین - بعض کہتے ہین کہ وہ ہین تو نفوس مجردہ مگر اجسام سے متعلق ہوکر اپنے تصرفات جاری کرتے ہین اور کرۂ نار اونکا آلۂ ادراک ہے اونکی آگ سے مخلوق ہونیکے یہی معنی ہین - مگر جملہ فلاسفہ کہتے ہین کہ شیطان ایک خاص وہم ہے جو عقل کی مخالفت پر حکمرانی کرتا ہے - اوسکی فوج کفار اور فاسقین کی ساری وہ قوتین ہین جو اسکے ماتحت ہوکر متعلق احکام الہی عقل سے لڑا کرتی ہین - وہم قوائے بدنیہ کا سردار ہوتا ہے - پھر سب قوتین عقل کے سارے ضنے اور وہم کی تبعیت مین ابلیس کی فوج اور اسکی ہم جنس ہو جاتی ہین - بعض فلاسفہ کہتے ہین کہ شیطان اور اوسکے ہم جنس کے ناری الخلقت ہونیکے معنی یہ ہین کہ وہ ارواح جو ان قوتون کی حامل ہین ایسے اجسام لطیفہ ہین جو لطافت اخلاط سے پیدا ہوتے ہین - اور یہ اخلاط یقیناً گرم اور مائل بافراط حرارت و ناریت ہین اور ہوائیت کا اون پر بیشتر غلبہ ہوا ایسے اجسام لطیفہ کی پیدایش ان اخلاط سے بہت آسان ہے - یہ اجسام بہ نسبت اوراجزا بدنیہ کے زیادہ گرم ہین اسیطرح قلب جو منبع ارواح ہے بہت گرم ہے پس یہ ارواح ان قوتون کے لیے بمنزلہ ابدان ہین اسی وجہ سے شیاطین آگ کی طرف منسوب ہوسکے یعنی آتشی کہلائے ہین -

راقم کا بیان بنسبت حقیقت شیطان کے -

راقم اس بحث کو کہ شیطان فرشتہ ہے یا جن - روح انسانی ہے یا ہمزاد اس طرح قطع کرلینا چاہیے کہ وجود اوسکا ارشاد الہی سے

ثابت ہوا ہے اور ارشاد الٰہی یہ ہے کہ وہ جن ہے ۔ ضرورت زیادہ بحث کی نہین ۔

بیان وجہ انکار وجود شیطان ۔ نسبت دلائل انکار وجود شیطان کے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ضرورت انکار وجود شیطان یہ ہے کہ وجود اوسکا دلائل فلسفیانہ سے ثابت نہین ہوتا ۔ عرصۂ دراز سے یہ کوشش جاری ہے کہ مسائل اسلام کو دلائل فلسفہ کے مطابق کر دیا جاے اسلئے یا ایسے مسائل فلسفہ کا جو خلاف اسلام ہون غلط ہونا ثابت کیا جاتا ہی یا مسائل اسلام مین تاویل کیجاتی ہے تاکہ وہ مطابق دلائل فلسفہ کے ہوجائین مین آگے تفصیل کے ساتھ بیان کرونگا کہ یہ کوشش غلط ہے اس مسئلہ مین جو خاص غلطی ایسے ماولین کرتے ہین اول یہ ہے کہ کوئی چیز مطابق ارشاد الٰہی کے نہین مانتے اور بیشتر ایسے دلائل بیان کرتے ہین جنکے معنی یہ ہین کہ جو ہماری عقل مین نہ آئے غلط ہے ۔ یہ اصول کہ جو ہماری سمجھ مین نہ آئے باطل ہے ایک حد تک صحیح ہے مگر عموماً صحیح نہین ہے ۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ تاویلین کرتے ایسے معنی کلام الٰہی کے کہتے ہین جو اوس کلام کے جسکے کہتے ہین کہ یہ معنی ہین نہین ہوسکتے ۔ اسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی ۔

شیطان کے وجود کی دلیل عقلی کی پہلی تقریر ۔ **اب** ہم مجرد وجود شیطان کو بدلائل عقلی ثابت کرتے ہین اور بتلاتے ہین کہ جو سمجھ مین نہ آیا تھا غلط نہ تھا ۔

اول یاد کرنا چاہیے کہ کام شیطان کا کیا ہے ۔ اور کس طرح معلوم ہوا ۔ لہذا وہ کام حسب ارشاد الٰہی خود شیطان نے بیان کیے ہین یعنی کہا ہے کہ جیسے تو نے میری راہ ماری مین بھی بیٹھونگا تیرے سیدھے راستہ پر بنی آدم کی تاک مین تو سہی

دنیا کے سازوسامان کو اونہین عمدہ کر دکھاؤن اور بدا کر اونکے آگے سے آؤن اونکو
پیچھے سے آؤن - اور اونکے داہنی طرف سے اور اونکے بائین طرف سے او
جس طرح مین پہلے اونکو بہکا کر رہون - اور اکثر بنی آدم کو تو اپنا شکر گذار نہین پاویگا -
اسکی تفصیل نکات ششم و دہم مین خصوصًا اور جابجا نکات باب سوم مین عمومًا کی گئی ہے
اونکے ملاحظہ کے بعد کوئی منصف انکار نہین کر سکتا کہ وجود شیطان جداگانہ مستقل نہین
ہے ورنہ فطرت (نیچر) مین انسان کے خدا سے پہر جانا اور بوجہ چیزون کو عمدہ جاننا ہرگز
نہوتا - حضرت آدم کی فطرت مین نافرمانی اور نقض معاہدہ داخل ہوتا اور اطاعت اور عبودیت
داخل فطرت نہوتے - اونکی اولاد باعتبار اثر ولادت ایسی ہی ہوتی جیسے والد ماجد تھے
[illegible] تے ہین وہ اثر زمین کے ساتھ مختلف ہوتے
ہین ملا اسکی [illegible] طابق - پس تمام اولاد حضرت آدم کی قابیل ہی
ہوتی اور بعد اونکے دنیا بسبب نقصان فطرت کے ضایع ہوجاتی - یہ پسند اور انہماک
نہوتے جو لوگ دہوکا کہاتے ہین وہ اس سے نہ کہاتے ہین کہ
اچہا ناہی دنیا کو دیکہتے ہین ابتدا سے غفلت کرتے ہین - اسی بیان سے دلیل
ہے لیکن یہ پیدا ہوتی ہے کہ وجود شیطان خارج مین نہ ماننے سے تنزیہ ذات باری
تعالی ناممکن ہوجائیگا کیونکہ یہ معنی ہونگے کہ خداوند عالم نے انسان کے نیچر و فطرت
کو بدی پر مجبول پیدا کیا تہا مدعیان تحقیق زمانہ حال زور سے اسبات کے قائل ہین کہ اسلام
مطابق فطرت کے ہے - اس طرح اسلام مطابق فطرت کے نہین رہتا - چنانچہ

علمار متقدمین کی یہ راے بہت صحیح ہے اور نہایت غور کے قابل ہے کہ اگر
شیطان نہوتا یہ نظام عالم کا نہوتا - نہ اتنا شر زیادہ ہوتا اور چونکہ خیر و شر ایک دوسرے
پر موقوف ہین نا خیر اس درجہ پر ہوتا - پس منکرین وجود شیطان عقلاً بھی غلطی کرتے ہین
اور صریح خلاف نص ہی - نص قرآنی جسمین گنجایش تاویل کی نہین یہ ہے
چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ہمنے شیطان کو کافرون پر چھوڑ رکھا ہے کہ اونکو
بھڑکاتا ہے - اور فرماتا ہے کہ جب جزا اور سزا کا معاملہ ہو لیگا تو شیطان کہیگا کہ
مین مقصور وار نہین ہون - اس سے وجود شیطان کا علحدہ وجود انسانی سے
ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ کہا جاے کہ شیطان کوئی چیز نہین انسان کی قوتین شیطان
ہین تو وہ بھی قوتین کیسے الگ ہوکر الزام دے سکتی ہین - وہی تو ملزم ہین -
یہ آیات صریح ہین کہ شیطان صرف بھڑکاتا ہے جسکے سبب انسان بدعوای
سے جدا نہین ہوتا -

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تشریح و تفصیل وجود شیطان [illegible] ل جیسا کہ وہ
اسباب کے متعلق ہے کہ انشا کیا جاے [illegible] ہا انبعاث کہان سے شروع
ہوتا ہے اور دوسرے کا انبعاث کہان [illegible] شروع ہوتا ہے -
ایک طرح بیان اوسکا یہ ہے کہ آپ اسکے قائل ہین کہ انسان جب پیدا ہوا امتزاج
عناصر کی وجہ سے اوس مین ایک قوت پیدا ہوئی جسکا نام جان ہے اور وہ
جسم کے ساتھ بڑہی ایک نے دوسرے کو نشو و نما پہونچایا اور جسم کے ساتھ وہ فنا

ہوگئی۔ اسکے بعد ہر قوت کے فعل کو جدا جدا خیال فرمائیے جب جدا جدا ہون ایکیا
اونکا حاکم ہونا چاہئیے تاکہ وہ اس مجموعۂ جسم انسانی کو باقی رکھے۔ مسلّم ہے کہ دماغی قوتین
حاکم ہین۔ ارادہ ہو تو کچھ ہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جب عقل کا حکم ہوتا ہے اعضا کام کرتے
ہین خواہ وہ حکم بسبب زور کرنے خواہش دوسرے اعضا کے ہو یا اپنی قوت محض
کی وجہ سے۔ یعنی محض خیال سے۔ اب دیکھئے کہ انسان غلطیان کیون کرتا ہے
بیشتر تو وہ غلطیان اسلئے ہوتی ہین کہ قوتون مین اسقدر زور ہوتا ہے کہ عقل دب
جاتی ہے اور مطابق اون خواہشون کے باوجود جاننے اسبات کے کہ پورا نا اِن
خواہشون کا موجب ضرر ہے عقل اعضا و جوارح کو حکم دیتی ہے کہ خواہش کو پورا کرو
اس سے لازم آتا ہے کہ جب قوتون کا زور نہو عقل غلط حکم نہ دے۔ حالانکہ ہم دیکھتے
ہین اور صریح ہے کہ قوتون کا زور اور ایسا زور کہ عقل کو مغلوب کر دے باقی نہین رہا مگر
عقل اوسی طرح حکم غلط باوجود علم کے دیئے جاتی ہے جبکہ وہ مجبور نہین ہوتی پس
یہ حالت ظاہر ہے کہ بغیر دوسری چیز کے نہین رہے جو عقل سے ہمیشہ غلطی کرایا کرتی
ہے۔ اگر ایسا نہوتا غلطی کرنا عقل کا کام نہوتا۔ اور عادت غلطی کی پیدا ہی نہوتی۔ مرہی حال
ہوتا کہ جب ہاتھ تھک جاوے اوٹھ نہ سکے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب قوت جو عقل
پر متقاضی تھی دوسرے اعضا مین سے جاتی رہی تو وہ عقل سے کہتے نہین کہ تو
غلط حکم دیدے۔ پھر عقل کیون غلط حکم دیتی ہے۔ ضرورت عقل کو باقی نہین کیونکہ
اکثر صور تو نہین وہ اچھا برا جان چکی ہے رغبت بھلائی کی طرف خود انسان مین

پائی جاتی ہے اگر نہین پائی جاتی کیا ایسی صورتین نہین کہ اچھی تعلیم سے مشق
قوت صدور افعال حسنہ کی پیدا کی گئی ہے اور الف عادت یا conscienie
ایمان قوی کر دیا گیا ہے اگر اونہین بسبب ضرورت کے ایک دفعہ یکمزوری ہو کم سے
کم ایسے لوگون مین کبھی عقل غلط حکم جب ضرورت ہونہ دیگی حالانکہ دیتی ہے جو
اس سے انکار کرے منکر بدیہیات ہے۔
مثال اونکی حالت اون لوگون کی ہے جو جرائم پیشہ ہین۔ ٹھگون کیحالت کے
لئے امیر علی ٹھگ کا قصہ جو ٹیلر صاحب نے لکھا ہے دیکھئے وہ جھوٹا قصہ نہین
ہے مینے کرنیل ہاروی صاحب جنرل سپرنٹنڈنٹ انسداد ٹھگی کا محکمہ دیکھا تھا
اوسمین کتابین ٹھگون کے جرائم کی جو خود اونھون نے تبلائے اور وہ ذریعہ اونکے
جرایم کے کھلنے کا ہوئے دیکھی تھین۔ سوانح عمری کے انتخاب سے وہ اوس زمانہ
مین کہی جاتی تھین۔ وہ بھی ایسی ہی قصص تھے۔ الغرض ہر فرقہ بتاتا ہو کہ ہمارے افعال کبھین مگر اون افعال
سے بعد اسکے کہ عقل قوی ہوجاتے ضرورت نہ سے جدا نہین ہوتا یہان تک
کہ اولاد کو اپنے پیشہ کے لئے تیار کرتا ہے۔ جسطرح یہ فرقے بنے ہونگے
اونکی حالت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ بنانیوالا کسی فرقے کا احمق کبھی نہین
ہوتا۔ اوسنے کبھی برائی کو نہین چھوڑا سزا اون پر یہ لوگ باز نہین آسکے۔ یہ دوسرے
کا بھڑکانا ہے یا نہین۔ کیون رنڈیان بالعموم جب قوت یا سخت ضرورت اور بھڑک
نہین رہتی تائب نہین ہوجاتین۔ مجرم لوگون نے جب اقرار جرایم کئے ہین اونسے

معلوم ہوتا ہے کہ اونکے آپس مین ذراسی بات مین میل شروع ہوجاتا ہے
مخلی بالطبع ہوکر جرائم کرتے ہین - اچھی بات کے لئے ایسا میل برسون نہین ہوتا
بچے جب جمع ہوتے ہین فوراً اونکو رغبت ہوتی ہے کہ شرارت کرین - چار چار سال کی
بچون کو مینے بری طرح کہیلتے ہوئے دیکھا ہے - یہ سوائے بدی پر انبجاث کرنیوالی
کے دوسرے سبب سے نہین ہوسکتا - اونہین قوت شہوانی او سوقت کہان ہے
ٹہگون کی تہوڑی سی تفصیلی حالت لیجے - ایک شخص ہمیشہ اونکے ساتھ شگون بتلانی
والا ہوتا ہے وہ ہر مسافر کی جیب کے روپیہ جان لیتا ہے کہ کتنے ہین - زنانون کی
حالت یہ ہے کہ جب قوت جاتی رہتی ہے تب بہی افعال بد سے توبہ نہین کرتے
وہ قوتین جو اصلی سبب اونکے افعال کا ہین جاتی رہین عقل پوری ہوگئی مگر افعال
کو نہین چہوڑا - شہدے جنکا معاملات مین سخت ایماندار ہونا معلوم ہے افعال بد کرتے
ہین آجکل اسکے متعلق یون سمجھا جاتا ہے کہ آدمی مین ایک مادہ الفت عادت اور
کمزوری Conscience یعنی ایمان کا ہے وہی وجہ عدم ترک افعال قبیحہ
کی ہوتی ہے - یہ غور فرمائے کہ یہ دونون کیا چیز ہین - الفت عادت یا کمزوری ایمان
کی اگر ایسی ہے جیسے رسی تو اوسمین بعد کمزوری کے پہر قوت کا آنا ناممکن ہوجانا
ضرور ہے اگر ایسی نہین ہے بلکہ عقل مین مادہ پہرنے کا طرف افعال حسنہ کے ہے
تو پہر وہ قوت کے انحطاط کے بعد کیون اپنا صحیح کام نہین شروع کرتی - سبب جب
باقی نہین مسبب کیسے باقی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کمزوری کو

رسی کی مثال کی کمزوری سمجھتے ہین - بطلان دونون صور تونکا آدمی کی توبہ اور ترک افعال قبیحہ سے بخوبی ظاہر ہے اسلئے کہ اگر کمزوری اور الف عادت اس طرح سے ہوتی کہ وہی باعث اور علت عدم ترک کا ہوتی تو ترک کبھی نہین ہوتا - وہی حال ہوتا جیسے ہاتھہ کا بعد بیکار ہونے کے ہوتا ہے حالانکہ گناہگار توبہ کرتے ہین اور تائب پھر گناہگار ہوتے ہین - اسباب توبہ پر جب خیال کیا جاتا ہے توصاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسباب ایسے طور پر اثر نہین کرتے جیسے آگ مین ہمیشہ جلانے کا خاصہ ہے بلکہ اثر اوسکا کبھی ہوتا ہے کبھی نہین ہوتا پس اختلاف آثار صاف دلیل دوسری شے کے وجود کی ہے - اسباب سے ہمیشہ لوگ دہوکا کہاتے ہین اوس سے غفلت سم ہے -

الغرض الف عادت اور کمزوری ایمان کے سبب اصلی اور علت افعال قبیحہ کی ہرگز نہین ہے - اگر پھر کاٹنے والا ہوتا لازم یہ تہا کہ برے افعال ہین سے جب ضرورت نفسانی جاتی رہا کرتی ہمیشہ ترک ہوجایا کرتے - کوئی سبب اسباب مین سے یا کوئی الف عادت روک ترک کی ہوتے بلکہ الف عادت اور کمزوری ایمان Conscience کا وجود ہی ہوتا - آپکو الف عادت اور کمزوری ایمان کی جو اس وجود کے ماننے کی مانع ہے خدا کے لئے تھوڑی دیر کے واسطے اوسے دل مین سے نکال ڈالئے - اور حقیقت کو دیکھئے اوسوقت صاف معلوم ہوگا کہ الف عادت کیسی پیدا ہوئی کمزوری کہانسے آئی یہ دونام آپنے کس چیز کے رکھہ چھوڑے ہین

مین جب تفصیلی حالت پر فرق مذکورہ بالا کے غور کرتا ہون یہ بات پاتا ہون کہ ایمان
کی کمزوری ہرگز دلیل صحیح نہین ہے اسلیے کہ جب ایمان کمزور ہو جائے ہر چیز
مین کمزور ہونا چاہیے لیکن ان فرقون مین جو عہود اور مواثیق ہوتے ہین وہ اونپر بڑے
زور سے عمل کرتے ہین اور اون پر پابند ہوتے ہین - پس ایمان بطور ایک شے
کلّی کے کمزور نہین ہوتا - رنڈیون کی حالت ظاہر ہے کہ باوجود بقاء قوت اونھون
نے پوری توبہ بلا وجہ کی ہے یعنی اس طرح کہ پھر اُس قوت کو کبھی کام مین نہین لائین - کیا
ایسی مثالون سے کوئی انکار کرسکتا ہے - ضرور نہین ہے کہ مین نام لیکر پردہ دری
کرون - اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمزوری اور الف عادت ایک فرضی نام
ہے جسکو اون لوگون نے اختراع کیا ہے جو حقیقت سے بے خبر ہین - ظاہر ہے
کہ صدہا آدمی جو نہایت خراب ہون ایک بات مین درست ہو جاتے ہین وہی باتین
ہزارون پر اثر نہین کرتین - بہت سے آدمی جو اچھے تھے بگڑ جاتے ہین اور بہت سے
آدمیون پر وہی باتین کچھ اثر نہین کرتین اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایقاظ اور وہ غفلت
اون اسباب یا قوتون سے نہ تھی دوسرے سبب سے تھی ورنہ ایک سا حال ہوتا
ترک گناہ اور توبہ کی نسبت یہ خیال بعض وقت ہوتا ہے کہ وہ بذریعہ خاص اسباب کے
واقع ہوتے ہین اسباب مذکور اور اونکا اثر طبایع کے تفاوت کے ساتھ مختلف ہوتا
ہے وہی الف عادت اور کمزوری ایمان کو دور کرتا ہے - اسباب کی تفصیل آگے
بیان کیجاتی ہے طبایع کا اختلاف غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت ساتھ

اعضا کے اور اونکے نفع کے لئے مخلوق ہوئی ہے یہ تفاوت طبیعت کا باوجود تفاوت کے اپنی خلقی غرض مین محدود ہونا چاہیئے۔ اسباب کا اثر بعد خواہشون کے بڑہنے یا کمزور ہونے کے اوس رتبہ کا ہونا ہی نہین چاہیئے۔

دلیل وجود شیطان کی دوسری تقریر دوسری طرح بیان اوسکا یون ہوسکتا ہے کہ انسان مین ہر طرح کی قوتین ایام نمو مین بڑے زور کی ہوتی ہین اور بعد نمو کے اونمین سے زور جاتا رہتا ہے۔ پہلے اونمین بھڑکنے کی بڑی قابلیت ہوتی ہے بعد مین بھڑکنے کی قابلیت بالنسبت اسقدر کم ہوجاتی ہے کہ گویا نہین رہتی۔ انسان ابد تمیز آجانے کے جانا کرتا ہے کہ بعض اوقات خواہش اسے نفسانی کا پورا کرنا خلاف عقل ہے مگر قوت خواہش کی اور اوسکا زور اور بھڑک عقل کو مغلوب کردیتی ہے لیکن جب قوت ہاے مذکورہ مین سے زور جاتا رہتا ہے لازم آتا ہے کہ عقل کے مطابق ہمیشہ آدمی کام کرے لیکن ہم صریحا دیکھتے ہین کہ ایسا نہین ہوتا انسان بغیر بھڑک کے بہی افعال خلاف عقل کرتا ہے یہ بغیر دوسرے بھڑکانے والے کے نہین ہوسکتا وہی شیطان ہے الف عادت نہین ہے۔

عرب کی حالت جو جواب سوال اول مین بیان کی گئی ہے یہان بطور مثال خیال فرمائیے اوسمین تقریر بالا دوسری طرح بیان کیجاتی ہے۔ اگر محض قوتین انسان کی اور نفس کا ہمیشہ بلا بھڑکانے والے کے یہی کام ہوتا تو اصلاح عرب یا کسی اور ملک کی جب انتہائی مرتبہ کو پہونچ جائے خارج از امکان ہوجاتی۔ کیونکہ اس صورت مین

کہ وجود دہر کا ماننے والے کا نہ مانا جاوے لازم آئیگا کہ نفوس کا یہ خاصہ لازمی ہو کہ ہمیشہ بدی کی طرف چلے جایا کرین اور وہ بدی پر مجبول پیدا ہوئے ہون حالانکہ ایسا نہین پایا جاتا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان کی عقل وہ چیز ہے کہ نفس کو روک کر قوت کو اچھی جگہ کام مین لاتی ہے عرب کی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ اونمین صاحب عقل پیدا ہی نہ ہوئے تھے کیونکہ بعد کی حالت اسکے خلاف ہے۔ حالت عرب کے ساتھہ اور عام طور پر بھی اگر عقل اور نفس پر غور کیا جاوے تو چار حالتین پیدا ہوتی ہین۔ (۱) عقل قوی نفس قوی (۲) عقل ضعیف نفس ضعیف (۳) عقل قوی نفس ضعیف (۴) عقل ضعیف نفس قوی۔ یہ قوتین یعنی دونون عقل و نفس کی جب کم ساتھہ پیدا ہوتی ہین۔ اگر یہ خلقی طور سے بدی اور نیکی کرتین تو ایام انحطاط مین ایک طرح سے گھٹا کرتین حالانکہ اب دیکھا جاتا ہے کہ ایام انحطاط مین قبل اوس حالت کے کہ بیہوشی ہو نفس گھٹ جاتا ہے عقل بڑھجاتی ہے۔ پس صورت اول و دوم مین جب عقل بڑہ جاوے انسان کو کوئی شغل برا نہ کرنا چاہیے اسلئے کہ جب عقل بھی ہمیشہ قوت نفس کے مقابلہ کے لئے موجود ہو تو خاصہ الف عادت کا وجود نہو گا۔ صورت سوم مین جب انحطاط قواے نفس کا ہو گا تو ابتدا ہی سے بدی انسان مین نہین ہو گی اور اوسوقت معصوم ہو جائیگا۔ صورت چہارم مین جب انحطاط ہو تو زمانہ نمو مین کمزور عقل ایسی کمزور ہو گی کہ کبھی نہ ابھر سکے۔ الف عادت ایسی زنجیر سخت ہو گی کہ قید ہوا و ہوس سے نجات ناممکن ہو۔ ان سب کے ملانے سے لازم ہو گا کہ تغیر اور اصلاح ناممکن ہے۔ یہان اصلاح کی حالت بتلاتی ہے

کہ عدم امکان نہین تہا - ان چارون صورتون کے ساتہہ اگر اسباب کو لیجیے - صورت اول مین اسباب اگر قوی جمع ہون جو نفس قوی کو عقل قوی کے مقابلہ مین لاتے رہین تو بہی جب نفس کو ساتہہ قواے جسمانی کے انحطاط ہو تو عقل غالب آجایگی - اور ساتہہ ہی چونکہ عقل قوی ہے ہمیشہ نفس اور عقل مین لڑائی رہے گی الف عادت کبہی نہوگا صورت دوم مین جب عقل اور نفس دونون کمزور ہون اسباب کا اثر ہی نہین ہوگا - صورت سوم مین اسباب کا اثر ابتدا رسے ناممکن ہوگا صورت چہارم مین عقل ایسی مغلوب ہوگی کہ کبہی اوسمین قوت پیدا نہ ہوسکے گی - عرب کی نسبت اب اسبات پر غور فرمائیے کہ وہ ملک گرم ہے اوسمین جب قواے نفس قوی پیدا ہون ساتہہ ہی عقلی قوت کا بہی قوی پیدا ہونا لازم آتا ہے اسلیے کہ عقل اور ذہن کی قوت حرارت ہے بڑے ذہین آدمی اکثر کم عمر ہوتے ہین یعنی جلدی مرجاتے ہین جب قوی عقل کے آدمی زیادہ پیدا ہون تو وہ قسم سوم مین داخل ہونے چاہئین نہ چہارم مین - پہر لازم آئیگا کہ عرب مین اتنی بدی نہو اگر مان لیا جائے کہ قسم چہارم کے زیادہ پیدا ہوئے تو بہی ناممکن ہونا چاہیے کہ اتنے بدنفوس سے پیدا ہوکر جو اسباب کثیر جمع کئے وہ ایک بشر سے نہ ٹوٹ سکین - ان امور پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفوس بشری مین اصلی قوت جو عقل کے ساتہہ جمع ہے طبعًا و خلقتًا بدی پر مجبول نہین ہے اور خاصہ اوسکا بدی نہین ہے - بدی بہڑکانے والے کا فعل ہے - جب شیطان مغلوب کیا جائے اصلی نیکی بڑہ جاے اور جب اسباب ترقی کو قوت

و بجاے بہت بڑھ جاے چنانچہ یہان یعنی مثال عرب مین کتنی بڑھگئی۔

غور فرمایئے کہ اگر اسباب کو ہان لیجئے کہ نفوس کا بھڑکانے والا اور بھڑک مین روک لگانے والا سواے قوت عقلی کے اور نہین ہے تو انسان کی وہی حالت ہوجانی لازم آیگی جو حیوانون کی ہے ایسے زور کی تغیرات ناممکن ہونگی۔ کیونکہ وہ جبلت ہوگی اور جبلت سے عدول ناممکن ہے۔

یہان اسباب سے دہوکا نہ ہونا چاہئے کہ جو بیان اول رسالہ مین عقل کی خوبیون کا کیا گیا ہے یہ دلیل اوسکی نقیض ہے اسواسطے کہ یہان بیان نفوس کے بھڑکانے والے کا ہی اور روکنے والے کا۔ وہ ذکر عقلی قوتون کا ہے جو متعلق ایجادات اور صنایع کے ہین نیکی کے لئے سبب مددمانی جاے اوس سے بہی تنقیص عقل کی لازم نہین آتی اسلئے کہ مدد اور روک اسطرح کی نہین ہے کہ عقل کی ماہیت موجودہ کو منقلب کردے۔

اس حالت عرب مین اگر خاص حالت جناب رسول خدا صلعم کو غور سے دیکہئے کہ اونمین دونون قوتین عقلی اور نفسانی قوی تہین اور وہ ہر طرح فرد کامل تھے تو صاف معلوم ہوگا کہ ابتدا سے ایسی قوتون کو جو ہمیشہ عقل کو مغلوب کرتی رہے کوئی اور مدد ہی شامل تہی۔ اوس سے اونکی عقل کی تنقیص نہین ہوگی۔ آنحضرت صلعم پر جو ایک قوت خاص کے متعلق اعتراض ہوتا ہے وہ ملاحظہ فرمایئے کہ کسقدر غلط ہے کیونکہ تمام عمر آنحضرت صلعم نے صرف ایک عورت کے ساتھہ بسر فرمائی۔ آخر مین تعدد ازدواج اس

مصلحت سے تہا کہ بعض قبایل عرب کے سردار بغیر اسکے قابو مین نہ آسکتے تہے آپ ہندوستان مین اکبر بادشاہ کی حالت کو دیکہئے جب اوسنے راجگان ہند سے بیٹیان لین اوسکی سلطنت کسقدر مضبوط ہوگئی - اکبر عقلمند تہا اوسنے اس فعل کی پیروی کی - آپ خدشات پیدا فرماتے - وہ اصل ضرورت کی وجہ سے غفلت کرجانے سے پیدا ہوئے ہین - افسوس ہے کہ اکبر کا حال چونکہ معلوم ہے اوسکے فعل کی توجیہ ہوتی ہے - یہان باوجود علم غفلت ہے تاہم بعد رفع اعتراض قوت کے کمال کا وجود ظاہر ہے -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وجود شیطان اور یہ کہ اوسکا کام کیا ہے ارشاد الہی سے معلوم ہوا ہے - تاویل بات بنانا ہے اوسکی ضرورت نہین - کیونکہ وجود شیطان خلاف عقل ہرگز نہین - بلکہ آثار اوسکے ہماری چہوٹی سی سمجہ مین بہی آتے ہین - ہم بعض چیزون کے وجود کے قائل ہین اور صرف آثار سے قائل ہوئے ہین - اون چیزون کو علحدہ اور مجسم کرکے نہین دکہلا سکتے مثل کشش زمین کی - اور بہت سے خواص - اسی طرح شیطان کا وجود بہی چہوٹون سے سمجہ مین آتا ہے فلسفی کو ہماری بات کا یقین کامل اوسوقت ہوتا جب سامنے دکہلایا جاتا کہ یہ شیطان ہے ملاقات فرمایئے اب تو ہٹ دہرمی ہورہی ہے - ہان کوئی فلسفی اگر کہدے تو مانا جائے -

آپ اس مقام پر پہونچ کر یہ خیال دلمین نہ لائے کہ جب مدد الہی ایک چیز ہوا اور شیطان کا بہڑکانا دوسری چیز تو انسان ذمہ داری سے بچ گیا اسلئے کہ اوسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کنوئین مین گرنے کا قصد کرتا ہے ایک بدآدمی نے آگے اوسکے راستہ نیچا کردیا

اور وہ اوسمین لڑہک کر جا پڑا۔ دوسرے نے گڑہے سے نکلنے کا ارادہ کیا ایک نیک شخص نے اوسکے لئے تدبیر کر دی مثلاً ڈہال کر دیا اور کنارے گڑہے کے نیچے کر دئے اور یا رسی ڈالدی۔ تو یہ دونون ذمہ داری سے پاک نہین ہوئے دوسرے کی مدد سے فعل کا فاعل ذمہ داری سے جدا نہین ہوتا۔

وجود شیطان کی دوسری دلیل

وجود شیطان کی ایک ظاہر دلیل یہ ہے کہ اگر مان لیجئے کہ انسان کی ولادت حضرت آدم کے اور حضرت نوحؑ کے ذریعہ سے ہوئی تو اگر شیطان نہوتا آدمی کافر کبھی نہوتے۔

بیان اسباب کا کہ تاویلات نے آجکل کیون زیادہ رواج پایا ہے۔

اب مین بیان کرتا ہون کہ امور دین مین عموماً اور اونکے متعلق تاویلون سے جو اپنی راے کے موافق ہون آجکل کیون زیادہ رواج پایا ہے۔ اور اوسمین کیا غلطی ہے۔ ان تاویلات کو تاویلات نہین کہا جاتا تطبیقات نام رکہا گیا ہے۔

وجہ زیادتی رواج تطبیقات کی حقیقت مین خیر خواہی اسلام کی ہے۔ اور وہ اسطرح سمجھہ مین آئیگی کہ علم کی دو بڑی شاخین قرار دیجئے ایک علوم دین دوسرے علوم دنیا دین کے علم کا موضوع یہ ہے کہ آدمی خدا کے صفات کو پہچانے تاکہ بندگی پوری ہو اور دنیا کو بطریق دین چلائے۔ علوم دنیا کا موضوع یہ ہے کہ جتنی چیزین ہمارے سامنے ہین اونکی حقیقت اور اوس حقیقت سے منافع کو جانکر اوسکو صحیح کام مین لائین جو شخص بقدر قوت بشری اشیاء کو جیسی کہ وہ ہین جانتا ہے اور مطابق علم کے عمل

کرتا ہے حکیم کہلاتا ہے اوسے فلسفی بھی کہتے ہین - یہ لفظ آجکل بعض اصطلاح مین اُن لوگون کی نسبت استعمال ہونے لگا ہے کہ جو منکر وجود الہی ہونیکے سبب سے برے سمجھے جاتے ہین - یہان لفظ فلسفی سے وہ غرض نہین ہے بلکہ فلسفی کو بمعنی حکیم کے استعمال کیا جاتا ہے یعنی عالم علوم - ڈاکٹر - پس فلسفی جب علوم کو سیکھتا ہے اوسوقت اوسکو یہ سکہلایا جاتا ہے کہ ماہیت اشیاء کی یہ ہے اور اوسنے صحیح کام اسطرح لیا جاسکتا ہے - اوسکے لئے مشاہدات کرائے جاتے ہین اور ہر چیز کے تجربے اوسوقت یہ بات ذہن نشین ہوتی ہے کہ جو کچھہ سیکھا ہے صحیح ہے اسکے سوائے کوئی چیز صحیح نہین ہوسکتی - اوسکے بعد جب حکیم اون اشیاء کے بیان کو دیکھتا ہے جسمین سے بعض کو دین نے بطور ثبوت وجود اللہ تعالےٰ کی ذات باکمال کے بیان کیا ہے اور اون اصولون کو دیکھتا ہے جسپر دین نے دنیا کا چلانا تبلایا ہے اونمین اپنی تحقیقاتون اور اپنے مقرر کئے ہوئے اصولون سے اختلاف پاتا ہے تو حیران ہوتا ہے اور وہ غلط معلوم ہوتے ہین - اور یہ معلوم ہونا لازمی امر ہے - جب جوش اسلام پیدا ہوتا ہے تب مسلمان حکیم یہ چاہتا ہے کہ جو ایسی غلطیان ہون اونکو رفع کرکے بیانات مذکور کو اور اصول ہاے مذکورہ کو مطابق فلسفہ کی کردینا چاہیے -

پہلی غلطی اصول تاویل و تطبیق فلسفہ و اسلام کی

اب دیکھنا چاہیے کہ اسمین کیا غلطی ہے میرے خیال مین وہ دو طرح کی ہے - اول یہ ہے کہ فرق اسباب نہین کیا جاتا تاکہ علوم حکمت دراصل کس چیز کے متعلق ہین اور علم دین دراصل کس چیز کے متعلق ہے

پس جاننا چاہیے کہ علم حکمت متعلق اون مصنوعات الٰہی کے اور اونسے کام لینے کے سے ہے جو بذریعہ محسوسات معلوم ہوتے ہین۔ علم دین اولاً متعلق صانع کے اور شناخت صفات صانع سے ہے جسکے صفات عین ذات ہین۔ ثانیاً متعلق چلانے دنیا کے ہے جسمین وہ اسباب داخل ہین جو اوس علم سے باہر ہین پس جو علم مصنوعات کے متعلق ہو صانع کے متعلق نہین ہوسکتا حکمت (یعنی حکمت طبیعی جو آجکل زیادہ تر محل بحث ہے) محسوسات مین محدود ہے اللہ تعالیٰ محسوسات مین نہین ہے۔ اوسکے اسباب خاص کا دریافت کرنا اوس علم مین داخل نہین اسلیئے فلسفہ ذریعہ شناخت اللہ تعالےٰ کا نہین ہوسکتا۔ چنانچہ حال جناب رسول خدا کو دیکھیے۔ اونہون نے کوئی علم نہین پڑہا ممکن ہے کہ یہی وجہ اونکے نہ پڑہانے کی ہو۔ مگر یہ بات سب مانتے ہین کہ وہ بہت ہی بڑی مضبوط عقل کے آدمی تھے ایسے شخص نے کیا کیا! برسون حق تعالےٰ کی مصنوعات کو سوچا اور دنیا سے علحدہ پہاڑ مین بیٹھ کر۔ تب ایسی عقل کے آدمی کو عقلاً یہی ثابت ہوا کہ خدائے واحد اس عالم کا خالق ہے اکثر حکمار کو جب مصنوعات کی خوبیون کی طرف توجہ ہوئی ہے وہ بہی وجود الٰہی کے قایل ہوئے ہین۔ الغرض اوسوقت جب اسقدر استعداد پیدا ہوئی تب افاضہ انوار الٰہی ہوا۔ اور حضرت جبرئیل اونپر نازل ہوئے اور شرح صدر کیا اور تمام علوم اوسکے ذریعہ سے ذات جناب رسول خدا مین در آئے۔ اوسوقت وہ نبی ہوگئے اور ہدایت کا کام اونکے سپرد ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی علوم اللہ تعالیٰ کے صفات اور احکام جاننے کے لئے کافی ذریعہ نہ تھے۔ چنانچہ اوسکے آثار بذریعہ

معجزات سے کے آنحضرت صلعم نے بتلا کر ثابت کئے۔ اور جو طریقے حکمت اور خاصیت
اشیاء کے تھے اونکو باطل کر کے دکھلایا۔ پس جو علم اسطرح حاصل ہوا ہو اور مافوق حکمت کے
ہو حکمت اوسکا ذریعہ نہین ہو سکتی۔ ضرور اہل حکمت کو چونکہ اعتقاد اپنی معلومات کی صحت
کا ہے وہ اونکو یقین نہین کرتے مگر غلطی اونکی اصول علم مذکور سے پائی جاتی ہے اور پوری
ثابت ہے۔ بنسبت معجزات کی دہوکا ہوتا ہے کہ معجزات اور بازی گری مین فرق نہین مگر غور
کرنے سے بڑا فرق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً بازی گر مردہ نہین جلا سکتا۔ اگر بازی گر مردہ
جلادے تو ہم اوسے بہی رسول کہتے کو تیار ہین بازی گرون کے تمام افعال اور جناب
رسول مقبول کے تمام افعال پر غور فرمائے۔ سوائے بازیگری کے بازیگرون کے افعال
کیسے ہوتے ہین بیان کیسے تھے یعنی وہ نیکی سکھلاتے تھے اونہون نے عرب کو کہان
سے کہان پہونچا دیا۔ ایسے شخص کے افعال کیا بازی گری تھے ہرگز نہین۔ تہوڑے
سے امتیاز کی ضرورت ہے انکار مردہ جلانے سے جو کیا جاتا ہے وہی اعتقاد ہے جو
ہمنے بیان کیا کہ ہمارے اصول کے موافق جو چیز مجرب نہوا اور ہمنے نہ دیکھی ہو صحیح نہین ہے
حالانکہ تواتر ایک شے ہے جب تواتر سے بہت سی چیزین پائی جاتی ہین جسکی مثالین
اوپر مذکور ہوئین اسکو بہی ماننا چاہیے۔ لیکن اس زور مین حکما تواتر سے انکار کرتے ہین
جو صریح غلط ہے اور غلطی اصول حکما سے پائی جاتی ہے۔ آنحضرت نے بعد اس فائدہ
کے بیان کیا کہ فرشتے ہین۔ شیطان ہے خدا قادر مطلق ہے۔ اسباب اور بلا اسباب
سب کچہہ کرنا قدرت الٰہی مین ہے وہ کیسے بذریعہ حکمت معلوم ہوتے۔

دوسری غلطی اصول تاویل و تطبیق کی

دوسری غلطی یہ ہے کہ اہل حکمت کو جو ہمیشہ اپنی تحقیقاتون اور نتیجون پر ایسا بہروسہ ہوتا ہے کہ خلاف اوسکے ہر چیز غلط معلوم ہوتی ہے یہ بہروسہ اور اعتماد اصول حکمت کی رو سے بہی غلط ہے اسلئے کہ ہر حکیم مانتا ہے اور ہر اہل علم کو یقین ہے کہ علوم کی تکمیل ابتک نہین ہوئی اور اونمین جو نقصان ہے اوسکے پورا کرنے کی کوشش بڑے زور سے جاری ہے۔ باوجود اسکے ہر وقت یقین ہے کہ ہمنے جو اسوقت سمجھا ہے وہی صحیح ہے اور اوسکے سوا اور کچہہ صحیح نہین ہوسکتا غلط ہونا چاہئے۔ چنانچہ جب بعد مین خود حکیم کو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی رائے غلط تہی اور اونہین ذریعون سے جو تحقیقات ہوئی اونکی غلطی ثابت ہوتی ہے خود قائل ہوتا ہے۔ اگر غور فرمائے تو اوسکی ایسی مثال ہے جیسے سیڑہیون پر چڑہنے والے کی ہو۔ انسان ایک سیڑہی پر چڑہے اور دیکہے اوسکو کچہہ نظر آئیگا اور وہ دیکہیگا کہ بعض چیزین ایسی ہین یا بعض ایسی ہین۔ جو چیزین اوس وہان سے نہ دکہلائی دیتی ہون تو سمجہیگا کہ اوسیقدر موجود ہے جتنا دکہلائی دیا۔ اور ایسا ہی ہے جیسا دکہلائی دیا۔ اوسکے بعد دوسری سیڑہی پر چڑہیگا اور چیزین دکہلائی دین گی اور معلوم ہوگا کہ پہلے جو خیال تہا کہ اوسیقدر ہے غلط تہا اور ہر سیڑہی پر چڑہنے مین کچہہ ترقی ہوگی۔ اسوقت کی بجنسہ یہی حالت ہے کہ ہر سیڑہی کا آدمی یہ جانتا ہے کہ بس جو مجہے دکہلائی دیا اوسی قدر ہے اور ایسا ہی ہے جب اور ترقی ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا علم ناقص تہا۔ پس ہر زمانہ کے علم کے موافق تطبیقات غلطی فاحش ہوئین۔ ہم اوس شخص کے معتقد ہین جو ہمارے نزدیک سب سیڑہیون کو طے کرکے اعلی سے اعلی

مقام پر اور سب سے اونچے کوٹھے پر بیٹھا ہے اور وہان سے دیکھہ کر سب کو بتلاتا ہے
اگر کوئی کہے کہ یہ اعتقاد کہ وہ سب سے اونچی سیڑھی پر ہے غلط ہے اوسکا جواب یہان بیان
کرنے کی ضرورت نہین اسلئے کہ ہمارا خطاب اون لوگون کیطرف ہے جو دین رسول خدا
کو صحیح دین مانکر تاویلین کرتے ہین -
تاہم اسقدر بیان کرنا کافی ہوسکتا ہے کہ جو شخص خبر دے کہ روم جواب مفتوح ہوگیا ہے
جسکی پہر فتح پانے کا کوئی ذریعہ اوسوقت نہ تہا (دیکہو تاریخ) وہ بالیقین بتلا دے کہ اب
تہوڑے دن بعد پہر اوسکو فتح نصیب ہوگی اور مطابق بتلا دینے کے نصیب ہوجاے
اوسکے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوجاے - مردون کو زندہ کرے - فصاحت وبلاغت
مین یقیناً کہدے کہ ایک چہوٹی سی عبارت کا بہی (آیتہ) جواب نہین ہوسکتا اور سب
مان بہی لین کہ نہین ہوسکتا - وہ ایک سخت بیکسی کی حالت سے ساری دنیا کا فاتح ہوسکے
بے تعلیم ظاہری کے ایسی شریعت قایم کرے کہ جو بالکل مطابق فطرت کے ہے اور نہایت
صحیح ہے جسکی صحت تیرہ سو برس مین ابتک نہین ٹوٹ سکتی - اوسکے مخالف اوسکے
معجزات کو لاچار ہوکر سحر کہین (معاذ اللہ) - کہ یہ امر شاید سب سے بہتر دلیل صدق معجزات
کی ہے ایسے شخص مین ضرور وہ مادہ ہونا چاہیے جو فلسفی کے علوم سے باہر ہے - وہ
ضرور سب سے اونچی سیڑھی پر بیٹہا ہوا ہونا چاہیے -
اب مین دو ایک مثالین فلسفیون کے اغلاط کی جو ایسا اعتقاد کرنے سے ہوئی ہین
بیان کرتا ہون -

پہلی مثال غلطی دلائل فلسفہ کی نسبت نظریات کے

پہلی مثال

دلائل فلسفہ ایسے ہین کہ اسباب کو دیکھ کر نتیجہ نکالتے ہین جب تک کوئی سبب دریافت کرنے کا نہین ہوتا مگر نتیجہ معلوم ہوتا ہے اوسکو خلاف عقل جانتے ہین اور نہایت لغو سمجھتے ہین۔ اوسوقت جب تصویر عکسی کا طریقہ نہ نکلا تہا اگر کوئی شخص فلسفی سے کہتا کہ عکس کو روک سکتے ہین اور کاغذ مین اوسوقت رکہہ سکتے ہین کہ عکس و معکوس عنہ مقابل نہون تو وہ ہنستا اور بلا تامل کہدیتا کہ بکتے ہو۔ اسی طرح اگر اب کسی فلسفی سے جسکو طریقہ عکسی تصویر لینے اعضا اندرونی جسم کا معلوم نہو کہا جاسے کہ شے کثیف کا حائل ہونا مانع انعکاس نہین ہے آدمی بعد حائل ہولی کسی چیز کے عکس لے سکتا ہے ایسا فلسفی سمجہیگا کہ قائل عقل سے خارج ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ جو نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ صندوق کے اندر رکہے ہوئی چیز کا عکس اوسیطرح اوتر آتا ہے کہ ڈہکنا صندوق کا اور اوسکا مخفی ہونا مانع اخذ عکس نہین ہوتا اندرونی اعضا کے تصویر بعد حائل ہونے جلد کے اسی طرح لیلی جاتی ہے جیسے بلا حائل ہونے کے۔ باریک باریک سی رگون کا خون چلتا ہوا دکہلائی دیجاتا ہے۔ اوسے فلسفی کو دکہلاے اور پہر فرماے کہ یہ ایک طریقہ سے انعکاس بلا ارتفاع حائل کثیف ہے یا نہین اوسوقت وہ فلسفی جو ایسے لوگون کو جو معجزات و کشف کے قائل ہین خارج از عقل فرماتے تہے بتلاسے کہ صحیح عقل سے وہ خارج ہین یا فلسفی کہ اپنے ناتمام علم پر بہروسہ کیے ہوئے اہل ایمان اور اللہ کی قدرتون اور صنعتون کو خلاف عقل سمجہتے تہے۔ فرق اسیقدر ہے کہ یہان بذریعہ ترکیب ثابت ہوا ہے وہان اوس ترکیب سے با وجود اوسکا مانا جاتا تہا جو اوسوقت معلوم نہین تہی۔

دوسری مثال حرکت شمس کی

دوسری مثال نظام فلکی پہلے ایک حکیم کی رائے کے مطابق
مانا جاتا تھا پھر دوسرے کی رائے کی مطابق مانا جاتا رہا۔ اب اور حکمار کی رائے کے مطابق
مانا جارہا ہے۔ اونکی رائے بھی متغیر ہورہی ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالی نے
جو ارشاد فرمایا ہے کہ آفتاب مین گردش ہے والشمس تجری لمستقر لہا یعنی سورج چلا جاتا
ہے اپنی مستقر کی طرف۔ مدت تک ہیئت والون کا یہ مذہب رہا کہ سورج مین گردش نہین
ہے اور مسلمان ہیئت دان تاویل کرتے رہے کہ اللہ تعالی اسنے کلام مطابق فہم مخاطبین
کیا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ نہین شمس مین حرکت ہے اور معلوم ہوا کہ کلام الہی بیان حقیقت
تھا۔ اوسوقت فلسفی سے کوئی کہتا کہ حرکت شمس اسلئے مان لو کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے
وہ ہرگز نہ مانتا۔ اب جب فلسفی نے بتلا دیا بیچون وچرا مانتا ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے
کہ اب حکمار فرنگ نے ثابت کیا ہے کہ زمین مین تین حرکتین ہین ایک اپنے محور پر
دوسری آفتاب کے گرد جو ایک سال مین ختم ہوتی ہے تیسری کل نظام شمسی کی حرکت
طرف Constelation Hercules کی اور اوسمین بھی اب فرق ثابت ہوا ہے
اسپر بھی اب معلوم ہوا ہے کہ آفتاب کی بھی ایک نہین دو حرکتین ہین۔ ایک
اپنے محور پر دوسری جانب Constelation Hercules
کی۔ اس حرکت دوم مین نہ صرف کل نظام شمسی بلکہ جملہ نظامات متعلق نجوم شامل ہوتے
ہین۔ چنانچہ دوربینون سے ثابت ہوا ہے کہ آفتاب کی سطح پر دھبے ہین اور وہ ہمیشہ
ایک ہی جگہ پر نہین رہتے بلکہ آفتاب کے سطح پر حرکت کرتے ہین۔ آجکل کے ہیئت

والون کو وجہ اوسکی پورے طور سے دریافت نہین ہوئی۔ تاہم یہ رائے قوی قرار پائی ہے کہ آفتاب کے سطح پر ہمیشہ بہت شدت کے طوفان رہتے ہین اسقدر شدت کے کہ اسقدر اور ستارون مین نظام شمسی کے نہین پائے جاتے۔ بلکہ سکون ہوا کا زیادہ رہتا ہے یہانتک کہ اوس ستارہ مین جسکا نام مارس Mars ہے ہماری زمین کے مثل بھی پائے نہین جاتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آفتاب مین ایک سے زیادہ قسم کی حرکت موجود ہے اور اسقدر ہے اور اوسیقدر بڑے درجہ کی ہے جتنا آفتاب بڑا ہے یہان ملاحظہ فرمایئے کہ سیڑہی کی مثال کسقدر چسپان ہے۔

تیسری مثال پہاڑون کے وتد ہونے کی۔

تیسری مثال پہاڑون کے وجود کی ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ترجمہ۔ کیا ہمنے زمین کو فرش (بچھونا) اور پہاڑون کو زمین کی میخین نہین بنایا۔ یہ بیان مخالف زمین کے کرہ ہونے کے ہے اور جب زمین کرہ ہو تو میخ کی ضرورت نہین ہے۔ اسباب مین فلسفی کو یہ غفلت ہوتی ہے کہ زمین باوجود کرہ ہونے کے اگر ہے ہمارا فرش ہے اور میخ کی اُسمین سخت ضرورت ہے کیونکہ میخ کا کام یہ ہے کہ وہ جس چیز کو جہان ہے برقرار رکھے۔ اس سے بقدر فرش میخ کی ضرورت رفع نہین ہوتی جیسے جہازونکو بوجہل کرتے ہین اسی طرح زمین بوجہل کی گئی ہے اور فائدہ اوسکا خصوصًا زلزلون کے وقت ظاہر ہوتا ہے اگر پہاڑ نہوتے تو زمین اسقدر زیادہ ہلتی کہ کوئی چیز اوپر کی برقرار نرہتی۔ سب ضایع ہوجاتین۔ اب چھوٹے زلزلے محسوس نہین ہوتے ہین۔ ایک یہ غفلت ہوتی ہے کہ زمین اندر سے نرم ہے اور بخارات

پیدا ہوتے ہین اوسمین بقدر ضرورت پہاڑ کہونٹون کی طرح گڑے ہوئے ہین تاکہ بخارات
اور زمین اندرونی طور پر ایک جگہ رہین اگر ایسا نہوتا تاثیر ملکون کی بدل
جاتی جسکا رکنا ضروری تہا کیونکہ اندر زمین کے جزر و مد ہے۔
مہد کے دو معنی ہین گہوارہ اور فرش۔ لفظ جَعَلَ بمعنی خَلَقَ
کے نہین ہے یعنی مرادف اوسکا اور معنی یہ ہین کہ فرش اور میخ کا کام لیا ہے یہ
معنی تاویل نہین ہین لغوی اور حقیقی ہین ایک یہ غفلت ہے کہ بوجھ جب ایک جگہ مجتمع ہو
جیسے پتہر مین اور جو متفرق اور پہیلا ہوا ہو جیسے روئی اور ہوا مین اوسکے اثر مین بڑا فرق ہوتا ہی
چنانچہ اگر دو کہونٹون پر تختہ کیا جاوے تو ایک پتہر جس وزن کا کسی خاص مقام پر اوس تختہ کو
توڑ دیگا روئی کا وزن دو چند اوسکو توڑیگا۔ ½ کی نسبت ہوتی ہے۔ لوہا پہاڑون سے جسقدر
نکالا گیا ہے آپکو معلوم ہے ریلون مین اوسکا صرف اور ریلونمین اور ہر ضرورت زندگی مین ملاحظہ
فرمائیے اوس نکالنے سے زمین پر جو بوجھ کا اثر پہاڑون کے ذریعہ سے تہا وہ کم ہو گیا ہے۔ یہ
سچ ہے کہ وہ بوجھ کہین گیا نہین مگر اثر کم ہو گیا ہے۔ اس سے زمین میری راے مین اپنی
جگہ پر باقی نہین رہی۔ چنانچہ اب جو تین سو برس سے مختلف ملکون مین Observations
معائنے ہو رہے ہین اونسے نسبت Variations اختلافات کے صاف
پایا جاتا ہے کہ مقناطیسی سوئی ہمیشہ مغرب کی جانب چلی جاتی ہے اسکے علاوہ بہی مقناطیسی
سوئی مین فرق ہوتا ہے گو بہت تہوڑا ایک درجہ کا یا اوس سے کم ہوتا ہے مگر ہوتا ہے چنانچہ
ہر مرصد مین جب حساب کیا جاتا ہے اس فرق کے لئے کچھ عدد بڑہائے گٹائے جاتے ہین

یہ سب امور دلیل اپنی جگہ پر زمین کے باقی رہنے کے ہین سوا اسکے اور کوئی امر معلوم نہین ہوتا۔ ورنہ سوئی ٹھیک رہا کرتی پس یہ فائدہ بوجہ کا تھا۔ اور وہ وتد تھے۔ تو پہاڑ کی تعداد بمقابلہ کل زمین کے ضرور کم ہے مگر اسقدر کم نہین ہے کہ اثر نہو۔ کیونکہ وہ بوجھہ ہے اسلئے امید ہے کہ تھوڑے دنون مین فلسفی قائل ہونگے کہ باوجود کرہ ہونے کے زمین ہمارا فرش ہے اور پہاڑ اوسکی میخین ہین جسپر پہلے بالکل ہنستے تھے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر یہی حالت رہی نظام شمسی اور عالم کا انتظام اوس کے ذریعہ سے تباہ ہوجائیگا۔

چوتھی مثال فلسفیون کا خدا پرست ہوجانا۔

چوتھی مثال ہم دیکھتے ہین کہ اہل فلسفہ اپنی تدبیرون مین ایسے منہمک ہوتے ہین کہ وہ قدرت کو نہین مانتے لیکن بعض مین وہی اعتقاد وجود خالق عالم سے بالکل پھیر کر آدمی کو منکر مطلق بنا دیتا ہے بعض کو محض موحد اور ایسا کہ دنیا کو چھوڑکر صرف اللہ کی پرستش کر کے فقیر ہوجاتا ہے یہ دونون امر ثبوت اسکا ہین کہ خود فلسفی اپنی غلطی کا قائل ہوتا ہے۔

پانچوین مثال۔ دور و تسلسل کی غلطی

پانچوین مثال یہ ہے کہ منطق مین یہ قرار پایا ہے کہ دور اور تسلسل باطل ہین لیکن فلسفی جب خدا سے انحراف کرتا ہے قاعدہ دور و تسلسل سے جو اسقدر مضبوط ہے خود انحراف کرتا ہے ورنہ منکر وجود الہی کبھی نہوتا۔

چھٹی مثال متعلق انکار بدیہیات

چھٹی مثال غلطی کی یہ ہے کہ بدیہیات سے انکار کرتا ہے مثلاً فلسفی سے اگر کوئی کہے کہ تاثیر روح و الفاظ موجود ہے اور وہ مثل اسکے تاثیر رکھتی ہے جیسے زنجیر اور قوت ظاہری تو گو کیسا ہی ثبوت اوسکا آنکھہ سے دکھلایا جاے منکر ہی رہتا ہے۔

حسن خان جنی کا قصہ مشہور ہے جب وہ ۱۸۶۵ء مین وارد دہلی ہوا اوسنے کوئی بات ایسی پیدا
کی تہی کہ جس چیز کو وہ ہاتہہ لگا دے اوسکے پاس آجاے چنانچہ جب یہ خبر کرنیل سلٹن صاحب
بہادر کمشنر دہلی کو پہونچی تو اونہون نے اوسے بلایا۔ اور اپنی انگوٹہی اوسکے ہاتہہ مین دیدی اور پہر
لیکر ایک ڈوبہ مین بند کرلی۔ اور ڈبہ کو اپنے ہاتہہ مین جسکا ڈہکنا مضبوط بند تہا لیلیا اور اوسے
زور سے دباے رہے۔ تہوڑی دیر نہ گذری تہی کہ انگوٹہی حسن خان کے پاس تہی۔ ڈبہ خالی تہا
اوسوقت کرنیل صاحب کو تعجب ہوا کہ بلا خرق والتیام و نظر آنے کے انگوٹہی کیسے حسن خان
کے پاس پہونچی مگر اونہون نے کہا کہ وجہ نہین معلوم ہوئی اسلئے اسے ہم نہین مانتے۔ ایک
مثال وہ ہے جو مینے صدہا مرتبہ دیکہا کہ ایک شخص سانپ پکڑتا تہا اور جب پکڑ کے لاتا تہا
کچہہ پڑہ کر اوسپر دم کردیتا تہا۔ یا کنکری پڑہی ہوئی ماردیتا تہا چنانچہ سانپ کے لئے ممکن
نہوتا تہا کہ منہ کہولے جہان اوسنے دوسری کنکری پڑہی اور ڈالی سانپ منہ کہولتا تہا۔ اسوقت
موضع چرتہاول ضلع مظفرنگر مین ایک شخص ہین کہ کچہہ پڑہا اور دستک دی جسقدر سانپ
آس پاس ہوتے ہین ایک دو نہین سو دو سو سب آگئے اور پاس آبیٹہے۔ جب دوسرے
دستک دی چلے گئے۔ یہ قوت مقناطیسی نہین ہے ورنہ سانپ پر محدود نہوتی اور کتے
بہی وہ چلے نجاتے۔ سواے سانپ کے اور اونکو اسباب مین کچہہ نہین آتا۔ اور اسکی ہزارہا
مثالین ہین۔

بیان ضربہاے تاویلات

اب مین بیان کرتا ہون کہ ضربان تاویلات و تطبیقات کا کیا ہے
وہ بہی بہت طرح کا ہے بعض ضربیان کئے جاتے ہین۔

ضرر اول - دین اسلام اسلام نہین رہا -

پہلا ضرر یہ ہے کہ دین بدل گیا اسلام اسلام نہین رہا کیونکہ اوس اعتقاد سے جو آجکل ایسے حضرات اور اونکے مقلدین کا دیکھا جاتا ہے صریح مخالفت احکام الہی کی لازم آتی ہے اور وہ مخالفت انسان کو اصل دین پر باقی نہین رکہتی اسلئے کہ دین یہ ہے کہ اللہ تعالی قادر[1] مطلق ہے - عادل ہے[2] - اوسنے نبی بہیجے[3] - اون پر وحی بہیجی[4] - اونکو خود حضوری مین بلایا[5] - اوسنے[6] اونکے جانشین بنائے اوسنے[7] موت پیدا کی - اوسنے[8] روح کو پیدا کیا جو باقی رہیگی - اوسنے[9] قیامت کی خبر دی ہے اوسنے نماز[10] واجب کی - اوسنے[11] روزہ واجب کیا - زکوٰۃ[12] واجب کی خمس[13] واجب کیا حج[14] واجب کیا - اہل فلسفہ اللہ تعالی کو علت العلل مانتے ہین اور کہتے ہین کہ نتایج جو عالم مین پیدا ہوتے ہین محض اسباب سے پیدا ہوتے ہین - یہ انکار قدرت مطلق ہے - یعنی اسباب مانع نفاذ قدرت ہین - وہ فرشتون سے انکار کرتے ہین اسلئے وحی کوئی چیز نہین رہتی القا اور الہام ہوجاتی ہے - اور جب ایسا ہو کوئی شخص اعتماد نبوت پر نہین کرسکتا - کیونکہ القا اور الہام خیال ہے - اور خیالات اچھے برے اوس اعتقاد کے موافق ہر شخص مین پیدا ہوتے ہین وہ روح کا وجود نہین مانتے - اس سے قیامت کا انکار ہوتا ہے اور سزا و عدل باطل ہوتی ہین - وہ جنات کا انکار کرتے ہین اس سے لازم آتا ہے کہ کلام الہی مین کذب شامل ہے اور ان سب اعتقادات سے ساری عبادات نماز و روزہ خمس و زکوٰۃ حج سب کے سب باطل ہوتے ہین - مجھے جو کچھ اسبابت معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ایسے لوگ جو اپنی تطبیقات کے ثبوت مین اقوال علما بیان کرتے ہین وجہ اسکی یہی ہے کہ ہمیشہ سے کوشش تطبیق

فلسفہ اور اسلام کی چلی آتی ہے اسلیئے اپنے سے خیالات کے لوگون کے قول اونکو اپنی تائید مین ملجاتے ہین - حالانکہ اونمین اور انمین کوئی فرق بظاہر نہین ہے -

دوسرا ضرر - تاویلات سے کمزوری دین کی ظاہر ہوتی ہے

دوسرا ضرر یہ ہے کہ جو اون تاویلون کو دیکھیگا جانیگا کہ مذہب اسلام نہایت کمزور مذہب ہے اسلیئے کہ تطبیق امکان سے باہر ہے مسلمان عجیب لوگ ہین کہ اونکے بڑے بڑے ایسی باتین بناتے ہین -

تیسرا ضرر - اسلام سے زور کا جاتا رہنا -

تیسرا ضرر یہ ہے کہ تاریخ اسلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء اہل اسلام مین عموماً ایک زور تھا جو اب نہین ہے - وہ اسلیئے گھٹ گیا کہ عرب مین جہانسے اسلام کی بنا ہے فلسفہ داخل ہوا جب لوگون نے فلسفہ پڑہا اور بیانات اسلام کو جو دلائل وجود جناب باری تعالی مین مذکور ہوئے تھے دیکہنا شروع کیا تو اونمین شکوک پڑنے لگے اور یہ کوشش ہونے لگی کہ شکوک رفع کیئے جائین - ظاہر ہے کہ بحالت شک اون اصول کے مطابق عمل کرنے مین جنمین شک راہ پا جاے وہ زور نہین رہ سکتا جو اوسوقت ہوگا کہ اصول مذکور مین شک نہو - یہ حالت ابتدائی تہی - جسکا ضرر بہی ابتدائی ہونے کی وجہ سے چہوٹا تہا - چونکہ بیج ان شکوک کا دلون کی زمین مین بوچکا تہا آخر کو وہ بڑے بڑے اشجار ہوکر ظاہر ہوا اور ضرر بہی اوسکے بہت ہی ترقی پا گئے - نتیجہ یہ ہوا کہ شکوک نے اسلام کو بدل دیا اور جتنی عام قابلیتین ترقی کی اسلام نے بخشی تہین سب کی سب جاتی رہین - یہانتک آخرکار نوبت پہونچی کہ امور دینی مین خصوصاً اور جملہ امور مین بہی عموماً عادت بزرگون کے استخفاف کی پیدا ہوئی اور اطاعت معدوم ہوگئی انکا مین سب

باون سر کے ہوگئے - چونکہ منافع عامہ بغیر اطاعت کے حاصل نہین ہوسکتے ترقی کا مادہ ختم ہوکر تنزل کا مادہ پیدا ہوگیا جسکی آجکل بڑی واویلا ہے - افسوس ہے کہ اصل سبب یعنی عادت اطاعت پیدا کرنے مین کوشش نہین کیجاتی اون اسباب مین ترقی دیجاتی ہے جنہون نے اولاً مادہ ترقی کو روکا ثانیاً مادہ تنزل کو پیدا کیا -

چوتھا ضرر - افعال تعبدی کا ترک ہوجانا -

چوتھا ضرر یہ ہے کہ اون خرابیون کے بعد جو ضرر رسوم مین بیان کی گیئن لازم نتیجہ یہ ہوا کہ عبادت کی عادت جاتی رہی - بلکہ عادت ہوگئی کہ اعمال وافعال مطابق احکام شرعی کے صادر ہون - وجہ اسکی ظاہر ہے یعنی یہ کہ دلائل افعال تعبدی کے بیان نہین کیئے گئے - اور دلائل سے نتیجہ صحیح نکالنا ہر شخص کا کام نہین - (دقتِ دلائل کی مین شرح کرچکا ہون -) اب عادت یہ ہے کہ بغیر دلیل کوئی کام نہین کرتے - بغیر دلیل کسی کی بات نہین مانتے پس عبادت کہان رہ سکتی ہے - عبادت ایک بہت بڑی چیز ہے اسلیئے کہ جو قوت ابتدا اہل اسلام مین تھی ذریعہ اوسکا کہ وجود باری تعالی کا اذعان تھا جنت و دوزخ او عقبیٰ کا اذعان تھا عبادت کرنا ہر وقت اوس اذعان پر عمل کرنا اور اس ذریعہ سے اوسکا باقی رکھنا اور بڑہانا تھا - وہی ترقی اذعان ایک چیز تھی جسنے اذعان کے ساتھ جمع ہوکر اسباب ترقی پیدا کیئے تھے - ظاہر ہے کہ اوس عادت کا ترک ہونا بہت ہی بڑا ہے جو چیز غیر ضروری ہوا وسکی طرف اور اوسکے احکام کی طرف اور اون علوم کی طرف جو ذریعہ اونکے دریافت کا ہین لازماً بے توجہی ہوگی - اور لازم ہوگا کہ وہ علوم نہ پڑہے جائین - اونہین توغل ہو - اس عدم توغل سے اور اپنے بنائے ہوئے آسان

دلائل ناتمام پر عمل کرنے نے ایک نئی قسم کا ضرر پیدا کیا - وہ یہ ہے کہ اعتقاد ہو گیا کہ عبادت
دراصل واجب نہین ہے - دلیل اسکی یہ قرار دی گئی کہ اللہ بڑا رحیم ہے وہ عذاب نہین کریگا
پس کیون عبادت کرین - اس دلیل کو اس زمانہ کے لوگ عبارات مختلفہ مین بیان کرتے
ہین یہان تک کہ ممتاز لوگ بہی ان شکوک مین پڑے ہوئے ہین - بلکہ بعض حضرات اسپر
یقین کرکے اہل عمل پر استہزا و تمسخر کرتے ہین -

توضیح - یاد رہے کہ جیسے اعتراضات شیطان کے حکمت نظام عالم پر بذریعہ اللہ تعالیٰ
کے قادر و حکیم ماننے کے ہین یہ اعتراض احکام شریعت و اعمال تعبدی پر بذریعہ اللہ کے
رحمن و رحیم ماننے کے ہے - اون اعتراضات کے جواب مین جیسے بسط بیان کی
ضرورت تہی اسمین بہی ضرورت ہے - اوسی مین تاویل کی تعریف بہی بیان کیجائیگی کہ وہ مقام
زیادہ مناسب تہا -

ممکن ہے کہ یہ بیان جدا رسالہ بنالیا جاوے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ والہ واصحابہ الی یوم الدین

ستائیس برس کے قریب زمانہ گذرا کہ ایک بزرگ نے مجھسے سوال کیا۔

سوال

سوال۔ اللہ اگر رحیم ہے اتنے بندون کو عذاب نہین کرسکتا۔

تم اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کو عم نوالہٗ کو رحیم جانتے ہو یا نہین ۔ مینے جوابدیا کہ ضرور۔ بلکہ اوسے ارحم الراحمین جانتا ہون۔ تب اونہون نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا رحیمی ہے کہ معدودے چند جنّتی ہون اور سارا عالم آتش دوزخ مین جلنے کے لئے ہو۔ اگر سارا عالم دوزخ کے لئے ہو اللہ تعالیٰ رحیم نہین ہے۔ اگر رحیم ہے تمام عالم دوزخ کے لئے نہین ہے۔

غرض اس سوال کی یہ تہی کہ اہل مذاہب صرف اپنے ہم مذہبون کو ناجی اور اس وجہ سے جنّتی جانتے ہین۔ باقی جملہ اہل مذاہب کو ہالک اور اسوجہ سے دوزخی۔ تعداد کسی ایک مذہب کے معتقدین کی بمقابلہ تعداد جملہ مذاہب کے معتقدین کے بہت تہوڑی ہے گویا کچھہ نہین لہذا معنی یہ ہوئے کہ بہت تہوڑے جنّت کے لئے بنائے گئے اور بہت زیادہ دوزخ کے لئے۔ یہ خلاف رحم ہے۔

اس زمانہ مین ایک اور بزرگ کی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا اوسمین یہ تقریب بہت دلچسپ عبارت مین لکہی تہی۔

عبارت یہ ہے

یہ وہ زمانہ تھا کہ مذہبی خود پسندی کے نشہ مین سرشار تھے۔ خدا کی تمام مخلوق مین صرف مسلمانون کو اور مسلمانون کے تہتر فرقون مین سے اہل سنت کو اور اہل سنت مین سے صرف حنفیہ کو اور اونمین سے بھی صرف اون لوگون کو جو صوم و صلوٰۃ اور دیگر احکام ظاہری کے نہایت تقید کے ساتھہ پابند ہین نجات اور مغفرت کے لایق جانتے تھے۔ گویا دائرہ رحمت الٰہی کو کوئین وکٹوریہ کی وسعت سلطنت سے بھی جسمین ہر مذہب و ملت کے آدمی بہ امن و امان زندگی بسر کرتے ہین زیادہ تنگ اور محدود خیال کرتے تھے جسقدر کسی کے ساتھہ محبت یا لگاؤ زیادہ ہوتا تھا اوسیقدر اسبات کی تمنا ہوتی تھی کہ اوسکا خاتمہ ایسی حالت پر ہو جو ہمارے زعم مین نجات اور مغفرت کے لئے ناگزیر ہے۔

جواب

جواب

تقریر اعتراض کی غلطیان

مناسب ہے کہ پہلے اس تقریر کی غلطیان بیان کرون پھر تفصیل کرون کہ یہ غلطیان کیونکر پیدا ہوئی ہین اونکے اسباب کیا ہین۔ پھر اون غلطیون کی غلطیان ہونے کے وجوہ بیان کرون۔ وہی جواب ہوگا۔

غلطیان اس تقریر مین یہ ہین۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ جب آدمی کوئی مذہب اختیار کرے اور اوسپر پختہ ہو اوسے خود پسندی قرار دیا ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ احکام شرعی کو احکام ظاہری اور قابل ترک قرار دیا ہے۔
تیسری غلطی یہ ہے کہ معنی مغفرت کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے دائرہ کو غلط طور سے وسیع سمجھا ہے۔
چوتھی غلطی یہ ہے کہ معنی رحم کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے وسعت دائرہ کو بھی غلط سمجھا ہے۔
پانچوین غلطی یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو غلط سمجھا ہے اور اوسکے مواقع استعمال کے متعلق غلطی کی ہے۔

غلطیونکے اسباب	اسباب ان غلطیون کے یہ ہین
پہلی غلطی کے اسباب	پہلی غلطی یون پیدا ہوئی ہے۔

پہلا سبب تقلید سلطنت ہے۔

(۱) ہم لوگ ایسے بادشاہ کی رعیت ہین جسکی تدبیر سلطنت یہ ہے کہ کسی مذہب و ملت سے سروکار نہو۔ آدمی بادشاہ اور اہل حکومت کے خیالات واطوار کو طبعًا پسند کرتا ہے اس پسند مین اس طرح غلطی ہو جاتی ہے کہ تدبیر سلطنت دنیا اور خدا پرستی مین جو فرق ہے وہ نظر سے نکل جاتا ہے۔

دوسرا سبب حفاظت ضرر ہے

ہم لوگ ایسے ملک مین آباد ہین جہان مختلف قوم و مذہب کے آدمی رہتے ہین اور اوس حالت مین کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے یعنی ہر شخص اپنے مذہب کی رسوم بغیر کسی مداخلت کے ادا کر سکتا ہے۔ صرف یہ قید ہے کہ دوسرون کے رسوم مذہب مین ہرج نہو اور اونکو رنج نہ پہونچے۔ سخت پابندی رسوم مذہب کی ہرج

اور رنج کی طرف منجر ہوتی ہے اور ہرج ڈالنے والون اور رنج پہونچانے والونکو ضرر پہونچتا ہے لہذا وہ لوگ اچھے سمجھے جاتے ہین جو ہرج نہین ڈالتے اور رنج نہین پہونچاتے۔ ضرر سے بچنے کی خواہش مین یہ غلطی اسطرح ہوتی ہے کہ امتیاز نہین کیا جاتا کہ اصلی پابندی مذہب و بجا آوری صحیح رسوم مذہب کی کیا ہے اور اوسکو بطریق سنجیدہی اور ہرج دوسرون کے بجالانا کیا ہے۔

تیسرا سبب خیالات آزادی ہے

(۳) آجکل زبان حکام سیکھنے کی سخت ضرورت ہے اوسکی ساتھہ خیالات لبرٹی کے (آزادی) جو ایک مشہور اور نہایت پسندیدہ لفظ اوس زبان کا ہے دل مین جاگزین ہوتے ہین اور آزادی کے حصول کی اسقدر عظیم خواہش ہوتی ہے کہ صحیح آزادی اور غلط آزادی مین امتیاز باقی نہین رہتا۔

چوتھا سبب خواہش تاویل ہے

(۴) آجکل بعض حامیان دین کی یہ راے ہوئی ہے کہ اون اعتراضات کے جواب دینے کا جو عموماً اسلام پر کئے گئے یا وارد ہوتے ہین (یعنی حمایت حوزۂ اسلام کا) سب سے بہتر یہ طریقہ ہے کہ صرف قرآن مجید مستمسک قرار دیا جاے اوسمین تاویل کرلیجائیگی اور احادیث نبوی سے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑا لیا جاے کہ اوسمین اختلاف اسقدر ہے کہ صحیح سی سقیم کو پہچاننا ایسا دشوار ہوگیا ہے جسے ناممکن کہہ سکتے ہین۔ اونکی وجہ سے تاویل کی گنجایش نہین۔ پیچھا چھوڑا لینے سے جواب آسان بھی ہوجائیگا اور مضبوط بھی معلوم ہوگا۔ اس طریقہ کا یہ لازمہ ہے کہ مذہب مین پختگی نہ رہے۔ یہ غلطی اس سبب سے ہوئی ہے کہ (۱) یہ کام اون لوگون نے اختیار کیا تھا جنکو فن حدیث مین دخل ہی نہین تھا۔ (۲) اسکے

ساتھہی وہ طلب دنیا مین منہمک تھے ۔

دوسری غلطی کے اسباب عدم فہم تصوف وغیرہ مین ۔

دوسری غلطی یون پیدا ہوئی ہے کہ ایسے لوگون نے نہ تصوف کو صحیح طور سے سمجھا تھا نہ مذہب کو متعلق سمجھا اور نہ احکام صوم وصلواۃ وغیرہ کے ۔ اسکے ساتھ وہ اسباب شامل ہوگئے جو پہلی غلطی کے اسباب کے ضمن مین ابھی بیان کیے گئے ۔

تیسری اور چوتھی غلطی کا سبب ناواقفیت اور حیرت ہے

تیسری اور چوتھی غلطی کے دو سبب ہین (۱) ناواقفیت کچھہ تو ناواقفیت صحیح معنی سے ہے لیکن جسقدر واقفیت ہے اوسمین سے بھی نتیجہ غلط نکالا جاتا ہے (۲) حیرت کارخانہ الٰہی اسقدر عظیم الشان ہے کہ اکثر لوگون کو اوسپر غور کرنے سے ایسی حیرت پیدا ہوتی ہے کہ وہ حیرت عقل اور فہم صحیح کو اپنا عمل کرنے سے باز رکھتی ہے ۔

پانچوین غلطی ان اسباب کا لازمہ ہے

پانچوین غلطی ان سب اغلاط کا لازمہ ہے تاہم غلطی اول کا دوسرا سبب اسکا خاص ذریعہ ہے ۔

تفصیل اسکی کہ یہ غلطیان کیون غلطیان ہین ۔

اب ان غلطیونکے غلطیان ہونے کی تفصیل بیان کیجاتی ہے ۔

پہلی غلطی کی نسبت اول اسباب مین اغلاط کے شمول کی تفصیل کرنا ضرور ہے اسکے بعد حقیقت غلطی اول کی بیان کیجائیگی یعنی اوسکے غلطی ہونے کے وجوہ ۔

سبب اول مین غلطیون کی تفصیل - اور بیان فرق تدبیر سلطنت و مذہب -

سبب اول تدبیر مملکت بادشاہت اور حکومت کی تدبیر ہے - مذہب عبودیت اور بندگی کی - حکومت مین غرض یہ ہوتی ہے کہ سلطنت مضبوط ہو - اور بندو ن مین جہانتک ایک کو دوسرے سے تعلق ہے امن باقی رہے - ہر واحد کی ذات بحیثیت ذات متعلق نہین ہوتی مذہب مین غرض یہ ہوتی ہے کہ بندہ اللہ تعالی کے پہچاننے کے ذریعہ سے اور اوسکے یاد کرنے کے ذریعہ سے اپنی ذات کی اصلاح کرے - جسمین اصلاً مقصود اپنی ذات ہے تبعاً دوسرون کی - پس اصول مملکت مین جب اپنی ذات کی درستی اصلاً داخل نہین تو اصول مذہب مین اصول مملکت داخل کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ ہمنے اپنی ذات کی درستی سے قطع نظر کرلی ہے - افسوس ہے کہ لوگ ہوس پسند افعال حکام وقت و تدابیر سلطنت مین ایسے منہمک ہوئے ہین کہ اپنی خبر یعنی ذات کی نہین لیتے - ہمارے حکام وقت وہ تدبیرین سلطنت کی کرتے ہین جو عمدہ ہین اور ہندوستان کے لئے خصوصاً مناسب ہین - مگر ہماری نظر مین اونمین سے بہت سے اپنی مذہبی درستی سے غافل ہین - گو اپنے نزدیک وہ اس سے بھی غافل ہون یا نہون - پس پسند و تقلید کرتے وقت یہ بہول جانا نہین چاہئے کہ ہم کس بات مین تقلید کرتے ہین - اگر اونکی تقلید ہر امر مین کرنا مقصود ہے تو اس بحث مین داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ رحیم ہے اور دوزخ ہے یا نہین - جیسا اونکا خیال ہے اوسپر پورا عمل کرنا چاہیے کہ خدا صرف سبب اول ہے آیندہ دُنیا سے بے دخل ہے - اونمین سے بہت سے ایسے بھی ہین کہ باوجود بڑے مدبران سلطنت ہونیکے

مذہب مین سچتے ہین چناںچہ جناب گلیڈاسٹون صاحب - کہ اونکی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ وہ مذہب نرکہتے تہے اور اوسپر پورا عمل نہ کرتے تہے -

سبب دوم کی غلطیون کی تفصیل اور اسلام مین پیچ نہ کرنے کا منع ہونا

سبب دوم آجکل ضرور یہ ہورہا ہے کہ جو لوگ سچا آوری رسوم دیگر مذاہب مین پیچ ڈالتے اور پیچ پہونچاتے ہین وہ مذہبی خیال کئے جاتے ہین - گر حقیقۃً دیکہنا چاہئے کہ وہ لوگ نافہم متعصب ہین یا صحیح طور پر مذہب مین پختہ ہین - اور تعصب و پختگی مذہب حق مین فرق کرنا چاہیے - تعصب یاری کردن و پشتی کردن کو کہتے ہین جسکی غرض یہ ہے کہ بلا امتیاز صحیح و غلط اپنی بات کی پیچ کرین - امر حق کی تائید خود اوسکی حقیقت اور صحیح ہونے سے ہوتی ہے - پیچ کرنے کی ضرورت نہین - یہ ضرورت صرف امر ناحق کے لئے ہوتی ہے - چناںچہ ہمارے زمانہ مین بہی تعصب کا مفہوم کہینچنا اور تائید امر غلط کی کرنا ہے - امر صحیح کو صحیح ماننا اور اوسپر سختی سے عمل کرنا ہر صحیح ماننے والے کے لئے لازم ہے - ورنہ جسقدر اوسمین سختی نہوگی اوسیقدر اوسکی صحت مین یقین کی کمی ہوگی - مثال دونون حالت کی یہ ہے کہ ہمنے اپنے گہوڑے کو مان لیا ہے کہ ہمارا گہوڑا اچہا ہے - لوگ کہتے ہین کہ وہ اچہا نہین اسلئے کہ وہ کہڑا ہو کر اولٹ جاتا ہے - دوسرے دم نہین - ہم نہین سنتے - جواب دیئے چلے جاتے ہین کہ وہ اچہا ہے - اعتراضات غلط ہین - اولٹ جانے مین گہوڑے کا قصور نہین - جب تم لگام سخت کہینچوگے اولٹ جائیگا - دوسرے دم نہونا عیب نہین - وہ گہوڑا امیرانہ ہے قاصد تو نہین ہے - ظاہر ہے

کہ جس گھوڑے مین یہ عیوب ہون وہ اچھا گھوڑا نہین۔ سواری مین خطرہ ہے اور وہ پوری سواری نہین۔ پس ایسی تائید تو تعصب ہے۔ لیکن اگر وہ گھوڑا حقیقت مین اچھا ہے تو اوسپر اعتراضات اگرچہ ہون رنگ جواب دوسرا ہوگا۔ یعنی کہینگے کہ گھوڑا اولٹتا نہین۔ چڑھ دیکھیئے۔ دور دم ہے ساٹھ کوس لیجا کر دیکھیئے۔ اسکے یہ معنی ہین کہ خوبی گھوڑے کی خود ظاہر ہوکر سچی بات کی تائید کریگی اور اوسکی نسبت جو جواب ہوگا اوسمین سختی اور زور موجود ہوگا اور وہ تعصب نہوگا۔ پس غلطی یہ ہے کہ جو لوگ نافہم متعصب ہین اونکے افعال ذریعہ اوس پختگی کے چھوڑنے کا گردانے جاتے ہین جو امر حق کے ساتھ لازم و ملزوم ہے کبھی جدا نہین ہوتی جدائی اوسیوقت ہوتی ہے جب امر حق کو صحیح جاننے مین شبہ ہو۔

اب یہ تبلانا چاہیے کہ مذہب اسلام ہین ایذا دہی و رنجدہی ممنوع ہے۔ جو ایسا کرے وہ مذہب پر عمل نہین کرتا۔ اللہ تعالی نے نسبت اہل کتاب کی ارشاد فرمایا ہے وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ترجمہ اور مسلمانون اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو مگر ایسی طرح پر کہ وہ نہایت ہی عمدہ ہو۔ اور فرماتا ہے کہ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ترجمہ یعنی مت برا کہو اون لوگون کو کہ پکارتے ہین سوا اللہ کے پس برا کہنے لگینگے اللہ کو تعدی سے بغیر علم کے۔ جناب رسولخدا صلعم نے جس طریقہ حیمانہ کا برتاو کیا قرآن اور تاریخ دونون اوسکے شاہد ہین۔ قرآن کی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

مِنْ حَوْلِكَ ترجمہ اور بیشک آپکا اخلاق بہت ہی بڑا ہے - اگر آپ سخت اور درشت قلب
ہوتے تو لوگ آپکے پاس نہ پھٹکتے تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ اعجاز التنزیل میں متعلق
فتح مکہ کے تاریخ کا یون خلاصہ کیا ہے - اب تمام اہل مکہ سب آپکا مال تھے اور جو ظلم اونہون نے
آنحضرت اور صحابہ پر کئے تھے وہ ہر کسیکو معلوم تھے پس آپ چاہتے تو سب کو لونڈی
غلام بنا لیتے اور جسکو جو سزا چاہتے دیتے - مگر اللہ رے رحم و کرم - کہ آپ نے اون باتون
کو بھلا دیا - اور اہل مکہ سے وہی برتاؤ کیا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیون سے کیا تھا
اور اونکو مخاطب کر کے فرمایا - لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ
ترجمہ یعنی آج سے تمنے اپنے قصور تمکو معاف کئے خدا جو سب سے زیادہ رحم والا ہے وہ بھی
معاف کرے - اور پھر فرمایا - اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ یعنی جاؤ تم سب کو آزاد
کیا دیگر معاملات مین آنحضرت صلعم کی یہ حالت تھی کہ مورخ عظیم الشان جناب
گستاولی بان نے لکھا ہے کہ حضرت نہایت نیکنام تھے اور آپکی نیکی اور آپکے اخلاص
نے قریش مین آپکو امین کا خطاب دلوایا تھا" اور آپکے معطیون کی نسبت اسی عالم نے
لکھا ہے - "وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب اور رسوم و اوضاع
کی پوری طرح سے حرمت کیجائیگی" پس جو لوگ صحیح طور سے پیرو دین محمدی کے ہین
اونسے رنج دہی اور جھگڑے سے کیا تعلق ہے -

مجھے وہ قصہ یاد ہے کہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے ایک نواسہ میری یاد کے زمانہ
کے قریب دہلی مین رہتے تھے - ایک شخص نے جو کہ اونکے قریب جہان ہندو آباد ہین

رہتا تہا بعد اسکے ایک مکان چہوڑا اور اوسکی نسبت وصیت کی کہ اسکو کار خیر مین مولوی صاحب
موصوف صرف کرین - مسلمانون نے کہا کہ اس مکان کو منہدم کرا دیجئے تاکہ ہم لوگ
یہان مسجد بنواوین - اہل ہنود کو وہان مسجد بننے سے تکلیف تہی اور فساد کا اندیشہ - سب
ہندو لوگ مولوی صاحب کے پاس جمع ہوکر آئے اور درخواست کی کہ مکان کی بیع ہمارے
ہاتہہ کر دیجائے - مسجد نہ بنائی جاوے - مولوی صاحب اوس مکان پر تشریف لے گئے
اور اوسے دیکہہ کر مسلمانون سے فرمایا کہ بہائیو تم یہان مسجد نہین بناتے لڑائی کا گہر بناتے
ہو - اور یہ فرماکر مکان کی بیع کا تکملہ ہندوون کے نام کر دیا -

جہاد کی بابت مجہے بہت ذکر کرنے کی ضرورت نہین ہے اسلئے کہ جتنے جہاد جناب
رسول خدا صلعم نے فرمائے وہ ذریعہ بقاء اسلام کا بذریعہ بقاء اہل اسلام کے تاریخ دیکہی تو
ثابت نہین ہوتا ہے - چنانچہ جناب امیر علیہ السلام کی وہ حکایت مشہور ہے کہ آپنے
جب ایک کافر کو زیر کیا اوسنے آپکے ساتہ گستاخی کی اور روے مبارک کی طرف لعاب دہن
پہینکا - آپ فوراً جدا ہوگئے اور اسلئے وہ مسلمان ہوگیا - پس یہ جہاد ہے - اور یہ نفس
کشی ہے - اور یہ ہدایت کی رسوم مین جناب باری تعالی فرماتا ہے اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ
لِلتَّقْوٰی یعنی ہر حال مین انصاف کرو کہ وہ پرہیزگاری سے بہت قریب ہے جو مسلمان ہے
وہ اس حکم سے باہر اور جدا نہین ہوسکتا -

سبب سوم کی غلطیون کی تفصیل

سبب سوم پہلے آزادی کے معنی کی تحقیق ضرور ہے
حریت[1] - آزادی[2] - لبرٹی[3] liberty تین مختلف زبانون کے لفظ ہین -

آزادی کے معنی لغت عرب سے

حرار کے معنی صراح مین آزاد شدن بندہ کے ہین۔ یعنی غلام کا
آزاد ہونا حُرّیّۃ کے معنی آزادی اور آزاد مردی و اصلی شدن کے لکھے ہین۔ حر کے معنی
آزاد و آزادہ کے ہین۔ وما ھذا بحر منك کے معنی یہ ہین کہ کیا یہ تجھسے بہتر اور خوبصورت
نہین ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے خلاف العبد و خیار کل شی ورجل
بین الحروریۃ یعنی حر ضد غلام کی ہے۔ اور ہر چیز مین سے جو بہتر ہو اوسے کہتے ہین چنانچہ
بولتے ہین رجل بین الحروریۃ یعنی فلان شخص سے حروریت ٹپکی پڑتی ہے۔

آزادی کے معنی لغت فارسی سے

آزاد کے معنی لغات فارسی مین یہ لکھے ہین (۱) وہ شخص جو
جو مملوک نہو۔ (۲) راست یعنی سیدھا جیسے سرو۔ (۳) مجرد۔ (۴) بے عیب
(۵) کامل۔ مصرع۔ سرو ہرگز چنین نرفت آزاد۔ کے معنی مین اختلاف ہے کہ سرو
بسبب سیدھا ہونے کے آزاد کہلاتا ہے یا اسلئے کہ اوسے آسیب خزان نہین پہونچتا۔
اسیطرح سوسن کو آزاد کہتے ہین۔ یا اسلئے کہ سفید ہے اور بار رنگ سے آزاد ہے یا اسلئے
کہ پتے اوسکے سیدھے ہوتے ہین۔ آزاد اوسے کہتے ہین جو دوسرے کے قبضہ
سے چھوٹ کر آزاد ہوا ہو۔ آزادہ اوسے کہتے ہین جو اس طرح آزاد نہوا ہو مگر خود مختاری
اوس مین ہو۔

Freedom Liberty

آزادی کے معنی لغت انگریزی سے

لغات انگریزی وار دو مین آزادی ترجمہ لبرٹی اور فریڈم
کا ہے لغات انگریزی مین کافی ہوگا کہ ویبسٹر صاحب کے معنی نقل کیے جائین۔
(۱) معنی عام اس لفظ کے یہ ہین کہ جسم اور طبیعت یا افعال ذہنی اون چیزون سے

پاک ہون جو اونکے افعال پر بطور بالغ اثر کرتے ہون مثلاً جسم کی آزادی یہ ہے کہ اوسے آزار یا ضعف نہو۔ طبیعت یا قوت فکری کی نسبت آزادی کا اطلاق اوسوقت ہوگا جب اونپر کسی چیز کی روک نہو۔ یا اونپر کوئی حاوی نہو۔ چنانچہ نعمت آزادی حاصل ہونا اوسوقت کہین گے جب کوئی جسمانی قوت اون قوتون کے روکنے کا یا ذہن پر موثر ہونے کا عمل نہ کرتی ہو۔

(۲) نیچرل لبرٹی یعنی قدرتی آزادی (Natural liberty) اوس حالت کو شامل ہوتی ہے جسمین قوت اسبات کی حاصل ہو کہ جو فعل مناسب معلوم ہو اوسکو بغیر کسی روک کے یا دوسرون کی حکومت یا اقتدار کے عمل مین لاسکین۔ باستثنار قانون قدرت کی روک یا اقتدار کے۔ یہ آزادی اوس حالت کا نام ہو جسمین کسی دوسری کا دباؤ نہو اور اصلی قوانین یا قواعد تمدن کا بھی نہو۔ اس قسم کی آزادی جب کوئی گورنمنٹ قایم ہوتی ہے محدود ہو جاتی ہے۔ قدرتی آزادی مین جب اس قسم کے قیود قایم کئے جائین جو عامہ خلایق کے لئے مصلحت نہون سختی یا ظلم ہونگے۔

(۳) سول لبرٹی (Civil liberty civil) وہ آزادی ہے جو نظر بحالت سوسائٹی (Society) یا نیچرل لبرٹی کے حاصل ہو اور وہین تک وہ آزادی محدود ہو جہان تک نظر بہ آسایش و اغراض سوسائٹی (Society) کے اور سلطنت یا قوم کے ضروری ہو۔ وہ روک جو قدرتی آزادی مین لگائی جاے جسکی ضرورت نہو یا مناسب نہو ظلم یا دبانا ہوگا پس معنی سول لبرٹی کے وہ حالت ہوئی کہ دوسرون کی اون خواہشون سے جو نامقید ہون انسان بچا ہوا ہو۔ یہ بچنا اور استثنار وہ ہے جو بذریعہ

قوانین کے محفوظ رکھا جاتا ہے اور جس ذریعہ سے کوئی شخص دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہونچا سکتا۔ اسلیئے قانون کی روک سول لبرٹی کے لیئے ضرور ہے۔

Political
(۴) پولٹیکل آزادی (یعنی ملک کا آزاد ہونا) کبھی مرادف سول لبرٹی کا ہوتا ہے لیکن زیادہ صحیح معنی اوسکے قوم کے آزاد ہونے کے ہین۔ اور وہ اوس حالت کو کہتے ہین کہ قوم دوسرے کی محکوم نہو اور ایسی حالت ہو کہ دوسری قوم کو اوسکے حقوق کے محدود کرنے کا اختیار نہو اسی معنی مین یورپ کے ملک اور اقوام یورپ کی آزادی کا اطلاق ہوتا ہے۔

Religious
(۵) رلیجس آزادی یعنی مذہبی اوسے کہتے ہین کہ اعمال مذہبی کے کرنے کی بغیر کسی قید کے قدرت حاصل ہو۔ اور جس اہل مذہب کا جو طریقہ عبادت ہو وہ اوسکے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے۔

Meta-Physics
(۶) لبرٹی ان میٹافزکس یعنی علوم الٰہیات وقدرت کے متعلق آزادی جب بمعنے ضرورت کے معنی مین لیجاے اوس قوت کو کہتے ہین جو عالم مین اختیار عمل یا منع عمل کے لیئے
Freedom of Will
مطابق اپنے ارادہ کے باعث ترجیح واختیار افعال ہو۔ فریڈم آف ول ترجمہ لبرٹی کا ہے (یعنی آزادی ارادہ کی) یعنی وہ حالت جو کسی روک یا مانع سے ارادہ یا قوت ارادی کے مقید نہو۔

Liberty
(۷) لبرٹی اوس استحقاق عام کو کہتے ہین جو کسی مجمع کو کسی رسم یا کرسے مستثنیٰ ہونیکا ہے جیسے آزادی تجارتی شہرون کی۔

(۸) اجازت یا رخصت حاصلہ کو بھی آزادی کہتے ہین جیسے گواہ کو اجازت ہو گئی کہ

کچہری سے چلا دیا ہے ۔

(۹) ایک زمانہ جسمین کسیکو اجازت ہو کہ بغیر روک ٹوک کے گذر جاے جسکے علاوہ آمدورفت جواز رکہتی ہو ۔

(۱۰) ایسی آزادی عمل یا تقریر کی کہ تہذیب یا شایستگی کے باہر ہو ۔ چنانچہ بولا جاتا ہے کہ عورتون کو نامناسب آزادی ترک کرنی چاہیے ۔

To take liberty

ٹو ٹیک لبرٹی کے معنی ہین وہ بات کہنی یا وہ فعل کرنا جسکی اوسوقت اجازت نہ لی گئی ہو ۔

To sit at liberty

ٹو سٹ ایٹ لبرٹی کے معنی ہین قید سے رہائی ۔

To be at liberty

ٹو بی ایٹ لبرٹی کے معنی ہین موانع سے آزاد ہونا ۔

پریس کی آزادی یہ ہے کہ طبع کتب و اخبارات مین اسبات کا اختیار حاصل ہو کہ جو چاہے چہاپے اور جو دل مین آئے لکہے ۔ صرف یہ قید ہو کہ جو شخص اس آزادی کو بری طرح کام مین لائے وہ سزا پائے ۔ مفسدانہ کتب یا مضامین نہ چہاپے جائین ۔

عربی اور فارسی اور انگریزی کے معانی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وسعت معنی آزادی مین رفتہ رفتہ پیدا ہوئی ہے اور غلط ہوگئی ہے ۔

ان سب تعریفات کو ملا کر دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آزادی ایک خاص چیز تہی رفتہ رفتہ اوسکے معنی مین وسعت پیدا ہوئی ہے ۔ عربی مین آزادی اور حریت ضد غلامی کی تہی اوسکے بعد معنی اوسکے خیار کل شیٔ کے ہوگئے فارسی مین بہی یہی معنی تہے اوسکے بعد معنی اوسکے مجرد و بے عیب کے ہوگئے چنانچہ رجل بین الحریۃ

وآزادہ کا مفہوم ایک سے ہے تاہم یہ وسعت کمال اور خوبی کے قیود سے محدود رہی۔ اہل
یورپ نے جو معنی بتلائے ہین بظاہر اونمین کوئی قید کمال و بے عیب ہونے کی نہین ہے
کیونکہ خلاصہ اونکے معنی کا یہ ہے۔ وہ حالت جسمین قوت صدور افعال جسمانی و ذہنی کی
باستثنار بعض قیود ناگزیر کے جملہ ایسے قیود سے پاک ہو جو قوت مذکور کی روک یا مانع
ہون۔ قیود ناگزیر مین کمال و خوبی داخل نہین ہو سکتے اس وسعت پیدا ہونے کی وجہ ظاہر
ہے کہ پچھلے زمانہ کے لوگ کسی نہ کسی مذہب کے پابند ہوتے تھے اسلئے قوت فکری مذہب سے
باہر جانے کے متعلق مذہب سے مقید تھی۔ قوت جسمانی طرح طرح کی سختی حکومت اور اوسکی
خرابیون سے ایسے قیود مین مبتلا رہتی تھی (مثلاً جب راستے لُٹتے ہون ہوا کھانے کو جانا
دشوار ہوگا صرف جانون کی پڑی ہوگی) کہ خیال آزادی آنا دشوار ہوکر رعایا کو مثل غلامون کے
رہنا طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی۔ یہانتک اس حالت کا زور تھا کہ اکثر لوگون کی یہ راے ہوئی
کہ ہم جسکو اختیار صدور افعال کا رکھتے ہین حقیقت مین وہ بھی حاصل نہین ہے۔ بلکہ ہماری
ایسی حالت ہے جیسے کلون کی۔ اور وہ ایک مذہب ہوگیا تھا۔ چنانچہ وہ فرقہ
جسے جبریہ کہتے ہین اسوقت بھی تعداد کثیر مین پایا جاتا ہے یہانتک یہ خیال بڑھا تھا کہ
ایک شاعر کہتا ہے۔ شعر

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ	بازمیگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

پس بیشتر اشخاص کے دلمین ایسی حالت کا وجود نہ تھا۔ بلکہ تصور بھی اس حالت کا نہ آسکتا
تھا کہ کوئی فرد بشر ان معنون مین آزاد ہو اگر آتا ہوگا اسطرح آتا ہوگا کہ جیسے ہم کبھی خواب دیکھین

کہ پرندون کی طرح اوڑکر ایک مکان سے دوسرے مکان مین چلے جا رہے ہین اور
جب آنکھہ کھلے اور دیکھین کہ پلنگ پر لیٹے ہین تو معلوم ہو کہ اضغاث احلام تھے۔ اگر
کسیکے دل مین یہ خیال بیداری مین آتا ہوگا اور اونکو جو خود سر بادشاہ یا رئیس تھے۔ وہ ان
خیالات کو ظاہر نکر سکتا ہوگا۔ اگر اونکو لکھتا ہوگا تو مطابع کے نہونے سے وہ ایسی شہرت
نہ پا سکتے ہونگے کہ اوسکے خیالات عام ہون۔ جب سے قوانین اور قواعد کی پابندی شروع
ہوئی اور وہ جابرانہ طریقہ جاتا رہا لوگون کے دلون مین یہ خیالات پیدا ہونے لگے کہ ایسی
حالت کا بھی وجود ہے جسمین افعال ذہنی و جسمانی موانع و مزاحمات سے پاک ہوتے ہین
معلوم ہوتا ہے کہ جب سے انگریزی زبان مین علوم آئے اور فلسفیت پیدا ہوئی اوسنے
قوت فکری کی نسبت قیود مذہب کو کم کر دیا۔ قوت ہائے جسمانی کی روک قانون کے
ذریعہ سے کی گئی مگر جتنے افعال جسمانی آزاد قوت فکری کی تعمیل حکم مین خلاف قانون نہون
وہ بغیر مزاحم کے خیال ہونے لگے۔

جو تعریف آزادی کی اہل یورپ نے کی ہے اوسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو طرح
کی ہے ایک تعریف مطلق دوسری تعریف اقسام۔ اور دونون قیود سے خالی نہین
ہین اور سب سے قید بے عیب ہونے کی نکلتی ہے گو قید کمال کی نہین نکل سکتی۔ تعریف مطلق
جسمین نیچرل آزادی شامل ہے۔ قانون قدرت اور گورنمنٹ کے قیود سے محدود ہے
Liberty of Prairies
اقسام یعنی سول لبرٹی۔ و پولٹیکل لبرٹی و ریجس لبرٹی۔ و لبرٹی ان متافزک و لبرٹی آف
پریس و آزادی ارادہ کی و آزاد ہونا قید یا عدالت سے۔ یا بغیر اجازت کام کرنا جیسے مجامع

وغیرہ مین - اونمین جو آزادی ہے وہ خود ایک خاص طرح کی آزادی ہے اور معنی اوسکے یہ ہین کہ وہ اوس حالت کا نام ہے جسمین کوئی خاص طرح کی قید یعنی موثر موجود نہو - تفصیل اسکی یہ ہے کہ سول لبرٹی کا بڑا جزو قانون اور رسوم قومی ہین جنکے ذریعہ سے وہ آزادی باقی رکھی جاتی ہے - قوانین و رسوم کے اعتبار سے کوئی آزادی باقی نہین رہتی بجز اوسقدر کے کہ خلاف قانون یا رسوم کام نکرین - یہ سخت قید ہے اور وہ خاص حالت کا نام ہوا - پولٹیکل لبرٹی ایک قومی حکومت کی حالت ہے جو دوسری قومون کے سخت اقتدار نہونے کو کہتے ہین اور وہ بہی ایک خاص حالت ہے - اور اسیطرح باقی آزادیون کی حالت ہے - مثلاً جیلخانہ سے چہوٹکر پہر بہی قانون و رسوم کی قید مین رہنا - یا کسی وقت خاص مین عرض معروض کی آزادی لینا -

پس صاف معنی اس تعریف کے یہ ہین کہ قواے جسمانی و ذہنی امراض سے پاک ہون اور انسان کو ایسی قدرت و مکنت حاصل ہو کہ وہ ایسے کام جو نامناسب نہون جہانتک اوسکی قدرت مین ہے کر سکے - یہ قدرت اچھی سلطنت اور زمانہ امن مین حاصل ہوتی ہے اور اچھی چیز ہے - لیکن اس خیال کا اسقدر زور بڑہا ہے اور معنی مین اسقدر زیادہ وسعت پیدا ہو گئی ہے کہ زمانہ حال کی آزادی کی تعریف اور معنی یہ ہین کہ آزادی وہ حالت ہے جسمین انسان افعال ذہنی یا جسمانی کو مطابق اپنے مرضی کے صادر کرنے پر قادر ہو - خواہ وہ مناسب ہون یا نہون جسکا دوسرا مفہوم وہ ہے جسے نامقیدی کہتے ہین اور اوسکے مفہوم مین تمام قوانین قدرت و گورنمنٹ کی حدود و رسوم کے قیود کا توڑنا اور توڑ سکنا داخل ہے

یہ تعریف نہ انگریزی کی ہے نہ فارسی کی نہ عربی کی۔ آیندہ اسکا نام آزادی مصطلحہ ہوگا
یہ وسعت اسطرح پیدا ہوئی ہے کہ عاقلانہ حکومت نے جب امن قایم کیا اور اوس ذریعے سے
نمایان ترقیات ہوئین چونکہ اصلی روک دلوںمین نہ تھی۔ یعنی خدا کا ڈر۔ تو ہر شخص چاہنے لگا کہ
جہان تک ہوسکے موانع اور مزاحمات کم کئے جائین جسقدر کم ہونگے ہم وہ کرسکینگے جسکے
کرنے کو ہمارا دل چاہے۔

ثبوت اسکا حالات زمانہ ہین۔ کیونکہ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ وہ
افعال جنکو قوانین ورسوم نے منع کیا تھا جب سزا کا ڈر نہو قابل عمل ہوگئے ہین۔ ظاہر ہے
کہ خواہش ہاے نفسانی بڑے زور کی ہوتی ہین۔ اور پابندی تکلیف وہ چیز ہے اگر غور
سے دیکھا جاے انسان مین اللہ تعالی نے اختیار صدور افعال کا دیا ہے اور آزاد نہین کیا
بہلائی کے لئے ثواب اور برائی کے لئے عذاب بنایا ہے اور کوئی حالت افعال جسمانی
کی آزاد نہین ہے۔ افعال ذہنی کی حالت البتہ آزاد ہے۔ جو ایجاد کرے جو بات عمدہ نکالے
نکال سکتا ہے مگر وہین تک جہانتک خوبی ہے۔ جو خیالات تضیع اوقات ہون وہ بہی اچہے
نہین ہین۔ پس ظاہر ہے کہ اس تعریف کے لئے جو کی گئی ہے صحیح لفظ اختیار ہے نہ
آزادی۔ کیونکہ جب اللہ تعالی کے ہم بندہ ہین آزاد نہین ہین۔ جب ہم ایک بادشاہ کی
رعایا ہین آزاد نہین ہین۔ صرف اختیار اس بات کا ہے کہ ہم افعال صادر کرسکتے ہین۔
اور وہ اختیار صرف اسی لئے ہے کہ ادنی حالت سے اعلی حالت پر ترقی کرین۔ اختیار
کو بری طرح کام مین لائینگے تو سزا ہوگی۔

جب صحیح یہ حالت ہو تو معلوم ہوگا کہ جسقدر طباعی اہل یورپ نے تعریف آزادی مطلق مین فرمائی ہے اوسقدر صحیح نہین ہے جیسی ہونی چاہیے کیونکہ پورا غور قیود و سوانح اور مزاحمات پر نہین کیا ہے۔ وہ اسقدر زیادہ ہین کہ اونکو ملا کر دیکھنے سے کوئی حالت افعال ذہنی یا جسمانی کی یا آزاد حالت بالمعنی الاعم باقی نہین رہتی۔ یا ایسے قیود ہر وقت موجود ہوتے ہین جنپر عمل کئیے بدون چارہ نہین۔ یا عمل کرنا مناسب ہوتا ہے۔

سوانح و مزاحمات قوت ہاے جسمانی کے اتنے زیادہ ہین جنکا حصر مشکل ہے۔ بعض یہ ہین۔ اول یہ کہ قوتین انسان کی مختلف اور محدود ہین کسی مین ایک من بوجہ اوٹھانے کی طاقت ہے۔ کسی مین دو من کی۔ مگر کسی مین پچاس من بوجہ اوٹھانے کی طاقت نہین۔ پس وہ حد جو ہر وقت ہر قوت مین لگی ہوئی ہے ایک مزاحم موجود ہے کہ اوس سے زیادہ قوت کام نہین دیتی۔ اپنی حد مین آزاد ہونا کچھہ نہین ہے۔ جیسے چیونٹی۔ صریح ہے کہ ضعف قوت خلاف آزادی ہے۔ دوسرا مزاحم عادت اور مشق صرفِ قوت ہے مثلاً ایک بہرے کلکٹر کا سرشتہ دار تین چار گھنٹے اتنے زور سے مثل سنا سکتا ہے کہ دوسرے سرشتہ دار کو جسے عادت نہو ممکن نہو۔ مرثیہ خوان ۲ گھنٹہ زور سے مرثیہ پڑھتے ہین دوسرے نہین پڑہ سکتے پس یہ حد مزاحم ہے۔ تیسرا مزاحم تعلقات اور حالات ہین۔ مثلاً اسوقت دل سیر کرنے کو چاہتا ہے مگر سیر کیجئے تو شام کو بچون کے لئے کہانا لائیے کہ کہائین۔ اور اپنا پیٹ کس چیز سے بھرے۔ اس سیر سے اپنی اور بچون کی سیری

رک جائیگی اور وہی مزاحم ہے۔ مثلاً پیشاب کی ضرورت ہے مگر حیا مانع ہے کہ مجمع مین ستر نہ کھولا جائے۔ مثلاً جاڑہ مین باہر نکلنا یا گرمی مین باہر نکلنا۔ اوس سے فالج اوس سے لون لگنے کا ڈر مانع نکلنے کا ہوتا ہے چوتھا مزاحم قانون اور قواعد ہین۔ قوانین ایسی چھوٹی چھوٹی باتون کے لئے ہین کہ کوئی آزادی درحقیقت موجود نہین۔ قواعد سوسائٹی جسکی تفصیل ضروری آگے ہوگی۔ ایسے ایسے خفیف خفیف امور کے متعلق ہین کہ آدمی بستہ سمجھا جاتا ہے ان امور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حالت علی الاطلاق انسانی ایسی نہین ہوتی جو موانع و مزاحمات سے خالی ہو۔

موانع اور مزاحمات قوت ہاے ذہنی کے بھی ایسے ہی کثرت سے ہین جیسے جسمانی کے اور وہ کثرت بھی قابل حصر نہین۔ بعض مزاحم یہ ہین۔ اول تفاوت مراتب اذہان۔ دوسرے اونکی غلطیان تیسرے وہ حالت جنین آدمی ہے۔ چوتھے اوسکی معلومات پانچوین مرز بوم کا اثر۔ یہ سب بعض چھپے ہوئے بعض ظاہری ایسے مزاحمات ہین جو ہر وقت موجود ہین اور کوئی فرد بشر ان سے خالی نہین۔ اگر یون کہین شاید مناسب ہوگا کہ وہ آزادی جسے اب آزادی کہتے ہین دوسرا نام جنون کا ہے جس حالت مین آزادی مطلق حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ مجنون اپنے آپ کو بحالت جنون مریض نہین جانتا اسلئے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ شعر

اے جنون گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی		فارغ از رسم و رہ گبر و مسلمان کردی

العرض اس زیادتی وسعت سے نے طرح طرح کی خرابیان پیدا کی ہین جو بعض	وسعت کی خرابیان

بیان کیجاتی ہین۔

اول آزادی مذہب

اول سب سے پہلا کام آزادی کا خیالات مذہب سے آزاد کرنا ہے۔ کیونکہ جب قانون اور گورنمنٹ کی سزائین کافی روک برائیون کا نہین ہوتین توجس چیز کی روک نہو وہ کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ علاوہ برآن مذہب پر چلنا آسان ہی نہین ہے۔ آزادی آسانی چاہتی ہے۔ یہ شر عظیم ہے اسلئے کہ مذہب دل مین ایک ڈر پیدا کرتا ہے جو انسان کا اصلی مزاحم صدور افعال قبیحہ کا ہوتا ہے۔ خوبی اس ڈر مین یہ ہوتی ہے کہ معاملات انسانی درست ہوجاتے ہین۔ اور آدمی اس ڈر کے ذریعہ سے تمام مخوفات سے بیخوف ہوجاتا ہے یہانتک کہ جان دینے کی قابلیت آجاتی ہے۔ اس ڈر کی اتنی بڑی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ جناب باری تعالی نے اسکی قرآن مجید مین تاکید فرمائی ہے چنانچہ یہانتک تاکید ہے کہ جہان یہ ارشاد فرمایا ہے کہ معاملات لکھے جایا کرین وہان یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو یعنی باوجود سب احتیاطون کے اللہ سے ڈرنا مقدم تر ہے وجہ اسکی ظاہر ہے کہ قبالجات لکھنا بھی بے ایمانون کو کافی نہین۔ رجسٹری کا محکمہ ہوگیا وہ بھی کافی نہین۔ ظاہری ایماندار تک یہ چاہا کرتے ہین کہ قبالون اور وثیقون کی ایسی عبارت ہو کہ ایک کا ناواجب ضرر دوسرے کا ناجائز نفع ہو۔ پس وہ خیالات جو اس ڈر کے مخالف ہون ضرور نہایت نامستحسن ہونگے آزادی کے ساتھ پہلا خیال یہی ہوتا ہے۔

جن لوگون نے اس ڈر پر نظر تعمق کو کام فرمایا ہے وہ اسکی عظمت کے قائل ہوئے ہین

چنانچہ فیلسوف عظیم الشان گستاولی بان نے لکھا ہے "یہ خلاقین ترقیات خیالی بلاشک بعض اوقات توہمات وتخیلات کے پابند ہوجاتے ہین لیکن اگر اونکے توہمات اور تخیلات نہوتے توہم ہرگز اتنی ترقی موجودہ کے درجے پر نہ پہونچتے" جو لوگ کہتے ہین کہ پابندی قوانین سوسائٹی سے کام چل جاتا ہے اوسکی بابت اسقدر لکھنا کافی ہے کہ سزا روک ہے اور جزا ترغیب ہے۔ پس اچھے کام کرانے کی تدبیر کے یہ دو جزو ہین جب ایک کو ترک کیا جائیگا تدبیر کا نصف جزو متروک ہوجائیگا سوسائٹی سے اخراج برائے نام سزا ہے اور اون لوگون مین محدود ہے جو قابل سوسائٹی کے ہون۔

علاوہ برآن وجود خداوند عالم اسقدر ظاہر ہے کہ اب بہت سی مخلوق بظاہر موحد ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو ایک جاننے کی مدعی ہے کسقدر بےخوفی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کو دنیا سے بے تعلق جان لے۔ سوچنا چاہیے کہ اگر تعلق نکلا تو ایسے خیال والون کا کیا حال ہوگا۔

اسی ڈر نہونے سے اور اسی کمزوری کے دور ہوجانے سے افعال قبیحہ کی تعداد بہت بڑھگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جسقدر قوم مین عقل بڑہتی ہے تدبیرین اپنی خواہشون کے برلانے کی اور قوانین کی سزاؤن سے بچنے کی بہی بڑھ جاتی ہین۔ قوانین نازک کئے جاتے ہین مگر کافی نہونا اونکے روز روز تبدیلی سے ظاہر ہے۔ گو روز ضرورتین بہی بدلین۔ اگر ڈر بہی عقل کے ساتھ ہوتا یہ حالت نہوتی اور اوسوقت عقل ڈر کو معدوم نہ کرتی۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے جو مالدیب جزیرہ کا حال لکھا ہے بیان کرتا ہے کہ نسبت قلت جرایم کے کوئی ملک اسوقت

ادس کا مقابلہ نہین کرسکتا - اور جب اوسکی پابندی مذہب کی لکھی ہے - یعنی خدا کا ڈر -

علاوہ برآن مذہب کو کسی قوم کے قوم بنانے مین دخل عظیم ہے - کیونکہ قوم کی تقسیم مین آثار مرزبوم اور روحانیات کو سب سے زیادہ دخل ہے - مذہب کے ذریعہ سے روحانیات مین وہ وحدت پیدا ہوتی ہے جو بذریعہ تناسل بہی نہین ہوتی -

دوسرے اصول حسن و قبح کا بدل جانا -

دوسری آزادی کے لئے اور اوسکے ذریعہ سے ہم اصول حسن و قبح کو بدل رہے ہین یعنی جن چیزونکو ہم پہلے اچھا جانتے تہے وہ بری جانی ہین - یہ ایک شر عظیم ہے - اصول مذکور عقلاً قابل تبدیلی نہین ہین - دلیل یہ ہے کہ افعال اختیاری مین حسن و قبح کے ذریعہ سے ایک قید لگائی جاتی ہے پس اوسمین آزادی کو داخل کرنا جو ضد قید کی ہے اجتماع نقیضین ہوا - اور وہ محال ہے کیونکہ ایک ہی چیز بستہ اور کشادہ نہین ہوسکتی حقیقت مین آزادی کے لئے قیود کو کم کرنے کے زیادہ تر معنی یہ ہین کہ ہم اختیار کو جو بہلائی اور برائی سے محدود ہے صرف جدا بناتے ہین اختیار کو وسعت نہین دیتے - اور افعال مین سے قید حسن کو جدا کرتے ہین -

شبہ نہو کہ حالات مین تغیر ہونا حکم حسن و قبح کا بدل جانا ہے اور وہی تغیر اصول حسن و قبح کا ہے اسلئے کہ حالات کے ذریعہ سے وہی فعل حسن اور وہی فعل قبیح ہوجاتا ہے اصول نہین بدلتا مثلاً لحاف کی ضرورت کی تبدیلی گرمی و سردی کے لحاظ

سے یا ہوائی سردی کی ضرورت کی تبدیلی فالج ولقوہ کے لحاظ سے۔ فعل کے حسن و قبح کی تبدیلی حکم کے لحاظ سے۔ ان صورتوں میں اصول نہین بدلا یعنی نفع وضرر۔ تاہم بعض ایسی مثالین بھی ہین جنمین حالات کے تغیر سے حکم حسن و قبح متغیر نہین ہوتا۔ جیسے ظلم کبھی اچھا نہین ہوتا۔ انصاف کبھی برا نہین ہوتا ہے۔

تیسرے مذہب اخذ ما صفی کا پیدا ہونا۔

تیسری آزادی سے ایک مذہب خذ ما صفی ودع ما کدر کا پیدا کیا ہے یعنی جو اچھا ہو کرین۔ جو برا ہو نہ کرین۔ اصولاً اچھا ہے مگر عملاً نہایت غلط اور فرضی چیز ہے۔ اسلئے کہ عقول مین تفاوت ہے۔ ولایل مین وقت ہے۔ سخت احمق آپ نے دیکھے ہونگے مصرع کار بوزینہ نیست نجاری۔ سنا ہوگا متوسط عقل کے لوگ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصول اچھائی اور برائی کے قایم کرنے کے لایق ہین۔ بڑی عقل کے لوگ جملہ اصول پر نظر بہ جنعمت بشری حاوی نہین ہو سکتے۔ اور وہ معدود چند ہوتے ہین۔ شرکت آزادی مین عام ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ ہر جاہل اور احمق اصول بنانے والا ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا مین اصول ایک دوسرے کا متحد نہین اور کوئی اصول نہین۔ جو اصول اگلے لوگون نے مقرر کئے تھے وہ کبھی برے نہین ہو سکتے اور یہ مان لینا کہ ابتدائے عالم سے تھوڑے پہلے زمانہ تک سب کے سب احمق تھے۔ ایک ایسا امر مان لینا ہے جو کسی طرح ماننے کے قابل نہین اسلئے کہ جو نصایح ان لوگون نے کئے ہین وہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اچھے نہین ہین۔ اگر ان نصائح پر عمل کیجئے تنزل ہو ہی نہین سکتا۔ ترقی ہی ہوگی۔ دین نے جس تقلید کو منع کیا ہے وہ جاہلون کی تقلید ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنے آبار واجداد کی تقلید کرنا اگرچہ وہ کچھہ نجانتے ہون برا ہے۔ ورنہ جگہہ انبیا اور حکما سے استدلال وجود مذہب حق پر ہوا ہے۔

چوتھی۔ ضرر رسان آسان پسندی پیدا ہونا۔

چوتھی یہ ہے کہ خواہش آزادی کی جس آسان پسندی کو پیدا ہوتی ہے اوس سے بیشتر ضرر ہوتے ہین۔ عقول کا تفاوت مدنظر رہے۔ مثلاً عادت زنا مورث امراض ہے جس سے آخر کو انسان صحت جسمانی کہو کر بیکار ہو جاتا ہے اور ایسی صورت مین خواہش پرستی جسے Sensuality کہتے ہین زیادہ بڑہ جاتی ہے اوسکی مضرت محتاج تفصیل نہین۔ جس مین سے ایک شراب خواری ہے۔ ہمارے ملک مین ایسی مثالین موجود ہین کہ اوس سے جو ضرر پہونچے قابل علاج نہ تہے۔

پانچوین بیحیائی اور عدم اطاعت پیدا ہونا۔

پانچوین برائی یہ ہے کہ اس خیال سے ایک عادت بیحیائی اور عام عدم اطاعت کی پیدا ہوئی ہے۔ اوسنے اس ملک مین ضرر پیدا کئے ہین۔ مثلاً جب پہلے خیال آزادی کا آتا ہے اولاد والدین کی اطاعت ترک کرتی ہے۔ یہ امر کہ والدین کا اونسے اطاعت چاہنا غلطی ہے سب حالتون مین غلطی نہین ہوسکتی اسلئے کہ تجربہ بغیر طول عمر کے نہین ہوسکتا۔ اکثر حالتون مین باپ زیادہ تجربہ کار ہوتے ہین اور وہ چاہا کرتے ہین کہ اولاد غلطی نکرے۔ اولاد نہین سنتی غلطیان کرتی ہے بعض کو اوسوقت ہوش آتا ہے جب زمانہ سزا دیتا ہے۔ بعض کو اوسوقت بھی نہین آتا۔

چہٹی۔ قطع رحم پیدا ہونا۔

چہٹی یہ ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ مجہے آزادی حاصل ہو اور

ایسا خواہشمند موانع اور مزاحمات کو کم کرتا ہے۔ اس ذریعہ سے وہ صلہ رحم سے علیحدگی کے بعد ماں باپ سے دست کش ہوتا ہے۔ چاہتا ہے کہ دنیا بھر سے بے تعلق ہو کسی کی مدد نہ کرے۔

سا تو ین ۔ قدرت حصول فوائد عامہ کا کم ہو جانا۔

ساتوین آزادی مصطلحہ اوسوقت پوری ہو سکتی ہے جب اطاعت نہو یہ اسوقت ہو سکتا ہے جب انسانو نمین ایک کو دوسرے سے تعلق نہو۔ یہ حالت اسلئے بُری ہے کہ حصول قواعد عامہ کے مانع ہے۔ اس عدم تعلق سے لازم آئیگا کہ بادشاہ نہون نہ قوتین دبائی جائین۔ اوسحالتین قوانین کوئی چیز باقی نرہین گے اوسوقت انسان کو ایک دوسرے سے لڑنا چاہیے اور تمام ہو جانا۔ اسلئے کہ کوئی مانع نہوگا کہ اعلی درجہ کی آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ خواہش نہو کہ ہم ہی ہم باقی رہین۔ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اوسوقت آزادی پوری ہوگی اور اوسوقت اوسکا کمال سمجھا جائیگا جب نوع انسانی کی ترقی وہان تک پہونچے کہ ضرورت سلطنت وگورنمنٹ کی باقی نرہے۔ کیونکہ آزادی سے ہر شخص کو کمال عقل حاصل ہوتا ہے لہذا وہی کمال عقل روک فساد کی ہوگی یہ خیال محض خیال اور غلط ہے۔ اسلئے کہ آزادی مصطلحہ باعث کمال عقل نہین صرف مورث فسادات ہے۔ علاوہ بران عقل انسانی کا کمال ہر شخص کو ہونا ممکن نہین کیونکہ قدرت نے انسان کو ایسا پیدا نہین کیا کہ ہر شخص عاقل کہا جائے۔ پس آزادی کے خیال مین کمال عقل کا شمول ایک فرضی شے ہے۔ کمال ہمیشہ بالنسبت ہوتا ہے۔ جب آزادی کی حالت سوچی جاے اسبات سے غفلت نہین ہونی چاہیے

کہ آزادی موجودہ نوع بشر کے متعلق ہم سوچ رہے ہین اور یہ حالت کہ ہر شخص
افلاطون روزگار ہوکر خم مین بیٹھ کر غائب ہوجاوے فرض محض ہے۔ مگر جو حرا بی
انتہاے آزادی کی اس دلیل مین بیان کیجاتی ہے وہ فرضی نہین ہے اور اوسکی
خواہش اپنا عمل کر رہی ہے۔

آٹھوین۔ عورتون مین مضر آزادی پیدا ہونا۔

آٹھوین یہ ہے کہ آزادی نے اسقدر زور کیا ہے کہ عورتین بھی
آزادی پسند ہین۔ اب عورت سے اوسوقت تک نکاح نہین ہوسکتا
جب تک مرد اپنی آزادی کھوکر عورت کی غلامی اختیار نہ کرے۔ اس خواہش آزادی سے
مردون مین ایک نوع کی غلامی پیدا کی ہے۔ جو بہت سے وجوہ سے عقلاً بھی بری ہے
اور بخیال آزادی مصطلحہ تو اجتماع نقیضین ہے۔

نوین۔ مقدمہ فنا رعالم ہونا۔

نوین یہ ہے کہ آزادی مصطلحہ ایسی بری چیز ہے کہ اوس سے فنا ر
عالم ہونا چاہیے اور نوع انسانی کا عدم ہوجانا لازم آتا ہے۔ تفصیل اوسکی یہ ہے کہ جب مرد
بھی آزادی پسند ہون اور عورتین بھی۔ آزادی کے لئے قوانین قدرت کے توڑنے کی بھی
کوشش ہوگی اور قوانین گورنمنٹ کی بھی چنانچہ ہو رہی ہے مثال قانون قدرت کے
توڑنے کی رضاعت ہے۔ بچہ کے لئے مان کا دودہ پینا فطرت ہے اور مان کے لئے
دودہ پلانا فطرت ہے مگر رضاعت مان کے لئے باعث ضعف ہے مسلم ہے کہ ضعف
آزادی جسمانی کے خلاف ہے۔ اسلئے کوشش کیجاتی ہے کہ مان دودہ نہ پلاے
دوسرون سے پلوا لے یہ بہت زیادہ خلاف قانون قدرت یعنی فطرت کے نہ تھا۔ مگر

اب دودھ مین چونہ کا پانی ملا کر آلہ کے ذریعہ سے بچہ کو سیراب کر کے پرورش کیجاتی ہے اور یہ بالکل خلاف قانون قدرت ہے۔ قوانین گورنمنٹ کے توڑنے کی مثال ہر ملک کے امرار کی حالت ہے جسکے لیے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہین " آخر کار لازم آتا ہے کہ صحیح عمل کرنے والے آزادی مصطلحہ کے ازدواج سے پرہیز کرین - اور جیسے دودھ آلون کے ذریعہ سے پلا کر بچون کی پرورش کر لیتے ہین اوسی طرح قدرت کی اور ضرورتون کو رفع کر لین چنانچہ جو آزاد طبیعت ہین نکاح کو پسند نہین کرتے - یہ حالت مہذب ملکون کی مسلم ہے کہ صدہا مرد عورت بغیر نکاح کے مر جاتے ہین - اس صورت مین تناسل بند ہو جانا چاہیے اور جب آیندہ ولادت بند ہو جاے وہی فناے عالم ہوا - اگر یہ صورت نہو اور مان لیا جاے کہ بعض کو بعض سے حالت عشق پیدا ہو اور تناسل بند نہو تو ظاہر ہے کہ جب آزادی حد کو پہونچے جیسے قوانین قدرت توڑے جاتے ہین قانون عشق بھی توڑا جاییگا کیونکہ عشق سے زیادہ غلام بنانے والی کوئی دوسری چیز نہین ہے - اور ایسی صورتین جنمین مرد عورت یکجا ہون اتنی کم ہو جاینگی جنکو قابل شمار و حساب نہ سمجھین وہ بھی فنا کا سبب ہوگا - اگر یہ صورتین نہون اور مان لیا جاے کہ بلا عقد نکاح مرد عورت ملینگے - عنفوان شباب مین جب جوانی دیوانی ہوتی ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے - ظاہر ہے کہ مسبب بلا سبب کے باقی نہین رہتا - خواہش جب پوری ہو جاے یا سیری حاصل ہو یہ تعلق دوامی نہوگا تو ایسی حالت ہوگی کہ مرد عورت ضرورت کے لیے مل لیے - اوسوقت غور کرنا چاہیے کہ اولاد کہان جائیگی - مرد کیون پرورش کریگا اور

عورت کیون پرورش کریگی - اب بہی اولاد زنا کی پرورش جسطرح ہوتی ہے ظاہر ہے - اور اسلئے اکثر اولاد ضایع ہوگی - اور آخر کو مردم شماری گہٹتے گہٹتے فنار عالم ہوگا - یہ امر کہ فنار عالم برا نہین ہم کب کہتے ہین کہ بعد نیکی محض کے فنار برا نہین - مگر یہ آزادی مصطلحہ جسطرح فنار کر سکتی ہے وہ برا ہے اور ہم حماقت کی وجہ سے فنا ہونے کے ذریعے اس آزادی کی بدولت پیدا کرتے ہین -

دسوین - تکلیف سے آزاد ہونیکی خواہش کا پیدا ہونا -

دسوین خواہش آزادی کا انجام یہ ہے کہ تمام تکالیف سے آزادی حاصل ہو بظاہر یہ آزادی صرف بعد موت حاصل ہوگی چنانچہ لوگ اسکے حصول کے لیے خودکشی کر گذرتے ہین ممالک یورپ مین جسقدر خودکشی ہوتی ہے اور کہین نہین ہوتی - پس غور کیجئے کہ آزادی مصطلحہ کتنی بری چیز ہے جو ذریعہ امراض کا - جان جانیکا - امن و آسایش کے جانے کا ہے مذہب کی بموجب موت تکالیف کا انجام نہین ہے شعر

قبر مین ہوگا حساب زندگی	بعد مرنیکے بہی جہگڑا رہگیا

گیارہوین - سامان جیلخانہ جانیکا پیدا ہونا -

گیارہوین ہندوستانیونکا جو نکہ پولٹیکل آزادی حاصل نہین ہے اگر خیالات آزادی کو ترقی ہوگی پولٹیکل آزادی کے لئے بہی ہوگی - وہ کوشش شروع کی اور جیلخانہ مین پہونچ گئے -

آزادی کی خوبیون کی شرح

اب مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ آزادی مصطلحہ کی اون خوبیون کا جو آزاد و لوگون سے ہے ذکر کیا جاے - سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اہل

یورپ کی اقوام نے آزادی کے ذریعہ سے یہ ثروت وحکومت پیدا کی ہے اور کوئی مضرت اس قوم کو آزادی سے نہین پہونچائی۔ مذہب کے وہ پابند نہین اسی ذریعہ سے دنیا مین ترقی کرتے ہین۔ جو کچھ دلمین اچھا معلوم ہوتا ہے کرتے ہین اسی نے موانع ترقی کو دور کر دیا ہے۔ مثلاً ہندوستانیو نہین یہ عیب ہے کہ جس وضع کا چاقو باپ نے بنایا تھا بیٹا ہمیشہ اوسیطرح کا بناتا ہے اور اوسمین تغیر وتبدیل گناہ جانتا ہے خیالات آزادی نے یہ بات پیدا کی کہ جو مناسب ہو کیا جاے پابندی کے ذریعہ سے قسم باقی نرکھا جاے۔ یہ دلیل غلطیونسے بھری ہوئی ہے۔ اسلئے کہ ضرور اہل یورپ مذہب کے پابند نہین مگر وہی جو تعلیم یافتہ ہین اونمین بھی سب کے سب ایسے نہین بلکہ اکثر ایسے ہین کہ مذہب سے خالی نہین ہین۔ ایک چیز مذہب کا استخفاف اور حقیر جاننا ہے۔ ایک چیز مذہب کی مخالفت کرنا ہے ایک چیز باوجود حقیر جاننے کے ہمدردی کرنا ہے ایک چیز حقیر سمجھنا مگر پابندی نہ کرنا ہے دیکھئے کہ اس قوم کی کیا حالت ہے ایسے بہت تھوڑے ہین کہ مذہب کو حقیر جانتے ہین۔ ایسے تو شاید اقل قلیل ہون کہ مخالف ہون باعتبار مردم شماری اس قسم کے بہت ہین کہ مذہب کو حقیر نہین جانتے مگر اوسکی پابندی نہین کرتے تاہم ہمدردی اوسکی زور کے ساتھ کرتے ہین۔ پس ذریعہ ترقی یہ ہے کہ وہ اپنی ترقی دنیاوی مین ایسے مصروف ہین کہ اور سب چیزونکی طرف اونکو توجہ نہین۔ چونکہ دنیا عالم اسباب ہے ضرور اونکی یہ حالت ہونی چاہیے کہ یہ ترقی اونکو چیزونکا کہنا نہ ماننے سے نہین ہوئی۔ غور سے ملاحظہ فرمایئے۔ اونکی یہ حالت ہے کہ اوستاد کا اسقدر

کہنا مانتے ہین کہ ہم آپ نہین مانتے ۔
حاکم کو ایسا مانتے ہین کہ ہم نہین مانتے ۔
عدالت کا اگرچہ ہندوستانی حاکم ہلا ایسا ادب کرتے ہین کہ ہم نہین کرتے ۔ قانون کی اتنی پابندی
کرتے ہین جتنی ہم نہین کرتے ۔
ماں باپ کا وہ اتنا ادب کرتے ہین کہ ہم نہین کرتے ۔ پس یہ پابندی اونکی ترقی کا سبب ہے
آزادی ترقی کا سبب نہین ہے ۔ تاہم جہانتک نا مقیدی ہے وہ مضرتین پیدا کر رہی
ہے اصل امر یہ ہے کہ ہر حالتمین غلطیان کرنا انسان کا کام ہے ۔ اوس حالت اطاعت
مین جب خیال آزادی نہ تہا غلطیان ایک طرح کی بری طرف لے گئین ۔ اب خیال آزادی
کی غلطیان بہی دوسری طرح کی بری طرف لیجا رہی ہین حقیقت مین آزادی یا قوت صدور
افعال اور اوسکا مزاحمات و موانع سے پاک ہونا ایک امر بزرگ ہے جہانتک وہ
خلوعن المضرات ہے ۔ آزادی مصطلحہ کا پہلے تو وجود ہی نہ تہا ۔ اور اب بہی جو وسعت نامناسب
ہے قابل ترک ہے ۔ اس بیان مین ذکر اس بات کا آیا ہے کہ غفلت مذہب کو ترقی دینا
مین بڑا دخل ہے لیکن مذہب اسلام ایسا مذہب ہے کہ وہ مانع ترقی کا نہین ۔ اوسکے
فرایض پورے کرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہتا ہے کہ آدمی ترقی کر سکتا ہے ۔ باقی رہا
یہ امر کہ کرتا بہی ہے یا نہین اوسکے وجوہ اور ہین ۔
ایک یہ ہے کہ ضرور جب انسان خدا پرست ہوتا ہے اوسے کسی چیز مین سوا خدا پرستی
کے مزا نہین آتا ۔

دوسرے یہہ کہ تاریخ اسلام پڑہیئے اور دیکہیئے کہ مسلمانون سنے وہ کون بات تہی جسمین ترقی تہ کی تہی جب مسلمانون سنے اپنی بدنصیبی سے پابندی قواعد کی اور محنت چہوڑدی تنزل ہوگیا۔

اسبات سے سخت تعجب ہوتا ہے کہ لوگون کے دلونمین ایک طرف خیالات آزادی سمائے ہوئے ہین۔ ایک طرف خیالات نوکری۔ دونون مین کس قدر نقیض ہے۔ نوکری دوسری غلامی ہے۔ باوجود اسکے یہ خیال ہے کہ ہندوستانی ہون یا انگریز۔ نوکری کو بڑا اعزاز جانتے ہین چنانچہ جب Exchange compensation یعنی معاوضہ ارسال زر تجویز ہوا اور بحث ہوی بڑی دلیل اس معاوضہ کے استحقاق کی یہ ہی بیان کیگئی تہی کہ Best children of the soil بسٹ چلڈرن آف دی سائل (یعنی جو وقت موجودہ مین سب سے بہتر اولاد پیدا ہوتی ہے۔) جب ایسا نقصان ہوگا ہندمین آنا قبول نکریگی اور جو نظم کی عمدگی ہے باقی نرہیگی۔ معنی یہ ہوے کہ جو بہتر بچے ہوتے ہین وہ ہندوستان مین نوکر ہوکر آتے ہین۔ اسیطرح جو ہندوستان کے بہتر بچے پیدا ہوتے ہین وہی تعلیم مین مدارج بی اے اور ایم اے کے حاصل کرتے ہین۔ پس بہترین مخلوق اس زمانہ کی آزادی پسند ہوکر طالب غلامی ہوتی ہے صاف معنی اسکے یہ ہین کہ لوگ خواہشہاے نفسانی کے برلانے کے ذرایع کی تلاش مین ہین اور کچہہ نہین۔ کیسی آزادی۔ کہان کی آزادی۔

سبب چہارم یعنی تاویل مین غلطیون کی تفصیل	سبب چہارم پہلے (۱) معنی تاویل (۲) حدوسعت دائرہ

تاویل (۳) ضرورتِ تاویل (۴) قابلیت تاویل کی شرح کیجاتی ہے اوسکے بعد مقصود بیان کیاجائیگا۔

تعریف تاویل

۱۔ تاویل بیان کردن آنچہ سخن بوے بازگردد کو کہتے ہین یعنی بیان کرنا اوس چیز کا جس سے سخن اوس طرف پھر جائے جو اب بیان کیا ہے۔ غرض یہ ہوئی کہ سخن کے معنی ہو جائین جو اوسوقت بیان کئے ہین وہ نہین جو ظاہر ہونے کی وجہ سے پہلے سمجھ مین آئے تھے۔ اسکے دوسرے الفاظ۔ صرف عن الظاہر ہین۔ مگر اسمین اغلاق کی تفصیل یا ذومعنی الفاظ مین سے کسی ایک معنی کا تعین جب تعین صرف عن الظاہر ہو یا اجمال کی شرح ہو داخل نہین البتہ اونمین تاویل کا موقع زیادہ ہوتا ہے۔

وسعت دائرۂ تاویل۔

۲۔ وسعت دائرۂ تاویل کی حد یہ ہے کہ سخن وہان تک پھیرا جائے جہانتک (۱) باعتبار خود معنی سخن کے (۲) بپابندی اصول مسلمۂ فن کے (۳) باعتبار مواقع اظہار مقصود کے پھر سکتا ہو۔ اگر وسعت تاویل کی کوئی حد نہو یا حد تاویل حصول مقصود ہو یعنی وہانتک سخن پھر سکتا ہو جہانتک اپنا مقصود حاصل ہو جائے کوئی کلام صریح مفید مقصود باقی نرہیگا یعنی مطلب ایک دوسرے کا سمجھ مین آنا بند ہو جائیگا نطق جو ذریعہ اظہار مافی الضمیر کا ہے باطل ہو جائیگا۔ ہم کہینگے کہ نیچے بیٹھو آپ اوپر بیٹھینگے اور کہین گے کہ مین یہی سمجھا تھا۔ ہم کہین گے کہ کرو آپ نکرینگے اور کہین گے کہ مین یہی سمجھا تھا۔

ضرورت تاویل | (۳) ضرورت تاویل - ایک یہ ہے کہ (قطع نظر اون کلامون
کے جو ناقابلیت قائل کی وجہ سے بطریق ایصال الی المقصود ادا نہوئے ہون
جس اداکو انگریزی مین Exactness کہتے ہین) تاویل کرنے والا پہلے
سے جانتا ہو کہ مقصود اصلی یعنی امر حق یہ ہے - صرف مواقع استعمال کے ضرورت
کی وجہ سے ادا ر مافی الضمیر کا وہ طریقہ قائل نے اختیار کیا ہو جسمین سخن ادا کیا - مگر اور
لوگ ان دونون امور کا علم نہونے کے سبب سے مافی الضمیر کے سمجھنے مین غلطی کرتے ہون
اوس وقت اظہار معنی صحیح کا لازم یا مستحسن ہو -

دوسرے یہ ہے کہ ایسے چند کلام ہین سے جنمین ضرورت تاویل کی پہلی وجہ سے
واقع ہوئی - یعنی ضرورت اختیار طرز ادا صحیح معنی نکالنے کا قصد اسلئے کیا جائے
کہ امر حق معلوم ہو جائے -

تیسرے - یہ ہے کہ الزام یا استلزام امر حق کی ضرورت ہو صرف اوس وقت کا اعتراض
اوٹھانا مقصود ہو جیسے الزام یا استلزام سے ورثہ کے اوپر سے سمجھنے یا بچانے مین
ہوتا ہے -

قابلیت تاویل | (۴) قابلیت تاویل کی نسبت بیان بالا سے ظاہر ہے کہ صحیح
قابلیت صحیح تاویل کرنے کی اوسی شخص مین ہوگی جسے صحیح معنی اور موقع استعمال سخن
قابل تاویل کے معلوم ہون - بلکہ دونون معلوم ہون اور نیز یہ ہے کہ مجرد کلام سے
صحیح معنی اور امر حق نکالے اور سکے لئے بہت سی دقتین پیش آئین گی اور وہ دقتین

بالغ صحیح معنی تک پہونچنے کی ہونگی۔ بعض وقتین یہ ہین۔ (۱) وہ سب جو وسعت دائرہ تاویل وضرورت تاویل مین بیان کی گئین۔ (۲) ہر زبان کے الفاظ مین بیشتر الفاظ کے اندر معانی کا تعدد۔ (۳) ضرورت تاویل کا بدل جانا جو اکثر اوقات مین پیش آئیگا۔ کیونکہ بیشتر تاویل کے ذریعہ سے اپنا جانا ہوا مقصود ثابت کیا جاتا ہے۔ اور وہ بیشتر اوس حالت مین ہوتا ہے جب اسباب خارجی موجودہ وقت ذہن کو گھیرے ہوئے ہوتے ہین۔ (۴) اکثر اوقات مین فہم معنی صحیح کی عدم قدرت شرح اس بیان کی یہ ہے کہ اوس وقت صرف الفاظ باقی رہ جاینگے جو ذریعہ صحیح معنی تک پہونچنے کا ہون۔ اول تو ایک بڑا ذریعہ جاتا رہیگا یعنی موقع استعمال الفاظ تاویل طلب کا علم۔ دوسرے ہر زبان کے الفاظ مین متعدد معنی کے الفاظ شامل ہوتے ہین صرف سیاق وسباق کے ذریعہ سے ایک معنی متعین ہوا کرتے ہین جسکو سب معنی معلوم نہون یا اوس وقت ذہن مین نہون وہ کیسے صحیح معنی متعین کریگا۔ اگر معلوم ہون مگر سیاق وسباق معلوم نہو وہ کیسے ایک معنی متعین کریگا۔ اوسمین اگر ناقابلیت یعنی ناواقفیت زبان کے شامل ہوجائے تو وہ کیا ظلم کریگا۔ اسپر بھی اطمینان کیسے ہوگا کہ صحیح معنی یہی ہین کیونکہ خود ماول کے علم مین جب زیادتی ہوگی اوسے اپنے معنی بدلنے پڑین گے اسپر بھی دوسرون کو اطمینان کیون ہوگا۔ ان سب صورتون مین ایسے دلائل سقیم موجود ہونگے جو بیشتر غلط معنی کی طرف لیجائینگے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ قابلیت تاویل کی اونہین لوگون مین ہوسکتی ہے جنکو صحیح معنی پہلے سے معلوم ہون یا وہ خود وہی ہون جنہون نے سخن کو ادا کیا۔ یا وہ ہون جنکو ادا کرنے والے نے بتلایا۔

اب بہی جو لوگ تاویل کا مقصد کرتے ہین ہمیشہ سخن کو اپنے مسلمہ معنی مین پہیر اکرتے ہین اور ہر صورت مین پہلے سے تسلیم معنی کی موجود ہوتی ہے خواہ وہ اس سبب سے ہو کہ بعض کلام کو صریح مان کر متعین کر لیا ہے۔ خواہ وہ اس سبب سے ہو کہ اپنے مسلمہ مقصود کو دوسرے ذریعہ سے تسلیم کیا ہے۔ جو لوگ محض رفع الزام کے لئے تاویل کرتے ہین اوسی صورت مین بچ سکتے ہین کہ ایسی تاویل کر دین جو صورت ہے بالا مین داخل ہو یعنی اپنے یا دوسرے کے سخن کو مطابق مسلمات مخاطب کے کر دین یا تسلیم اوسکی بدل دین۔

ضرورت تاویل کا کلام مجید مین بسبب سقم کلام کے ہونا۔

اب مقصود شروع کیا جاتا ہے۔ نسبت کلام مجید اول یہ تصفیہ کرنا چاہیے کہ اوسمین ضرورت تاویل کی اسوجہ سے ہے کہ قائل جلیشانہ مین قابلیت اداے مقصود کی صحت کے ساتھہ نہ تہی جسکے سبب سے صراحت کرنیکا سلیقہ نہ تہا۔ اور سچائی نہ تہی جسکے سبب سے کلام متناقض ہوتا تہا یا کسی اور وجہ سے یہ ضرورت ہے۔ عدم قابلیت کی نسبت زیادہ بسط کی ضرورت نہین ہے اسلئے کہ دو حال سے خالی نہین یا وہ کلام جناب رسول خدا مانا جاے یا کلام جناب ایزدی۔ اگر کلام جناب رسول مقبول مانا جاے تو اونکی قابلیت ایسی تہی کہ دوست ہو یا دشمن دونون کو قابلیت کا اعتراف ہے اگر کلام جناب ایزد متعال مانا جاے تو صرف یہی مان لینا قائل کی اوس قابلیت کا مان لینا ہے کہ ما فوق اوسکے کوئی قابلیت نہین ہو سکتی باقی رہی سچائی۔ دونون صورتون مین کہ کلام مجید کلام خدا ہو یا کلام رسولخدا یہی مان لینا اسبات کا مان لینا ہے کہ اوسمین دروغ شامل نہ تہا۔ اسلئے کہ جناب رسولخدا کا صادق القول ہونا

ایسا امر ہے کہ موالف و مخالف اوسکا انکار نہین کر سکتے کیونکہ جن لوگون مین جناب رسولخدا
تہے وہ بہی باوجود مخالفت اونکو امین کہتے تہے۔ بعد کے لوگ اگر اونپر اس قسم کا کوئی الزام
لگائین خود سمجہ لینا چاہیے کہ ایسا غلط ہے جسکے لئے احتیاج دلیل نہین جناب رسولخدا
اون لوگون مین برسون رہے تہے یعنی مدۃ العمر۔ یہ نہین تہا کہ ایک بازیگر آیا اور تماشہ دکہلا کر
حیران کر کے چلا گیا۔ اون لوگون نے جناب رسول کو ساری عمر دیکہا ان لوگون نے ایک
دن بہی نہین۔ علاوہ برآن آنحضرت پر ایسا الزام لگانا بالکل خلاف عقل ہے۔ جو شخص خدا
پرستی سکہلاتا ہو۔ تمام اخلاقی برائیون سے منع کرتا ہو اعلیٰ درجہ کا Reformer
ریفارمر ہو۔ خود کیسے جہوٹا ہو سکتا ہے۔ اور یہ سب فریب کے لئے کیسے ہو سکتا ہے۔
کیا اس خیال کا بعد جملہ حالات پر غور کرنے کے امکان ہے۔ اگر ہے ہر ریفارمر کی نسبت ہے

کلام مجید کا وحی ہونا

واضح ہو کہ دونون شقون کی نظر سے ابطال عدم قابلیت مین اسلئے
اختیار کیا ہے کہ آجکل کی آسانی پسند طبیعتین نزول قرآن مجید کو الہام کہتی ہین اسکے قائل
نہین ہین کہ خداوند عالم نے بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام الفاظ قرآن مجید کو وقتاً فوقتاً
بہیجا تہا۔ اور یہ کہنا اسلئے ہے کہ جب وہ وجود شیطان کے قائل نہین فرشتون
کے وجود کے بہی قائل نہین۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ قرآن مجید و فرقان
حمید الہام نہین وحی منزل من اللہ ہے۔ یعنی اوسکے الفاظ کلام الٰہی ہین کلام
جناب رسولخدا نہین ہین۔ اور قرآن مجید ایسا کلام ہے کہ بحیثیت الفاظ بہی معجزہ ہے اور بحیثیت معانی
بہی۔ اس بیان کی ایسی حالت نہین ہے کہ ہمارا یقین ہے بلکہ ہمنے جن وجوہ پر یہ ادعان

والیقان حاصل کیا ہے ہم اونکو بتلاتے ہین۔ اور دعویٰ کرتے ہین کہ جو انصاف کریگا ممکن نہین کہ دل اوسکا مان نجاے کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہین گو وہ بشر ذات اقدس جناب رسول مقبول ہی کیون نہو۔

دلائل کا حصر کرنا بندہ کی طاقت سے باہر ہے اسلئے کہ جملہ افعال الٰہی ایسے صفات سے متصف ہین کہ اون صفات کو وہ درجہ بلندی کا حاصل ہے کہ بسبب کثرت اور بیمثل ہونے کے حیرانی ہوتی ہے اور عقل انتہا تک پہونچنے سے درماندہ ہوجاتی ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معترضین کے اعتراضات بر سبیل اجمال بیان کئے جاوین اور اون اعتراضونکی حالت دکھلائی جاوے۔ اوسکے ذیل مین یہ سب باتین ثابت ہوجاینگی کہ (۱) کلام مجید کلام الٰہی ہے کلام جناب رسولخدا نہین (۲) بحیثیت کلام باعتبار فصاحت بھی معجزہ ہی (۳) بحیثیت معانی اور بلاغت بھی معجزہ ہے (۴) بحیثیت اثر بھی معجزہ ہے (۵) اوسکی کسی خوبی پر اعتراض نہین ہوسکتا اور اون سب وجوہ سے اوسکے الفاظ سواے حق تعالیٰ کے اور کسی کے الفاظ نہین ہوسکتے اور معانی و مضمون بھی۔

اجمال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تفصیلی اعتراضات اور جوابات جداگانہ کتابون مین مندرج ہین جسکو تفصیل سے اس بحث کا طے کرنا مقصود ہو اوسے اون سب کتابون کا ملاحظہ کرنا چاہیئے خصوصاً کتاب تنزیہ الفرقان اور اعجاز التنزیل کو کہ یہ دونون کتابین آجکل کی ضرورت کی نظر سے بے مثل و بے نظیر۔ حق تعالیٰ اونکے مصنفون کو اجر جزیل عنایت فرماے حقیقت مین اونکی سعی مشکور ہے اور کمال اونکا غیر مسطور۔

انکار فصاحت کی وجہ اور اوسکی تردید

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انکار اعجاز کلام مجید بر بنائے فصاحت آجکل خاص اسلیئے اختیار کیا گیا ہے کہ مخالفین اسلام نے اس خاص امر مین بڑی کوشش کی ہے اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ فصاحت نہین ہے۔ زمانہ حال کی حامیان اسلام نے اسکو آسان سمجھا ہے کہ باعتبار فصاحت انکار اعجاز کلام مجید کردین۔ اور کافی سمجھا ہے کہ دوسری خوبیون کی نظر سے دعوامی اعجاز کرین۔ اتنا انکار بھی غلط ہے۔ اسلیئے کہ جب ہم ثابت کرینگے کہ اوس نظر سے بھی اعجاز ثابت ہے تو واضح ہوگا کہ بنا انکار عدم قابلیت تھی۔ ورنہ وہ انکار پر قادر نہوتے چنانچہ عرب قادر نہوئے یہی نہین ہے کہ قادر نہوئے اقرار کرتے تھے کہ یہ کلام بشر نہین۔ یہی نہین ہے کہ اقرار زبانی کرتے تھے۔ جو اثر ہوتا تھا وہ خود ظاہر کرتا تھا کہ حقیقت مین وہ اثر پیدا ہوا جسنے تبلا دیا کہ اقرار زبانی نہین ہے جنانی ہے چنانچہ ثابت ہے کہ جب وہ سادے الفاظ کی آیت نازل ہوئی یَا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ اَقْلِعِیْ الخ تو بعض اوسکو پڑھتے پڑھتے بسبب کمال ذوق کے مر گئے۔ جو لوگ عربی پڑھتے ہین گو کمال حاصل کرین اونمین سے کسی کی ایسی حالت نہین ہوتی یا کچھ بھی نہین ہوتی۔ غرض یہ ہے کہ اہل زبان اپنی زبان سے وہ لطف اوٹھاتے ہین جو غیر اوٹھا نہین سکتے زبان غیر مین وہ کمال جو اہل زبان کو ہوتا ہے غیر کے لئے شاذ ہے۔ اور جب ہوا وسکا بھی وہی حال ہوگا جو اہل زبان کا ہوتا ہے۔ سو عربی کا یہ کمال عجم مین کسی معترض کو نہین۔ اور یہ انکار سخت ناقابلیت کی دلیل ہے۔ واضح رہے کہ بعض علمار متقدمین نے انکار اعجاز فصاحت کیا تھا۔ مگر وہ انکار فصاحت نہ تھا۔ انکار اعجاز فصاحت تھا۔ یہ اونکی سمجھ تھی۔

لیکن وہ علماء بھی ایسے تھے کہ جنہوں نے عراق و حجاز میں پرورش نہ پائی تھی۔ اپنی فصاحت کی نسبت اونکو خیال ہوگیا ہوگا کہ ہم بھی اعلیٰ درجہ کے فصیح ہین اسلیئے فصاحت اعجاز نہین ہوسکتی۔ اگر وہ اس حالت پر نظر کرتے کہ وہ فصیحانِ عرب جنکی فصاحت یقیناً اونسے اعلیٰ درجہ کی تھی فصاحت کلام مجید سے کس حالت مین ہوگئے تھے یہ انکار نہ کرتے۔ پس یہ ایک دہوکا ہے جو اونکو ہوا۔ جمہور کے مقابلہ مین ایک آدہ آدمی کا قول قابل استدلال نہین ہوسکتا اسلیئے کہ شاذ ہے۔ تاہم اعتراضات وجود مطلق فصاحت کے مقابلہ مین گرینکے یہ معنی ہین کہ مطلق فصاحت کے وجود سے ہم انکار کرتے ہین اور یہ ایسا امر ہے کہ کسی مسلمان عالم یا جاہل نے نہین کیا حقیقت مین وہ محض عجز اور غلط ہے۔

تفصیل ضروری اعتراضات کی۔ معترضین کے معظم اعتراضات کا خلاصہ یہ بیان ہوسکتا ہے کہ اولاً فصاحت درکنار کلام الٰہی مین اغلاط موجود ہین۔ ثانیاً آدمیون کے کلام بھی ایسے ہین کہ باعتبار فصاحت لاجواب ہین۔ پس اعلیٰ درجہ کی فصاحت فی نفسہ دلیل اعجاز نہین۔ تیسرے علماء نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ انسان ایک حالت پر نہین رہ سکتا۔ کبھی وہ مبتلاء آلام ہوتا ہے۔ کبھی خوش۔ کیسی ہی طبیعت قوی ہو اس اثر سے پاک نہین ہوسکتی۔ کلام الٰہی مین یہ خوبی ہے کہ اثر طبیعت بشری سے پاک ہے اسلیئے کلام بشر نہین۔ اوسکا یہ جواب دیا ہے کہ کلام مجید کو باعتبار نزول جمع کیا ہے اور اُس سے یہ ثابت کیا ہے کہ اول زمانہ نبوت مین جو آیات نازل ہوئی ہین وہ اور طرح کی ہین۔ اونمین زور زیادہ ہے

جو زمانہ ما بعد مین نازل ہوئی ہین وہ اور طرح کی ہین اُنمین زور کم ہے۔ یہ وہی تغیر ہے جو بشر کے لئے لازم ہے۔ چنانچہ پہلے زمانہ کی آیات سقفی اور مسجع ہین بعد کی ایسی نہین ہین۔ اسلئے کلام مجید کلام بشر ہے۔ کلام الٰہی اور معجزہ نہین۔

جواب اجمالی اعتراض اول کا۔ بذریعہ اثبات عدم قابلیت معترضین کے

امر اول حد درجہ مین غلط ہے اسلئے کہ حضرات معترضین کی قابلیت معلوم ہے کوئی معترض ایسا نہین ہے کہ ایک جملہ عربی کا صحیح لکھہ سکے۔ اور کوی معترض وہ مذاق عربیات کا جسکا بیان ابھی کیا گیا۔ (یعنی اہل زبان کا) نہین رکھتا۔ ہر ایک کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے ایک بوڑہیا نے باز پر اعتراض کیا تہا کہ اسکی چونچ اور ناخن ٹیڑہے ہین وانہ کیسے اوٹھا سکیگا۔ اسلئے چونچ اور ناخن کاٹ کے باز کو مار ڈالا تہا۔ وہ لوگ جنکے سامنے کلام مجید نازل ہوتا تہا ظاہر ہے کہ اس فن مین کامل تہے اونسے بار بار کہا جاتا تہا کہ ایک آیہ کی مثل بنا لاؤ۔ اور قادر ہوتے تہے کہ ایک آیہ کی مثل بنا لائین یہان تک مبالغہ سے کہا جاتا تہا کہ ایک دوسری کی مدد کرو اور جواب دو۔ تب بھی نہ دیسکتے تہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک ذراسی بھی ہٹ دہرمی کرنے کی گنجایش ہوا کرتی ہے مخالف اوسے اختیار کر لیتا ہے مگر کسی نے اسباب مین ہٹ دہرمی اختیار نہ کی۔ یہ دلیل روشن اسبات کی ہے کہ یہ دعوی اسقدر مضبوط اور صحیح تہا کہ کسی ہٹ دہرمی کی مجال اور گنجایش نہ تہی۔ اگر احتمال ضعیف بھی ہوتا کہ ایک جملہ بھی مثل ایک آیہ کے بنا لاسکین گے خود جناب رسول مقبول کہ ضرور اعقل الناس تہے ایسا دعوی نکرتے۔ بلکہ ایسے عاقل آدمی کا ایسا دعوی کرنا خود دلیل اسبات

کی ہے کہ اونکو بالیقین معلوم تہا کہ کسی حالت مین جواب ایک آیہ کا بہی نہین ہو سکتا۔ یہ یقین اوسیوقت ہو سکتا ہے جب معلوم ہو کہ یہ کلام بشر نہین۔ ورنہ بشر کے کلام کا ضرور امکان ہے کہ جواب ہو جاے۔ یہ امر یاد رہے کہ جو زور فصاحت کا اور مشق سخن اوسوقت تہی پہر عرب مین بہی نہین ہوئی اور اسلئے کسی بعد کے زمانہ سے بہی استدلال نہین ہو سکتا۔ یہ بہی یاد رہے کہ قصد جواب اوسوقت بہی اون لوگون نے کیا تہا جو خود فصیح نہ تہے۔ فصحا نے نہین کیا۔

اور اسلئے اوس زمانہ مین اتفاق ہو گیا کہ مثل کلام مجید ایک آیہ کا لکہنا بہی ممکن نہین۔ یہ بہی یاد رہے کہ کسی مضمون کی قید نہین لگائی جاتی تو پہر یہ امر صادق آئے کہ ایک ہی مضمون کی نسبت جواب کلام بشری دشوار ہوتا ہے۔ یہ ثبوت اسکا ہے کہ کلام مجید کلام بشر نہین۔ اور یہی ثبوت اسکا ہے کہ معجزہ ہے۔

جواب تفصیلی اعتراض اول کا بذریعہ فرق کلام کہلا۔

ایک دلیل ۔ وجدانی اعجاز کی یہ ہے کہ بعض لوگ ایسا شعر کہتے ہین (جو کلام کی ایک قسم ہے) کہ اوسکا جواب نہین ہوتا یعنی ایسا شعر اوسی زبان مین یا قریب اوسکے معنی مین بنا دو ہی الفاظ و دوسرے وہ شعر نہین بن پاتا۔ مثال اوسکی یہ ہے

غالب

سب کہان کچہ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین	خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہو گئین

یعنی اس شعر کے یہ ہین کہ تعریف حسن کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مٹی مین ملکر صورت

بگڑ جاتی ہے اور حسن جاتا رہتا ہے - اب غور کرنا چاہیے کہ وہ کیسی حسین صورتین ہونگی جو مٹی مین ملکر خراب ہونے کے بعد سب ظاہر نہو سکین کچھ بصورت لالہ وگل ظاہر ہوتین یہ کس بلا کی تعریفِ حسن ہے - ! ایسی تعریف کسی دوسرے کلام غالب مین نہین ہے نہ دوسرے شاعرون مین -

آتش

نہ پوچھہ حال مرا چوب خشک صحرا ہون		لگا کے آگ مجھے کاروان روانہ ہوا

برادر مرحوم سید احمد حسن فرقانی

مارا عمون نے مجھکو شروعِ شباب مین		جل جل کے جو بجھا سر شب وہ چراغ ہون

عزیزی سید محمد مرتضیٰ بیان سلمہٗ

لب نہ گویا ہوئے جراحت کے		کچھہ مزے پوچھتے شہادت کے

ناسخ

بیعت خدا سے ہے مجھے بواسطہ نصیب		دستِ خدا ہے نام میرے دستگیر کا

دبیر

زیر خنجر ہی نہ تڑپا پسر شیر خدا		یہ تکلف تو فقط فاطمہ کے شیر مین ہے
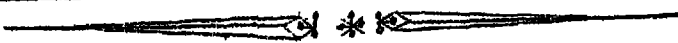
انیس

افسوس کہ تمنے میری تنہائی نہ دیکھی	بلوی یہ نہ دیکھا یہ صف آرائی نہ دیکھی

یہ شعر اوس مقام کا ہے جہان شاعر بیان کرتا ہے کہ جناب سید الشہدا جب تنہا مصروف جنگ ہوئے اور شہدا کی نعشون سے گذرے تو اونکی طرف مخاطب ہوکر فرمایا ان اشعار مین جو فصاحت و بلاغت ہے وہ دوسرے اشعار ہم معنی مین نظر سے نہین گذری - اور جن کملا نے قصد کیا وہانتک نہ پہونچے - مثال کوشش ناکامیاب کی یہ ہے -

انیس

صبح سے تھی یہ دعا رون کہین ڈہلجائے	عصر کے وقت کے مشتاق تھے ایسے شبیر

یہ جواب میان دلگیر کے شعر کا ہے جسمین میرانیس صاحب سا شخص کامیاب نہین ہوا دلگیر شوق شہادت کو یون بیان فرماتے ہین -

شعر

تو دم باپا کا عز و ذوق شہادت مین نکلجاتا	سلامی کہتے تھے عابد جو وقت عصر ٹلجاتا

پس اللہ تعالیٰ کے سارے کلام ایسے ہین کہ جنکا جواب نہ سبکا ہوسکتا ہے نہ کسی ایک کا لہذا (۱) ہر کلام کا ایسا ہونا جو فرق کلام بشر و کلام الٰہی کا ہے معجزہ ہے (۲) دوسرا معجزہ یہ ہے کہ شعر مین یہ خوبی وقت کی وجہ سے یعنی شعر کہنا آسان نہین - پیدا ہوتی ہر نثر مگر ایسی ہوتی ہے کہ اوسکا جواب نہ ہوسکے - کلام مجید نثر ہے اور غالب ہے -

جواب اجمالی مقابلہ کلام فصحاء انگریزی کا۔

دوسرے امر کے متعلق انگریزی دان شیکسپیر صاحب
کی تصانیف پر استدلال کرتے ہین طریق استدلال یہ ہے کہ کلام
شیکسپیر مجموعًا ایسا ہے کہ کوئی اوسکا مثل نہین لیکن اوسکو اسلئے کلام الٰہی نہین کہہ سکتے
اس طریق استدلال مین انواع و اقسام کی غلطیان ہین۔

اول یہ ہے کہ مجموع کلام لاجواب مانا جاتا ہے منفردًا لاجواب نہین مانا جاتا نسبت
کلام مجید کے یہ دعوی ہے کہ منفردًا و مجموعًا لاجواب ہے۔

دوسرے آجتک شیکسپیر کے کلام کی نسبت یہ دعوی نہین کیا گیا کہ اوسکے
کسی فقرہ کا بھی جواب نہین ہو سکتا۔ نہ کبھی اسبات کی کوشش کیگئی کہ جواب دینے
کے لیے تمام فصحاء وقت جمع ہون اور ایک فقرہ کا جواب دین۔ مجموعًا لاجواب ماننے
کے صاف معنی یہ ہین کہ فقرونکا جواب ہو سکتا ہے۔

تیسرے فصاحت کا مفہوم مشہور یہ ہے کہ معنی ایسے الفاظ مین ادا کئے جائین
کہ اوس سے بہتر کوئی لفظ اون معانی کے لئے نہو۔ یہ صفت کلام شیکسپیر پر موقوف
نہین ہے بلکہ بہت سے مصنف ایسے ہین جنکے الفاظ نہین بدلے جا سکتے
(جیسے گولڈاسمتھ وغیرہ) اور یہ امر مسلم ہے۔ کلام مجید مین باعتبار فصاحت ہی خوبی
نہین ہے بلکہ اور بھی خوبیان ہین جنکا بیان یہ ہے کہ مسلمانون نے علم معانی و بیان
کی بڑی کوشش سے اور بہت بسط کے ساتھ تدوین کی ہے اور وہ قواعد صرف
کلام مجید ہی سے نہین نکالے کیونکہ مثالون مین آیات ہی پیش نہین کی گئین۔ اون قواعد

کے مطابق شمار کرکے تبلایا جاتا ہے کہ آیات کلام مجید مین صدہا خوبیان باعتبار صنائع معانی وبیان کی موجود ہین۔ لیعنی کلام الٰہی مین صرف یہی خوبی نہین ہے کہ اون معانی کے لئے اوس سے بہتر الفاظ استعمال نہین ہو سکتے تھے۔ بلکہ یہ خوبی بہی ہے کہ باعتبار اون قواعد کے بلحاظ معانی وہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین کہ اونمین اوس سے زیادہ صنایع وبدایع علم معانی وبیان کے سمانے کی گنجایش نہین۔ چنانچہ آخر آیہ کرسی مین ایک سو بیس نکات ہونا اسکے مثال ہے شیکسپیر کلام کے ساتھ استدلال اوسوقت صحیح ہوتا جب پہلے ایسے قواعد زبان انگریزی مین جمع کرلئے ہوتے اور اونکو شمار کرکے تبلایا ہوتا کہ اتنی خوبیان دوسرے کلام انگریزی مین نہین ہین۔ بغیر اسکے کسی دوسرے اہل زبان کو یہ میسر نہین ہوسکتا کہ اپنے زبان کے کلام کو عربی کے کلام کے مقابلہ مین پیش کرے۔

چوتھے اعجاز کا دعویٰ دونون فصاحت وبلاغت کی نظر سے ہے۔ شیکسپیر قصہ گو ہے قصہ گوئی مین زیادہ تر بلاغت کو دخل نہین۔ اوسکے کلام کو جو زیادہ پسند کیا جاتا ہے اوسمین بڑا دخل اسبات کو ہے کہ وہ پلاٹ Plot (ڈہانچہ) اچہا بناتا ہے اور اوسکے ساتھ ایسے الفاظ شیرین استعمال کرتا ہے کہ دونون چیزین ملکر لاجواب معلوم ہوتی ہین۔ شاعری اور قصہ گوئی مین آزادی ہوتی ہے کہ جیسا بہتر سے بہتر مضمون خیالی خواہ خوش کن ہو خواہ دلشکن پیدا کرنا ممکن ہے پیدا کرلیا جاوے۔ یہان آزادی نہین ہے۔ اور مضمون ایسا خشک ہے کہ جسکے اندر وہ صفتین نہین ہین۔ پس کلام شیکسپیر

پر بمقابلہ کلام مجید کے استدلال کرنا جان انصاف پر ستم کرنا ہے۔

پانچوین کلام مجید کی یہ خوبی مسلم ہے (اور یہ تسلیم اونہین لوگون کی نہین ہے جو عرب
ہین یا دوسرے ملکون کے مسلمان ہین اور عربی مین بسبب ضرورت دینی کے کچھ
مہارت یا مذاق رکھتے ہین بلکہ اون انگریزون مین جنہین صرف ترجمہ کرنیکی قابلیت ہے
یہی تسلیم ہوگیا ہے) کہ کلام الٰہی مین یہ خاصہ ہے کہ پڑہتے پڑہتے اوس سے ایسی
دلچسپی ہوتی ہے کہ آدمی اوسکے پڑہنے کو ترک نہین کرتا۔ چنانچہ نسیل صاحب نے
اسکا اعتراف کیا ہے۔ شیکسپیر کے کلام یا کسی اور کلام پر فریفتگی نہین ہوتی۔

چھٹے یہ خوبی ہے کہ کلام مجید مین جب تلاش کیجئے اوس سے سب اعتراضات
کا جواب ملجائیگا خواہ وہ کسی وقت پیدا ہوئے ہون۔ یہ خوبی (ہم دعویٰ کرتے ہین) کسی
اور کلام مین نہین ہے جسکی مثال یہ ساری کتاب ہے۔ ایک حکایت لطیف زبان
زد ہے کہ ایک معترض نے کسی مسلمان سے سوال کیا کہ تم مدعی ہو کہ ہر چیز کلام مجید
مین ہے بتلاؤ کہ ریل کا ذکر کہان ہے۔ یہ ایسا مشکل سوال تہا کہ دفعتاً جواب دینا اسکا
محال معلوم ہوتا ہے۔ مگر اوسیوقت معجزہ ہوا اور مخاطب کے ذہن مین گذرا کہ وہ یہ آیت
ہے کہ بعد ذکر خلق سواریون کے فرمایا ہے۔ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ یعنی اور
بہت سواریان پیدا کریگا جنکو تم نہین جانتے۔ معترض کو حیرت ہوگئی۔ یہ خوبی کسی
اور کلام مین آپ بتلا سکتے ہین؟ ہرگز نہین۔ اول نظر مین کلام مجید مین کوئی ربط معلوم
نہین ہوتا مگر جب غور فرمائیے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت معلومات کا ایک دریائے عمیق

ہے جسکی کوئی تحقہ نہین پا سکتا۔ اور ایسی خوبیان ظاہر ہوتی ہین کہ آدمی خواہ مخواہ اقرار اعجاز کرتا ہے۔ صرف وہ لوگ جو محض اعتراض کے لئے کلام الٰہی کو دیکھتے ہین اس حکم سے مستثنیٰ ہین۔ اور اوسکو بھی خداوند عالم نے بتلایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ دیکھو کیا فرمایا ہے یعنی اول شرط یہ ہے کہ ایمان بالغیب لائے۔ تب قرآن ہدایت کریگا پس جن لوگون مین وہ نہین ہے کلام مجید اونکا ہادی بھی نہین ہے۔ جسکی مثال یہ ہے کہ پہلے زمین درست کرلینی چاہیے تب تخم ریزی۔

ساتوین یہ خوبی ہے کہ قاعدہ زبر و بینات کے مطابق ہر آیت سے کلام مجید کی دوسرے معانی حاصل ہوتے ہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ مین اوس قاعدہ کی بھی رعایت ملحوظ تھی یہین تک ختم نہین ہوا جن لوگون نے خدمت کلام الٰہی کی ہے اونھون نے مختلف علوم مثل جفر وغیرہ کے کلام مجید سے نکالے ہین جنکی واقفیت حیرت انگیز ہوتی ہے۔ اور مجھے اسبات کا یقین ہے کہ جسقدر غور کیے جائے مختلف علوم پیدا ہونگے۔ یہ خوبی کسی اور کلام مین کہان ہے۔

آٹھوین الفاظ فصیح مین ایک تاثیر مسلم ہے۔ چنانچہ اب بھی انگلستان مین فصیح اسپیچون سے وہ کام نکلتا ہے جو تلوارون سے نہین نکل سکتا۔ عربی رجز جو لڑائیون مین کام دیتے تھے سب کو معلوم ہین۔ کلام مجید مین یہ تاثیر اوس مرتبہ کی کہ مستوجب کو فریفتہ کرے کہین بڑھی ہوئی ہے۔ مثلاً ہر آیت مین ایک خاص تاثیر ہے کہ امراض کو صحت دیدیتی ہے۔ مین آپکو مثال بتلاتا ہون آنکھہ پر ورم کیا کیجیے فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَاءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ

آشوب نہو گا اور بصارت نہ جائیگی یہین جب ۱۸۹۵ء مین مظفر نگر تھا یہ تاثیر اس
آیت کی معلوم ہوئی تھی - اور اس طرح معلوم ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی آنکھہ ایک ڈاکٹر
کو دکھلائی اوسنے دیکھکر کہا کہ تمہاری آنکھہ مین جملہ امراض جنسے بصارت زائل ہوجانی چاہیے
موجود ہین تعجب ہے کہ آنکھہ کام دیتی ہے تب اونھون نے یہ وجہہ بیان کی راقم کی حالت
یہ تھی کہ ہر آٹھہ نو مہینہ مین آنکھہ آشوب کرتی تھی - اور مین اوسمین ایک مہینہ سے زیادہ
تک مبتلا رہا کرتا تھا - اسوقت کہ دو سال گذرے ہین آشوب نہین ہوا - اور یہ برکت صرف
اس آیہ کی ہے - یہ خوبی شیکسپیر کے کلام مین بتلائے کہ کہان ہے؟ الغرض خوبیان
کلام الٰہی کی حصر و شمار سے افزون ہین - اور جو لوگ مذاق رکھتے ہین جانتے ہین کہ خاندان
نبوت کی زبان مین اور خاندانون کی زبان سے ایک زیادہ نرمی اور لطافت ہے اور وہ حدت
کلام جناب رسالتمآب و کلام خاندان مین ہے - مگر ویسی مشابہت کلام مجید سے نہین ہے
اسلئے وہ کلام جو اللہ تعالٰی کا ہے آنحضرت کا نہین ہے -

آخر مین یہ بات کہنے کے قابل ہے کہ راقم کی حالت انگریزی زبان کی نسبت وہی ہے جو
معترضین فصاحت قرآن کی عربی کی نسبت ہے اسلئے مجھے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اوسطرح کے اعتراضات شیکسپیر پر کرکے اوسکے کلام کو خلاف جمہور غیر فصیح یا
غلط لکھون -

تیسرے امر کی نسبت جاننا چاہئیے (۱) کلام مجید کو یہ ترتیب نزول کسی مسلمان نے جمع کرنیکا قصد نہین کیا اخلافا للشیعہ	جواب تفصیلی اعتراض بعض کلام کے مقفیٰ ہونے اور نہونے کا

اسلئے کہ یہ مسئلہ ایسا مہتم بالشان ہے کہ ذراسی غلطی مین بڑے بڑے فتور پڑ سکتے ہین اور یہ امر جب قرن اول کو نصیب نہین ہوا تو آپ جو ہمارے نصارٰی بہائی اس کام کے کرنیکی ہمت باندہتے ہین اسی سبب سے باندہ سکتے ہین کہ اونکو درد دین سے نہ ضرورتون سے واقفیت ہے۔ بلکہ اعتراض مقصود ہے۔ پس ایسے کام کو اعتراض مین پیش کرنیکے یہ معنی ہین کہ اسلام پر اعتراض اپنے افعال سے کیا جاتا ہے۔

(۳) اعتراض یون پیدا کیا گیا ہے کہ جو آیات مکہ مین نازل ہوئین اور زمانہ ابتداء نبوت مین اونمین بیان کا زور زیادہ ہے۔ فقرات مقفٰی اور مسجع ہین۔ جون جون زمانہ ابتداء نبوت کو عرصہ گذرتا گیا وہ زور گہٹتا گیا ہے۔ اور یہ دلیل اسکی ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی نہین ہے یہ اعتراض اصولاً غلط ہے۔ اسلئے کہ غالباً اس بات سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جن کلاموںکو سہل ممتنع کہتے ہین وہ مسجع اور مقفٰی نہین ہوتے اور بظاہر اونمین کوئی زور معلوم نہین ہوتا حقیقت مین بڑا زور ہوتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ لطف زبان سے واقف ہین جانتے ہین کہ گلزار نسیم میر حسن کی مثنوی سے بہتر نہین ہے۔ اور رجب علی بیگ سرور کی فسانہ عجائب دلّی کے میان امن کی چہار درویش سے بہتر نہین ہے چنانچہ ایک شعر نقل کرتا ہون

لب نازک او پردہ مہنال دہر	میر حسن	لگا لے تہی پردہ سے دود جگر	
سنبل میرا تازیانہ لانا	گلزار نسیم	شمشاد انہین سولی پر چڑہانا	

دونون مین کیفیت رنج کا بیان ہے۔ جو لوگ جانتے ہین اس بات کو جانتے ہین کہ میر حسن کا شعر ہزارون درجہ گلزار نسیم کے شعر سے بہتر ہے۔ چنانچہ اس مصرعہ مین۔

(لب نازک اوپر وہ مہنال و ہر) الفاظ (اوپر وہ مہنال و ہر) بظاہر نہایت معمولی الفاظ معلوم ہوتے ہین لیکن اونمین خوبی یہ ہے کہ (۱) انسان حالت رنج مین بے خود سا ہوتا ہی کہانے پینے تک کی خبر نہین رہتی۔ یہان شاعر کو اوس تکلیف کا بیان کرنا ہی منظور ہے جواس چہپانے مین اختیار کرنی پڑی ہتی۔ یعنی ہونٹ کے اوپر مہنال و ہرنا ہی ایک تکلیف تہی اوسی بیان کر دیا ہے۔

(۲) مہنال مُنہ سے لگانا نہین کہا اوپر و ہر لینا کہا ہے تاکہ خوب ظاہر ہو کہ ہونٹ پر مہنال رکہی ہوئی تہی اندر نہ تہی۔ اس حالت سے ظاہر ہے کہ معیار حسن کلام تکلف نہین ہے۔ نفس کلام کی خوبی اور پختگی معیار و محک ہے۔ یہ پختگی اور خوبیان اول سے آخر تک تمام کلام مجید مین یکسان ہین۔ صرف یہ قید ہے کہ کیا بیان کرنا ہے یعنی باعتبار معانی بلند وہ الفاظ نفیس و مناسب اختیار کئے گئے ہین جو پختگی معانی کے ساتہہ دوش بدوش جاتے ہین۔ اور حسن معانی کو دوبالا کر دیتے ہین۔ باقی رہا یہ امر کہ اول زمانہ کے کلام مین رعایت سجعہ اور قافیہ کی بہ نسبت کلام مابعد کے زیادہ ہے اوسکی وجہ خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابتداء نبوت مین مقام جناب رسول مقبول صلعم کا مکہ تہا جہان ہر سال شعراء عرب آتے تہے اور مقابلہ کے لئے اپنے اچہے کلام کعبہ مین لٹکاتے تہے۔ وہ کلام اکثر اشعار ہوتے تہے کلام الٰہی شعر نہین ہے مگر اوسوقت ضرورت مقابلہ کی اشعار سے تہی پس لازم تہا کہ اوسمین رعایت قافیہ کی ہو اسواسطے کہ جہان کلام الٰہی اور وجوہ سے معجزہ ہے یہ امر ہی ضرور ہے کہ بطور اعجاز مفید مقام ہو۔ اگر ایسا نہوتا یہ خوبی کہ نثر نظم پر غالب آجائے اور یہ غلبہ ظاہر ہو جاے

نہوتی - نہ بطور اعجاز مفید مقام ہوتا - جب یہ ضرورت جاتی رہی کلام مین سے اوس رنگ کے پیدا کرنیکی ضرورت بہی جاتی رہی - پس یہ فرق ایک ضرورت خاص سے ہے -
یہ نہین ہے کہ کلام الٰہی مین وہ فرق ہے جو باعتبار طبیعت بشری کلام بشر مین ہوتا ہے بلکہ کلام مسجع و مقفیٰ مین بہی وہی خوبی فصاحت کی ہے جو غیر مسجع و مقفیٰ مین ہے خواہ وہ کلام ابتدای زمانہ کا ہو یا مابعد کا - قطع نظر اسکے متعلق طبیعت بشری کے یہ امر خاص قابل توجہ ہے کہ ہنگام نزول وحی آنحضرت صلعم پر ایک حالت طاری ہوتی تہی وہ ایسی تہی کہ معترضین اسلام اوسے جنون (معاذ اللہ) کہتے تہے - پس یہ عجیب بات ہے کہ بشر کے کلام مین باعتبار راحت و رنج فرق ہو اور جناب رسولخدا صلعم سے ہمیشہ حالت جنون مین ایک کلام فصیح صادر ہو - جب وہ کلام ہمیشہ حالت جنون کے ہون کم سے کم لازم آئیگا کہ ایک طرح کے ہون - یاد رہے کہ زمانہ نبوی صلعم کے لوگ حضرت کو شاعر مجنون کہتے تہے اور ساحر اسطرح اپنے نزدیک معجزہ کو سحر کہکر اور نثر کو شعر کہکر اپنا پیچہا چہوڑاتے تہے اسکا ذکر خود کلام مجید مین ہے - اور یہ دلیل روشن دونون عجز و کذب کی ہے -
واضح رہے کہ شاعر ہونا خلاف شان جناب رسولخدا تہا - چنانچہ اب بہی حکیم کے لئے شاعری مناسب حال نہین ہوتی اسلئے کہ دونون کے مقصود مین بُعد ہے حکیم کا مقصود اور مدِ نظر ماہیت اشیا رہے - شاعر کا مقصود اور مدِ نظر ماہیت سے قطع نظر کرکے بات کو اسطرح کہنا ہے کہ اپنے ماہیت سے زیادہ خوش کن یا رنج دہ ہو جاے - چنانچہ خود جناب باری تعالی نے اس بات کو فرمادیا ہے یعنی مَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ

ترجمہ۔ اور ہمنے ان پیغمبر کو شاعری نہین سکھلائی۔ اور شاعری انکی شان کے لایق بہی نہین۔ اگر آنحضرت شاعر ہوتے ممکن تہا کہ جو طبیعتین شعر پسند نہین ہین وہ کلام مجید سے قطع نظر کرین۔

علاوہ برآن یہ بہی ظاہر ہے۔ (اور جو لوگ جانتے ہین جانتے ہین) کہ بیشتر کا مسجع اور مقفی کلام بہ نسبت زیادہ اچھا کلام نہین ہوتا بلکہ اومین بیشتر عیوب ہوتے ہین جو قافیہ کے پردہ مین چہپائے جاتے ہین۔ کلام مجید مین ملاحظہ فرمائیے کہ ایسی قافیہ بندی کہین نہین۔ اگر تمام کلام مسجع ہوتا تو اومین یہ نقص پیدا ہو جاتا کہ شاعرون کا جواب ہے اور مثال اوسکی مقامات حریری کی سی ہو جاتی۔ اور یہ خوبی نہ رہتی کہ خداوند عالم مین بغیر تسجیع و قافیہ کے ایسے کلام فصیح کہنے کی قدرت ہے جسکا کوئی مثل ہو۔ پس کلام مجید جو مقفی ہے وہ بہی سہل ممتنع ہے اور جو نہین ہے وہ بہی سہل ممتنع ہے۔

۳۔ اس اعتراض پر کہ ابتدا زمانہ نبوت کا کلام بہ نسبت مابعد کے بہتر ہے غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ معترضین مذاق سخن سے جہان ناواقف ہین انسان کے نیچر سے بہی ناواقف ہین۔ اسلئے کہ تمام دنیا مین یہ مسئلہ مسلم ہے کہ مشق سخن مدت کے ساتہہ بڑہجاتی ہے۔ چنانچہ بیشتر شاعرون نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اوستاد ذوق فرماتے ہین ع

ہمنے سترستہہ برس اس فن مین ہین پاپڑ بیلے

(میر انیس فرماتے ہین)

نکلے قلم سے ضعف مین کیا کیا بلند بند

پھر فرماتے ہین۔

صنیفی نے مجھکو جوان کر دیا	گھٹا زورِ مشقِ سخن بڑھ گئی

پس یہ کہنا کہ بے مشقی کے زمانہ کا کلام توڑا ہوا تھا اور بعد مشق گھٹ گیا کسقدر اصولاً غلط ہے۔ بلکہ اگر یہ دلیل معترضین کی مان لیجاوے تو اونکے اصول پر کلام مجید کا کلام الٰہی ہونا ایک طرح سے ثابت ہو گا۔ یعنی طبیعت بشری یہ ہے کہ کلام بعد مشق کے اعلیٰ درجہ کا ہو یہان کلام بے مشق کے اعلیٰ درجہ کا ہے۔

۴۔ فرق کلام بشر مین یہ ہوتا ہے کہ جب فارغ البال ہو کلام زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جناب رسولخدا صلعم مکہ مین فارغ البال نہ تھے بلکہ سخت مصائب کا سامنا رہتا تھا ہر وقت جان کا خطرہ اور اوسپر طعنے سُننے کی روحی تکلیف کا سامنا۔ اُسوقت مذاق معترض کے مطابق زیادہ زور دار کلام صادر ہوتے تھے جب مدینہ مین فارغ البالی حاصل ہوئی زور گھٹ گیا۔ یہ اولٹی بات ہے۔ پس حقیقت حال یہ ہے کہ وہ آیات جو مکہ معظمہ مین نازل ہوئین اور وہ آیات جو مدینہ طیبہ مین نازل ہوئین ہر جگہ کی آیات کے چھوٹے چھوٹے جملون مین صدہا نکات معانی و بیان اور صنایع و بدایع نکلتے ہین جنمین سے بعض کی تفصیل کتب محولہ بالا مین ہے۔

اگر مقصود یہ ہے کہ شوخی اول زمانہ مین زیادہ ہوتی ہے اور پختگی آخر زمانہ مین تو بھی غلط ہے اسلئے کہ شوخی نام عدم پختگی کا ہے اور شوخی سے کلام مجید بالکل مبرا ہے حقیقت مین شوخی کلام کی خلاف حکمت ہے۔ اور خوبی نہین ہے جسکے لئے دلیل کی احتیاج نہین

خلاصہ یہ ہی کہ کلام مسجع اور غیر مسجع دونومین یہ خوبی ہو کہ مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے کہ الفاظ ایسے
ہین جو بدلے نہین جاسکتے - اونمین اتنی خوبیان فصاحت و بلاغت کی ہین کہ اون معانی
کے لیے جو الفاظ مقرر ہین اونمین اوسنے زیادہ جمع نہین ہوسکتین - اونمین وہ علوم مخفی
موجود ہین جو کسی دوسرے کلام مین نہین ہے - یقیناً یہ تینون چیزین فوق کلام بشر اور معجزہ
فصاحت ہین - اور ایسے خیالات کہ کلام مسجع قرآن کا غیر مسجع سے بہتر ہے محض دہوکا
اور غلط ہے -

بیان وجہ ضرورت تاویل کلام مجید مین - جب یہ امر طے کر لیا گیا کہ کلام مجید کلام الٰہی ہو تو دیکھنا چاہیئے
کہ کلام موصوف مین ضرورت تاویل کیون ہے وہ اسباب سے ظاہر ہوتی ہے کہ
قرآن مجید کی یہ حالت مسلم ہے کہ وہ ایک دفعہ نازل نہین ہوا ہر آیت ضرورت کے موافق
وقتاً فوقتاً نازل ہوئی ہے - اس ضرورت کے ساتھہ یہ امر لازم ہو جاتا ہے کہ کلام ایسا
ہو کہ سب سے زیادہ مناسب مقام ہو - یہ وجہ بھی ہے کہ ہدایت مین خلل نہ ہو - اور جب
کلام ہر طرح عمدہ ہوگا بطریق اعجاز مفید رفع ضرورت ہوگا پس جب ضرورتین بدل جائینگی
کلام موثر کے الفاظ ضرور بدلینگے -

مثال ذیل سے وجہ اختلاف شان نزول کی بصراحت سمجھہ مین آسکتی ہے - فرض کیجیے
کہ ایک حالت یہ تھی کہ ایک مجمع آیا اوسنے بحث کی کہ دنیا مین جو کچھہ ہوتا ہے بذریعہ اسباب
کے ہوتا ہے اوسوقت ضرورت اسبات کی ہے کہ کمال قدرت کا بیان کیا جاوے -
قدرت لاانتہا ہے اور جب بیان ہی اوسکا زور سے کیا جائے تاکہ اوسوقت تام نفع دے

اور ایسا بیان کرنا آتا ہو تو بیان خود بخود ایک قسم کا ہو جائیگا۔

دوسری حالت یہ ہے کہ دوسرا مجمع آیا۔ اوسنے بحث کی کہ ہم قدرت الہی کی وجہ سے مجبور ہین اوسوقت ضرورت اسبات کی ہے کہ انسان کا اختیار بیان کیا جائے اور ایسا بیان کیا جائے کہ اختیار کو نہایت زور سے بیان کیا جائے تاکہ اوسوقت نفع تام دے اور ایسا بیان کرنا آتا ہو تو بیان خود بخود دوسری قسم کا ہو جائے گا۔

تیسری حالت یہ ہے کہ دونون صورتین موجود نہتین اوسوقت مقصود ایسے الفاظ مین بیان ہوگا جنمین اون حالتون کا زور نہو اور وہ طرز ادا صرف بیان مراد کا ایسا بیان واضح ہوگا جسمین گنجایش دوسرے معنی کی نہو اور وہ تیسری قسم کا بیان ہوگا پہلے دو قسم کے آیات متشابہات ہونگے اور تیسری قسم کے محکمات۔ جب دونون قسم قلت قابلیت و عدم صدق کے ہنون متعین ہوجاتا ہے کہ کلام مجید مین ضرورت تاویل کی صرف اختلاف شان نزول کی وجہ سے ہے اور آیات متشابہات مین محدود ہے۔ محکمات مین ضرورت نہین ہے۔ ورنہ کوئی ذریعہ ہدایت کا کلام موصوف مین باقی نرہے گا۔

اصول تاویل کے کلام مجید سے متعلق کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قابلیت راسخون فی العلم مین ہے

ان سب کے بعد اون اصول کو نسبت تاویلات قرآن مجید کے متعلق کرنا چاہیے جو تاویل کئے ہین۔ اور اوس ذریعہ سے حالت تاویلات کی اور اون تاویلات کے

ذریعہ سے حالت ناولین کی دیکھنی چاہیے۔ آیات محکمات ذریعہ شناخت مراد قائل جلشانہ کے ہین۔ چونکہ محکمات اور متشابہات کی پہچان مین بھی عدم وقوف شان نزول سے غلطی ہوتی ہے اسلئے پہلے وقت کلام مجید کی تاویل مین بغیر علم حدیث کے ہے کہ جو سب سے پہلا اور مقدم ذریعہ تاویل کا ہے وہ عام طور پر تاویل کرنیوالے کے پاس نہین ہوتا یعنی کلام کو اوسطرف پھیرنا جو مراد قائل کی تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تاویل قرآن مجید کی اللہ اور رَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ جانتے ہین۔ اللہ تو خود قائل ہے جلشانہ اوسے اپنی قدرت و مراد کلام معلوم ہے۔ راسخون فی العلم کو قدرت و مراد کلام کا وہ علم حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ جلشانہ نے عنایت فرمایا ہے اور اسلئے اونکو یقیناً محکمات کا پہچاننا حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ جسکو خدا نے اس کام کے لئے بھیجا (یعنی کار ہدایت) اور اوسکی ضرورتون کے رفع کرنے کے لئے مختلف آیات نازل کین وہ اون ضرورتون سے زیادہ واقف ہو سکتا ہے۔ کوئی دوسرا اسقدر واقف نہین ہو سکتا گو اوس مجمع مین شریک ہو۔ نہ یہ کہ وہ واقف ہو جو مجمع مین شریک نہ تھا اور مجمع و اونکی صرف مختلف راویون سے واقف ہے۔ نہ یہ کہ اوسنے بھی واقف نہین اور بلا اس ذریعہ کے تاویل کرے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ سب سے مقدم راسخ فی العلم (یعنی علم القرآن جسمین سب علوم داخل ہین) ذات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہے۔ اوسکے بعد اونکی جنکو جناب ممدوح نے تعلیم علم قرآن دی ہو۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حدیث سے

قطع نظر کرنا کس درجہ کا غلط ہے۔ جو لوگ چاہتے ہین کہ صرف قرآن کو مستمسک قرار دین حدیث نبوی صلعم سے قطع نظر کرکے صحیح تاویل کرسکین صرف اسیوجہ سے کہ قرآن مجید کو مستمسک قرار دیتے ہین حدیث سے قطع نظر کرتے ہین قابلیت تاویل صحیح سے نکل جاتے ہین۔

بعض تاویلات و تصریحات راسخون فی العلم کی حالت کا بیان۔

اب مین بیان کرتا ہون کہ حالت اون تاویلات کی جو راسخون فی العلم یعنی جناب رسولخدا صلعم نے فرمائی ہے کیا ہے۔ بیشتر وہ تصریحات ہین جیسے نماز روزہ کے متعلق احکام اللہ تعالی نے عدد رکعات وکیفیت وذکر وقیام وقعود وصحت شرائط صلواۃ نہین بیان فرمائے ہین۔ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا اور فرمایا ہے وَالصَّلٰوۃُ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ انکی شرح آنحضرتؐ نے فرمائی اور اسقدر اسکو مطابق مراد الہی کے کر دیا کہ ٹھیک وہ مرضی الہی کے (یعنی ہدایت اور اچھا بنانا) مطابق ہوگئی۔ اب جو نماز بتلائی ہے اوسکو دیکھیے کہ ایسی ہے یا نہین۔ مین اولاً بعض امور کو جنسے نماز بنتی ہے بیان کرتا ہون۔ بعد مین بعض شرائط بیان کرونگا۔ شروع نماز نیت وحضور قلب ہے۔ جب نماز کے لیئے کھڑا ہو آدمی کو سب خیالات سے جدا ہو کر پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ مین اللہ کے سامنے کھڑا ہون اور بندگی شروع کرتا ہون۔ اللہ کے سامنے جب آدمی کھڑا ہو اور کون آدمی جو گناہگار ہے۔ کون آدمی جو اوسکے احکام کی نزاکت اور اوسکے عذاب کو جانتا ہے۔ کون آدمی جو اپنے بے حقیقتی اور اوسکی عظمت کو جانتا ہے۔ جسقدر اوسکے

علم مین سنجیدگی ہے اوسیقدر اوسکی اسحالتمین زیادتی ہوگی کہ بدن موم ہوجاے اوسمین رعشہ پیدا ہو آنکھوسنسے آنسو جاری ہون کم سے کم وہ حالت ہو جو ایک رعیت کی بڑے بادشاہ کے سامنے ہوتی ہے۔ اوسکے بعد ذکر ہے سب سے پہلا ذکر اللہ اکبر کہنا ہے اوسکے بعد سورہ فاتحہ پڑہنا۔ یہ سورہ جہان خاتحہ کتاب الہی ہے ساری قدرت کا خلاصہ بیان بہی ہے۔ چنانچہ ابتو رحم کو اول بیان فرماکر ذکر قیامت فرمایا ہے اوسکے بعد اپنی بندگی کا حکم دیاہے پہر اپنی ذات اقدس سے استعانت کا اور گمراہی سے بچنے کا حکم دیکر بتلایا ہی کہ غضب الہی مین ابتلا رہوتا ہے۔ اس حالت مین جب یہ ذکر کیا جاے خیال کرنا چاہیے کہ آدمی پر کیا حالت طاری ہوسکتی ہے لازمًا وہ پہلے جہکیگا اور جب حالتین ترقی ہوگی گر پڑیگا۔ اسلیئے رکوع وسجود ہے۔ اور سب مین وقفہ ہے کہ حالت طاریہ حد مدہوشی کو نہ پہونچاوے۔ جب بار بار ایسا کریگا اور رات دن مین پانچ مرتبہ۔ تو یہ حالت مرتکز ہوجائیگی اوسوقت آدمی گناہ کرہی نہ سکیگا۔

شرائط نماز بہی ایسی ہی سفر کی ہین۔ یعنی شرط اول طہارت جسم ہے اور طہارت مین دونون چیزوسنسے پاک کرنا مقصود ہے۔ نجاست سے بہی اور غصب سے بہی۔ ان دونون کی پانچ وقت ضرورت اسبات کی طرف خواہ مخواہ کہینچیگی کہ ہر وقت طاہر رہنے کی عادت ہو۔ اور غصب کیا ہوا پانی تک بیکار ہوجاے۔ دوسری شرط طہارت لباس مصلی۔ تیسری شرط طہارت مکان مصلی ہے اوسمین بہی دونون طرح کی طہارت مراد ہے۔ یعنی لازم کیا ہے کہ ظرف اور مظروف سبکے سب پاک ہون پس فرماتے کہ اوس نماز کا جو

فحشا ومنکر سے باز رکہے کوئی اور ذریعہ اس سے بہتر ہو سکتا ہے اور بعد خیال اس بات
کی کہ آدمی دنیا مین ہی اور بعد خیال اسبات کی کہ آدمی عبادت کے لیے پیدا ہوا ہی اس سے بہتر اوقات وعدد رکعات
وطریقۂ صلوۃ کوئی دوسرا مقرر کر سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ یہان یہ خیال آتا ہے کہ کیا جرأت ہے
کہ ایسے احکام کو احکام ظاہری اور قابل ترک قرار دیا ہے۔

اسی طرح آیۂ تطہیر مین اہل کسا کا داخل کرنا۔ اور احکام وضو مین جو نسبت پانون دہونے
کے شبہ ہوتا ہے اوسکا صاف کرنا۔ تاہم جہان وہ تصریح حد تاویل کو پہونچی ہے
اوسکا بہی ایسا حال ہے کہ اوس کمال ادب کو مرعی رکھہ کر جو ایک خاص فرمانبردار آدمی
کا طریق عمل ہو سکتا ہے اور وہ ہمیشہ حکم کو صریح معنی مین لیتا ہے۔ کچہہ ایسا ارشاد کر دیا ہے
جو اوسوقت کی ضرورت کو رفع کر دے۔ جسکی مثال وہ حدیث ہے جو آگے بیان
تاثیر دعا مین نقل کیجائیگی۔ خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم سے حضرت
سراقہ نے سوال کیا کہ اگر خداوند عالم نے ہر چیز کو مقدر کر دیا ہے تو ہم عمل کیون کرین
جواب مین ارشاد ہوا کہ عمل ضرور ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے وہ چیز جسکے لئے
وہ خلق ہوا ہے آسان کر دی گئی ہے اور جو عامل ہوگا وہ مطابق علم الہی کے عمل کریگا
میرے نزدیک اگر تمام علما جمع ہون اور آیات تقدیر وحکم عمل کی تطبیق اسطرح کہ سب آیات
ظاہری معنی دین اس سے بہتر اور آسان تر نہین کر سکتے۔ آیات تقدیر کے نقل کی ضرورت
نہین آیات عمل بعض یہ ہین۔ مثل هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى
۔ تاویلات نبوی صلعم کے متعلق ایک نکتہ خاص قابل

تاویلات نبوی مین ایک خاص نکتہ ہی کہ وہ فنا کیجئے تاویلین ہین۔

لحاظ و خیال سے ہے وہ یہ ہے کہ ذات جناب ایزدی بادشاہ حقیقی دونوں جہان کی ہے
اور ذات جناب نبوی خلیفہ اور نائب اوس بادشاہ حقیقی کی ہے اور بلا تشبیہ بادشاہ
اور وزرا دنیا کا سا حال ہے کہ امور سلطنت سے وزیر آگاہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن وہ رموز
دوسرونکو نہین بتلاتا۔ البتہ جو کام اون رموز کے متعلق لینا ہوتا ہے جس سے لیتا ہے
اوسکو اوسقدر بتلا دیتا ہے جتنا اوس کام کے لینے کے لئے ضروری ہے۔ بالکل
یہی حالت اوس دربار عظیم الشان مالک حقیقی کی معلوم ہوتی ہے کہ تاویل آیات رموز ہین ان رموز کو
اوس ذات پاک کا وزیر جانتا ہے مگر بادشاہ کی رعایا کو اوسقدر بتلا دیتا ہے جو غرض
کے پورا کرنے کے لئے لابد و ضروری ہے۔ وہ تاویلین یعنی باتین بنانا جو دیئے
ہوئے آدمیون کا یا چندون کا شیوہ ہے نہین کرتا۔ اوسکی شان اس سے
کہین بلند ہے کہ ایسا کرے۔ چنانچہ مینے کافی کلینی مین ایک حدیث دیکھی ہے
جسکا منشا یہ ہے کہ انبیا و آئمہ علیہم السلام محکوم نہین کہ مطابق اپنی معلومات کے بات
کرین بیحکم ہے کہ مطابق عقول مخاطبین کے بات کرین۔

ان تصریحات کے مقابلہ مین ہمارے زمانہ اور ویسے ہی پہلے زمانہ کے ماؤلین
کی تاویلین دیکھنی چاہئین۔ تصریحات کا کیا ذکر ہے۔

حالت تاویل ماولین کی نسبت وجود سموات کے

پہلی مثال تاویل کی انکار وجود سماوات ہے اللہ تعالی فرماتا ہے
اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا جسنے تہ بر تہ سات آسمان بنا دیئے
اور فرماتا ہے۔ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ پس گھبرا جاوینگے وہ جو

آسمانون مین ہین اور جو زمین مین ہین - پہر فرماتا ہے ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ترجمہ پہر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ کہڑ تہا اوسکو اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونون آو خوشی سے یا جبر سے دونون نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہین یعنی بالتعمیل حکم کے لئے - اوسکے بعد دو دن مین اوسکے سات آسمان بنائے اور ہر ایک آسمان مین انتظام بتا دیا - پس حضرات اولین سمار کے معنی صرف بلندی سے کیے فرماتے ہین اور وجود سماوات سے اسلئے انکار کرتے ہین کہ اونکو بذریعہ دلائل عدم کا ثابت ہوچکا ہے کہ آسمان کا اون معنی مین جسے ہم سمجہتے ہین وجود نہین - اگر سمار بمعنی آسمان کے لیا جائے تو کذب کلام الٰہی مین لازم آئیگا یعنی تاویل کی یہ ضرورت ہے ظاہر ہے کہ یہ معنی آیات مذکورہ سے نہین نکل سکتے اسلئے کہ پہر طباق سے کیا معنی ہونگے - اور بلندی کے سات طبق قرار دینے کا کیا ذریعہ ہوگا - ہر ایک مین انتظام سے کیا معنی ہونگے - ان آیات سے ظاہر ہے سمار مقسم ارض ہے محض بلندی مراد نہین ہے کیونکہ محض بلندی مین کوئی نہین رہ سکتا - پس اس تاویل مین اصول تاویل سے یہ غفلت ہے کہ سیاق وسباق سے قطع نظر کی ہے - اگر سیاق وسباق ملحوظ ہون بیشتر کلام مفید معنی نرہینگے - اسلئے کہ وہی ذریعہ تعین معنی واحد کا اوس صورت مین ہوا کرتا ہے جب کسی لفظ کے چند معنی ہون - اور چونکہ سیاق وسباق وہ معنی دیتا ہے کہ سمار بمعنی آسمان کے ہے وہی مراد الٰہی ہوسکتی

ہے۔ اور یہ تاویل خلاف مراد الہی و مطابق مراد فلاسفہ ہے۔

یہ امر کہ سمار کا وجود نہین ہے اسلئے غلط ہے کہ ہم ارشاد الہی کے موجب اوسے مانتے ہین کہ موجود ہے خواہ وہی ہو یا اس سے بلند جو ہمکو نظر آتا ہو۔ اگر اندہا کہے کہ مجھے دکھلائی نہین دیتا اسلئے موجود نہین تو یقیناً غلط ہوگا۔

حالت تاویل اونکی نسبت انکار جنات کے

دوسری مثال اونکی تاویل کے انکار جنات ہے وہ بہی اسی لئے ہے کہ فلاسفہ اونکے وجود کے قائل نہین ہین۔ اسلئے جہان قرآن مجید مین صاف ذکر جنات کا ہے اوسکو قسم انسان کہتے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی ہمنے جن و انس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ (یعنی نافرمانی کے لئے نہین) اور پہر فرماتا ہے کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ترجمہ اوسی نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔ اور جنون کو آتش بلا دخان سے۔

عالیجناب مولوی نذیر احمد صاحب نے مَارِجٍ مِّنْ نَّارٍ کا ترجمہ آگ کی لو کیا ہے۔ یہ غلطی ہے۔

صاحب قاموس نے لکھا ہے من مارج من نار سے نار بلا دخان چراغ کی لو اور بہت سی لوؤن مین دہوان ہوتا ہے۔ پتھر سے جو آگ نکلتی ہے اوسے لو نہین بولتے بجلی سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ بہی لو نہین کہلاتا اگر یہ ترجمہ لو کا صحیح ہو خلاف

آیۂ وَخَلَقْنَا الْجَانَّ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ کے ہوگا نار سموم کا ترجمہ لون کی گرمی ہے - وہ لو
نہین ہے بلکہ وہ ایک حرارت ہے جو سخت لون چلنے مین مثل نار مضطرب کے
دکھلائی دیتی ہے اور بغیر دہوین کے ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ نار سموم یا مارج
من النار ترجمہ آکسیجن کا ہوگا جسکی تفصیل آگے بیان کیجایگی۔ اور یہ بھی مقدمہ حضرت سلیمان
مین فرماتا ہے - قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ
مَّقَامِكَ اس تاویل مین لغت کی ناواقفیت موجود ہے۔ جنون وجن بالفتح پوشیدن کو
کہتے ہین - وجن علیہ اللیل اسی سے ہے جن بالکسر اسم ہے اور پری کو کہتے
ہین اور لغت مین صاف متعین کیا گیا ہے کہ وھو خلاف الانس یعنی جو انسان نہو۔ جُن
سپر کو کہتے ہین جنت بہشت اور بستان کو کہتے ہین - عفریت دیو سفید کو کہتے ہین
پس جن حضرات نے یہ تاویل کی ہے اونکو لغت عرب مین امتیاز نہ تہا اور یہ خبر نہ
تہی کہ عرب لفظ جن سے پری کے معنی کے سوا اور کچہہ نہین سمجھتے - اسمین اس سے
بہی غفلت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مادۂ خلق کو بتلائے اور فرمائے کہ آدمی مین مٹی
ہوتی ہے جن مین آگ اور یہ فرق مابہ الامتیاز ہے - تو معنی یہ ہین کہ جن مین مٹی
نہین ہوتی اور یہ قسم انسان نہوا قسیم انسان ہوا - ایسے ماولین کو قسم وقسیم کا امتیاز
نہین - یہ تاویل بہی ویسی ہی ہے جیسی پہلی مثال مین بیان کیا گیا کہ آیت سے وجود
جن صریحًا ثابت ہے - انکار بہ تبعیت فلاسفہ ہے اور ضد معنی قائل کی ہے - جنات
کے وجود مین ہزارون نفر کی شہادت موجود ہے تبعیت فلاسفہ مین سب کو ایسے

ماولین جھوٹا بھی مانتے ہین۔ یہ عجیب بات ہے کہ چار یا زیادہ عنصر سے جو چیز بنے اوسیکو اسلیئے کہ ہمنے چار یا زیادہ عنصر کی مخلوقات دیکھی ہے مخلوق جانین اور جب خود بنانے والا کہے کہ ایک دو عناصر سے بھی ہمنے مخلوق پیدا کی ہے تو اوسے صحیح نہ مانین۔ کیونکہ جو عناصر کو پیدا فرمائے اور اونمین امتزاج پیدا فرمائے اوسکے لیئے ایسی کوئی شرط لگانا سوائے فضولی کے اور کچھہ نہین ہوسکتا۔

حالت تاویل ماولین کی نسبت انکار معجزہ غرق فرعون کے۔

تیسری مثال معجزات کے انکار مین معجزہ غرق فرعون کا انکار اور اوسکی تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ۚ وَ اَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ۚ وَ اَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَ مَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ۚ ○ ترجمہ پھر ہمنے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر دے مارو۔ چنانچہ دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا گویا ایک بڑا پہاڑ تھا۔ اور اوسی موقع کے قریب ہم دوسرے لوگون کو لے آئے۔ اور ہمنے موسیٰ اور جو لوگ اوسکے ساتھہ تھے سبکو بچالیا اس صرورت سے کہ پانی کا اس طرح پھٹنا کہ دو ٹکڑے ہوکر جدا کھڑا رہے اور اتنی دیر تک کھڑا ہوا معلوم ہوتا رہے کہ ایک گروہ اس سڑک سے جو دریا پھٹ کر بنی ہو خشکی مین اوتر جائے اور دوسرا وہان پہونچے محال عادی ہے رائے ماولین کی یہ ہوئی ہے کہ وہ جزر و مد تھا۔ خرق عادت کے وجود کی مثالین مین نے بیان کی ہین۔ پس یہ ضرورت کوئی ضرورت نہین۔ صرف تبعیت فلاسفہ کی ہے جنکی غلطی ثابت ہوچکی ہے۔ علاوہ بران یہ تاویل ہنسنے کے قابل ہے اسلیئے کہ قطع نظر خلاف

جملہ حالات ہونیکے اور سیاق وسباق کے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماول نے کبھی
جزر ومد سمندر کا نہین دیکھا کیونکہ جب مد ہوتا ہے پانی بڑہتا چلا جاتا ہی اور جب جزر ہوتا ہے
پانی گھٹتا چلا جاتا ہے اوسمین کبھی صورت پہاڑ کی پیدا نہین ہوتی - وو ٹکڑے ہوکر کھڑا نہین
ہوتا - لکڑی سے ہٹکر کبھی سپٹنے کی حالتین باقی نہین رہتا - میرے نزدیک اگر معجزہ
سوا اطمینان ثبوت نبوت نہین ہوسکتا - بہتر ہوتا کہ جو لوگ قرآن شریف مین اپنی عقل کے
خلاف باتین پاتے ہین اور اونکی عقل متفاوت یا نامکمل یا نا مستحکم اوسکو نہین مان سکتی
قرآن مجید کے تمسک سے دست بردار ہون - جیسا کہ بیان ہوا معجزات کا انکار ایسی بری چیز
ہے کہ وہ انکار وجود خداوند عالم بذریعہ انکار قدرت الہی کے ہے - اور انکار اون ذریعون
کا جو کمال اوعان حقیت نبوت جناب رسالتمآب صلعم کا دلاتے ہین - ضرور اونکی امتیاز
مین وہی وقت ہے جو سچے موتی اور جہوٹے موتی اور اصلی ہیرے اور بنائے ہوئے
ہیرو نہین ہوتی ہے لیکن اوسکے سبب سے اصلی شئے کا بطلان لازم نہین آتا -
ان دونون حالتون کے ملانے سے ظاہر ہے کہ دین اسلام کا کام صرف تمسک
قرآن مجید سے نہین چل سکتا - اور بڑی غلطی ہے جو لوگ احادیث نبوی صلعم سے قطع
کرتے ہین - اونکی مثال یہ ہے کہ کتاب سے طبیب بنا چاہتے ہین - اونکی برائی یہ
ہے کہ وہ اللہ تعالی کی مراد نہین تبلاتے اپنی مراد کو اللہ تعالی کی مراد بناتے ہین جو
بنتی نہین اور دین اسلام اسلام نہین رہتا دوسرا دین ہوجاتا ہے - اونکی برائی یہ ہے
کہ وہ اعتراض کو اوٹھاتے نہین تسلیم کرتے نہین - وہ حمایت حوزۂ اسلام کی نہین کرتے

اوسکی مخالفت کرتے ہین۔ وہ بیدھڑک ہین اونہون نی صریح حکم الٰہی کی مخالفت پر کمر باندہ لی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ترجمہ اور جو شخص اللہ اور اوسکے رسول کا حکم مانے اور اللہ سے ڈرے اور نافرمانی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہونچینگے۔ ظاہر ہے کہ ایسے اقوال سخت بے خوفی پر مبنی ہین۔

بیان اعتراض کہ علماء اسلام کی تاویلون مین اور مؤولین کی تاویلون مین فرق نہین ہے

ممکن ہے کہ جناب مؤولین ارشاد فرمائین کہ ضرورت تاویل اور رنگ تاویل ہمارا اور علماء اسلام کا یکسان ہے۔ یعنی بحکم ضرورت عقل تاویل کرنا اور سخن کو مطابق عقل کر دینا۔ چنانچہ علماء اسلام اون آیات مین تاویل کرتے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ مجسم ہے جیسے يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْكُمْ وَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اونکی بھی ضرورت تاویل یہی ہے کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجسم نہین ہے اون آیات کو تاویل کے ذریعہ سے عقل کے مطابق کر دیتے ہین۔ اسیطرح ہماری ضرورت تاویل کی بھی یہی ہے کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ محال کا وجود مین آنا ممکن نہین۔ معجزات کا اعتقاد امکان محال کا اعتقاد اور خلاف عقل ہے۔ یا آگ سے جو جوہر یا عنصر نہین محض عرض ہے۔ خلق ہونیکا اعتقاد امکان محال کا اعتقاد اور خلاف عقل ہے۔ اسی لئے ہم معجزات اور ایسی آیات مین تاویل کر کے اونکو مطابق عقل کے کر دیتے ہین۔ پس کوئی فرق ہماری اور اونکی تاویلون مین نہین۔ یہ بالکل غلط ہے اور انواع و اقسام کی غلطیان اسمین موجود ہین بعض بیان کیجاتی ہین۔

جواب اول کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محال عادی وعقلی مین امتیاز نہین کیا جاتا۔

(۱) محال عادی اور محال عقلی مین فرق نہین کیا جاتا۔ محال عادی با عتبار اون قواعد کے محال ہے جو اللہ تعالی نے ہمارے لئیے خلق فرمائے ہین۔ محال عقلی ایسی چیز ہے جسکو قدرت سے تعلق نہین۔ چنانچہ بیان اوسکا ہو چکا ہے۔ محال عادی جب متعلق ذات جناب ایزدی سے کے ہو محال نہین ہے۔ اسلئے کہ بحکم عقل ثابت ہے کہ جو اس عالم کے کارخانہ عظیم الشان کو بنا سکتا ہے۔ اوسمین ایسی بڑی قدرت ہے جسکی انتہا نہین اور انتہاے قدرت کا علم ہماری قدرت سے باہر ہے۔ پس وہ اون قواعد کا جو ہمارے لئے بسبب محدود ہونے قوت کے ہین پابند نہین۔ اسلام نے یہ بتلایا ہے کہ حق تعالی جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ اوسیوقت ہو جاتی ہے۔ پس پانی کا دو ٹکڑے ہو کر کھڑا ہو جانا یا چاند کا شق ہو جانا یا ایک بکری کے کسی عضو کے گوشت سے ایک بڑی جماعت کا سیر ہو جانا جب اللہ تعالی قصد کرے نا ممکن نہین۔ ضرور جب ہم قصد کرین نا ممکن ہے۔ اور یہ محال عقلی نہین ہے پس غلطی یہ ہے کہ ہم جب عقل کی حکومت قایم کرتے ہین عقلاً غلطی کرتے ہین کہ اپنے لئے محال اور خدا کے لئے محال مین امتیاز نہین کرتے اور غلط عقل کے مطابق تاویل کرتے ہین۔

دوسرا جواب یہ کہ علمار کی تاویلون اور حال کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ وہ بہ نظر آیات ہین یہ بنظر فلسفہ۔

(۲) علمار اسلام کی تاویلون مین اور آجکل کے ماولین کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ اونکی تاویلین بعض آیات کی نسبت نظر بہ بعض دیگر آیات کے ہوتی ہین یعنی متشابہات

مین تاویل نظر بہ احکام محکمات کے کرتے ہین - ماولین کی تاویلین متشابہات اور محکمات
دونون کی یکسان ہین اور اسلئے غلط ہین - مثلاً علمار اسلام آیات تجسیم مین تاویلین اسلئے
کرتے ہین کہ بہت سی آیات سے خداوند عالم کا مجسم ہونا ثابت ہے - چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے کہ مین تمسے رگ گردن سے زیادہ قریب ہون - جو جسم ہمارا سا ہو وہ اس طرح
قریب اور ہر شخص کے قریب نہین ہو سکتا - سوای اسکے جو جسم ہو وہ محتاج مکان اور ظرف
کا ہوگا - اللہ تعالی کا محتاج ہونا تمام کلام مجید سے ظاہر ہے خلاف اسکے جنات کا آگ سے
نہ پیدا ہونا کسی آیت سے نہین نکلتا -

تیسرا جواب کہ یہ تاویلین تحریف دین ہین -

(۳) علمائے فلسفہ کی تاویلون مین وسعت غلط ہے اس غلط
وسعت تاویل سے اسلام اسلام باقی نہین رہتا جسکا بیان
ہوچکا ہے - دوسری تقریر مین یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ہمارے ناممکن خدا کے لئے
ناممکن مانے جائین تو لازم آئیگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے
ہون - حضرت عیسی علیہ السلام مردہ کو زندہ کرتے ہون - جب کوئی شخص بعد موت
کے زندہ نہین ہو سکتا تو قیامت غلط ہو - جزا اور سزاے آخرت مہمل ہو - وعید سب
باطل ہون - اصول دین مین توحید اور نبوت اور قیامت داخل ہین جو انکار توحید جسمین
قدرت مطلق داخل ہے - انکار نبوت جسمین حضرت عیسی کا بغیر باپ کے پیدا ہونا
شامل ہے - اور انکار قیامت جسمین مردہ کا زندہ ہونا مسلم ہے - لفظاً یا معنیً کرے
مسلمان نہین ہے - علاوہ اسکے جب وسعت دائرۂ تاویل سخن کی مطابق مقصود کے

کر لینا اقرار پائے تو کوئی وجہ نہین کہ مشرکین مسلمان نہ مانے جائین۔ نصاری خدا کو ایک جانتے ہین اور کہتے ہین کہ تین خدا اسطرح ایک ہے کہ جیسے کسی مثلث کے تین ضلعے یا زاویے۔ مشرکین کہتے ہین کہ ہم بت مین ہوکر اللہ کی جسے پرمیشر یا دوسرے اسم سے مسمی کرتے ہین پرستش کرتے ہین۔ پس ایسی تاویلون کے یہ معنی ہین کہ اسلام کوئی چیز نہین ہے۔ ہر مذہب اسلام ہے جس مین مشرکین داخل ہین۔

چوتھا جواب کہ حال کی تاویلین مخالف لغت ہین۔

(۴) علمار کی تاویلون مین اور ماولین کی تاویلون مین یہ فرق ہے کہ ماولین کی تاویلین ایسی ہوتی ہین کہ مخالف لغت اور سیاق و سباق کے ہوتی ہین۔ علمار کی تاویلین ایسی نہین ہوتین۔ مثال اوسکی وہ تاویلین ہی ہین جو مذکور ہومین چنانچہ جن کی تاویل اور آیات تجسیم کی تاویل مین یہ فرق ہے کہ لفظ جن سے عرب سوائے پری کے دوسرے معنی نہین سمجھتے۔ آیات تجسیم مین جیسے یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یا اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ مین عرب لفظ یدی اور وجہ سے دونون معنی ہاتھ اور قوت اور منہ حقیقی اور مجازی (وجاہت) کے سمجھتے ہین۔ علاوہ برآن انکار تجسیم سے ہماری مراد یہ ہے کہ خداوند عالم ایسا جسم نہین رکھتا جیسے ہمارا اور مخلوق ارض کا ہے ہم یہ کہتے ہین کہ کنہ ذات الہی معلوم نہین۔ مگر وجود اوسکا ماننا ہمارا ایمان ہے۔ پس ہم نہین جانتے کہ وہ کیسا جسم ہے اور عرش پر مستوی ہونا اوسکا کس طرح کا ہے۔ غور فرمائے کہ تاویلات علمار اور تاویلات ماولین مین کتنا فرق ہوا۔

پانچواں جواب کہ تبعیت فلاسفہ بمقابلہ دین عموماً غلط ہے اور آگ کا عنصر نہ ماننا خصوصاً

(۵) اعتقاد فلاسفہ کے مطابق ہر وقت مان لینا کہ ماہیت اشیاء وہی ہے جو فلاسفہ وقت بیان فرمارہے ہین عموماً غلط ہے چنانچہ بیان وجوہ ہوچکا ہے آگ کا جوہر اور قایم بالذات ہونا مذہب فلاسفہ وقت کا ہے مگر فلاسفہ سابق کا مذہب یہی تہا کہ آگ جوہر اور عنصر ہے۔ وہ بہی دلائل بیان کرتے تہے یہ بہی دلائل بیان کرتے ہین۔ سب سے بڑی دلیل فلاسفہ وقت کی یہ ہوسکتی ہے کہ عناصر ۶۲ ہین جو بعد تجزیہ اشیاء مختلفہ کے ثابت ہوئے ہین۔ اونمین آگ کوئی چیز نہین ہے۔ بلکہ وہ ایک خاصہ اور عرض ہے جو تصادم سے پیدا ہوتا ہے اور بشکل نور دکہلائی دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ قایم بالغیر ہے۔ وہ غیر جب فنا ہوجاتا ہے وہ نور بہی فنا ہوجاتا ہے۔ یہ خیال محض خیال ہے (۱) اسلئے کہ اگر ایسا ہو دو حال سے خالی نہین ہوسکتا۔ یا اعراض بطور خاصہ لازمی عناصر پر طاری ہونگے۔ یا اتفاقی۔ اتفاقی ہونا صریحاً غلط ہے۔ اگر ایسا ہو عالم مین نظام باقی نرہے سردی کی جگہ گرمی پیدا ہوجاے تری کی جگہ خشکی۔ جو کہانا پکائین کبہی وہ امرت ہوجاے کبہی زہر۔ کپڑا رنگین کبہی وہ زرد ہوجاے کبہی سرخ۔ الغرض بنائین کچہہ بنے کچہہ اور۔ جب خاصہ لازمی ہونا صحیح ہے لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس مادہ کا یہ خاصہ لازمی ہو کہ تصادم سے مشتعل ہوجاے وہی مادہ نار قایم بالذات ہے اور تصادم ذریعہ عرض نور ہے اوس مادہ کو نار کہنا چاہیے نہ اوس چیز کو جو تصادم سے پیدا ہوکر حالت اشتعال مین آجاتی ہے (۲) تہوڑی دیر کے لئے اگر اعتقاد فلاسفہ حال سہی

جدا ہو جاے اور اسباب پر غور فرمایئے کہ وہ نار جو حالت اشتعال مین ہوتی ہے
اور آپ اوسے نار کہتے ہین ایک آکال حالت ہے کہ جسمین وہ ظاہر ہوتی ہے
اوسے نظر سے غائب کر دیتی ہے اور مرکب موجود کو جسکے اندر وہ لگی ہوتی ہے
فنا کر دیتی ہو۔ اگر آفتاب مین بہی جسکا نور آتش و حرارت کو ایسا پیدا کرتا ہو کہ جب آتشی شیشہ سے شعاعین
اوسکی مجتمع کر کے کسی چیز پر ڈالیجاتی ہین اور وہ چیز حالت اشتعال مین آجاتی ہو یا جنگلون مین زیادتی حرارت
شمس کے اوقات مین خود بخود آگ لگ اوٹہتی ہے مادۂ نار ایسا ہی ہو تو لازم آیگا
کہ آفتاب بہی اسی طرح کے فنا ہو جانے والی چیز ہو جیسے کوئلہ مین آگ لگ کر اوسے
خاکستر کر کے حالت نور کو زائل کر دیتی ہے۔ آفتاب کی نسبت یہ حالت بداہتہً قابل
تسلیم نہین ہے۔ اور لازم آتا ہے کہ آفتاب مین نار بحالت اشتعال قایم الذات ہے
ممکن ہے کہ کرۂ ارض کی نار اوسکا اثر اور عرض محض ہو۔ پس ان دونون صورتون
مین یعنی نار اوس مادہ کو کہین جو قابل اشتعال ہے (بالقوہ) یا اوس مادہ کو کہین
جو حالت اشتعال مین ہے (بالفعل) لازم آیگا کہ فلاسفہ حال نے یا دہوکا کہایا
ہے یا تحقیقات ناتمام ہے۔ دہوکا اسلئے کہ حالت مشتعلہ بالفعل کو نار سمجھا ہے۔
تحقیقات اسلئے ناتمام ہے کہ یا اب تک وہ خاص چیز جو مادۂ نار محض ہو اوسکو تجزیہ
کر کے ایک عنصر قایم نہین کر سکے۔ وہ اسقدر نازک ہونا چاہیے کہ جدا نہو سکتا ہو۔
یا محض تجزیہ اجزار موجودہ کرۂ ارض مین نار کا مادہ نہ پاکر یا جدا کرنے کی قابلیت نہ رکہکر
مطلقاً انکار اوسکے عنصر ہونے کا کر دیا ہے۔ مخلوق الٰہی کرۂ ارض ہی نہین ہے

آفتاب اور لاکھون کرہ ہین - جب اونکا تجزیہ نہین ہوا تو مطلق انکار بھی صحیح نہین ہوا
اللہ تعالی نے یہ نہین فرمایا کہ اوس نار سے جو ایک عنصر کرۂ ارض مین سے ہے جنات
پیدا کئے ہین - (۳) یہ دیکھنا چاہئے کہ خداوند عالم نے جنات کا پیدا ہونا کس چیز سے
فرمایا ہے - ارشاد ہوا ہے کہ نار سے پیدا فرمایا ہے - مگر سورۂ حجر مین صاف بتلا دیا ہے
کہ کس نار سے پیدا فرمایا ہے وہ نار سموم ہے چنانچہ وہ آیت یہ ہے - وَلَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝
ترجمہ اور ہم نے ہی کالے اور سڑے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر
کھن کھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو آدم سے پہلے لون کی گرمی سے
پیدا کر چکے تھے - میرا خیال یہ ہے اور اگر تفسیر بالرائے کر دینا جائز ہوتا مین بالاذعان
کہدیتا کہ نار سموم ترجمہ آکسیجن کا ہے - چونکہ یہ لفظ اوس وقت جب کلام مجید نازل ہوا
بنا نہ تھا اور عرب مین نہ تھا پس اس سے بہتر کوئی لفظ آکسیجن کے مقابل نہین ہو سکتا
تھا جس سے عنصر جنات کے خلق کا تعبیر کیا جاتا - پس اگر یہ معنی مان لئے جائین
کوئی نزاع باقی نہین رہتی اور سارے وجوہ انکار وجود جنات کے باطل ہو جاتے
ہین - اگر یہ معنی نہ مانے جائین تو یہ کہنا بداہت ہوگا کہ جنات کے خلق کا عنصر نار سموم
ہے - نہ نار مشتعلہ - اور یہ معنی ہونگے کہ وہ چیز جسے مٹی کہتے ہین (اس سے قطع
نظر کر لیجئے کہ اوسکے اجزا کا تجزیہ کرنے کے بعد اوسکے عنصر کتنے ہین -) عنصر خلق
آدم کا ہے - اور وہ جنات کا عنصر خلق نہین ہے - اور یہ معنی ہونگے کہ نار سموم مین

جو نار ہے یعنی وہ جو حالت اشتعال مین نہین اور وہ ایک مادہ ہے جو اشتعال پاجاتا
ہے خواہ اوسے اشتعال کی ضرورت ہو یا نہو عنصر خلق جنات کا ہے۔ علاوہ اسکے
ہمارا اعتقاد فلاسفہ کے بتلانے سے نہین ہے کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے۔
جناب باری تعالیٰ جلشانہٗ کے ارشاد سے ہے۔ عنصر ہونے اور نہ ہونے کی
جسمین بحث نہین ہے نہ اسکی خداوند عالم نے بحث فرمائی ہے کہ نار عنصر اور جوہر ہے
یا عرض۔ نہ یہ فرمایا ہے کہ وہ ارضیات کا عنصر ہے۔ اگر یہ مان لیا جاتا کہ اللہ تعالےٰ
جلشانہ نے ہی فرمایا ہے کہ عناصر سے مخلوق پیدا ہوئی ہے تب یہ کہنا کہ نار عنصر
نہین ہے (نہ کرۂ ارض مین نہ کرۂ آفتاب مین) اور اس سے مخلوق پیدا نہین ہوتی جائز
ہوتا۔ اب ہرگز جائز نہین ہے۔ اس سے ہی قطع نظر نسبت روح کے اللہ تعالےٰ
نے فرمایا ہے کہ وہ حکم ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی نسبت ارادہ
کرتا ہے کہ ہو جائے پس حکم دیتا ہے کہ ہو جا۔ اور وہ ہو جاتی ہے پس صاف
معنی یہ ہین کہ جس چیز کو حکم قیام ہو خواہ قایم بالذات ہو یا قایم بالغیر وہی قایم اور باقی رہیگا اور
وہی خلق ہے چنانچہ خود مادہ بھی حکم ہے اور اعراض بھی حکم مین ورنہ مادہ کا قدیم ہونا
لازم آئیگا۔ پس حقیقت مین جوہر اور اعراض کی بحث کو اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کی قدرت خلق
سے کچھہ لگاؤ اور تعلق نہین نہ معجزات سے اور اسی لئے ضرورت تاویل معجزات اور
جنات کی عموماً غلط محض ہے۔ جب مین اس بات پر غور کرتا ہون کہ انکار قایم بالذات
ہونے نار کا حقیقت مین انکار نار ہے تو یہ آیت یاد آتی ہے۔ ھٰذِہِ النَّارُ الَّتِی کُنْتُمْ

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ - یہی وہ نار (دوزخ) ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے -

ترک تمسک احادیث کا یہ ضرر کہ چھوٹی تدبیرین اس سے فوت ہوتی ہین -

اب مین ترک تمسک احادیث کی ایک اور برائی بیان کرتا ہون کہ احادیث نبوی مین ہر چیز کی تعلیم موجود ہے چھوٹی سے چھوٹی بات اور بڑی سے بڑی بات کی - چھوٹی تدبیرون سے بڑی تدبیرین پیدا ہو جاتی ہین - چنانچہ اسکا بیان اس کتاب مین تفصیل سے ہو چکا ہر مناسب ہے کہ یہان ایک نئی مثال بیان کیجائے جو ممکن ہے کہ فرضی ہو حقیقی ہو - اور وہ یہ ہے - جب بچے چوری سیکھتے ہین پہلے اپنے مان باپ کی چیز چراتے ہین جسمین استفادہ کا اونکو ایک حق ہوتا ہے پھر دوسرونکی بہت ہی چھوٹی چیز - اور ابتدائی درگذر کے سبب سے آخر کو بعض نامی چور ہو کر تمام عمر جیلخانہ مین رہتے ہین چنانچہ وہ قصہ اسکی مثال ہے جو ایک انگریزی کتاب مین دیکھا تھا -

حکایت - پہلے زمانہ مین سزا چوری کی قتل تھی - ایک شخص چوری کا ملزم ثابت ہوا اور اوسکی نسبت حکم قصاص دیا گیا - پھانسی سے پہلے اوس سے پوچھا گیا کہ اوسکے دلمین کیا آرزو ہے اوسنے جواب دیا کہ اپنی مان سے ملاقات کرنا چاہتا ہون - چنانچہ اوس سے ملاقات کرائی گئی - جب مان بیٹون کا سامنا ہوا تو بیٹے نے مان سے خواہش کی کہ مجھے اپنی زبان کا بوسہ دیدیجئے - مان کچھہ نہ سمجھی اور اپنی زبان نکالدی - صاحبزادہ نے مان کی زبان منہ مین لیکر اس زور سے

کاٹ لی کہ کتر گئی - مان چلانے لگی غل ہو گیا - لوگ دوڑے اور جب دیکھا کہ عورت
کے منہ سے خون جاری ہے زبان کٹ گئی ہے قیدی کو ملامت کی - تب اوسنے
جواب دیا کہ میری یہ نوبت ان والدہ ماجدہ کی بدولت پہونچی ہے - جب مین بچہ سا تھا
پہلی دفعہ مینے ایک انڈا چورایا اور امان جان کو لاکر دیا اونہون نے اوسے اوبالا آدہا
خود کھایا نصف باقی مجھے دیا مینے اپنا حصہ کھا لیا - اوسی دن سے مجھے چوری
سے رغبت شروع ہوئی اور آخر کار عادت ہو گئی اگر یہ مان مجھے روک دیتی اور
سزا دیدیتی مین اس حال کو نہ پہونچتا انصاف یہی تہا کہ حصۂ سزا سے بہی وہ محروم
نہ رہے -

پس جو آدمی کو اعلی درجہ کا بنانا ہے لازم ہے کہ ہر چہوٹی اور بڑی بات کی شرح
کرے اور ہر چہوٹی اور بڑی بات کے لئے احکام نافذ کرے اور چہوٹی برائیون
سے اوسی طرح منع کرے جیسے بڑی برائیون سے - کیونکہ صغائر کبائر کی طرف
منجر ہوتے ہین - ایک دفعہ آنکہ اوٹہا کر دیکہہ لینا بہت ہی چہوٹی چیز ہے
مگر نتائج بزرگ اوسکے محتاج بیان نہین ہین - اس اصول کے مطابق غور کرنا چاہیے
کہ جو لوگ احادیث کو ترک کرتے ہین وہ چہوٹی تدبیرین جنکے بغیر بڑی تدبیر پوری
نہین ہوتین چہوڑتے ہین - اور حقیقت مین اون عمدہ مدارج پر پہونچنے سے باز
رہتے ہین جہان پہونچانا مقصود الٰہی تہا -

تمسک احادیث پر استہزا کا بیان - تاہم یہی نہین ہے کہ احادیث سے قطع نظر

کیجاتی ہین نے دیکہا ہے کہ اونکی نسبت اعتراض واستہزا ہوتا ہے کہ انہین چہوٹی چہوٹی باتین ہین اور وہ بے حقیقت ہونے کی وجہ سے قابل پابندی نہین - مجہکو تعجب ہوتا ہے کہ اٹیکیٹ Etiquette کی کتابون مین یہانتک بیان کیا گیا ہے کہ جب مسواک باہر کی طرف دانتون مین کیجاے اندر کیطرف ہی کرنی چاہیے اس پر بے حقیقت ہونیکا کوئی الزام نہین لگاتا اور قابل ترک نہین سمجہتا - احادیث کے جزئیات کو چہوٹی باتین کہکر باعث ترک جانتے ہین - مسواک کا طریقہ بتلانا آخر کار دانتون کے لئے نفع عظیم کا ذریعہ ہوتا ہے ایسے ہی احادیث مین جزئیات کی تعلیم باعث نفع عظیم ہے -

مناسب ہے کہ چہوٹی باتون سے مثالاً ایک بات بیان کیجاے - جناب رسولخدا صلعم نے حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم مین ہر تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے - اسپر بہت بحث کیجاتی ہے - اور لباس کی تقلید کی وجہ سے یہ حدیث یا غلط یا قابل تاویل یا ناقابل عمل سمجہی جاتی ہو اسکے مقابلہ مین اٹیکیٹ Etiquette کے بعض مقررات قابل توجہ ہین - جو شخص اپنے آپکو سوسائٹی مین داخل ہونیکے لایق بنانا چاہے اوسپر لازم ہے کہ کالر اوسکا ایک خاص طرح کی حالت مین ہو - بٹن خاص طرح کے ہون - رومال خاص طرح کا ہو خاص طرح سے رکہا ہوا ہو - خاص طرح کے بال ہون - مونچہین خاص قسم کی ہون - ڈاڑہی خاص طور کی ہو یا اوسیدن کی منڈہی ہوئی ہو - عمدہ دوکان کے سلے ہوے کپڑے ہون -

ان قیود کی نہایت خوشی سے پابندی کیجاتی ہے مگر آنجناب صلعم نے جو تشبہ
کی ممانعت فرمائی ہے اوسے غلط جانتے ہین حالانکہ نفع کا وجود اوسمین ظاہر ہے۔
جہانتک مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ جسقدر حکام وقت ہین بشتیر ہندوستانیون کو جو
انگریزی لباس پہنتے ہین بہروپیہ سمجھتے ہین۔ بعض ایسی مثالین مینے دیکھی ہین کہ انگریزی
کا ایک لفظ نہین جانتے مگر کوٹ پتلون سے ایسے درست ہین معلوم ہوتا ہے کہ
ابہی لنڈن سے چلے آتے ہین۔ اگر اہل ہند وضع مین تغیر نہ پیدا کرتے میرا خیال یہ
ہے کہ اُس حالت کی بہ نسبت وہ جلدی میل جول پیدا ہونے کا ذریعہ ہوتا۔ یا بے وقعتی
نہوتی۔ بہرحال اس حدیث کا غلط جاننا نہایت ہی غلط اسلیئے ہے کہ زمانہ جناب نبوی
زمانہ لڑائیونکا اور ابتدا اسلام کا تہا۔ ایسے زمانہ مین لباس کی علیحدگی اور وضع اسلام
کا جدا کرنا ضروری تہا۔ چنانچہ اب بہی وردیون کی تاکید ہے۔ اور وضع اوعائی اختیار
کرنا جرم ہے۔

متمسکین احادیث کے اوہام مین مبتلا ہونے کا بیان۔

یہی نہین ہے کہ پابندی احادیث سے اعراض کیا جاتا ہے
یہانتک نوبت پہونچی ہے۔ بعض حضرات متبعین سنت
کا یہانتک استخفاف کرتے ہین کہ جو لوگ پابند احادیث ہین اونکو بلا اوہام مین مبتلا اور
نکمے جانتے ہین۔ چنانچہ بعض چیزونکا نام مذہبی اوہام رکہا گیا ہے۔ جو لوگ ایسا
ارشاد فرماتے ہین غالبًا اونکی غرض تاریخون مین سعد و نحس کے اعتقاد۔ تعویذون کے
اعتقاد۔ دعا کے اعتقاد اور اسیطرح کے اور اعتقادات سے ہے۔ غور کرنیسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ

اموز نتیجہ ایک خاص امر کا ہین یعنی اللہ سے ڈرنے کا۔ یہ خیال کہ اللہ تعالی موجود اور
حاضر و ناظر ہے اسکا سبب ہوتا ہے کہ آدمی جیسا اوسوقت کہ گواہ موجود ہون ارتکاب
معاصی سے باز رہے اوسوقت بہی باز رہے جب گواہ موجود نہون۔ یہ ایک بڑی خوبی
ہے لیکن انسان جب خائف ہوتا ہے اور خوف بڑہجاتا ہے لازمًا اوسکی یہ حالت
ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز مین احتیاط کرتا ہے جیسے ہم لوگ نوکری کی حالت مین کرتے
ہین۔ بعضونکی وہ حالت ہوتی ہے جو انسان کی ڈوبنے مین۔ ڈوبنے والے
بچنے کی کوشش مین تنکے پکڑنے لگتے ہین۔ یہ زیادتی ہے۔ تاہم اس امر
عظیم الشان یعنی خوف الہی کے بعد جب غلطیان ہون وہ قابل برا کہنے کی نہین ہین۔
وہ اس سبب سے مذہب قابل استغفار ہے۔ انسانون کو بتلانا چاہیے کہ بعض چیزین
جو حالت خوف مین اوسطرف لیجاتی ہین جنکو تشبث غریق بکل حشیش کہتے ہین تو ہمات
محض اور غلطی مین داخل ہین۔ بعض ایسے نہین ہین چنانچہ جو توہمات مذکور ہوئے
اونمین بہی بعض ایسے ہین کہ قابل اعتراض نہین جنمین سے ایک یعنی تاریخ ہاے
سعد و نحس کے اعتقاد کی حالت بیان کیجاتی ہے۔

تاریخون کے سعادت و نحوست کا اعتقاد بے اصل نہین ہے۔ ہر ملت اور قوم
مین اسکا وجود پایا جاتا ہے کیونکہ جب کسی دن کوئی واقعہ عظیم پیش آتا ہے لوگون کو وہ
دن یاد رہتا ہے۔ مثلاً جب کوئی بادشاہ تخت پر بیٹھے اوسکا روز تخت نشینی روز جشن
ہوجاتا ہے۔ جب پیدا ہو وہ دن روز تعطیل ہوجاتا ہے۔ جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا ہے

تو وہ دن ہمیشہ یادر رکھا کرتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ کا روز غیبت۔ اور ۲۵ ردسمبر کا یاد رہنا۔ یا جناب سید الشہدا کا روز شہادت اور ۱۰ رمحرم کا یاد رہنا۔ یا ہفتہ مین ایک دن کا خالی رہنا اس بنا پر کہ اللہ تعالےٰ نے چھ دن مین زمین و آسمان بنائے اور ساتوان دن خالی تہا۔ جیسے کوئی اتوار کوئی ہفتہ کوئی جمعہ مانتا ہے۔ پس ہفتہ یا مہینے یا سال مین جب وہ دن یا تاریخ آئے یاد رکہنے والے اوسکو خواہ مخواہ اور دنون سے خود بخود ممیز جانتے ہین۔ بعض اس سے بڑہجاتے اور اوسمین سعادت یا نحوست خیال کرتے ہین۔ پس اگر مسلمان بہی بعض ایام و تواریخ کو ممتاز جانین کیا برائی ہے۔ اگر کچہہ بڑہکر اونکو نامبارک خیال کرین کوئی بڑا الزام اونپر نہین۔ اگر زیادہ تفتیش کیجائیگی اور وجوہ بہی موجود ملینگے جو الزام سے پاک کر دین۔ علاوہ برآن یہ امر خاص طور سے غور کے قابل ہے کہ ایسے واقعات کو بہلانا اون واقعات کا استخفاف اور توہین ہوسکتا ہے۔ اور وہ استخفاف و توہین بدترین اشیا مین سے ہے۔ وہ حضرات جو ایسی چیزون کو اوہام مطلق کہکر استخفاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک جو ایسا اعتقاد رکہتے گو کسی مذہب کا ہو برابر ہے اونکو چاہیے کہ وہ صاف کہین کہ ہم خدا کو نہین مانتے۔ عیسائی ہندو مسلمان بنکر ایسا کہنا روا نہین ہوسکتا۔

احادیث مین تقلید کی وقت وجیہ ترک نہین ہوسکتی۔

اب باقی رہا یہ امر کہ احادیث مین تقلید کی وقت ہے۔ ضرور وقت موجود ہے مگر آدمی جسقدر مشکل کام کرتا ہے اوسیقدر اوسکا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے لڑائیون مین۔ پس مین پوچہتا ہون کہ آپ تہوڑی دیر

کے لئے انصاف کو کام فرماکر تبلاسئے کہ آپ نے اتنی محنت احادیث کی تنقید مین اوٹھائی ہے جسقدر طالب دنیا مین جتنی محنت اون علوم کے پڑہتے مین جنسے آدمی بی۔اے ہوتا ہے۔ اوٹھائی جاتی ہے (یہانتک کہ بعض صحت سے دست بردار ہوگئے ہین) اتنی تنقید حدیث مین اوٹھائی۔ اگر اوٹھاتے تو غالبًا ایسا نفرماتے۔

غلطی اول کا اثبات بذریعہ اسکے کہ مذہب حق ایک ہی ہوسکتا ہے

اسباب کی غلطیان بیان کردینے کے بعد اب حقیقت **غلطی اول** کی یعنی اوسکے وجوہ بیان کئے جاتے ہین۔ اس ارشاد کی کہ مذہبی خودپسندی کے نشہ مین سرشار تھے اور تمام کلام پر نظر کرنے سے یہ معنی ظاہر ہین کہ خودپسندی مذہب کی بڑی چیز ہے اسلئے کہ مذہب ضرور نہین ہے کہ ایک ہی حق ہو۔ یہ صریحًا غلط ہے۔ اسلئے کہ اگر مذہب خداپرستی کا مذہب ہے وہ دو نہین ہوسکتے ایک ہی ہوسکتا ہے۔ ایک کے سوا جسقدر ہونگے وہ سب غلط ہونگے۔ اور پسند امرحق کے حق جاننے کے لئے لازم ہوگی۔ جتنا اس پسند کے نشہ مین سرشاری کی کمی ہوگی وہ پسند امرحق کی نہوگی۔ تکبر اور خودپسندی منع ہے امرحق کا حق جاننا واجب ہے اوسی کا صلابت فی الدین نام ہے۔ جب مذہبی خودپسندی نہوگی آدمی اوسپر قایم نہوگا۔ اور وہ حالت ہوگی جسکو اللہ تعالی فرماتا ہے مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ ترجمہ کفر اور ایمان کے بیچ مین پڑے جہول رہے ہین نہ ان کی طرف اور نہ اون کی طرف۔ (نہ خدا ہی ملانہ وصال صنم نہ ادہر کے ہوئے نہ اُدہر کے ہوئے۔

اس کتاب کا موضوع کسی خاص مذہب کا بتلانا نہین ہے البتہ عام مذہب اسلام کی تائید
مقصود ہے۔ اسلئے جہانتک اس مقصود کو تعلق ہے مذہب کا ایک ہونا بیان کیا
جاتا ہے۔ اول جناب باری تعالی کی نسبت یہ متعین کرنا چاہیے کہ ہے یا نہین۔ اگر ہے
ایک ہے یا ایک سے زیادہ۔ وجود خداوند عالم اوسکی مصنوعات سے اور اوسکی کمال
حکمت سے ظاہر ہے۔ ان صنعتون مین اصولاً ایک وحدت موجود ہے یعنی سب
ایک طرح سی پیدا ہوئی ہین ایک سا نظام ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا
یعنی اور تم اللہ کے دستور مین کبھی تبدیلی نہ پاؤگے۔ یہ وحدت اور صنعت زور سے بتلا رہی
ہین کہ خالق ہے۔ اور خالق ایک ہے خدا کا دو ہونا محتاج دلیل ہے جتنے دلائل خدا
کے دو ہونے کے ہین وہ خدا کے وجود کے دلائل نہین ہین۔ دیکھیے اللہ تعالے
ان سب باتونکو بہت ہی تھوڑے لفظون مین بطریق اعجاز بیان فرماتا ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا
آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ترجمہ اگر زمین و آسمان مین خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو برباد ہوگئے
ہوتے یعنی اگر دو اللہ ہوتے تو معاملہ بگڑ جاتا مختصر بیان اوسکا یہ ہے کہ دو برابر کی چیزون مین
اطاعت نہین ہوتی۔ نہ دو برابر کے بادشاہ یا افسرون مین۔ اب جو پارلیمنٹ سے کام
چل رہا ہے وہ دھوکا دیتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ کاسٹنگ ووٹ یعنی راے
مختتم ایک شخص کے ہاتھ مین ہوتی ہے جسکی سب اطاعت کرتے ہین۔ خواہ وہ
بادشاہ ہو یا پریسیڈنٹ۔ دو بادشاہ یا دو پریسیڈنٹ کہین نہین ہین۔ شوری آدمی کی
راے کا مصحح ہے۔ خدا کو ضرورت شوری کی نہین۔ اسلئے کہ انسان ضعیف

پیدا ہوا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یامین لڑار۔
جب متعین ہوگیا کہ خدا ایک ہے تو اوسکے بعد متعین کرنا چاہیے کہ طریقہٴ خداشناسی
اور طریقہٴ بندگی یا مذہب ایک ہوسکتا ہے یا دو۔ ظاہر ہے کہ احکام بندگی ایک ہی
ہوسکتے ہین جیسے ایک سلطنت کا ایک قانون۔ دو نہین ہوسکتے۔ (ملکون کے
اعتبار سے جو قوانین مقامی بنائے جاتے ہین۔ وہ فرق کلیات وجزئیات کا ہے
اس بیان کے مخالف نہین) ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بننے کے دو ذریعہ کبھی نہین
ہوتے چنانچہ نوعیت وکیفیت خاص کا جو کھانا پکائے یا دوا بنائے جیسا وہ ہے
اوسی ایک تدبیر سے۔ غلط ہو یا صحیح۔ بن سکتا تھا جس سے بنایا تیار ہوا۔ جب
تدبیر مین فرق ہوگا کیفیت اور نوعیت بدل جائیگی اور اوسیقدر جسقدر ترکیب مین فرق
ہوا۔ جلتنی آنچ جتنے اجزار جتنا مصالحہ دینے سے ایک کھانا یا دوا تیار ہوئی بالکل ویسی
ہی اوسیقدر مصالحہ اور اوسی طریقہ کی آنچ سے خواہ غلط ہو خواہ صحیح حاصل ہوسکتی
ہتی۔ ایک نتیجہ کی صحت کے دو دلائل ہونا جیسے اقلیدس کے شکلون کے دو
ثبوت اس دعویٰ کے مخالف نہین ہے اسلئے کہ نتیجہ جو نکلا ہے وہ ان دلیلون
سے نہین بنا تھا اوسکے اور ذریعے تھے مثلاً تساوی حقیقی دو چیزونمین مساوی بنانے
سے حاصل ہوسکتی ہے۔ ثبوت کے طریقے متعدد ہین لیکن وہ ثبوت ایک چیز کا ہے
جب کسی چیز کے بننے کے دو ذریعے نہین ہوتے تو خداپرستی کے بہی دو ذریعہ
اور ملک کے دو قانون نہین ہوسکتے۔ اسیطرح اگرچہ ہم ایک نقطہ ہین اور معرفت الٰہی ایک نقطہ

سے ہے اور دونون کا ملانے والا خط مذہب سے ہے تو صحیح خط ایک ہی خط ہوگا دو نہین
ہو سکتے۔ صحت وراستی خط مین اوسیوقت متروک ہوگی جب نظر اوس نقطہ سے جسطرف
خط کھینچنا مقصود ہے علحدہ ہو جائے۔ جب ایکدفعہ نظر چوک گئی پھر کون اوسے سیدھا
کر سکتا ہے۔ نقطہ جب پھر نظر آئیگا اوسیوقت سے راستی اور سیدھا پن شروع ہوگا۔ جو
لوگ سمجھتے ہین کہ منحنی ہو کر بھی اگر خط نقطہ مقصود تک پہونچ جائے۔ جیسے کسی شہر کے
دو راستے۔ اور آدمی دونون راستون سے شہر مین پہونچ جائے۔ برا نہین ہے حقیقت
مین غلط ہے۔ اسلئے کہ اس استحسان مین اسبات سے غفلت کی گئی ہے کہ
نقطہ مفروضہ یعنی خدا ہر مذہب کا جدا ہے۔ علاوہ اسکے جو شخص چند مذاہب مین سے
تحقیق مذہب حق کرے اوسے نقطہ صحیح معلوم نہین نہ اس شہر کا پتہ۔ دو راستون سے
ایک شہر مین پہونچنا اسلئے ممکن ہوتا ہے کہ شہر معلوم ہوتا ہے یہان جب خدا دکھائی
نہین دیتا ذریعہ پہونچنے کا یہ مثال نہین ہوئی۔ یعنی شہر دیکھا نہین تھا پتہ پر جارہے ہین
جب ایکدفعہ پتہ گم ہوا اگلے پتے جو شہر مین پہونچاتے نہین مل سکتے۔ یہ امر کہ ہر مذہب
کا خدا واحد نہین ہے یعنی نقطہ مفروضہ متحد نہین۔ اسبات سے ظاہر ہے کہ بعض لوگ
تین خدا کو ایک جانتے ہین۔ بعض لوگ اوتارونکو بھی خدا جانتے ہین۔ اور رشاکو وہی
خدا جانتے ہین جو بتون مین سے ہو کر دکھلائی دے۔ بعض اللہ کے قدیم ہونے
کے ساتھ مادہ کو بھی قدیم جانتے ہین۔ بعض آگ کو خدا جانتے ہین۔ یہانتک کہ
بعضے پانچ پیر کو خدا جانتے ہین جنکو یہ بھی معلوم نہین کہ وہ کون ہین۔ بڑا فرق یہ ہے

کہ ذات باریتعالیٰ کی شناخت ناممکن ہے یعنی کنہہ ذات۔ صفات سے جناب ایزدی کی شناخت ہوسکتی ہے جو داخل ذات ہین۔ صفات ثبوتیہ و سلبیہ دونون قسم کی ہین پس شناخت صفات ہوسکتی ہے۔ جب صفات مین اختلاف ہو ذات مین اختلاف لازم ہوگا اور جب صفت بدل جائیگی نقطہ مفروضہ بدل جائیگا۔ حقیقت مین یہ کہنا کہ ہر مذہب کا خدا ایک ہے نہایت لغو ہے اور وہی شخص یہ بات کہہ سکتا ہے جسنے کبھی غور نہ کیا ہو کہ ہمارا اللہ کیسا ہے۔

جب متعین ہوگیا کہ احکام بندگی ایک ہوسکتے ہین تب یہ امر غور کرنا چاہیے کہ سب سے چھوٹا راستہ اور احکام بندگی کے کون تبلا سکتا ہے ظاہر ہے کہ وہی تبلا سکتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ کی شناخت کامل ہوچکی ہو۔ وہ کون ہوسکتا ہے؟ جواب اسکا اسکے سوا اور کچھ نہین ہے کہ وہ نبیؐ ہوسکتا ہے۔ جناب محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت اس طرح صاف ظاہر ہے کہ قرآن اونہون نے ایسا معجزۂ مستمرہ چھوڑا ہے کہ وہ کامل ثبوت اونکی حقیقت کا ہے اور ساتھہ ہی وہ اسبات کا بھی ثبوت ہے کہ وہی نبی آخر الزمان تھے ورنہ معجزہ مستمرہ کسی اور کو نہین ملا۔ یہ وہی نبیؐ تھے جنکی خبر نبیؐ نے دی ہے اور یہ بھی ثبوت قطعی حضرت کی حقیت کا ہے۔ پس اسکے علاوہ جو اور راہ پیدا کرتے ہین وہ اس ارشاد کے اندر داخل ہین۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ

عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ - جو لوگ اللہ اور اوسکے رسولون سے برگشتہ ہین - اور اللہ اور اوسکے رسولونمین جدائی ڈالنی چاہتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم بعض (پیغمبرون) کو مانتے ہین اور بعض (پیغمبرون) کو نہین مانتے اور چاہتے ہین (کہ پیغمبرون مین مغایرت قرار دیکر) کفر اور ایمان کے بیچ بیچ مین (کوئی دوسرا) رستہ اختیار کرین تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہین - اور کافرون کے لئے ہمنے ذلت کا عذاب تیار کر رکہا ہے - اور جو لوگ اللہ اور اوسکے رسولون پر ایمان لائے اور اون مین سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجہا تو ایسے ہی لوگ ہین جنکو اللہ آخرت مین اونکے اجر عطا فرمائیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس بیان کے بعد یہ بتلانا باقی نہین رہا کہ آجکل بیشتر اہل مذاہب مدعی ہین کہ ہم خدا واحد کی پرستش کرتے ہین حقیقت مین وہ خدائے واحد کی پرستش نہین کرتے دوسری کی پرستش کرتے ایک خیال بابندہ ہین - چنانچہ جو جواب اللہ تعالی نے سوالات شیطان کا دیا ہے اوسمین شیطان کو باوجود عبادت فرمایا ہے کہ وہ تصدیق الوہیت مین صادق نہ تہا ابلیس اور ونکا کیا ٹہکانا ہے - نہ اوتار و انبیا مین فرق بتلانے کی ضرورت ہے کیونکہ انبیا صاف لفظونمین اقرار عبودیت کرتے ہین اوتار اسکے خلاف ہین -

دوسری غلطی کا اثبات بذریعہ بیان نوعیت تصوف و شریعت

دوسری غلطی - یعنی احکام شرعی کو قابل ترک جاننا اور اسباب کا دخل اوسمین فقط بیان وجوہ کافی ہوگا یہ غلطی

اسقدر ظاہر ہے کہ بسط کی ضرورت نہین۔ صرف یہ کہنا کافی ہے کہ جن اہل تصوف
نے طریقۂ طریقت اور طریقۂ شریعت کو جدا کیا ہے اونہون نے یہ غلطی کی ہے کہ لازم
سے ملزوم کو جدا کیا ہے کیونکہ خدا کا پہچاننا مستلزم اوسکے احکام پر عمل کرنے کا ہے۔
یہ تاویل کہ احکام شریعت احکام ظاہری و قابل ترک ہین اوسی قسم کی ہے کہ ہم کہین
کہ کرو آپ نہ کرین اور کہین کہ ہین ہی سمجھا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپنے طریقۂ
طریقت کو قابل عمل اور طریقۂ شریعت کو قابل ترک کس آیت سے سمجھا تھا۔ اسکا جواب
کچھ نہین۔ اور کسی آیت و حدیث سے نہین ملتا۔ برائی اس اعتقاد کی اسبات پر غور کرنیسے
صاف ظاہر ہے کہ طریقۂ طریقت اور طریقۂ شریعت مین اگر فرق ہو تو لازم آئیگا کہ طریقۂ
طریقت محض خداشناسی ہو۔ اور طریقۂ شریعت محض عمل۔ محض ایمان بلا عمل جب
ترک عمل گناہ نہ جانا جاے باعثِ نجات نہین۔ اسی طرح محض عمل جب عمل بغیر خداشناسی
کے ہو باعث نجات نہین۔ نجات مین خداشناسی اور عمل دونون مشروط ہین (ترک
عمل بطور گناہ دوسری چیز ہے جسے یہان داخل فہم مرام نکرنا چاہیے) طریقۂ
طریقت اوسیوقت باعث نجات ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو بعد خلق عالم اوس
سے غرض نرہے اور یہ خیال دوسری صورت اوس خیال کی ہے کہ اللہ نے دنیا
کو بنایا اور اوس سے بے تعلق ہوگیا اب جو کچھ ہو رہا ہے بذریعہ اسباب ہو رہا ہے
جب صحیح یہ بات ہو کہ خداشناسی مین عمل ساتھ ہے اور عمل مین خدا
شناسی ساتھ ہے وہی تصوف صحیح ہے اور وہی شریعت صحیح ہے

اور دونون ایک چیز ہین۔ غلط متصوفین نے آرام طلبی کے ذریعہ سے اس خیال کو پیدا
کرکے جدائی ڈہونڈہی ہے اور حقیقت مین اپنے اولیاء اللہ کے طریقہ پر چلنے سے
جنکو وہ اس طریقہ کا موجد مانتے ہین روگردانی کی ہے یعنی جناب امیر علیہ السلام۔کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام طریقہ
شریعت پر نہ چلتے تھے۔ یہانتک کہ شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی۔ اور سید معین الدین
صاحب چشتی اگلون مین اور مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی اس زمانہ مین
تارک صوم وصلوٰۃ نہ تھے اور سید المتصوفین تھے۔ پس وہ لوگ متصوف نہین ہین
جو ایسا غلط خیال کرتے ہین۔

تیسری اور چوتھی غلطی کا اثبات و تحقیق معنی رحم۔

تیسری اور چوتھی غلطی۔ معنی رحم و مغفرت اور دونون
کے دائرہ کی وسعت بیان کرکے بیان جبرت کرنا مناسب
ہوگا اسلئے اول معنی رحم کے بیان کئے جاتے ہین اوسکے ضمن مین معنی مغفرت
کے بیان ہوجاینگے۔

معنی رحم صاحب صراح کے

صاحب صراح نے معنی رحم کے بخشودن لکہے ہین اور
مہربانی کرنے کے۔

معنی رحم صاحب قاموس کے

صاحب قاموس نے معنی رحم کے رقت و مغفرۃ و
مہربانی کے لکہے ہین۔

معنی رحم صاحب مجمع البحرین کے

مجمع البحرین مین لکہا ہے کہ وَھِیَ فی بنی اٰدم عند العرب
رقۃ القلب ثم عطف۔ وفی اللہ عطف و برہ و رزقہ واحسانہ والرحمٰن ھو

ذوالرحمۃ ولا یوصف بغیر اللّٰہ بخلاف الرحیم الّذی ہو عظیم الرحمۃ یعنی رحم جب باعتبار
بنی آدم کے لیا جاے تو معنی اوسکے دل کی نرمی اور اوس نرمی کے مطابق مہربانی
کرنے کے ہین - اور جب اللہ تعالی کے متعلق ہو معنی اوسکے مہربانی اور نیکی اور
احسان کرنے اور روزی دینے کے ہین - (یعنی یہ فرق ہے کہ آدمی مہربانی نرمی
قلب کی وجہ سے کرتا ہے اور اللہ تعالی اس ذریعہ سے نہین کرتا -) رحمٰن کے معنی
صاحب رحمۃ کے ہین مگر وہ صرف اللہ تعالی کی صفت ہے دوسرے کی نہین - مگر
رحیم صاحب رحمۃ عظیم کو کہتے ہین -

معنی رحم صاحب بحار کے | کتاب بحار الانوار مین جہان شرح اسمار حُسنی کی لکھی ہی اوسمین
اسمار الٰہی رحمٰن و رحیم کے یہ معنی لکھے ہین والرحمن والرحیم اسمان مشتقان من الرحمۃ
علی وزن ندمان ونديم ومعنی الرحمۃ النعمۃ والراحم المنعم کما قال عزّ وجل لرسولہ وما
ارسلناک الّا رحمۃ للعالمین یعنی نعمۃ علیہم ویقال للقراٰن ھدًی ورحمۃ وللغیث
رحمۃ یعنی نعمۃ ولیس معنی الرحمۃ الرقۃ لان الرقۃ عن اللہ عزّ وجل منفیۃ وانما سمی
رقیق القلب من الناس رحیمًا لکثرۃ ما یوجد الرحمۃ منہ ویقال ما اقرب رحم
فلان اذا کان ذا مرحمۃ وبر والمرحمۃ الرحمۃ ویقال رحمۃ مرحمۃ ورحمۃ
یعنی رحمٰن و رحیم دو صیغہ اسم کے ہین وزن ندمان و ندیم پر اور معنی رحمۃ کے نعمۃ ہین
راحم یعنی نعمت دینے والا چنانچہ اللہ تعالی اپنے رسول صلعم کی نسبت فرماتا ہے کہ
ہمنے تمکو صرف بنظر رحمت تمام عالم کی طرف بہیجا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ اہل عالم کو نعمت

دی ہے۔ اور کلام مجیب کے واسطے کہا جاتا ہے کہ ہدایت و رحمت ہے اور نعمۃ کو رحمت

کہتے ہین یعنی نعمت۔ معنی رحم کے رقت کے نہین ہین اسواسطے کہ رقت ایسی صفت

ہے جو اللہ تعالی کی طرف منسوب نہین ہو سکتی یعنی نرمی۔ یا تنکی۔ اور جو آدمی رقیق القلب

ہوتے ہین وہ اسلیے رحیم کہے جاتے ہین کہ اونسے فعل رحمت بشیتر صادر ہوتا ہے

دلیل اسکی یہ ہے کہ کہتے ہین کہ ما اقرب رحم فلان (کیا جلدی فلان شخص کو رحم

آتا ہے) جبکہ کوئی شخص صاحب مرحمت ہو اور نیکی کرنے والا۔ مرحمۃ بمعنی رحمت کے

ہے چنانچہ کہتے ہین۔ رحمۃ مرحمۃ و رحمۃ یعنی مین نے رحم کیا بطور مرحمت و

رحم کے۔

معنی رحم صاحب تفسیر جلالین کے۔ صاحب تفسیر جلالین نے تعریف رحم کی یہ کی ہے

وَهِيَ اِرَادَةُ الْخَيْرِ لِاَهْلِهٖ یعنی نیکی کرنا اوس شخص کے ساتھ جو مستحق نیکی کا ہو۔

معنی رحم صاحب تفسیر کبیر کے امام فخر الدین رازی نے معنی اوسکے یہ لکھے ہین فاعلم ان

الرحمۃ عبارۃ عن التخلیص من الآفات وعن ایصال الخیرات الی اصحاب الحاجات

یعنی رحم آفات سے بچانے اور خیر اور بہتری پہونچانے کو اصحاب حاجات

کے کہتے ہین۔

معنی رحم صاحب تفسیر مجمع البیان کے تفسیر مجمع البیان مین لفظ الرحمن الرحیم کی نسبت

لکھا ہے۔ اسمان وضعا للمبالغۃ واشتقا من الرحمۃ وھی النعمۃ

الا ان فعلان اشد مبالغۃ من فعیل یعنی رحمن و رحیم دو نام ہین جو

رحمت سے نکلے ہین اور رحمت بمعنی نعمت کے ہے لیکن وزن فعلان مین
جو کیفیت مبالغہ کی ہے وہ اوس مبالغہ سے بہت بڑی ہوئی ہے جو وزن فعیل
مین ہے۔ تھوڑے فاصلہ سے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کی صفت رقت سے
نہین ہوسکتی۔

معنی رحم صاحب تفسیر تبصیر الرحمن کے۔ مہائمی نے تفسیر تبصیر الرحمن مین لکھا ہے

والرحمۃ رقۃ القلب وعطف۔ ویراد فی حق اللہ تعالی غایۃ من ایصال الخیر ودفع الشر
وتنقسم الی ذاتیۃ۔ عامۃ۔ افاضۃ الوجود۔ وخاصۃ۔ تخصیص بعض العبید للتقریب
الیہ وھما المرتبان علی اسم اللہ ووصفیۃ۔ عامۃ۔ افاضۃ ما یلیق من اعراض وخاصۃ
ما یتفضل بہ البعض علی البعض وھما المرتبان علی اسم الرب۔

یعنی رحمت رقت قلب کو کہتے ہین اور اوسکے مطابق مہربانی کرنے کو۔ اور اللہ
تعالی کے متعلق معنی اوسکے انتہا مرتبہ کی خیر پہونچانے اور شر دور کرنے کے ہین
اور اوسکی دو قسمین ہین۔ ایک ذاتی اور اوسکی بھی دو قسمین ہین۔
اول عام افاضۂ وجود یعنی وجود مین لانے کی نیکی سب کے ساتھ۔
دوسری خاص یعنی بعض بندونکو اپنے تقرب دینا اور یہ دونون اوس اسم کے متعلق
ہین جو اللہ ہے۔
دوسری قسم وصفی ہے وہ بھی دو قسم پر منقسم ہے ایک عام یعنی جو اغراض مناسب
ہون اونکو سبھ پہونچا دینا اور ایک خاص یعنی بعض کو بعض پر فضیلت دینا اور یہ متعلق

اسم رب کا ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر غرائب الفرقان کے۔

علامہ نیشاپوری نے غرائب الفرقان مین لکھا ہے۔ الثالث عشر فیما یتعلق بالرحمن الرحیم۔ الرحمن فعلان من رحم والرحیم فعیل منہ واشتقاقہ من الرحمۃ وھی ترک عقوبۃ من یستحقہا وارادۃ الخیر لاھلہ واصلہ الرقۃ والتعطف ومنہ الرحم لرقتہا وانعطافہا علے ما فیہا یعنی تیرہوین بیان متعلقات رحمن ورحیم کا رحمن وزن فعلان پر ہے اور رحم سے مشتق ہے اور معنی رحمت کے یہ ہین مستحق سزا کو سزا نہ دینا اور جس نیکی کے لایق ہو اوسکو وہ نیکی کرنا اور اصل اسکی رقت یعنی نرمی ہے اور رحم کی مطابق وہ کام کرنا جسکی ضرورت ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر عزیزی کے

مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ حقیقت رحمت کی حق باری تعالی مین ایصال خیر و دفع شر ہے اور رحمت اللہ تعالی کی دو قسم پر ہے۔ ذاتی و صفاتی اور ذاتی بہی دو قسم کی ہے عام اور خاص رحمت عام افاضۂ وجود ہے کہ جو کچہہ دنیا مین ہے ہر ایک کو اوسکا حصہ ہو چکا ہوا ہے۔ اور خاص استعداد تقرب الی اللہ ہے کہ اپنے بعضے بندونکو اوسکے ساتہہ مخصوص فرمایا ہے۔ اور صفاتی بہی دو قسم کی ہے۔ عام۔ اور خاص۔ عام کے معنی دینا اوس چیز کا جو ہر موجود کے لئے لایق اور سزاوار ہو متعلق صفات و اغراض کے اور خاص کے معنی ہر موجود کو وہ چیز دینا کہ اوسکے ذریعہ سے مزیت

وفضیلت دوسرون پر حاصل کر سکے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ دوبارہ رحمن ورحیم کو جو اس سورہ مین ارشاد فرمایا ہے باوجودیکہ بسم اللہ مین بہی ان دونون اسم کا ذکر کر لیا تہا تکرار نہین ہے اسلئے کہ وہ رحمت جو بسم اللہ مین مذکور ہے ذاتی ہے۔ وہ رحمت جو سورہ مین ہے صفاتی ہے اور چونکہ ذاتی کی دو قسمین ہین یعنی عام اور خاص۔ دو نام رحمن ورحیم بسم اللہ مین اسلئے ذکر کئے ہین کہ ان دونون قسم پر دلالت کرے۔ اور چونکہ صفاتی کی بہی دو قسمین ہین یعنی عام وخاص دو نام رحمن ورحیم کے یہان بہی لائے ہین تاکہ ان دونون قسم پر دلالت کرے۔

بعد اسکے تہوڑے فاصلہ سے فرمایا ہے کہ ابن مبارک نے کہا ہے کہ رحمن وہ ہے کہ جب اوس سے سوال کرین دے۔ اور رحیم وہ ہے کہ اگر اوس سے کچہ نہ مانگین خفا ہو۔ اور بعضون نے کہا ہے کہ نعمتہاے گوناگون دنیا اور آخرت کے آثار رحمت رحمانی کے ہین ودفع بلیات وآفات دنیا وآخرت کی بمقتضاے رحمت رحیمی کے ہے۔

معنی رحم صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج — صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج نے لکہا ہے کہ رحمن یعنی بہت دینے والا مخلوق کو دنیا مین بذریعہ دینے وجود اور زندگی کے اور رزق کے اور نعمت کے تاکہ اوس وسیلہ سے اوسکی شناخت حاصل کرین اور اوسکی عبادت مین مشغول ہون رحیم یعنی اچہا دینے والا بندون کو آخرت مین بذریعہ عرفان کے اور اونکو باغ جنت مین پہونچانے کے۔

معنی رحم صاحب تفسیر مظہر العجائب کے | تفسیر اردو مظہر العجائب مین لکھا ہے اور لغت مین

رحمت کہتے ہین رقت قلب کو جو تفضل اور احسان کا مقتضی ہو۔ اکبر مین ہے کہ نص

قرآن مین یہ رحمت بیس معنون مین مستعمل آیا بمعنی قرآن[1]۔ و سید الرسل[2]

و توفیق طاعات[3]۔ و نبوت انبیا علیہم السلام[4] و اسلام[5]۔ و نور عرفان[6]۔ و عصمت[7]۔ و

افاضۂ مطر[8]۔ و نجات[9]۔ و نصرت[10]۔ و الفت[11]۔ و توریت[12]۔ و مدح ابراہیم[13]۔ و اجابت

دعوات زکریا[14]۔ و افتتاح ابواب روح و ریحان[15]۔ و جنت[16]۔ و بمعنی صفت ذات الٰہیہ[17]

و مغفرت[18]۔ و عافیت[19]۔ و رزق[20] قال اللہ تعالیٰ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ

شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ[1]۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[2]۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ

لَهُمْ[3]۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ[4]۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ[5]۔ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً

مِّنْ عِنْدِهٖ[6]۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّيْ[7]۔ يَنْشُرْ رَحْمَتَهٗ[8]۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ[9]۔ اَوْ

اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً[10]۔ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً[11]۔ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ

رَحْمَةً[12]۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ[13]۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ

عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا[14]۔ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ[15]۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ

قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ[16]۔ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ[17]۔ لَا

تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ[18]۔ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ[19]۔ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ

تَمْلِكُوْنَ خَزَاۗىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ[20]۔ Com fassion norez

معنی رحمت لغت انگریزی سے | انگریزی مین مرادف اسکا مرسی اور کمپیشن ۔ Mercy & Compassion

ہوسکتے ہین معنی مرسی کا خلاصہ جو دیسٹر صاحب نے لکھا ہے یہ ہے کہ وہ ہمدردی اور نرمی رحم یعنی ملائمت دل کی کہتے ہین - اجو کسی شخص کو مجرمون سے درگذر کرنے یا کسی مجرم کے ساتھ استحقاق سے بہتر عمل کرنے یعنی درگذر کرنے کا میلان پیدا کرے اور وہ خیال جو انصاف کی طرف راجع ہو کر میلان اسبات کا پیدا کرے کہ ضرر رسیدہ جرایم مداخلت بیجا یا ضرر کا معاف کرا دے - یا سزا کم دلانا چاہیے یا مطلق نہ دلانا چاہیے اسکا استعمال مجرمون کی نسبت ہوتا ہے - اور خداوند عالم کی صفت خاص ہے جس سے اوسکی ذات مخلوق سے ممتاز ہوتی ہے - اور نیز معنی اوسکے کرم[1] و بخشش[2] و خیرات[3] و عنایت[4] و حیات[5] دوامی دینے و عفو[6] کے ہین - کمپیشن کے معنی موثر ہونا دوسرون کی تکلیف سے ہے اور اوس جوش کو کہتے ہین جو دوسرون کی تکلیف اور آفات مین پڑنے سے پیدا ہوتا ہے - یعنی جوش شفقت و عنایت کا -

معنی رحمت بموجب اقوال بالا کے تین ہین -

جو معنی لفظ رحمت کے علمائے اسلام نے لکھے ہین پایا جاتا ہے کہ وہ تین معنی ہین -

اول نعمت دینا جسمین ہبہ - عطف - رزق - احسان یعنی خلاف سور داخل ہین - خواہ وہ دینا مانگنے پر ہو یا اپنی طرف سے بطور مہربانی کے -

دوم - تخلیص آفات کرنا یعنی آفتون سے چھوڑانا اسی طرح -

سوم - ترک عقوبت کرنا - جو ذریعہ نجات ہے اسی طرح -

جن لوگون نے تعداد معنی مستعملہ قرآن مجید کی ۲۰ لکھے ہین خوب صحیح نہین ہے اسلئے

کہ افراد کو معنی قرار دیا ہے۔ حالانکہ افراد یعنی نعمت حد حصر سے خارج ہیں چنانچہ
قرآن[1] ۔ سید الرسل[2] ۔ توفیق طاعات[3] ۔ نبوت[4] انبیا علیہم السلام ۔ اسلام[5] ۔ نور عرفان[6]
عصمت[7] ۔ افاضہ[8] مطر یعنی مینہ برسانا ۔ تربیت[9] ۔ اجابت[10] دعوت ذکریا ۔ افتتاح[11] ابواب
روح وریحان[12] ۔ جنت[13] ۔ عافیت[14] ۔ رزق[15] ۔ افراد نعمت ہیں ۔ یعنی بر و عطف و احسان
و رزق کے مثلاً آیہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
میں اگر لفظ رحمت سے قرآن کے معنی لئے جائیں تو آیہ کے یہ معنی ہونگے
کہ قرآن شفا اور قرآن ہے ۔ اور آیہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ میں اگر لفظ
رحمت کے معنی سید الرسل کے ہوں تو یہ معنی ہونگے کہ ہمنے تمکو نہیں بھیجا مگر سردار بھیجے
ہوئے ۔ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا صاف ظاہر ہے کہ قرآن اور ذات جناب رسول مقبول صلعم
اور توفیق طاعت یا اسلام اعلیٰ درجہ کی نعمات الٰہی ہیں جنکے لا تعد و لا تحصیٰ
برکتیں ہمپر نازل ہوئی ہیں ۔ نصرت و الفت تخلیص آفات ہیں ۔ نصرت کی نسبت
شرح کی ضرورت نہیں ۔ الفت اسلئے کہ اختلاف آفت ہے الفت اختلاف کے
دور کرنے کا ذریعہ ہے ۔ جو اختلاف آرا تحقیق حق کے لئے ہو وہ اس سے
مستثنیٰ ہے کیونکہ غرض اوس اختلاف کی یہ ہوتی ہے کہ آخر کو اتفاق ایک
راے پر ہو جائے ۔
نجات[9] ۔ مغفرت[18] ۔ ترک عقوبت ہیں ۔ روح ابراہیم[13] ۔ صفت[17] ذات الٰہیہ جو آیات
رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَكَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

سے جدا کر کے لگائے ہین غلطی ہے - ان دونون آیتون مین رحمت کے صاف طور سے انہین تین معانی مین سے ایک معنی متعین ہین - یعنی نعمۃ - چنانچہ آیۃ رَحْمَتُ اللّٰہِ مین ضرورت تصریح کی نہین - آیۃ کَتَبَ رَبُّکُمْ مین اگر معنی رحمت کے صرف صفت ذات الٰہی کی ہون تو یہ معنی ہونگے کہ اوس صفت کے معنی ہمکو معلوم نہین - سخت تعجب ہے کہ اس کمال استقرار کی باوجود نعمت کو معنی رحمت نہین قرار دیا حالانکہ آیہ وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَۃِ مین یہ معنی متعین ہین - کیونکہ اور معنی خوب نہین بنتے - صاحب تفسیر جلالین نے جو معنی لکھے ہین وہ ایک ہین یعنی نیکی کرنا اوسکے ساتھہ جو سزاوار نیکی کا ہو - بظاہر یہ معنی آیہ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْءً اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً سے اخذ کئے ہین - حالانکہ ہر سوء انعدام نعمت ہے

اونمین رقت شامل نہین ہے

ان معانی مین ایک امتیاز علمار نے بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ وجہ نعمت دینے و تخلیص آفات و ترک عقوبت کرنے کی اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کے لئے رقت قلب نہین ہوتی - صرف نعمت خود بخود یا بعد سوال کے نعمت دینے کے لئے دیتا ہے - آدمی رقت قلب کے سبب سے نعمت دیتا یا آفت سے چھوڑاتا یا گناہ معاف کرتا ہے - چنانچہ اون لوگونمین سے جنکے اقوال نقل کئے گئے صرف صاحب غرائب الفرقان ایسے ہین جنہون نے یہ تصریح نہین کی - اور سب نے بالاتفاق تصریح کی ہے کہ رقت قلب اللہ تعالیٰ مین نہین ہوتی - اہل یورپ اس غلطی مین اونکے شریک ہین اور یہ تعجب کی بات نہین اسلئے کہ علوم الٰہیات

کی طرف اونکو توجہ نہین ورنہ وہ وجود ابتدائی اور حیات ابدی کو صفت خاص ذات الہی کی اقرار دیتے نہ رقت قلب اور عفو کو۔ مگر خرابی یہ ہے کہ آجکل ہمیشہ رحم مین رقت قلب کا خیال شامل ہوتا ہے جو معنی لغوی سمجھے اور جسکا استعمال انگریزی دانون مین غالباً اسی وجہ سے بڑہگیا ہے چنانچہ وہی رقت قلب زیادہ رقیق القلب لوگون مین اس راے کی طرف لیجانے کا باعث اور سبب ہے کہ اللہ رحیم ہے اس لئے بہت سے لوگون کو عذاب نہین کرسکتا۔

پس اولاً ضرور ہے کہ اسبات کا بیان کیا جاے کہ اللہ تعالی مین رقت قلب نہین ہے پھر یہ بیان کیا جاے کہ رحمن ورحیم مین کونسے معنی رحمت کے مراد ہین۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ مغفرت کیا چیز ہے اور رحم کیا چیز ہے۔ اور اللہ تعالی جلشانہٗ کا قاعدہ کیا ہے۔

شرح رقت قلب کی۔ **رقت قلب**۔ اول بیان کیا جاتا ہے کہ۔ وہ کیا چیز ہے اور اوسمین کیا برائی ہے۔ دوم یہ کہ رقت اللہ تعالی مین نہین ہے۔ سوم یہ کہ اس معنی کے ملانے سے صفت رحم مین کیا سقم پیدا ہوتا ہے۔

(۱) رقت بمعنی تنکی اور پتلا اور باریک کے ہے قلب کی رقت اوسکی نرمی ہوئی رقیق چیز جلد متاثر ہوتی ہے۔ جن آدمیونکا دل کمزور ہے وہ ہر چیز سے جلد متاثر ہوتے ہین۔ جو قلب ایسا ہو ظاہر ہے کہ وہ کسی کام کا نہین ہوسکتا۔ وہ انصاف نہین کرسکتا۔ وہ کوئی قاعدہ مقرر نہین کرسکتا۔ وہ حکومت نہین کرسکتا۔ وہ وہ کونین

آتا ہے وہ ضایع ہوتا ہے۔

انصاف نہ کرسکنے کی مثال یہ ہے کہ نرم حکام کی دنیا مین یہ حالت ہوتی ہے کہ اونکے زمانہ مین چورون اور بدمعاشون کو زور ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے حکام کا یہ حال دیکھا گیا ہے کہ حکم دیا۔ چھہ مہینے قید۔ اول تو وہ بجاے پانچ برس کے چھہ ماہ تھے۔ پہر چور رو بیچے آئے اور روئے پیٹے کہ ہم مرجائینگے۔ اوسمین ایک دفعہ کمی ہوئی۔ تین مہینے رہے۔ پہر واویلا ہوئی اور بار بار کمی ہونے لگی یہانتک کہ ایک مہینے کی قید رہگئی۔ یا محض جرمانہ جو خود حاکم نے دیدیا۔ اون وقتون مین بدمعاش لوگ طریقہ اختیار کرلیتے ہین کہ ایسی صورتین پیدا کرین اور اوسپر بہروسہ کرکے ارتکاب جرایم کرنے لگین اس سے نہ انصاف ہوا نہ انتظام۔

قاعدہ مقرر نہ کرسکنے کی حالت ظاہر ہے کہ جب ذراسی بات مین آدمی پہسلجاے تو اوسکے لئے کوئی قاعدہ قاعدہ نہین۔ ایک مثال کمزوری کی پابندی اوقات سے متعلق ہے کہ ایسے آدمی اس قاعدہ پر بہی عمل نہین کرسکتے مفت اوقات عزیز جو روپیہ سے بہی زیادہ قیمتی ہے ضایع کرتے ہین مثلاً جو اوسنے ملنے آتا ہے اوس سے نہین کہہ سکتے کہ میرا ہرج ہے۔ یا دروازہ بند کرلین۔ جب یہ نہو تو اور بڑے قاعدون کا کیا ذکر ہے۔

حکومت کی قابلیت کی نسبت بہی ظاہر ہے کہ ریاست بغیر سیاست کے نہین ہوسکتی اور جب رقت قلب ہو سیاست کہان سے آئیگی۔ اور یہ ظاہر ہے ضرورت تصریح کی

نہین - مینے ایسے آدمی دیکھے ہین کہ مجرم کو اودہر پہانسی ہوئی اور دہر وہ بہی چکر کھا کر گر پڑے -

دہوکو ئین آنے کی حالت بہی ایسی ہی ہے - چنانچہ ایک طریقہ چوری کا بڑے میلون مین یہ ہے کہ جب لوگ تیرتہ والے متبرک دریا ئین نہانے جاتے ہین کپڑے اوتارتے ہین مگر عورتین زیور نہین اوتارا کرتین - ایک دفعہ لوگون نے یہ مشہور کر دیا کہ کہ ایک تیرتہ مین چور ایسے زبر دست ہین کہ اندر ہی اندر پانی کے زیور والی عورت کی ٹانگ پکڑ کر کہینچ لیجاتے ہین - اوسوقت عورتین زیور بہی اوتارنے لگین - اور بڑی حفاظت اوسکی یہ کی گئی کہ ایک موڑہے کے تلے زیور کو رکہکر اوسپر آدمی بٹہلا دیا اور بڑی تقید کے ساتہہ کہہ دیا کہ ہرگز اوٹہنا نہین ورنہ زیور جاتا رہیگا - اوٹہائی گیرے نے دیکہا کہ زیور رکہا ہے اور آدمی بیٹہا ہے اوسنے یا تو یہ کیا کہ ایک لڑکے کو لایا اور اوسے سختی سے مارنا شروع کیا یہانتک کہ جو صاحب موڑہے پر تہے رقت قلب کے سبب سے اوٹہے اور بیچ بچاو کرنے پر آمادہ ہوئے - دوسرا ساتھی موڑہے کے تلے سے سارا زیور لیکر چلتا ہوا - اگر اسپر بہی موڑہے پر بیٹہا ہوا آدمی نہ اوٹہا تو وہ لوگ چہری سے لڑنے لگے - اور بچا بچا کر ایک کو دوسرا چہریون سے مارنے لگا تب تو وہ ضرور ہی اوٹہے - بس ادہر اوٹہے اودہر زیور غائب ہوگیا - جن لوگون نے ٹہگون کے وقعے پڑہے ہین اونمین اکثر مثالین ایسی ہین کہ لوگ اسی رقت قلب کی بدولت مارے گئے ہین - چنانچہ راستو نپر جو ٹہگ بیٹہتے تہے وہ آدمی کو پہچان کر کہ اس قابلیت

کا ہے کہتے تھے کہ بیمار مرتا ہے ذرا دیکھہ لیجئے - اس بہانے سے اندر لے گئے
اور کام تمام کردیا - پس رقتِ قلب سے زیادہ کوئی بری چیز نہین - اور معنی یہ ہوتے
ہین کہ رقیق القلب خود اپنے بس مین نہین ہوتا - چنانچہ عورتونمین یہ صفت مردون
سے زیادہ پائی جاتی ہے - ذراسی بات مین گہبراجانا اور رونا اونکا پہلا کام ہے -
ہمیشہ اپنی ناپارسائی مین اونکو اپنی کمزوری کا عذر ہوتا ہے یہانتک کہ انگریزی مین اونکا
نام ویک سکس ہے - Weaksex

(۲) رقت قلب کا اللہ تعالی مین نہونا - جناب
باریتعالی مین نرمی قلب نہونیکی تہوڑی سی تفصیل یہ ہے - جب موت آتی ہے بچے یتیم
ہوتے ہین - نیک بی بی یا بچون کی مان کس درد سے رویا کرتی ہے - باپ مان
کی کیا حالت ہوتی ہے - دوست احباب - اگر بادشاہ ہے اوسکے ہوا خواہ کس
حالت مین ہوتے ہین لیکن وقتِ موت نہین ٹلتا - ایک سنٹ کا بہی تو فرق نہین ہوتا
اگر رقت قلب ہوتی ضرور ٹلجاتا -
مرض موت کی بیشتر تکالیف ایسی ہوتی ہین کہ لوگ دیکہہ نہین سکتے - اللہ تعالے
جلشانہٗ وہ ہے جسنے یہ تکالیف بنائی ہین - اوسپر وبائی کیا لعنتین تو عجب پریشانی ہوتی
ہے - اور سارے اون لوگون کی جان و بار ہو حالت سخت مصیبت کی حالت ہوتی
ہے مگر ذرا رعایت نہین ہوتی اور مصیبتون کی یہ حالت ہے کہ بعض لوگون پر مصیبت
جب پڑتی ہے - پڑتی چلی جاتی ہے - یکے بعد دیگرے - اور خود اللہ تعالی کی

رقت قلب کا اللہ مین نہین ہے

طرف سے نرمی نہین ہوتی۔
مثلاً بعض شہر غارت ہو گئے۔ مثلاً قحط ہوا۔ اللّٰہ اکبر کیا بری حالت ہوتی ہے
آدمیونکا کسقدر دل کڑھتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا نہین کڑھتا۔ الغرض یہ حالت ایسی
بڑ ظاہر ہے کہ اسیقدر بیان اوسکا کافی ہوگا کیونکہ امراض و موت سے کوئی بھی تو خالی
نہین۔ اور ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی اپنی تکالیف یاد کرے۔ اور جان لے کہ اللہ تعالےٰ
کے یہان نرمی نہین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قاعدے ہین جنکی پابندی گو وہ کیسے
ہی نرم ہون بڑی سختی سے کیجاتی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ رقت صفت قلب
کی ہے اللہ تعالیٰ کے صفات متعلق جوارح کے نہین ہین۔

شرح اوس ستم کی جو رقت کے معنی رحم مین شمول سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) رقت قلب کے ملانے سے معنی کا سقم

(۱) رقت قلب اگر اوس ذات پاک جلشانہٗ مین ہو۔ اور جب
صفت رحمت مین اعلےٰ سے اعلیٰ درجہ کے مبالغہ کے صیغے
استعمال ہوئے ہین لہذا رحمت اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ہو تو رقت قلب بھی اعلیٰ سے
اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ اون دونون صورتونمین لازم آئیگا کہ ذات جناب باریتعالیٰ
اون افعال پر قادر نہو جو بذریعہ ضرر کے نفع پہونچانے سے حاصل ہوتے ہین۔
اور یہ غلط ہے۔
ایک مثال اونکی طب سے ہے جسمین کڑوی دوا پلاکر بخار دور کیا جاتا ہے یا ہاتھ کاٹ کر
جان بچائی جاتی ہے۔ جو لوگ اعلیٰ درجہ کے رقیق القلب ہوتے ہین وہ خون نکلتا

ہوا دیکھہ کرغش کرجاتے ہین - بچونکو وہ انہین بچا سکتے - ہیضہ مین کسیکو مبتلا دیکھہ کرایسا صدمہ ہوتا ہے کہ خود مبتلای ہیضہ ہوتے ہین - شاک یعنی صدمہ قلبی سی اکثر مرجاتے ہین - اور

دوسری مثال اسکی فضلیت دینا ہے ایک کو دوسرے پرجس سے بہت فضیلت سے محروم رہتے ہین - اوسپر یہ اعتراض بہی کہ اللہ رحیم ہے اسلئے بہت تہوڑے کیون اچھے بنائے - لازم آئیگا -

(۲) استحسان افعال مین نیت پر موقوف ہوتا ہے بیشتر اوسی سے عمل کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے مثلاً جو شخص علم پڑہے اسلئے کہ عالم ہونے کی خوبی حاصل کرے وہ ذریعہ علم مین حصول کمال کا ہوگا - اور علم علم کے لئے حاصل کرنا ہوگا اور استحسان اوسکا اعلی درجہ کا ہوجائیگا - جو اسلئے پڑہے کہ پڑہ کر دنیا طلبی کرے وہ نہ علم مین کامل ہوگا نہ نیت اوسکی اسقدر اچھی ہوگی اسی لئے نہ اسقدر استحسان ہوگا - پس ہر نیکی کا اسلئے کرنا کہ وہ نیکی ہے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ نیکی اس وجہ کے سوار کسی اور وجہ سے کیجاے - مثلاً اسلئے کہ مین نیک مشہور ہون یا اوسوقت کی ضرورت رفع ہو یعنی دل کڑہنا بند ہوجاے - پس نیک مشہور ہونا ممکن ہے کہ اصلی نیک ہونا نہو - رفع ضرورت وقت یعنی رقت قلب کے سبب سے نیکی باعتبار رقت کے مختلف ہوگی - اور یہ دونون قسمین ناقص نیکی کی ہین - کیونکہ ممکن ہے کہ طالب رحم کا اوس سے کام نہ چلے یا بے وجہ نفع عظیم ہو - جب نیکی نیکی کے لئے ہو وہ اعلی

اعلیٰ درجہ کی نیکی ہوگی اور پوری ہوگی جس سے صحیح کام چلے۔ پس جب ہم رقت
قلب کو داخل تعریف رحم کرتے ہین جو نیکی ہے اس دخول سے اوسے ادنیٰ قسم کی
نیکی بناتے ہین اور اپنے مقصود کے خلاف کام کرتے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ
کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ یعنی اللہ تعالیٰ اسلئے رحم کرتا ہے کہ اوسنے رحمت کو
اختیار کر لیا ہے یعنی اپنے اوپر لازم۔ یہ ارشاد صاف بتلاتا اسباب کا ہی کہ ہم رحم کرلئے رحم
کرتے ہین اور کسی غرض سے نہین کرتے اور معنی یہ ہین کہ اگر ہم رحم نہ کرتے آدمی کو
اختیار دیکر اوسکے ساتھ سختی سے معاملہ کرتے تو بھی ہمارے لئے برائی نہ تھی۔
یہ ارشاد صفات کی عین ذات ہونے کے خلاف نہین ہے اسلئے کہ (۱)
اس آیۃ مین یہ ارشاد نہین ہے۔ کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو تب سے ہمنے رحمت
کو اختیار کر لیا ہے۔ یہ اختیار بھی قدیما ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی صفات و انسان
کی صفات مین ایک فرق بیّن ہے اور وہ یہ ہے کہ صفات انسانی جو عین ذات
ہین اونپر انسان مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ باوجود صفات کے عین ذات ہونے کے
اون پر مجبور نہین ہوتا۔ اور یہ خاصہ اوسکی ذات مین ہونا تمام آثار سے ظاہر ہے۔ چنانچہ
خلق کا کام ہر چیز کے بروقت نہین ہوتا۔ جسکا بیان ہو چکا ہے۔ پس یہ اختیار کر لینا اس
معنی مین ہے کہ صفت تو قدیم ہے مگر ظہور اوسکا اور برتاؤ اوسکا اسلئے زیادہ ہے
کہ اس زیادتی کو برتاؤ اور ظہور کے اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اختیار کر لیا ہے۔
(۳) سیاق و سباق اسی ارشاد کا دوسری آیۃ مین خود دلیل اسکی ہے کہ یہی معنی ہین۔

چنانچہ وہ ساری آیت یہ ہے۔ قُل لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُل لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ ترجمہ اے پیغمبر پوچھو کہ جو کچھ آسمان وزمین مین ہے کسکا ہے۔ اور کہو کہ اللہ تعالی کا ہے جسنے مہربانی کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اور وہ قیامت کے دن جسکے آنے مین کچھ بھی شبہ نہین تم لوگون کو ضرور جمع کرکے رہیگا۔ جو لوگ اپنا نقصان کرتے ہین وہ ایمان نہ لائینگے۔ یعنی سب خلق کو اسلئے خلق کیا ہے کہ اپنے نفس پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔ ایسی حالت نہین ہے جیسی خاصہ طبیعت بشری سے جو خاصہ مجبوری پیدا کرتا ہے رحمت کی ہو۔ چنانچہ قیامت کو جزا اور سزا ملیگی۔

بیان معنی رافت — یہان بیان کرنا معنی رافت کا بھی مناسب ہے جو قریب رحمت یعنی رقت کے سمجھا جاتا ہے۔ رؤف اسماے الٰہی مین سے ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ صاحب قاموس نے لغت رؤف مین لکھا ہے الرأف السکون ولیس من الرافۃ والرءوفۃ والرحمۃ۔ یعنی سکون کو رافت کہتے ہین اور یہ رحمت نہین ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ رافت اوس حالت کو کہتے ہین جو جوشش کے خلاف ہو جب رحمت لغت دینے کو کہتے ہون اور رافت رحمت نہو رقت ہرگز رحمت نہین ہوسکتی۔

اس طرح صفتِ یا غضب یا حب یا رضا کا حال ہے چونکہ اللہ تعالی الحکیم علی الاطلاق

ہے اور مجز وعقل۔ اسلئے یہ سب حالتین نتیجہ علم افعال کا ہوتی ہین ایسی حالت
نہین ہوتی جیسے انسان لبسبب جوش خون یا خواہش کے غضب یا رضا یا عشق
مین مبتلا ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ ایزدی تاثر سے پاک ہے دنیا مین بھی بعض
اعلیٰ درجے کے آدمی ایسے موجود ہین اور تھے جو افعال کی جزا و سزا دیتے تھے اون معاملات
مین اتنے متاثر نہین ہوتے کہ بظاہر تاثر معلوم ہو۔ بعض علمار نے بیان کیا ہے
کہ ان صفات مین دو چیزین ہوتی ہین ایک مبدا ایک منتہی۔ مبدا تاثر ہے منتہی
تاثر کے سبب سے وہ فعل۔ اللہ تعالیٰ کے صفات متعلق منتہی کے ہین۔ کیونکہ
تاثر نہین ہے۔

تنقیح معنی صحیح رحم کے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ تینون معنی مین کونسے معنی
رحمت کے صحیح ہین۔

شرط اول اسکے لئے امر اول یہ ہے کہ جب صفات انسانی اور صفات
الٰہی مین ایک فرق عظیم ہو یعنی صفاتِ الٰہی عین ذات ہون۔ اور صفاتِ انسانی
عین ذات نہون ہم صحیح تصور صفات الٰہی کا نہین کرسکتے اسلئے کہ ہمارے ادراک
کا ذریعہ حواس ہین۔ ذات خداوند عالم اور جب اوسکے صفات داخل ذات ہون ہمارے
ذریعہ ادراک سے مافوق ہونگے۔ پس ذریعہ تصور یہی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو
اوسکی مخلوق اور حکمت خلق مخلوق سے پہچانتے ہین اوسکی صفات کو اونہین صفات
کے ذریعے سے پہچانین مگر جو فرق انسان اور اللہ تعالیٰ مین ہے وہ ہر مقام پر

ملحوظ رکھکر معنی صفات الٰہی کا تصفیہ کرین۔

شرط دوم | دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اسمار حسنٰے بہت سے ہین جنکی تعداد اور حصر دشوار ہے۔ افراط اون ہین اوسی وقت ہوسکتی ہے کہ وہ جدا جدا ہون۔ ورنہ شئے واحد کے لئے چند الفاظ کا جو زیادہ مفید نہین ہے ان دونون اصول کو تنقیح معنی رحم مین کسی وقت فروگذاشت نکرنا چاہئے۔ اور اسی کو ذریعہ صحیح معنی نکالنے کا گروانا چاہیے۔ اصول مذکورہ کے بموجب اول یہ امر دیکھنا چاہئے کہ بعض صفات کو اللہ تعالیٰ اپنے سب سے مقدم بیان کیا ہے اور یہ ایک تخصیص ہے اور اونمین خود مبالغہ کے صیغے استعمال فرمائے ہین۔ بعض کو اسطرح مخصوص نہین فرمایا بعض مین انتہا درجہ کا مبالغہ و کثرت شامل ہے۔ بعض مین عام طور کی کثرت اور مبالغہ۔ پس ذریعہ صحیح امتیاز کا یہ ہے کہ ہم اون چیزون سے جو ہورہی ہے نتیجہ نکالین کہ کونسے معنون مین اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق سب سے زیادہ مبالغہ والے اسمار کا ہوتا ہے اور کونسے معنی مین صرف اوسی پر اطلاق اوس صفت کا ہوسکتا ہے۔ اور کونسے معنون مین معمولی مبالغہ کا جسمین اُسکی ذات اور دوسرے شریک ہین۔ لفظ رحمت سے رحمٰن و رحیم نکلے ہین۔ لفظ رحمٰن مین انتہا کا مبالغہ ہے اور رحیم مین اوس سے کم پس اس لحاظ سے معنی رحمٰن ورحیم کے وہ صحیح معنی ہونگے جنمین رحمت عملاً سب سے کثرت کے ساتھہ اور نہایت مبالغہ کے ساتھہ پائی جائے اور اوسمین خصوصیت ہو۔

معنی نعمت صحیح معنی ہیں

معنی اول ہین یعنی نعمت - یہ بات یاد رہے کہ نعمت ہین رزق وبر وعطف واحسان ہی داخل نہین ہین ہر وہ چیز جسپر اطلاق نعمت کا ہوسکے داخل رحمت ہے - چنانچہ ارادہ خیر سزاوار خیر کے لئے نعمت ہے - لیکن جو کہی مہربانی جسکو لوگ تپاک کہتے ہین محض تپاک نعمت نہین ہے - گو بعض صورتین ایسی نکلین کہ وہ بہی نعمت سمجہا جاے -

مبالغہ کے لفظ کی بابت یہ امر یاد رکہنا چاہیے کہ مبالغہ انسانونمین اوسوقت بہی بولا جاتا ہے جب کیسی صفت کو بڑہاکر اس طرح بیان کرین جو زیادتی یعنی غلطی سے خالی نہو بیان مبالغہ بیان حقیقت ہے -

تفاصیل بعض نعمات

رحم الہی اس معنی ہین اسقدر بڑا رحم ہے کہ ہماری سمجہ سے باہر ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہماری نعمتون کا اگر شمار کرو حصر نہین کر سکتے - یہ ارشاد نہایت صحیح ہے - جزئیات تو گنے ہی نہین جا سکتے - کلیات بہی حصر وشمار سے باہر ہین بعض یہ ہین -

نعمت اول وجود

(۱) اول وجود کو لیجیے - جو جڑ اور ابتدا اور بنا ہر چیز کی ہے - وجود مین لانا بڑی نعمت ہے - کیونکہ ہمکو ہمارا وجود اسقدر پیارا ہے کہ سب کام وجود کی بقا کے لئے کرتے ہین - اللہ تعالی کا فائدہ ظاہر ہے کہ ہمارے وجود سے کچہ نہین - پس بڑی رحمت یہ ہے کہ نعمت وجود عطا کی - یہ نعمت اوسکے ساتہ مخصوص ہے کوئی دوسرا اوسے نہین دیسکتا -

نعمت دوم بقار وجود (۲) پھر ہمارے زندہ رکھنے کے لئے جو تدبیرین ہو سکتی تہین اونمین سے کوئی فروگذاشت نہین کی۔

ہوا[1] چلائی اور اوسکو عام کیا جو کسی کے روکنے سے نہین رکتی - ہوا اگر ایک منٹ کے لئے نہو وہی موت ہے اسلئے جو بڑا ذریعہ حیات ہے کسی کے بس کا نہین

زمین[2] کو بنایا جس کے بدون وجود مین رہنا ممکن نہ تہا اور اوسکو مثل ہوا کے عام کیا

پانی[3] بنایا اوسکو عام کیا مگر جسقدر ہوا کے اوپر مدارِ زندگی ہے پانی پر نہین اسلئے اوس سے انتظام شروع کیا چند مہینون مین وہ برستا ہے - ہر وقت پانی برسے تو تری باعث ہلاکت ہو۔

آگ[4] کو بنایا جسکے بدون کام نہین چلتا - مگر اوس کو زیادہ تر محدود کیا کہ ضرر اوسکا بڑا ہتا۔

چاند[5] اور سورج بنائے جس سے دنیا مین روشنی رہے - غلہ پکے - اور آدمی کام بغیر روک ٹوک کے کرین - رات مین آرام کرین اور وہ حاجتین جنہین پوشیدگی مناسب ہے برلائین - چاند دانہ کو پکائے اور راحت ضروری دے - چونکہ کام پر مدار زندگی کا ہے اسلئے سورج روز نکلتا ہے - اور چاند مناسب اوقات مین - یہ نعمت بہی مخصوص ہے مگر بعد انتظام بعض صورتین ایسی پیدا ہوتی ہین جن مین آدمی شریک ہوتا۔

نعمت سوم تمتع ذاتیات - (۳) بعد اسکے ایسا قاعدہ مقرر کیا کہ اسباب زندگی کو ہم

اسطرح کام مین لائین کہ خود ہمکو اونمین راحت ہو۔ اور اوسکے ذریعہ سے سب کام کرین۔ مثلاً کہانا کہاتے ہین بہوک مین کہانا کسقدر مزہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اولاد پیدا کرتے ہین اوسکا ذریعہ کیا ہے۔ اولاد کی پرورش کرتے ہین اور اوسمین کسقدر راحت ہوتی ہے۔ یہ نعمت بہی مخصوص ہے۔

نعمت چہارم فضیلت روح (۴) پہر یہ نعمت دی ہے کہ ہمکو وہ روح دی ہے جو اپنی طرف منسوب کی ہے اور اس سبب سے ہمکو حاکم بنایا ہے۔ یہ بہی مخصوص ہے

نعمت پنجم اختیار (۵) بعد اسکے یہ نعمت دی ہے۔ کہ ہمکو اختیار دیا ہے کہ اس ذریعہ سے صدور افعال کرسکین لکڑی کی مثال سے اس اختیار کا نعمت ہونا سمجہہ مین آتا ہے۔ یہ بہی مخصوص ہے۔

نعمت ششم اختلاف مراتب (۶) یہ نعمت دی ہے کہ ہم مین اختلاف مراتب پیدا کیا ہے کہ ہم عمدہ تدابیر جو سوچین اونکو عملی طور پر ظاہر کرسکین۔ باوجود اسکے قناعت بہی دی ہے اور امنگ ترقی مدارج کی بہی۔ یہ نعمۃ بہی مخصوص ہے۔

نعمت ہفتم تمتع متعلق دیگر مخلوق۔ (۷) ہمکو یہ نعمت دی ہے کہ ہمکو اسطرح کا پیدا کیا کہ ہم تمام اوسکی مخلوق سے متمتع ہوسکتے ہین اور ہمکو اوسنے تمتع دیا ہے۔ آنکہہ سے دیکہہ سکتے ہین۔ اگر روشنی بنتی اور آنکہہ نہوتی تو ہمارے لیے سب کچہہ نکما ہوتا۔ قوت تمتع نہوتی تب ہمارے لئے کچہہ نہ تہا چنانچہ لوہا

پتھر جواہرات سب یکسان اور نکمے ہوتے۔
جانورونکو ہمارا تابع کیا گوشت کہاتے ہین چمڑے کو کام مین لاتے ہین۔ نباتات سے ہمکو دوائین دین۔ یہ بہی مخصوص ہے۔

نعمت ہشتم ہدایت (۸) اختیار دیکر ہمکو ہدایت کی اور اچہا راستہ چلنے کا حکم دیا اور ہدایت کے ذریعے پیدا کئے جنکا سب سے بڑا ذریعہ رحمۃ للعالمین ہمارے جناب رسولخدا محمد مصطفےٰ صلعم ہین۔ اوسکے بعد زمانہ ہادیون سے خالی نہین رکہا۔ یہ نعمت اولًا مخصوص ہے اسمین بعد کو ہادی شریک ہوجاتے ہین۔

نعمت نہم۔ شر کا خیر مین مبدل ہونا (۹) یہ اصول قایم کیا کہ ہر ضرر اور برائی نیکی اور بہلائی مین بدل جاے۔ یہ بہی اولًا مخصوص ثانیًا عام ہے۔

نعمت دہم افزایش جزا خیر (۱۰) نیکی کے لئے افزایش جزا مقرر کی بدی کے لئے نہین کی مثلًا ایک نیکی کروہ گونہ ثواب ملے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا بدی کا ایک ہی بدلا ملیگا۔ یہ بھی مخصوص ہے۔

نعمت یازدہم جنت (۱۱) ایک طرف آسان قاعدون کے ساتہہ جنت کی وہ نعمتین ہمارے لئے بنائین جو ہمارے افعال سے گو کیسی ہی اعلیٰ درجہ کے ہون کچہہ مناسبت نہین رکہتین یعنی بہت بڑا عوض ہے۔

نعمت دوازدہم حفظ از دخول نار (۱۲) دوسری طرف دوزخ مین ڈالنے کو اس طرح روکا کہ جسکی کوئی حد نہین۔ یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا کہ جب تک حجت تمام نہو عذاب نہوگا

یہ بھی مخصوص ہین۔

نعمت کے قاعدہ کا عموم

الغرض نعمت الٰہی کی ایسی حالت ہے کہ جسقدر سوچی جاے کلیات نعمت اسقدر نکلینگے کہ حصر نہین ہوسکتا اور میری چھوٹی سی عقل جس عجیب وغریب نعمت کے سبب سے حیرت مین رہتی ہے وہ یہ ہے کہ نعمتون کے دینے مین قاعدہ اطاعت کو ملحوظ نہین رکہا۔ اب خیال فرماے کہ نعمت وجود۔ نعمتِ آسایش۔ نعمتِ حکومت۔ نعمتِ ہدایت۔ نعمتِ کشایش رزق و ثروت سے کوئی مستثنیٰ نہین۔ کوئی اوسنے محروم نہین جتنی نعمتین ہین سب بحیثیت مخلوق ملتی ہین اور دینے کو بیش کیجاتی ہین جس اعتبار سے اوسکے یہان سب برابر ہین۔ آپ نوکری مین غفلت کیجئے جرمانہ ہوتا ہے زیادہ قصور کیجئے موقوف ہوجائیگا اللہ تعالیٰ جلشانہٗ باوجودیکہ اوس سے ہزارون پہرے ہوئے ہین لاکھون منحرف ہین سب کو بحیثیت مخلوق روزی دیتا ہے یہانتک کہ جن لوگون نے خدائی کا دعویٰ کیا (یعنی ایک تو خدا کو نہ مانا پہر خود خدا بنے) اللہ تعالیٰ اپنی نعمتون سے اونکو بہی محروم نہین کرتا۔ اور کسیکو موقوف نہین کرتا کچھ پروا نہین خدا بہی بنتے ہو بنتے جاو۔ نعمت جسکا قاعدہ جدا ہے مطابق قاعدہ کے ملی جائیگی یہانتک کہ جو ایسے وجود ہین جنکی برائی کرنا معلوم ہے اونکو بھی ملیگی اور مہلت بہی تاکہ امکان راہِ راست پر آنے کا باقی رہے۔ یہانتک اس قاعدہ مین عموم ہے کہ یہی نہین ہے کہ قاعدہ روزی و وجود مین اطاعت کو دخل نہین۔ بلکہ اونکو یہانی یادہ

ملتا ہے جو اس سے منحرف ہین اور سخت پابندی قاعدہ رحم کی کیجاتی ہے۔
اس سے بہی زیادہ بزرگ ایک نکتہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ صفت رحمت
اللہ تعالی جلشانہٗ کی اسقدر غالب ہے کہ ہر صفت مین جو اسمار حسنٰی مین مذکور ہین یہ صفت
پائی جاتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ صفت رحمت بطور علت اون صفات کی ہے
تعریف اونکی نہین ہے یعنی جو کلیات بیان کئے گئے اونکی اور دوسری نعمتون پر
غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ صفت رحم خداوند عالم کی ذات کے ساتھہ ایسی مخصوص
ہے جسے حقیقت کہنا چاہئے دوسرون کی نسبت جو اطلاق اس صفت کا ہوتا ہے
وہ مجاز ہے۔ اسلئے کہ انسان جو نعمتین دیتا ہے وہ اللہ تعالی کے دینے کے بعد
دیتا ہے۔ پس آدمیون کے ذریعہ سے نعمت دلانا مختلف ذریعون سے نعمت
دینا ہوا۔ لیکن بعض ایسی نعمتین ہین جنمین انسان بطور مجاز بہی شریک نہین ہے جیسے
نعمتِ وجود دینا۔ رزق کا پیدا کرنا آخرت مین حیات ابدی بقول ویبسٹر صاحب کے
دینا۔ پس وہ صفتین صفت رحمٰن مین مراد ہین جسکے ساتھہ آدمیونکو موصوف نہین کرتے
وہ صفات جنمین انسان مجازاً شریک ہے وہ صفتین صفت رحیم سے مراد ہین۔ اور
چونکہ حقیقت مین رحیم بھی صرف اللہ تعالی ہے اسلئے یہ صفت بہی ساتھہ رحمٰن کے
استعمال کی گئی ہے۔ پس جسقدر معنی رحمت کے نعمت کے صحیح ہوتے ہین ایسی
دوسرے معنی صحیح نہین ہوتے۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے جو مثل صاحب تفسیر مہائمی | یعنی رحمت مین تخصیص پیدا کرنا غلطی ہے

کے دو قسمین رحم کی فرمائی ہین یعنی ذاتی اور صفاتی ۔ اور ذاتی کی دو قسمین کی ہین یعنی
عام وخاص اور صفاتی کی بھی دو قسمین کی ہین یعنی عام وخاص ۔ بہت خوب ہے لیکن
میری نظر مین اللہ تعالی نے جو سورہ فاتحہ کی بسم اللہ مین رحمٰن ورحیم کی صفت کو شامل
فرمایا ہے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی کا اسم ذات اللہ ہے اور صفت مقدم عین ذات رحمٰن
ورحیم ہین لیکن ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صرف اسمات کی تعلیم ہے کہ اسم ذات
مع صفات مخصوصہ اس طرح پر ہر چیز کی ابتدا مین لیا کرو ۔ کیونکہ یہ تینون ملکر ایک
اسم ہوگئے ہین ۔ چنانچہ روایات صحیحہ سے پایا جاتا ہے کہ سارا جملہ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ اسم اعظم ہے ۔ بعد اسکے سورہ فاتحہ مین جو اس اسم کا تکرار بعد رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ کے فرمایا ہے اوسکے معنی یہ ہین کہ یہان اسم مراد نہین ہے اوس کے
معنی مراد ہین ۔ کہ اونپر غور کرنے کے بعد بھی یہ یاد رکھو کہ وہ روز جزا کا مالک ہے
اور رحمٰن ورحیم ہونا خلاف سزا نہین ۔ اسکے صاف معنی یہ ہین کہ گناہ بندگان ہین اون
قواعد پر عمل کرنا جو نعمت دینے کے لئے بنائے ہین خلاف رحمۃ نہین ۔ جن حضرات
نے فضل وتخصیص کو رحمۃ کے اقسام قرار دیا ہے وہ اقسام افراد نعمت ہین معنی
کے اندر تخصیص نہین ہے نہ وہ اقسام ہین چنانچہ اللہ تعالی نے خود فرمایا ہے کہ
وَيَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ پس اگر خود رحمت کے معنی مین تخصیص موجود ہو تو
تخصیص مکرر مین زیادہ فائدہ نہوگا ۔ اور معنی بعض کو رحمت کے لئے مخصوص کرنے
کے یہ ہونگے کہ بعض نعمت ۔ کو بعض کے ساتھ مخصوص کیا آخر کو وہ خاص

بھی نعمت دینا ہوا جو ایک فرد نعمت کی ہے۔ علاوہ بران رحمت کے معنی مین تخصیص پیدا کرنا خلاف مبالغہ ہے۔ جب افراد عام ہونگے بعض افراد کی تخصیص خلاف مبالغہ نہو گی۔

یہ تدقیق جن حضرات نے فرمائی ہے اوسکی ضرورت یہ ہے کہ وہ آیہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو صرف جزو سورہ فاتحہ کا جانتے ہین۔ مجھے اس سے اتفاق نہین ہے۔ کیونکہ کلام مجید مین ہر سورہ کی پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ اگر جزو ہر سورہ کا نہ مانی جاسے یہ تکرار بلاوجہ ہوگا چنانچہ جس سورہ کا جزو نہین ہے اوسمین نہین لکھی۔ وہ سورہ برات ہے۔ الغرض یہ آیۃ ایک خاص آیۃ ہے جو ہمیشہ شروع مین ذکر کرنی چاہئے اسلئے جب تکرار اوسکے الفاظ مین پایا جاسکے ضرورت مستدد معنی پیدا کرنے کی نہین ہے۔

اب غور کرنا چاہئے کہ جب رحمت بمعنی نعمت ہو تو جسقدر نعمت زیادہ ہوگی اوسکی ناشکری کی پاداش اوسی قدر عظیم ہو جائیگی اور یہ خیال کسقدر غلط ہوگا کہ اللہ تعالی چونکہ منعم ہے دوزخ مین نہ ڈالیگا کیونکہ صاف بتلا دیا ہے کہ باوجود رحمن ورحیم ہونے کے مالک روز انصاف بھی ہے۔ آپ اسپر نہ بھولے رہیگا کہ وہ رحمن ورحیم ہی ہے۔

دوسرے معنی تخلیص آفات کی شرح

اب دوسرے معنی تخلیص آفات جسکے دوسرے الفاظ وضع شرح مین اصول مذکورہ کے ساتھ دیکھنے چاہین۔ اللہ تعالی نے حضرت آدم کی طینۃ کو چالیس دن تخمیر فرمایا۔ اور حضرت آدم کو دنیا مین بھیجکر ہماری دنیا پیدا

کی اور یہ بھیجنا جیسا مذکور ہوا اسلئے تھا کہ بلائے امتحان مین ڈالکر معلوم کیا جاسے کہ کون اچھا نکلتا ہے تاکہ اوسکو نعمات عجیبہ عطا ہوسکین۔ جسکی مثال وہ حالت ہے جو جوہری کی ہیرے کی نسبت ہے۔ یا عطار کی عطریات کی نسبت ہے۔ یا باورچی کی کھانون کی نسبت ہے۔ یا سونار کی سونے کی نسبت ہے۔ ہیرا جب تک تراشا نہین جاتا چمک نہین پیدا ہوتی۔ پھول جب تک جوش نہین دیے جاتے گلاب نہین نکلتا۔ آٹا جب تک خمیر نہین ہوتا شیرمال نہین پکتا۔ سونا جب تک کسا نہین جاتا کھوٹا کھرا نہین پہچانا جاتا نہ اوسکا زیور بنتا ہے۔ پس آفت مین ڈالنا بھی اصول رحمت سے باقی رہا آفت آنے نہ دینا اور آفت سے نجات دینا اونمین سے وہ آفات جو لازمی نتیجہ افعال کا ہون یا اسباب تغیر عالم ہون روکے نہین جاتے۔ ان دونون خصوصیت یعنی نتیجہ لازمی افعال و اسباب تغیر کے ساتھ جن آفتون سے نجات و بچاؤ ہے وہ بعض اتفاقی آفتین ہوتی ہین یا وہ بعض جو نتیجہ لازمی افعال کا ہون۔ پس اگر ہم کسے یہ معنی سے لیے جائین تو اوسمین ایسی کثرت جس سے کوئی فرد خالی ہو ہرگز نہو گی اور اسلئے وہ معنی واخل رحمن و رحیم ہونگے۔ تخلیص آفت کے لیے اواسمار الہی ہین جنمین سے بعض مین مبالغہ بھی موجود ہے جیسے یَا مُخَلِّصُ۔ یَا نَاصِرُ یَا حَافِظُ۔ یَا حَفِیظُ

غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ لوگون کو فہم معنی آفت مین غلطی ہوتی ہے۔ آفات مین تین چیزین واخل ہین (۱) جان کا لینا (۲) نعمات کا لینا (۳) قدرت تمتع کا لینا۔

جب جان لینے سے تخلیص ہوتی ہے وہ بقار نعمت تمتع وجود جسمانی ہے۔ اوراوسپر معنی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔

جب نعمت جاتی رہنے کے بعد تخلیص ہوتی ہے تو وہ نعمت کا عود ہوتا ہے اور اوسپر ہی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔ جب قدرت تمتع لیلی جاتی ہے جیسے بیماریون و عدم نصرت مین تو اوسکے دور ہونے سے قدرت تمتع کا عود ہوتا ہے اور اوسپر بھی نعمت کا اطلاق صحیح ہے۔ اسلیے حقیقت مین تخلیص آفت ایک خاص طرح کی نعمت کا دینا خاص صورتون مین ہے۔ الگ کوئی چیز نہین ہے اور افراد نعمت مین سے ایک فرد ہے۔

پس معنی تخلیص آفت کا علیحدہ کرکے داخل رحم کرنا قلت تدبر ہے بیشک تخلیص آفت جہانتک ہے اس معنی نعمۃ مین رحم ہے نہ جدا معنی مین۔

اب دیکھنا چاہیے کہ تخلیص آفت کو اس بحث سے کیا تعلق رہا کہ اللہ رحیم ہے بہت سے بندونکو عذاب نفرمائیگا۔ کیونکہ آفت عذاب نتیجہ لازمی نافرمانی کا ہے۔ اوس سے تخلیص نہین ہوسکتی۔ جیسے آدمی زہر کھاکر مرجاتا ہے بچتا نہین اسی طرح گناہ سے بھی دوزخ کی سزا پاتا ہے بچتا نہین۔ دوا سے جیسے زہر اوترتا ہے استغفار سے گناہ دور ہوتے ہین۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعارف کلام نقل کئے جائین جنمین شبہ ہوتا ہے کہ رحمۃ معنی تخلیص آفت کے ہے اور شرح کیجائے کہ ان سب مین بھی رحمۃ

بمعنی نعمت ہے چنانچہ ایک شعر یہ ہے ؎

فَارْحَمْ عُبَيْدًا اِلَيْكَ مَلْجَاهُ	لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اَنْتَ مَوْلَاهُ

یعنی مین اپنے مالک کے حضور مین حاضر ہون۔ ایسے حقیر بندہ پرجسکا تو ملجا ہے رحم کر۔ یعنی نعمت ہر طرح کی عطا فرما۔ ایک جملہ یہ ہے یا راحم العبرات معنی اسکی یہ ہین کہ اوسوقت جب تغیر نعمت کی وجہ سے آنسو نکل آئین وہ چیز عطا فرما جو اوس تغیر کو دور کرے۔ ایک ارشاد ہے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا اے اللہ میرے مان باپ پر تو اسطرح رحم کر جس طرح اونہون نے مجھپر اوسوقت کیا جب مجھے پالا تھا۔ یہ بہم نعمت ہے۔ اُردو مین جو رحم اشعار مین بندھا ہے یا بولا جاتا ہے جیسے۔ ؏

رحم کر رحم ترے بندہ پہ غم ہے یارب

اوسکے بھی وہی معنی ہین۔ یعنی حالت ترک بعض افراد نعمت کو جس سے غم پیدا ہوا دور کردے کیونکہ غم کا مٹ جانا ذریعہ حصول تمتع کے بحال خود پھیر دینے کا ہے۔ اسی طرح جہان لفظ رحمۃ مقابل غضب کے واقع ہوا ہے۔ وہان بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ غضب الٰہی ہے۔ اور معنی یہ ہین کہ نعمۃ سزا سے بہت زیادہ ہے کیونکہ جب یہ صفات متعلق جوارح کے نہون اسکے سوا دوسرے معنی ہونگے۔

تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کی شرح یعنی مغفرت۔

اب تیسرے معنی ترک عقوبت مستحق کو جو مغفرت ہے اصول ہاے مذکورہ سے دیکھنا چاہئے۔

یہ معنی ہرگز داخل رحم نہین ہین گو وجود رحمت بمعنی نعمت صفت غفران مین بہی ہو۔
اولاً اسلئے کہ محققین علمار کی یہ رائے ہے کہ معنی رحم کے نعمت ہین۔
ثانیاً اسلئے کہ ترک عقوبت مستحق اللہ تعالیٰ کبھی نہین فرماتا۔ توبہ و استغفار و عفو۔ ذریعہ زوال استحقاق کا البتہ مقبول ہین۔ اور معنی یہ ہین کہ ترک عقوبت کبھی نہین ہوتا۔ توبہ و استغفار و عفو کی یہ حالت ہے کہ دنیا مین ان تینون ذریعہ سے زوال استحقاق سزا نہین ہوتا عقبیٰ مین زوال استحقاق صور رضا سے معینہ مین بعد اوس نرم سزا کے ہوتا ہے جو معافی مانگنے مین ذلت کی ہوتی ہے۔ چنانچہ دنیا مین اکثر آدمیون نے معافی نہین مانگی سزا قبول کی ہے اس سے معافی مصطلحہ مین بہی وجود ایک گونہ سزا کا ہے۔ پس جب کہ بیش سزا ہر مقصور کی ہوتی ہے وہ کیسے داخل رحم ہوگا۔ اگر ترک عقوبت مستحق بذریعہ رحم کے ہو یا وہ خود رحم ہو تو غرض اللہ تعالیٰ کی کہ کمال مہربانی سے نعمت وجود عطا کی ہے اور کمال مہربانی سے اوسے بہتر سے بہتر بنانا چاہا ہے فوت ہوجائیگی۔ جو کوئی اس معنی کو داخل رحم قرار دیتا ہے رقتِ قلب کو کہ جو انسانون مین ہے صفت ذات ایزدی بہی سمجھتا ہے اور بڑی غلطی کرتا ہے۔ جو سبب باطل ہے مسبب بہی باطل ہے۔ حقیقت مین اون علمار نے جو اسبات کے قائل ہین کہ ترک عقوبت مستحق داخل رحم ہے غایت قلت تدبر سے تناقض اختیار کیا ہے اسلئے کہ وہ حدود شرعیہ کے قائل ہین کہ کبھی ساقط نہین ہوتین اگر رحم ترک عقوبت ہو لازم ہوگا کہ حدود شرعیہ قابل سقوط ہون یا خداوند عالم دنیا مین رحیم نہو۔

اگر بطریق تنزل مان لیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ترک عقوبت مستحق بطور قلت سزا فرماتا ہے تو بھی وہ مغفرت ہوگی رحم نہو گا اسلیئے کہ صفت رحمٰن مین رحم کا وجود اسقدر مبالغہ کے ساتھہ ہے کہ جب ذرا بھی قلت آجائیگی مبالغہ جاتا رہیگا اور اوسپر اطلاق رحمٰن ہونے کا دشوار ہوگا۔ یہی جواب سوال سے ہے کہ رحیم ہونا خلاف دوزخ مین جلانے کے نہین ہے۔

اب جو مینے بیان کیا اوسکی سند قرآن مجید سے لیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ علاوہ بران قرآن مجید مین بیشتر ان دونون صفتون کو ساتھہ ذکر فرمایا ہے۔ انصاف فرماے کہ معنی اونکے یہ اچھے ہین کہ اللہ تعالیٰ اتنی ہی مہربانی نہین کرتا کہ گناہ کو بخشدیتا ہے بلکہ اسپر یہ اور مہربانی کرتا ہے کہ نعمت بھی دیتا ہے (کوئی دوسرا ایسا ہے کہ سزا بھی نہ دے اور اُسپر نعمت بھی دے) یا یہ اچھے ہین کہ اللہ تعالےٰ بخشدیتا ہے اور بخشدیتا ہے۔ شعر

اے خدا قربان احسانت شوم	این چہ احسانست قربانت شوم

اگر تواب وغفور ورحیم کے ایک معنی ہون جو اس تعریف کے اوس مین داخل کرنے سے پیدا ہوتے ہین تو کلام الٰہی مین حشو کا وجود لازم آئیگا۔ وہ حکیم ہے اور اوسکا کلام جو محض حکمت ہے اس سقم سے یقیناً پاک ہے۔ پھر ارشاد فرماتا ہے وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ یعنی اسکے سوا جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے بخشدیتا ہے

مطلب یہ ہوا کہ جسے نہین چاہتا نہین بخشتا پس رحمٰن ورحیم ہین وہ صفت جو کہین پائی جاے کہین نہ پائی جائی کیونکر داخل ہوسکتی ہے اور فرماتا ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۞ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۞ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِىْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۞ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۞

ترجمہ اور اوسکے لوگون کے پیچھے برزخ ہے اوس دن تک کہ اوٹھا کر کھڑے کیے جاوینگے۔ پھر جب صور پھونکا جائیگا اوسدن نہ تو لوگون مین رشتہ داریان رہینگی۔ اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھینگے۔ پھر جنکا پلہ بھاری نکلیگا تو یہی لوگ بامراد ہونگے اور جنکا پلہ ہلکا ٹھرے گا تو یہی لوگ ہین جنہون نے خود اپنے آپ کو برباد کرلیا کہ ہمیشہ دوزخ مین رہین گے۔ آتش اونکے منہ کو جھلسلتی ہوگی اور وہ وہان برا منہ بنائے ہونگے۔ اسکے یہ معنی ہین کہ وہ عادل ہے ترک عقوبت مستحق نہین کرتا اور پھر فرماتا ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

ترجمہ عورت ومرد زنا کرین تو اون دونون مین سے ہر ایک کو سو دُرے مارو اور اگر تم اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل مین تمکو اونپر ترس

دامنگیر ہو۔ اور اونکے سزادیتے وقت مسلمانون کی ایک جماعت موجود رہے۔ یہ
ارشاد اسبات کا ہے کہ سزا مین نرمی بھی نہ کرو۔ اور اسطرح سزا دو کہ اورون کو عبرت
کا باعث ہو۔ اب دیکھئے کہ مہربانی رحم نہین ہے۔ یعنی جب رحم صفت الٰہی ہو
یہ سب ارشاد اسبات کا ہے اول لازم ہے کہ انسان گناہ کو گناہ جانے یہ
نہایت غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غفور یا رحیم جانکر گناہ سے اجتناب نکرے اور مہمل
طور پر معاف کرنے والا جانکر چپ ہو رہے کہ دوزخ کے لئے بہت سے
پیدا نہین ہوئے۔ اسلئے کہ رحمت اور چیز ہے غفاری دوسری چیز ہے۔ جناب عالی
اگر تھوڑے ہی دوزخ کے لئے پیدا ہوئے ہین تو آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ اون
تھوڑون مین آپکی ذات بابرکات بھی داخل ہے اور کیونکہ خداوند عالم کو آپ نے
مجبور سمجھ لیا کہ وہ ضرور آپکو بخشدیگا اور آپکی بخشش خواہ مخواہ چاہے گا۔ دوسرے
یہ لازم ہے کہ اعمال حسنہ اور نیک کرے اور اللہ سے ڈرتا اور استغفار
کرتا رہے ان باتون کا اجر باعث غفران ہوگا۔ الغرض یاد رکھنا چاہئے کہ ترک
عقوبت بغیر زوال استحقاق کے نہین ہو سکتا۔

بیان وسعت دائرۂ رحمت ومغفرت

جب معنی رحم اور مغفرت کے معلوم ہو گئے
اب دائرۂ رحمتہ الٰہی کو غلط سمجھنا اور دائرہ مغفرت کو غلط وسعت دینے کا
بیان کیا جاتا ہے۔ اعجاز کلام الٰہی یہ ہے کہ جس اعتراض کا جواب ڈھونڈیے
ملجاتا ہے گو وہ لبعد کا ہو۔ اسیطرح رحمتہ ومغفرۃ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دو جملون

جملون مین ملاکر بیان فرمادیا ہے اور یہ اعتراض جسکی بحث ہے اوٹھا دیا ہے اِعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی جان لو کہ اللہ تعالی سخت عذاب
کرنے والا ہے اور اللہ بخشنے والا اور نعمت دینے والا ہے اور اس سے صحیح
معلوم ہوتا ہے کہ دائرۂ رحمت کہانتک وسیع ہے اور دائرۂ مغفرت کہانتک
وسیع ہے۔

وسعت رحمت

بیان وسعت دائرۂ رحمت الٰہی کا یہ ہے کہ وہ ہر طرح
کی نعمت اپنی تمام مخلوق کو دیتا ہے جسکے وہ سزاوار ہین اور حد اوسکی یہ ہے کہ جہانتک
ذرایع دینے نعمت کے باعتبار مادہ ہین اونکو پیدا کرتا اور وسیع کرتا ہے اور جہانتک
موانع عطاے نعمت کے ہین اونکو دور کرکے سزاوار نعمت بناتا ہے۔ جسقدر
صفات الٰہی اسماء حسنےٰ مین متعلق مخلوق کے ہین اون سب مین صفت رحمۃ
کی موجود ہے اور بطور علتِ غائی کے ہے۔ علیحدگی صرف یہ ہے کہ رحمٰن و رحیم
بیان عام اتیار نعمت کا ہے اور باقی اسماء حسنیٰ ہین یا ذرایع عطاے نعمت کے
پیدا کرنے کا بیان ہے یا ذرایع و دفع موانع رحمت کا۔ غلطی اوسمین یہ ہوتی ہے
کہ جو ذرایع و دفع موانع نعمت کے ہین وہ ذرایع و دفع موانع کے نہین سمجھے جاتے
مثال اول کی یہ ہے کہ اللہ تعالی محنت مین ڈالکر جو آفت سمجھی جاتی ہے انسان
کو وہ نعمتین بعد پیدا کرنے قابلیت کے دیتا ہے جو اوسی صورت مین مل سکتی ہین
ورنہ وہ نعمت نہین۔ جیسے بادشاہ ہونا کسی ناقابل کا۔

مثال ثانی کی یہ ہے کہ اللہ تعالے لئے برے افعال کی سزا دیتا ہے اسلیئے کہ وہ
ذریعہ ورفع موانع ایتار نعمت کا ہے۔ پس یہ دونون ذرایع نزول رحمت وعطاے
نعمت کے ہین۔ یہ سمجھنا کہ دائرۂ رحمت بسبب فضل یا عذاب کے تنگ ہوگیا
غلطی ہے۔ اور یہی اس خیال کا سبب ہے کہ اللہ رحیم ہے عذاب نکرے گا
اور بہت سے آدمیونکو دوزخ کے لیئے نہین بنایا۔ نعمت لا انتہا ہے اور ذرایع
لا انتہا۔ اسلیئے حیرت مانع ہوتی ہے کہ عقل صحیح کام کرے۔

وسعت مغفرت

بیان وسعت دائرۂ مغفرت مین۔ بسط کی ضرورت ہے
اسلیئے اوسکے بیان مین زیادہ تفصیل کیجاتی ہے کیونکہ اسی نے بہت دہوکا
دے رکھا ہے۔ اور اوس سے جب یہ بات ظاہر ہوگی کہ رفع موانع نزول
رحمت مین کسقدر رحم کو کام فرمایا ہے تو ظاہر ہوگا کہ اسپر بہی اگر بہت سے دوزخ
مین جائین تو نہ اللہ تعالی کے رحم کے خلاف ہے نہ حقیقت مین برا ہے۔ ایسون
کو ضرور دوزخ مین جانا چاہیئے گو کتنے ہی ہون۔ [۱] پہلے اون طریقونکو بیان کیا جاتا ہے
جو توبہ کے قبول اور بخشش وعفو کے ارشاد ہوئے ہین [۲] پہر گناہون کی کثرت بیان
کیجاتی ہے۔ [۳] پہر حسنات کی قلت بیان کیجاتی ہے۔ [۴] پہر گناہونمین سختی ہونے
کی وجہ ظاہر کرکے رسمی قواعد کی وجہ بیان کیجاتی ہے۔ اوسکے بعد عدل کو
بیان کیاجاتا ہے۔ تب سمجھہ مین خود بخود آجائیگا کہ گناہ کثرت سے ہین حسنات
کچھہ نہین۔ گناہ سخت ہین جو عفو ہوتے ہین اور بعد عفو نعمت ملتی ہے۔ پس دائرۂ

رحم وعفو کتنا وسیع ہے۔ اور اوس سے زیادہ وسعت دینا کسقدر بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنوں کو بخش دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ بھی اگر غفاری نہو تی ہرگز قابل بخشش نہ تھے۔

طرق مغفرت

طریقے عفو وقبول توبہ ومغفرت کے - ان طریقوں کے سوچنے سے مجھے نواب انشاء اللہ خان کا شعر یاد آکر وجد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ؎

تصدق اپنے خدا کی انشا کہ پیار آتا ہی مجرمی کو		اودھر ہوا تنے گناہ ہم سے اودھر ہے دیہ پی نوازش

سچ یہ ہے کہ اوسکی مہربانی پر فدا ہو جانا چاہیے اور ایسے خدا کے حکم کی تو ایک بھی نافرمانی نہ کرنی چاہیے۔ ہر وقت تلاش کرنا چاہیے کہ حکم کیا ہے اور کوشش کرنی چاہیے کہ ہم وہی کریں جو اوسنے کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اے خدا۔ ہم بندہ ہیں ضعیف ہیں۔ اگر بھولے چوکے سے کوئی گناہ ہوا ہے یا سرکشی اور سخت پاجی پن سے ہے تو اوسے معاف فرما۔

اللہ تعالیٰ مجبور نہیں ہے لیکن اوسنے جو طریقے اپنے اوپر ارشاد سے لازم فرمائے ہیں وہ بظاہر سات ہیں۔ (۱) اسلام (۲) توبہ (۳) استغفار (۴) شفاعت۔ (۵) حسنات ہیں یہ قاعدہ کہ حسنات مضاعف یا مضاعف سے زیادہ ہو جاسکیں سیئات مضاعف نہونگے (۶) کبائر سے اجتناب کفارہ گناہان صغائر ہونا۔ (۷) دوسروں کی دعا یا دوسرے کے اعمال سے نفع پہونچنا۔

اسلام (۱) اسلام اسکی وجہ سے گناہانِ سابق معاف ہوجاتے ہین اسکے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہین مسلمہ اہل اسلام ہے۔ یاد رہے کہ طریق ذیل کا فائدہ بعد اسلام ہے۔

توبہ (۲) توبہ معنی اوسکے بازگشتن ہین۔ یعنی گناہو سے پہرنا۔ مقصود یہ ہے کہ ایسا قصد کرنا کہ اب مین گناہ نکرونگا۔ صحیح توبہ مطابق اوس قصد کے عمل کرنا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَآیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ یعنی مسلمانو۔ اللہ کی جناب مین خالص توبہ کرو۔ عجب نہین کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ تم سے دور کردے۔ اور تمکو بہشت مین لیجاکر داخل کرے جسکے تلے نہرین بہہ رہی ہین اور پہر فرماتا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اہْتَدٰی یعنی ہم بخشدینگے اوسکو جسنے توبہ کی ایمان لایا۔ نیک عمل کئے اور اوسپر قایم رہا۔ یہ تمام شرائط ملحوظ ہین۔ کسقدر غلطی ہے کہ یون سمجھا جاوے اللہ تعالیٰ رحیم یا غفور ہے اور اوسنے دوزخ کے لئے نہین بنایا اور عذاب نکریگا۔

استغفار (۳) استغفار۔ غفر کے معنی پوشیدن و آمرزیدن ہین یعنی چہپانا اور ڈہک دینا۔ جیسے مرے آدمی کو مغفور کہتے ہین کہ وہ چہپ گیا اور بخشا گیا۔ یہان عموماً معنی اوسکے آمرزیدن کے ہین اسلئے استغفار کے معنی کئے ہوئے گناہ سے معافی مانگنے کے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ

اللہ سے طلب مغفرت کرو۔ اور فرماتا ہے۔ وَاِنَّہٗ هُوَالْغَفُوْرُالرَّحِيْمُ
ضرور وہی بخشنے والا اور نعمت دینے والا ہے یہان بہی یاد رہے کہ گناہ سے معافی
مانگنا اسکے بعد ہے کہ گناہ کو گناہ جانے۔ ورنہ معافی مانگنا واقع نہین ہوسکتا۔
اور ضرور وہ ذریعہ ترک گناہ کا ہوگا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالی نے ہمکو دوزخ
کے لئے پیدا نہین کیا اور وہ رحیم یا غفور ہے ضرورت استغفار کی نہین ہے۔

شفاعت (۴) شفاعت یعنی سفارش سے گناہ کا معاف کرنا اور سزا سے
بچا دینا اللہ تعالی فرماتا ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وہ کون
ہے جو اوسکے پاس سفارش بغیر اوسکے حکم کے کرسکے۔ معنی یہ ہوئے کہ اجازت
سفارش کی جب ملے سفارش سے گناہ معاف ہونگے۔

اول دیکھنا چاہئے کہ یہ حکم کیون ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول
اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔ اس ذریعہ سے رسول اور اولوالامر کو حاکم بنایا ہے پس
اگرچہ رسول اور اولوالامر کی اطاعت محض اطاعت اللہ کی ہے تاہم جب اونکو حاکم
بنایا یہ بہی اختیار دیا کہ وہ اس اطاعت کا اجر خود بہی دیسکین ورنہ وہ ایسے بے رعب
ہونگے جیسے وہ حاکم جنسے آقا خوش نہو اور اونکا کہنا نہ مانتا ہو۔ حاکم کے لئے رعب
لابد ہے اب دیکھنا چاہئے کہ شفاعت اونکی کس حالتین ہوگی۔ ضرور ہے کہ وہ
صرف بحالت اطاعت ہو وہ اطاعت کیا ہے اچھے کام کرنا۔ جب اطاعت
نہو سفارش ہو ہی نہین سکتی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ج وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا

ترجمہ جو شخص اچھی سفارش کرے اوسکے اجر مین سے اوسکو بھی حصہ ملے گا۔
اور جو بُری سفارش کرے اوس مین وہ بھی شریک ہوگا۔
پس شفاعت کب ہوسکتی ہے۔ اوسیوقت جبکہ بہت سے اُمور مین اطاعت ہو
بعض مین کمزوری سکے مادہ کی وجہ سے نہو۔ اور یہ بھی جز از اطاعت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا اور جسکا پلہ اعمال نیک کا بھاری ہو وہ نجات پائیگا جیسا
مذکور ہوا۔ پس اوسوقت جبکہ تھوڑی سی کسر رہ جاوے سفارش سے بخشش کراکے
زوال استحقاق عقوبت کراکے پلہ کو سفارش بھاری کرادیگی۔ یہ نہوگا کہ پلہ اعمال مین
صفر ہو اور محض سفارش سے کام چل جاوے۔ مثال اسکی دُنیا مین بھی موجود ہے
وہ طالبعلم جنہون نے امتحان مین بیشتر سوالات کے جوابات عمدہ دیئے ہین
بعض مین قلت وقت یا گھبراہٹ یا نافہمی سے قلیل غلطی کی ہے جو اونکو باعث
ناکامی کا ہوسکتی تھی وہ گریس مارکس Graee marns دیکر پاس
کردئے جاتے ہین۔ یہی حالت شفاعت کی ہوگی یہ بھی کسقدر بڑی مہربانی ہے
کیونکہ بعد محنت کے طالبعلم اس لایق ہوسکتا ہے کہ پاس ہو۔ اس مہربانی نکرنے
سے اوسکی قابلیت اور محنت دونون کا نامناسب خون ہوتا تھا اسی طرح سفارش
بڑی مہربانی ہے۔

پس ظاہر ہے کہ یہ خیال کرنا کہ سفارش کے بھروسہ پر اعمال نیک کے پلہ مین زمین وآسمان کا اونچ نیچ ہو تو بھی سفارش سے وزن پورا ہوگا غلطی ہے - وہان سفارش بھی نہو گی -

ازدیاد اجر حسنات (۵) حسنات مین یہ قاعدہ کہ حسنات مضاعف ہوجائینگے سیئات مضاعف نہونگے - اوسکی بابت اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفۡهَا وَیُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ○

ترجمہ - اللہ ذرہ بھر بھی ظلم نہین کرتا بلکہ کوئی نیکی ہو تو اوسکو دوچند کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب عطا فرما دیتا ہے - یہان بھی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حسنات ہونے چاہیئن - یہ نہین ہے کہ محض رحیم یا غفور ہونا اللہ تعالی کا بغیر حسنات کے کام آسکتا ہے - اللہ اکبر - کسقدر شان توابی و غفاری عظیم ہے کیا کیا طریقے عفو کے مقرر کئے ہین - اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالی اسنے لفظ اجر ارشاد فرمایا ہے اجر بڑہانا اور چھوٹے سے کام کی بڑی مزدوری دینا اور بات ہے اور معافی گناہ بغیر وجہ اور بات ہے -

کفارہ صغائر (۶) کبائر سے اجتناب کفارہ گناہان صغائر ہونا - اوسکی بابت اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَیۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ ○ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ ۟ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِیۡمًا ○ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِیۡهِ نَارًا ؕ وَكَانَ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ۝ اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝

ترجمہ مسلمانون ناحق ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کیا کرو ہان آپس کی رضامندی سے خرید فروخت ہو تو وہ ناروا نہین - اور اپنے ہاتھون اپنے پاؤن پر کلہاڑی نہ مارو اللہ تمہارے حال پر رحیم ہے اور جو زور و ظلم سے ایسا کریگا تو ہم اوسکو قیامت کے دن آگ مین جھونک دینگے اور یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے جن کامون سے تمکو منع کیا جاتا ہے اگر تم اونمین سے بڑے بڑے گناہون سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے قصور محو کر دین گے اور تمکو مقام عزت مین جگہ دینگے -

تنبیہ - یہان یاد رہے کہ معنی رحم کے جب نعمت ہون کسقدر چسپان ہین یعنی اللہ تعالیٰ تو تمکو نعمت دیتا ہے پھر تم پرایا مال ظلم سے کیون کھاؤ - یہ صورت عفو کی نسبت گناہانِ صغیرہ کے ہے - یہ یاد رکھنا چاہئے نہین کہ کچھ ہی کیون نکرین دوزخ کے لئے بہت سے نہین ہین -

کثرت ذنوب کابیان - اب گناہونکی کثرت بیان کیجاتی ہے - شمار اونکا مثل رحمت ہماری قدرت سے باہر ہے جسطرح صرف گناہانِ متعلق عباد کے لئے سلطنت نے تعزیرات ہند تصنیف کی ہے اور وہ بطور کلیات کے ہے شریعت نے بھی اسی طرح کلیات بیان کئے ہین - گناہانِ متعلق ذات

جناب ایزدی اونکے علاوہ ہین جسکا مختصر بیان کثرت یہ ہے کہ آنکھہ آدمی کی گنہگار ہے۔ کان آدمی کے گنہگار ہین۔ دل آدمی کا گنہگار ہے جو تمام اعضا ر سے کام لیتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا اسلئے یہ حالت ہوتی ہے کہ آنکھہ سے نظر بد کی اور گنہگار ہوا۔ کان کو برائی سننے کے لئے جیسے غیبت کھولا اور گنہگار ہوا۔ دل مین نیت پیدا ہوئی اور راستے سے پہرے اور گنہگار ہوئے۔ اوس نیت کے مطابق کام کیا اور گناہونکا ٹھکانا نہ رہا۔ ہاتھہ ہلایا گنہگار۔ پاؤن ہلایا گنہگار۔ چھو لیا گنہگار۔ چکھہ لیا گنہگار۔ سونگھہ لیا گنہگار۔ ابھی تو یہ۔ یہین تک ختم نہین ہوا۔ اسوقت کچہ بھی نہین کیا گنہگار ہوتا چلا جاتا ہے۔ کتاب ضلال کی تصنیف کی تھی۔ شراب خانہ بنایا تھا وقس علی ہذا حقوق جینے لئے تھے حقوق ادا نکئے تھے وقس علی ہذا الغرض کہانتک شمار کیا جاے استنے زیادہ ہین کہ اللہ تعالی نے اونکے لکھنے کے لئے دو فرشتے کاندہے پر بٹھلا دئے ہین۔

قلت حسنات کا بیان۔ **اب حسنات کی قلت بیان کیجاتی ہے۔** آجکل اونکی اسقدر قلت ہے کہ بیان بھی طوالت سے نہین ہو سکتا کیونکہ اطاعت احکام الٰہی کی جو حالت ہے محتاج بیان نہین۔ پس معدوم شئے کے لئے یہ کہدینا کافی ہے کہ نہین ہے۔ اب تک اونکا ظاہری ہونا اور قابل ترک معرض بحث مین ہے۔ تاہم جو لوگ پابندی کرنا چاہتے ہین وہ بیشتر شرایط پوری نہین کرتے مثلاً شرایط طہارت یا غصب سے اجتناب۔ اور جو اسکو بھی کرتے ہین وہ

تعمیل احکام اچھی طرح نہین کرتے۔ پس حسنات وہی رہ جاتے ہین کہ ہاتھہ
پانون کے زور سے کسی بندہ کے ساتھہ بہلائی کرو۔ یا وہ احکام بجالاؤ جنمین بسبب
اسلام کے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

گناہونکی سختی کا بیان

اب بیان کیا جاتا ہے کہ گناہومین سختی کیون ہے

اول گناہ اللہ تعالی کی نافرمانی کا وہ اسلئے سخت تر ہے (۱) کہ سخت قسم کی برائی ہے
کہ جسنے پیدا کیا (کوئی نوکر بہی نافرمانی کو نہین رکہتا اللہ تعالی کیسے نافرمانی کے لئے
پیدا کر سکتا ہے) اتنی نعمتین دین اور دیتا ہے اوسیکو ہم نہ جانین اور اوسی سے
پہرے رہین۔ (۲) اسلئے بہت ہی برا ہے کہ احکام عبادت بندون کی بہتری
کے لئے ہین بلکہ جملہ احکام۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ ایسے احکام کا نہ ماننا سخت تر نہین
اسکے بعد گناہان بنسبت عباد کے باقی رہے اونمین سختی اسلئے ہے کہ گناہ عباد
مین دو چیزین شامل ہوتی ہین۔ ایک گناہِ عبد۔ ایک گناہِ الٰہی۔ گناہِ عبد مین پہر
دو چیزین شامل ہوتی ہین۔ ایک ضرر نفس متضرر کا۔ دوسرے ضرر عامہ خلائق کا جیسے
جرائم سخت سے بدامنی کا پیدا ہونا۔ ہر گناہ بعد اسکے دو قسم پر منقسم ہوتا ہے اول وہ جنکو
بقا رہے۔ دوم وہ جنکو بقا نہین۔ بعد ازتکاب ختم ہوجاتے ہین۔ گناہ الٰہی کی بابتہ
وجوہ سختی کے بیان کئے گئے وہ سختی بیان اور زیادہ بڑہگی۔

(۱) اسلئے کہ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا کمال مہربانی سے نعمت وجود عنایت
کی اور تمام کام اوسکی تکمیل کے لئے اختیار فرمائے تو بندون کو ضرر پہونچانا اللہ تعالی

کی نافرمانی اور مخالفت عظیم ہوئی اور یہ بے ادبی اور گستاخی ہے - اللہ تعالیٰ کی نسبت بے ادبی وگستاخی کو نسبت مرتکب کے استحقاق خلود نار پیدا کرنا لازم ہے -

(۲) اسلیئے کہ سب احکام بندون کی بہتری کے لیئے ہین ایسے احکام کا نہ ماننا اور بہی سخت ہے -

(۳) یہ گناہ بغیر معاف کر دینے متضرر کے معاف نہین ہو تی علی الخصوص وہ گناہ جو بسبب ضرر عامہ خلائق کے عام ہو جاتے ہین اونہین معافی قریب ناممکن کے ہو سکتی ہے کیونکہ معافی جن جن سے طلب کیجائیگی وہ معلوم نہین -

(۴) جو گناہ بوجہ اضلال کے گمراہ نے کیئے ہین سب مضل کے ذمہ آجاتے ہین بیان یاد کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ یعنی جو ذرہ برابر اچھا کام کریگا اوسکا بدلہ پائیگا اور جو ذرہ برابر برا کام کریگا اوسکا بدلا پاویگا -

وجہ آسانی قواعد معافی

اب بیان کیا جاتا ہے کہ معافی مین آسانی کیون ہے - اول گناہ الٰہی چونکہ وہ نافرمانی ذات عبد کی اچھا بنانے کی تہی جب آدمی بعد اسلام توبہ واستغفار کرکے ایک حالت کا بن جاے جس سے زیادہ اچھا نہ بن سکتا ہو - توپہر اوسکو اتنی ضرورت سزا کی باقی نہین رہی - دوسرے گناہان متعلقہ عباد بندون کے لیئے بہی معافی اسی لیئے اچھی چیز ہے کہ وہ ایک بندہ کو سزا نہ ولواتا ہے جب کہ ضرورت انسداد کی باقی نہین رہی - دنیا مین جو معافی نہین

ہوئی اسی لئے ہے کہ ضرورت انسداد کی باقی ہے۔ جب یہ ضرورت باقی نہین
بندون کو بقدر ضرر نعمت دیکر معاف کر دینے کی طرف رغبت ولانا اللہ تعالیٰ کا احسان
ہوتا ہے اور بندون کے لئے تعمیل حکم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ (یعنی اللہ تعالےٰ
کے سے اخلاق اپنے بناؤ) اور احسان حسان کی بھلائی محتاج بیان نہین۔ استحسان اس
آسانی کا اس مثال سے بخوبی سمجھ مین آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ قاعدہ نہ بناتا تو
ایسی حالت ہوتی کہ کپڑا میلا یا نجس ہوگیا تو اوسکا ضائع کرنا چاہئے۔ یہ بہتر نہین۔
دہوکر پھر درست کرنا مناسب ہے۔ فرق یہ ہے کہ جو کپڑا زیادہ میلا ہوجاتا ہے وہ
ایسا نہین دہلتا جیسا کم میلا صاف ہوجاتا ہے۔ کفر کی وہ حالت ہے جیسے کہانا
سڑجاتا ہے اور اچھے مکان مین اوسے نہین لیجا سکتے۔ یا ایک زنگ چڑہ جاتا ہو
جو دہل نہین سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے باوجود اسکے کہ
گناہون مین طرح طرح کی سختی ہے قواعد عفو ایسے نرم بنائے ہین کہ بہت سے
گنہگار دوزخ سے نجات پاینگے۔ یہ نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ باوجود رحیم ہونیکے
بہت سے آدمیونکو دوزخ مین ڈالتا ہے حقیقت مین اللہ تعالیٰ ایمان کے
بعد بہانہ ڈہونڈہتا ہے کہ کسی طرح سے نعمت پہونچاؤون اسپر بہی اگر ہم کفر و کفران
نعمت کرین اور سمجھین کہ دوزخ مین بھیجا ئینگے۔ تو صرف یہی خیال باعث خلود نار ہونا چاہئے
یہ وہی خیال ہے جسکی بحث ہے اور اس سے بچنا ضرور ہے۔

بیان عدل

اب عدل کا بیان کیا جاتا ہے۔ بیان وسعت دائرہ رحمت

مین بیان ہوچکا ہے کہ تمام صفات الٰہی جو اسمار حسنے مین شامل ہین خاص خاص
صفات ہین۔ مگر بنا اور علت ہر ایک کی رحم ہے اور مختلف تدابیر رحم کے شمول
سے جو اونمین خصوصیت پیدا ہوئی ہے وہ وجہ خاص نامون یعنی جدا نامون کے
ہوجانے کی ہے۔ یہی حالت صفت غفران وعفو وقبول توبہ کی ہے۔ اونکی نسبت
زم قاعدے تجویز کرنا بسبب رحم کے تھا۔ اگر قواعد مذکور سخت ہوتے موانع عطائے
نعمت کے ہوجاتے۔ یہی حالت اصل سزا کی ہے جو ذریعہ اچھا بنانے کا ہے
اور وہ بھی بسبب رحم کے ہے۔ اگر قاعدہ نہوتا یہ مطلب فوت ہوتا۔ یہی حالت
صفت عدل کی ہے۔ کیونکہ ظلم مین وہ نعمت جھین لیجاتی ہے یا اوسمین خلل اندازی
کیجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دی تھی اوسکا واپس دلانا یا خلل دور کرنا یا بدلا دینا عدل
ہے اور وہ نسبت متضرر کے ایتار نعمت ہے۔ نسبت ظالم کے موانع ایتار
نعمت کا دور کرنا ہے۔ اور حقیقت مین دونون کے لئے عدل باعث رحم ہوتا
ہے یعنی دینا نعمت کا۔ چونکہ عدل مین دو پلہ کا برابر کرنا داخل ہے اور یہ ایک
تدبیر خاص ہے اور رحم مین شامل ہوگئی ہے۔ اسلئے وہ خاص صفت اور اوس
صفت کا جدا نام ہوگیا ہے یعنی عدل۔ اس سے ظاہر ہے کہ مخالفت عدل و
رحم مین بسبب معنی رحم و عدل کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتے تھے صحیح معنی کا دوسرا
بیان یہ ہے کہ رحمت نعمت دینا ہے۔ اور عدل بسبب رحمت کے دو پلون کا
برابر کردینا ہے جسمین ایک طرف متضرر ہوتا ہے اور دوسری طرف ضرر پہونچانیوالا۔

اور دونون کا فعل تو لکر مظلوم کو ظالم سے بدلا دلایا جاتا ہے پس مظلوم کے لئے وہ عود نعمت ہے یا ایصال راحت بعوض نعمت باندازہ فقدان نعمت۔ ظالم کے لئے رفع موانع ابتاے نعمت تاکہ بعد سزا وہ قابل ابتار نعمت دوسرے حسنات کی وجہ سے ہوسکی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رحم کی قسم عدل سے قسیم نہین ہے۔ عدل اور انصاف واسطے اہل اسلام و ایمان کے ہے کفار کے لئے صرف کفر خلود نار کا باعث ہے اوسکے لئے کسی تدبیر ابتار نعمت کی ضرورت نہین نہ اوسکو عدل سے تعلق ہے اسلئے کہ وہ تدبیر ابین دو شخصون کے ہے یہان سواے جناب باری تعالی و کافر کے تیسرا نہین ہے۔ آیہ مذکورہ بالا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ○

ترجمہ۔ پھر جنکا پلہ بھاری نکلے گا تو یہی لوگ بامراد ہین اور جنکا پلہ ہلکا نکلے گا تو یہی لوگ ہین جنہون نے خود اپنے آپ کو برباد کر لیا کہ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور آگ اونکے منہ جھلستی ہوگی اور وہ وہان بڑا منہ بناے پڑے ہونگے آیۃ کو پھر پڑہ لیجئے اور اوسکے عدل سے جو رحیم کا عدل ہے ہمیشہ ڈرتے رہیے۔

نتیجہ بیان بالا کا جب دونون دائرہ رحمت و مغفرت کی وسعت معلوم ہوگئی تو اب بطور تنبیہہ علی البدیہیات یہ بیان کرنا باقی ہے کہ عمل نیک کے لئے دنیا بنائی گئی اور مقصود اختیار و یکہ مراتب اعلی پر پہونچانا ہے اس مقصود کو فوت ہونے دینا چاہئے

دنیا مین جب آدمی ایک قسم کے درجہ کا ہو جاے تو وہ اوسی درجہ کا رہ سکتا ہے اور اختلاف مدارج بعد شمول غفران ورحم کے ہے۔ یعنی اللہ تعالی نے کوئی ذریعہ درجۂ اعلی پر پہونچانے کا اوٹھا نہین رکھا۔ اسپر بھی جو جہانتک پہونچے وہین تک رہیگا۔

درحسن صفت کوش کہ در روز جزا		حشر تو بصورت صفت خواہد بود	

اگر آجکل کے قانونی حضرات کے مذاق کے موافق گفتگو کیجاے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ خداوند عالم نے AD[illegible]fectvie Law یعنی ضابطہ یا قانون اضافی نہایت نرم بنایا ہے۔ مگر قانون اصلی Substantive سخت ہے اور دونون کی پابندی سختی سے کیجاتی ہے جو عین عدل ہے اور سب بوجہ رحم کے ہے۔

ذکر حیرت در جواب اصلی سوال کا

اب حیرت کی شرح کیجاتی ہے اور رفع حیرت کی کوشش کیجاتی ہے۔ اور وہی جواب سوال ہے۔

ضرور کارخانہ الٰہی اسقدر عظیم الشان ہے کہ جیسے ہم ہر کارخانہ عظیم الشان کو دیکھکر ہک دہک رہجاتے ہین سب سے زیادہ کارخانہ عالم کو دیکھنے سے متحیر ہونا چاہیے۔ لیکن جو لوگ صرف متحیر ہین سواے حیرت کے اور فائدہ نہین اوٹھاتے۔ جو لوگ حیرت کے بعد غور کرتے ہین فائدہ اوٹھاتے ہین۔ پس ہمکو یہان بھی حتی الامکان ایسا ہی کرنا چاہیے۔ پس جاننا چاہیے کہ جن لوگون نے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالی رحیم ہے وہ بہت سی مخلوق کو کیسے دوزخ مین جلائیگا۔ اور حیران ہو کر دائرہ رحمۃ

الہی کو جناب ملکہ معظمہ کی سلطنت سے بھی چھوٹا ہو جانا خیال فرمایا ہے - اونہون
نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو صرف زمین کے کرہ مین اور زمین کے کرہ مین سے
صرف زمین کے سطح مین - اور اوسمین سے بھی صرف آبادیون مین محدود کرلیا ہے
اور یہ خیال نہین کیا کہ مخلوق الٰہی - ہوا - پانی اور آگ مین بھی ہے اور سطح زمین وزیر
زمین و جنگل بھی اوسکی مخلوق سے خالی نہین - بھرے پڑے ہین - اور انسانون
کی تعداد اونکے مقابلہ مین ایسی ہے جیسے کرور مین صفر - اور بالکل ایسی سمجھ والون
کی حالت کی مثال صحیح وہ ہے جو ایک گوبر کے بھنگے کی ہے - سربھنگا جسے
گوبر کے ساتھ آدمی کہا جاے یہ خیال کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر رحیم ہوتا ہمارے
کرہ یعنی گوبر کو اور ایک گوبر کے سارے بھنگون کو آدمی کے منہ کی چکی مین نہ پیسا
اور سپٹیا کے دوزخ مین نہ جلاتا - اگر وہ جلاتا ہے یا رحیم نہین ہے - یا آدمی کا
پیٹ ہمارا دوزخ نہین ہے - یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس سے غفلت ہم قائل
ہے ہم کیا ہین - ایک کرہ کے مخلوق مین سے ایک قلیل جزو کرے اسقدر
ہین جنکا حصر نہین ہوسکتا - اور وہ بھی اونکا جنکا دیکھنا ممکن ہے - ورنہ جیسا بیان کیا
گیا نظام شمسی مین جیسا یہ نظام ہے ایسے بہت سے نظامات شامل ہین جو

Constilation Hercules

سب طرف

کے دورہ کر رہے ہین اور سب مین آبادی ثابت ہو چکی ہے - پس اگر آدمیون
مین سے زیادہ دوزخ کے لیے اپنے قصور کی وجہ سے ہون اوس سے

ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ ہم حد سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرین اور اپنے آپکو بے حقیقت جانین اور یہ جان لین کہ اگر ساری دنیا کے آدمی جہنمی ہون تو اوسکے رحم مین ذرا بھی بٹہ نہین لگتا اسلیئے کہ یہ ذریعہ رحم صحیح کے حصول کا ہے۔ یہ نہین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے قواعد توڑ ڈالنے کے منصوبے گہڑا کرین۔ اور وہ ذریعہ اپنے آتش دوزخ مین جلنے کا بنائین۔ حقیقت مین یہ خیال اسلیئے پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کی سمجھ بیشتر چھوٹی ہوتی ہے اور ایسے آدمی جلدی دہوکے مین آجاتے ہین نظامِ عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جلشانہٗ نے جب مادہ کو خلق فرمایا اوسمین یہ طریقہ قایم کیا کہ بہت سے مادہ مین سے ایک چیز تہوڑی سی نکلے جو باعتبارِ خوبی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہو۔ چنانچہ اعضار رئیسہ انسانی مقدار مین تہوڑے اور دیگر اعضار مقدار مین زیادہ ہین۔ انسان جو کہانا کہاتا ہے فضلہ مقدار مین زیادہ خون مقدار مین کم ہوتا ہے۔ معمولی پتہر زیادہ ہین لال کم ہین۔ تہوڑا سا عطر بہت سے پہولون سے نکلتا ہے وعلیٰ ہذا چنانچہ یہ ایسا اصول مسلمہ ہے کہ کسی کو مجال انکار نہین ہو سکتی۔ یہی طریقہ خلق و فضل کا ہے۔ جب انسان مادہ سے خلق ہو لازم ہے کہ اوسکے اصول خلق مین بھی یہی اصول مرعی ہو۔ چنانچہ یقیناً مرعی ہے ہم دیکھتے ہین کہ انبیار تہوڑے غیر انبیار بہت۔ بادشاہ تہوڑے غیر بادشاہ بہت۔ حکمار مثل ارسطا طالیس محدود غیر حکمار نامحدود ہین۔ اور اون سب مین وہی مناسبت ہے جو لعل کو پتہرون سے ہے۔ یہ تفاوت جس ضرورت سے ہے وہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر ایسا نہوتا دنیا

باقی نرہتی - پس اس اصول کے مطابق لازم آتا ہے کہ اعلیٰ مرتبہ والے ادنیٰ
مرتبہ والون سے تہوڑے ہون اسلیئے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو لوگ خدا پرستی
کرین اور جو لوگ نکرین جو لوگ اچہی کام کرین جو لوگ نکرین سب برابر ہو جائین - نہ اونکو جزا ملے
نہ اونکو سزا فرق اوٹہکر نظام عالم درہم برہم اور باطل ہو جاوے - جو اس سوال کے
صحیح ہونے کی صورت مین لازم آتا ہے - اعجاز کلام مجید - جسکی طرف بار بار مینے
اشارہ کیا - یہ ہے کہ اس سوال کا جواب بہی قرآن مجید مین موجود ہے - چنانچہ
خداوند عالم فرماتا ہے قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ
فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○
ترجمہ ان لوگونسے کہو کہ گندے اور ستہرے درجہ مین برابر نہین ہو سکتی
اگرچہ گندی چیز کی بہتات تمکو تعجب مین ڈالے تو اے عقلمند و خدا سے ڈرتے
رہو تاکہ تم فلاح پاؤ - یہ صاف جواب اس شبہہ کا ہے اور صاف ارشاد اوس چیز کا
جو باعث نفع و فلاح ہے اور عقلمندونکا کام اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے - یہ خیال
ہرگز عقلمندی نہین ہے کہ اللہ رحیم ہے بُرون کو بہی دوزخ مین اگر نہ ڈالے تو
وہ رحیم ہنوگا - ایسے لوگون کی حالت ایک بڑہیا کی حکایت کے مطابق ہے ذیل
مین نقل کیجاتی ہے - **حکایت** کسی گانون مین ایک بڑہیا رہتی تہی - ایک دفعہ
اوسکو اتفاق کسی شہر مین جانے کا پڑا وہان سڑک پر اوسنے دیکہا کہ صدہا چہکڑے
روئی سے لدے چلے جاتے ہین - بڑہیا چرخہ زنی کیا کرتی تہی اور دن بہر مین آدہ پاؤ

روئی کات لیتی تہی - اوسنے جو دیکہا کہ ہزارون من روئی دنیا مین ہوتی ہے تو اوسکا
دل دفعتہً اس تصور کے ساتہہ اولٹ گیا کہ اے اللہ اتنی بہت سی روئی کون کاتیگا
اور اس دل اولٹ جانے سے بڑہیا چپ ہوگئی اور مجنونہ معلوم ہونے لگی - ہرچند
اوسکی دوا کیجاتی تہی آرام نہوتا تہا ہر وقت چپ رہتی تہی نہ کہانے کا ہوش نہ پینے کا -
اتفاقاً اوسکے ورثا نے ایک طبیب حاذق سے رجوع کی طبیب موصوف
نے جب ابتدا اور وجہ جنون کی تفتیش کی تو ورثا بیان نہ کرسکے لیکن ایک شخص نے
بیان کیا کہ بڑی بی اچہی بہلی گہر سے شہر مین گئین تہین جسوقت سے جنون شروع
ہوا ہے اوسوقت بہت سے چہکڑے روئی کے لدے ہوئے سامنے سے
گذرتے تہے - اونکا مقابلہ اور بڑی بی کا جنون - یہ سنتے ہی طبیب کی سمجہہ مین
آگیا کہ جنون کی یہ وجہہ ہے - وہ طبیب بڑہیا کے مکان پر آیا اور سب لوگون کو علیحدہ
کرکے اچانچک بڑہیا کے سامنے گیا اور سلام کے بعد زور سے کہا کہ بڑی بی!
کچہہ تمنے سنا؟ بڑہیا تعجب سے دیکہنے لگی - تب طبیب نے کہا - اوس
روئی کے سب چہکڑون مین آگ لگ گئی اور وہ ساری روئی جل گئی - بڑہیا کو اسقدر
خوشی ہوئی کہ اوسنے تعجب سے پوچہا کہ بیٹا کیا سچ کہتے ہو حکیم جی نے اوسے
یقین دلایا اور مرض جاتا رہا - اگر اس بیان سے بہی تسکین خاطر ہنو تو جاننا چاہیے
کہ ایک ہی چیز عذاب کرتا ہے - ایک ایک چیز جنت مین بہیجتا ہے - ایک چیز دونون
ہی ورطون کے درمیان ہین ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جب تک حجت تمام نہین

کرتے عذاب نہین کرتے - پس ہمکو امر حق کا چھوڑنا نہ چاہیئے ہم حجت تمام ہوگئی
جن جن پر تمام نہین ہوئی ہے اونکا اختیار خداوند عالم کو ہے اونکی نسبت وہ خود
فیصلہ فرمائیگا کہ حجت تمام ہوئی یا نہین - ہم ہر معاملہ مین حجت تمام ہونے کا فیصلہ
کرنے کے قابل نہین ہین - امر حق ایک چیز ہے اوسکا عدم علم دوسری چیز ہے
ہمارا اعتقاد وہی ہے کہ کوئی شخص ناواقفِ قانونِ سزا سے قانون سے نہین بچتا
اور بچنا نہین چاہیئے حکام دنیا ناواقفون کو برائے نام سزا دیتے ہین - اگر اللہ تعالی
بھی نرمی کرے اور صرف سزائے محرومی نعمت دے کیا بعید ہے - اوسوقت بہت
سے آدمی دوزخ کے عذاب سے بچ جاوینگے - اور اب تو مشہور یہ بدعت دفع
ہوجانی چاہیئے - اور جب یہ دفع ہوے جان لیجیے کہ احکام و عمل اس سے
باطل نہین ہین - نیک عملون کو جنت ملیگی اور بدعملون کو سزا سے دوزخ ملیگی -

پانچوین غلطی اور اوسکا جواب

پانچوین غلطی

- اسباب کی غلطی کے بیان کی اب ضرورت
نہین ہے - نفس غلطی کی بابت اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کا ترک خلاف احکام الٰہی ہے - اللہ تعالی فرماتا ہے - اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ
الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
ترجمہ - توبہ کرنے والے عبادت گذار حمد کرنیوالے - سفر کرنیوالے - رکوع کرنیوالے سجدہ
کرنیوالے - نیک کام کی صلاح دینے والے - اور برے کام سے منع کرنیوالے - اور اللہ نے جو حدین باندہ دی ہین انکی

نگاہ رکھنے والے۔ اور ایسے مسلمان کو خوشخبریان سنا دو آجکل غل ہو رہا ہے
کہ ریفارمر قوم کے پیدا ہوئے ہین تعجب ہے کہ ایک بزرگ ایک آدمی کا ریفارم
بہی ہونا پسند نہین فرماتا جبکہ لوگ قوم کی خیر خواہی مین اپنے آپ کو فنا کئے ڈالتے
ہین ۔ نماز کی بابت جسقدر تاکید ہے اوسقدر اور چیزون مین کم تر ہے خداوند عالم
فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ۝
یعنی ویل کا عذاب اون نمازیون کے لئے ہوگا جو نماز مین سہل انگاری
کرتے ہین۔

ذکر پیدا ہونے اس سوال کا نداق شرع پر اور اوسکا جواب۔

بعد اس بیان کے ایک اور وجہ کا ذکر ضرور معلوم ہوتا ہے جوابتک
بیان نہین کی گئی تہی۔ پہلے سے بیان نہ کرنے کی وجہ یہ تہی کہ آجکل یہ شبہ (رحم
کے متعلق) اوس ذریعہ سے ہے جسکا بیان ہوا اوس وجہ سے نہین ہے
جو اب بیان کیجاتی ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ اسی قسم کا شبہ احادیث مرویہ کے
اعتبار سے بہی ہوتا ہے۔ لہذا اوسکا ذکر بہی مناسب ہے۔ بعض احادیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ جو یقین سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے وہ جنت مین جائیگا چنانچہ
مشکواۃ شریف مین لکہا ہے فقال اذهب بنعلي هاتين فمن لقيك من
وراء هذا الحائط يشهد ان لا اله الا الله مستيقنا بها قلبه فبشره بالجنة
یعنی جناب رسولخدا صلعم نے حضرت ابوہریرہ کو حکم دیا کہ نشانی کے لئے یہہ

جو نیاں لیجاو (تاکہ تصدیق اعتبار ہو) اور جو تمکو اس دیوار سے نکل کر ملے اور یقین
کے ساتھ تصدیق کرتا ہو کہ اللہ صرف ایک ہے پس اوسکو جنت کی بشارت دو ۔
دوسری روایت مین ہے ۔ عن عبادۃ ابن الصامت قال سمعت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یقول من شہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا
رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار رواہ مسلم یعنی جو خدا کے ایک ہونے اور جناب
رسول خدا کے رسول برحق ہونے کی تصدیق کرے اوسپر آتش دوزخ حرام ہے
وجہہ شبہ کی یہ ہے کہ جب اللہ تعالی صرف کلمہ طیبہ کے کہنے سے آتش
دوزخ حرام کردے یا کلمہ اور اقرار نبوت سے تو بہی مسلمانون کا کوئی فرقہ داخل دوزخ
نہین ہوسکتا اور ضرورت تارکین صوم وصلواۃ کے برا سمجھنے کی نہین نہ تہتر فرقون
مین سے ایک فرقہ کے ناجی سمجھنے کی ۔ اولاً واضح رہے کہ اس شبہہ کو شجرہ مبحوث
عنہ سے زیادہ تعلق نہین ہے اسلئے کہ یہ خوشخبری بعد اسلام کے ہے مسلمانونکی
تعداد غیر مسلمانون کے مقابلہ مین بالنسبت قلیل ہے پس یہ اعتراض تب بہی
رفع نہین ہوگا کہ اکثر بہت سے دوزخ کے لئے بنائے گئے خدا رحیم نہین ہے ۔
ثانیاً واضح رہے کہ معنی یہ ہین جو آدمی یقین قلب سے یہ کلمات طیبات کہے اوسوقت
جنت واجب اور آتش دوزخ حرام ہوجائیگی ۔ اسکے بعد جب عذاب کا کام کریگا
عذاب لازم ہوگا ۔ حرمت دوامی مراد نہین کیونکہ جو آدمی معتقد حدیث ہو لازم ہے کہ
وہ ۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کا مصداق نہو ۔ وَاَنْتُمْ سُکٰارٰے بہی پڑہنا چاہیے

یعنی اور احادیث کو دیکھنا ضرور ہے۔ چنانچہ مشکواۃ شریف مین حدیث متفق علیہ یہ بہی لکہی۔ قَالَ قَالَ رسول اللہ صلعم لا تزنی الزانی حین تزنے وھو مؤمن۔ ولا تسرق السارق حین تسرق وھو مؤمن ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن الخمرہ

یعنی جب مومن زنا و سرقہ و شرب خمر کرتا ہے ایمان سے نکلجاتا ہے۔ پس صاف معنی ہین کہ کلمہ طیبہ سے جو وجوب ہوا ساقط ہوجاتا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ وجوب بحالت افعال نیک باقی رہتا ہے۔

خود جناب رسول خدا نے فرمایا ہے چنانچہ صاحب ملل ونحل سے نے بطور جزم لکہا ہی کہ ستفترق امتی علی سبعین وثلث فرقا کلھم فی النار الا الواحد اور یہ اوس روایت سے موید ہے جو بعض اصحاب کے دوزخ مین جانے کے متعلق مشہور ہے۔ مین معاذ اللہ یہ نہین کہتا کہ وہ اصحاب اصحاب مقبول تہے جنہون نے ہمیشہ احکام خدا و رسولخدا صلعم پر عمل کیا لیکن یہ بتلاتا ہون کہ جب افعال بد صحابہ کو صحابیت سے نکالدین تو افعال بد اور اختیار مذاہب ضلال ضرور اسلام سے نکالدینگے۔ موید اس بیان کے وہ روایت ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام کے پیچہے پیچہے چند آدمی آتے تہے۔ آنجناب نے سوال کیا کہ کون ہو فرمایا کہ آپکے شیعہ۔ ارشاد ہوا کہ میرے شیعہ تو ایسے ہوتے ہین کہ خوف الٰہی سے روتے روتے آنکہون مین گڑہے پڑ گئے ہون۔ اور بدون دُبلے ہوگئے ہین۔ تم میرے

شیعہ نہین ہو۔ پس شیعہ ہو یا مومن سب کے لئے ضرور ہے کہ وہ اعمال نیک
کرے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی خاص کر قابل توجہ یہ امر ہے کہ
انسان لاکھون دفعہ اقرار توحید و نبوت کرتا ہے وہ حقیقت مین اقرار و تصدیق صحیح
نہین ہوتا کیونکہ مثلاً زبان پر جاری ہوا کہ ساری تعریفین اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کے لئے
ہین مگر دلمین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسنے شیطان کو پیدا کیا اور عجائب تکالیف مین
ڈالا تو یہ خاک کہنا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ دلمین تو یہ ہے کہ اللہ نے دوزخ
کو پیدا کیا وہ رحیم نہین ہے زبان سے کہے جاتے ہین کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
پس اگر صحیح طور سے اللہ کی تعریف کرو صحیح طور سے اوسے رحمٰن و رحیم جانو
تو وہ صحیح کہنا ہوگا اور وہی موثر ہو سکتا ہے۔ پھر گناہ نکروگے دوسری حالت کا نہ صحیح
کہنا ہے نہ اوسمین تاثیر ہے۔ بعضے لوگونکو جو پہلے زمانہ مین تھے یہ خیال ہوا
تھا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ ایسا بڑا رحیم ہے کہ اوسنے دوزخ کو پیدا ہی نہین کیا یا اگر کیا تو
رحیم نہین ہے۔ اسکے متعلق وہ حکایت نقل کیجاتی ہے جو اہل تصوف اور شیعون
مین بہت ہی مشہور ہے۔

یعنی ایک فقیر کامل نے درگاہ ایزدی مین عرض کیا کہ آپ اتنے بڑے رحیم پھر
دوزخ کو پیدا ہی کیون کیا۔ جب تک اسکی وجہ نہ معلوم ہوگی نہ کھاؤنگا نہ پیونگا۔ فقیر
اللہ تعالیٰ کا بہت پیارا تھا جب اوسکی حالت مرگ کے قریب پہونچی تو اوسوقت
جناب پیغمبر علیہ السلام کو جو اوسوقت تھے حکم ہوا کہ جاؤ ہمارا دوست ہمسے خفا ہے

اوسکو سمجھاؤ کہ ایسی صورتین بھی ہین جہان دوزخ کی سزا دینا لازم ہے - مگر فقیر کو کسی طرح تسکین نہ ہوئی اور خفگی باقی رہی اوسوقت ارشاد ہوا کہ اسکو معرکہ کربلا دکھلا دو - چنانچہ بذریعہ اعجاز معرکہ کربلا دکھلایا گیا - جسوقت فقیر نے دیکھا کہ ایک شخص پیاسا شش ماہہ بچہ گود مین لیے سوال آب کرتا ہے - دونون کی پیاس کے مارے وہ حالت ہے کہ دیکھی نہین جا سکتی - گرمی کی وہ حدت ہے کہ اوٹھائی نہین جا سکتی - اوسوقت کیا دیکھتا ہے کہ ایک بے رحم نے بچہ کے تیر مارا بچہ شہید ہو گیا باپ زخمی اور پانی نہ ملا - تھوڑی دیر کے بعد اوس بزرگ کو دیکھا کہ زمین پر پڑا ہے قاتل سینہ پر بیٹھا خنجر سے گلا کاٹنا چاہتا ہے - فقیر اوسوقت چلا اوٹھا اور روتے روتے غش کر گیا جب غش سے افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ جہنم ایسے لوگونکی سزا نہین ہے بلکہ اس جہنم مین اور سخت جہنم ہونا چاہیے جسمین ایسے لوگونکو سزا دیجائے -

---

دلائل ماولین نسبت ضرورت وسعت تاویل کے -

جب تاویلون کے صرف کا بیان ختم ہوا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ادن وجوہ غیر متعلق لفظ تاویل کا بیان کیا جاے جنکو ماولین زمانہ حال اصلی وجوہ اختیار تاویلات وسیعہ کے فرماتے ہین -

دلیل اول - ضرورت مقابلہ **دلیل اول** آجکل تمام دنیا سے مقابلہ Competition
ہے - اور روٹی پیدا کرنا تک اس ذریعہ مین منحصر ہو گیا ہے کہ انسان کمال پیدا
کرے اور دوسرون سے مقابلہ کرکے اپنے آپکو بہتر ثابت کرے - یہ مقابلہ ان
لوگون سے ہے جو ابتک علوم فلسفہ اور صنائع مین بڑی ترقی کر چکے ہین اسلئے ضرور
ہے کہ مسلمانون کو علوم فلسفہ اور صنائع سکھلائے جائین - علوم کا خاصہ یہ ہے
کہ دلمین ایسے جاگزین ہوتے ہین کہ جو چیز خلاف اصول علوم ہے قبول نہ کیجاے
بشیتر دین کے اصول علوم کے اصول سے خلاف ہین اسلئے علوم فلسفہ علوم دین
کو دلمین سے اوکھاڑ کر الگ پھینک دیتے ہین - جب بعد ترقی کے دین دلمین سے
جاتا رہا ہم مسلمان نرہے - ترقی تو می نہین ہوئی -

جواب کہ یہ ضرورت صحیح نہین ہے **جواب** اسکا یہ ہے کہ یہی تو وہ دہوکا ہے جسمین ابتدا
سے اہل اسلام گرفتار ہوئے اور اوسنے ترقی مٹا کر تنزل پیدا کیا - اس سے بچنا
ضرور ہے - میرے نزدیک اچھی طرح علوم دنیا پڑہانے کے بعد وہ ضرر نہین
ہو سکتا جسکا اندیشہ ہے - آپ خوب علوم پڑہا لیجیے اور مسلمانون کو سب قومون کے
مقابلہ کو لئے وقف کر دیجئے مگر اسلام سے نہ پوسلئے - اوسوقت ہمارے مسلمان ایسے
خراب نہونگے جیسے اور لوگ ہو گئے اور وہ نتیجہ نہو گا جس سے آپ ڈرتے ہین
ضرور بعض یا بہت سے عالم اور فلسفی ہو کر مسلمان نرہینگے لیکن جتنے رہینگے وہ مسلمان
رہینگے - اس تدبیر سے کوئی مسلمان نہین رہتا اگر اسلام بحالت خود ہو فلسفہ پڑہنے کے

بعد ضعف اعتقاد پیدا ہونے دیجیے جو شخص اونمین سے پہر اسلام کو دیکھیگا اور
توفیق الٰہی رفیق ہوگی تو اصل دین کی طرف آجائیگا۔ آپکی تدبیر سے جسطرف آئیگا وہ
طرف دین نہوگی۔ قطع نظر اسکے اب تو عالم نہین ہونے پاتے اور گمراہی شروع
ہوجاتی ہے یعنی اوسوقت صرف علمار فلسفہ مین بداعتقادی پیدا ہوگی ابتو یہ بلا اسقدر
عام ہوئی ہے کہ عالم نہین ہونے پاتے بگڑ پہلے جاتے ہین حقیقت مین اسلام
دنیا سے اوٹھتا جاتا ہے جو مخالف آپکی اغراض کے ہے جس مثال کی پیروی
آپکو مقصود ہے اونکی حالت پر تہوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ عیسائیونکا اصل
اصول مذہب تثلیث ہے اونکی حالت دیکھئے باوجودیکہ تثلیث خلاف عقل ہے
اور اونکے علمار دراصل اس مسئلہ کو نہین مانتے تاہم قومیت باقی ہے۔ اسلام مین
اصل اصول توحید ہے پس ہمارے علمار سے بعد فلسفی ہونے کے قومیت کیونکر
جاسکتی ہے۔ فرمائیے کہ مذہب مین مداخلت بالکل بیفائدہ ہے یا نہین ہمنے
دیکھا ہے کہ بعد تکمیل علوم مروجہ اور مسلمان رہتے کے جن لوگون نے تاویلون
کے دیکھنے کی طرف رجوع کیا اون سے کوئی اچھا اثر نہوا۔ بعد اس تجربہ کے بھی
اگر آپ اپنی غلطی کے قابل نہون تو اسکا علاج نہین۔

دلیل دوم۔ بغیر وسیع تاویلون کے کام نہین چل سکتا۔

دلیل دوم کہ پہلے جو تطبیق فلسفہ اور اسلام مین کیجاتی تھی وہ چل سکتی تھی۔ دلائل فلسفہ کو مسلمان توڑ سکتے تھے
اسلیئے کہ فلسفہ سابق محض خیال تھا۔ علاوہ اسکے اوسکا ایسا اثر جب اسلام دلمین

مضبوط ہو اور وہ اسباب سلطنت سے اور دیگر وجوہ سے مضبوط تہا) نہین ہوسکتا تہا بر خلاف اسکے اب فلسفہ اور تمدن کے اصول خلاف اسلام کے ایسے زور سے بعض بذریعہ مشاہدات اور بعض بذریعہ بیانات واضح وکملائے جاتے ہین اور اثر کرتے ہین کہ اون سے انکار نہین ہوسکتا۔ کچھہ تدبیر نہین بن پڑتی۔ دوسرے اسباب دلمین مضبوطی اسلام کے باقی نہین رہے تو اب سوا اسکے جو ہمنے طریقہ اختیار کیا ہے کچھہ ہو ہی نہین سکتا۔

جواب کہ یہ تسلیم اعتراضات ہے۔ **جواب** اسکا یہ ہے کہ یہ دلیل اسلئے غلط ہے کہ معنی یہ ہین کہ ہمنے تسلیم کرلیا کہ اسلام غلط ہے۔ اگر ایسا ہے آپ چہوڑ دیجئے۔ اور تاویلین کرکے بیفائدہ کوشش اور تضیع اوقات نفرمایئے۔ اسلام غلط نہین ہے۔ اسلئے کہ بتلایا گیا کہ اسلام کے بیانات کی حقیقت اب ہی بذریعہ تکمیل فلسفہ ہوتی ہے۔ آپ اگر مسلمان ہین ڈہونڈیے اور سچے اسلام پر باقی رہکر تلاش فرمائے۔ واضح بیان کرنا سیکہئے اور کوشش کیجیے کہ جو غلطیان دوسرون کے اصول ہین ہین صاف بتلائی جاسکین۔ اپنے اصول کی خوبیان ظاہر ہوسکین۔ آپ نے کیون ہارمانی خدا مددگار ہے۔ آپ اہل فلسفہ کو دیکہئے کہ جب کسی امر کی وجہ سمجھہ مین نہین آتی اسمین غور کرتے ہین اور تدبیرون مین جب ناکامی ہوتی ہے غلطیون کے ڈہونڈ نکالنے مین کوشش کرتے ہین۔ آپ ہی کوشش کیجئے۔ آپ نے کوشش چہوڑ دی اونکے پیچہے ہولئے سو یہ امر کم ہمتی ہے اور کچھہ نہین۔ دین نے جو باتین

بتلائی ہین یعنی متعلق قدرت اور وجود فرشتون کے اور روح اور دیگر چیزون
کے آپ اونکی تحقیقات مین مثل انگریزون کے ہی متوجہ ہوجئے۔ مسمرزیم انہون نے
نکالا اور روح کی بابت دریافت مین اون ذریعون سے جو علاوہ فلسفہ کے ہین مثل
کرنیل الکاٹ کے متوجہ ہین۔ سحر کی تحقیقات ہورہی ہے۔ آپ نے تو اون چیزون
کو جھوٹ مان لیا اور متوجہ ہی نہین ہوتے۔ آثار قدرت اس زور سے معلوم ہورہے
ہین جیسا مینے بیان کیا اونکی بابت آپ بالکل غفلت کرتے ہین۔ اگر یہ علوم رائج
ہون اور مشاہدات عام ہون تو دلائل فلسفہ سے یہ زور جاتا رہیگا۔ بجاے اسکے کہ
آپ اسلام کے بدلنے مین کوشش کرین اصول اسلام کے ثبوت مین کوشش
فرمائیے وہ کوشش زیادہ نفع دیگی۔ میری راے مین جو کچھہ اسوقت تک
خرابی ہوئی ہے وہ اسی لئے ہوئی ہے کہ کوشش غلط کیجاتی ہے۔

اصول اسلام کا سب سے بہتر ہونا۔

میری عقل مین اصول اسلام سب سے بہتر اصول ہین۔ اصول
تمدن ہمارے اصول سے کسی دوسرے کے ہرگز بہتر
نہین ہین۔ جسکا بیان علیحدہ تصنیف مین ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک
آدہ بات عرض کرتا ہون۔ شریعت نے سود کو منع کیا ہے۔ شراب خواری کو منع
کیا ہے۔ زنا کو منع کیا ہے۔ تعدد ازواج کو جائز رکہا ہے۔ مسائل وراثت
خاص طور سے بنائے ہین۔ اونکی بہلائی اور برائیون پر تفصیلی نظر ڈالنے سے معلوم
ہوگا کہ بہلائی اصول اسلام مین زیادہ ہے۔

ہے۔ واضح رہے کہ مقصود قوانین پر اعتراض نہین ہے اصول عامہ پر ہے جو
بنار قوانین قومی ہین۔ یا اصول کے پیدا ہونے پر۔

اصول کا اسلام نسبت سود کے بہتر ہونا۔

(۱) سود کو شریعت نے منع فرمایا ہے اصل برائی سود کی یہ ہے کہ قرضہ لینا اسکے ذریعہ سے آسان ہوگیا ہے۔ اس آسانی سے فضول خرچی کی عادت پیدا ہوئی اور اُس سے محنت اور انتظام مصارف و خرچ جاتا رہا۔ اگر سود ناجائز قرار دیا ہے تجارت روپیہ کی بند ہوجائیگی اور قرضہ صرف ضرورت سخت مین لینا دینا محدود ہوجائیگا۔ اور یہ خرابیان نہونگین جو شخص خدا پرستی سکھلائے اور محنت سے وجہ معاش پیدا کرنا ایسی بے محنت معاش کو جائز نہین رکھ سکتا۔ قرضہ لیکر ضرور آدمی بڑے کام کرسکتا ہے مگر وہ قرضہ مین منحصر نہین ہین۔ اب اس طریقے کو نکال کر دیکھئے اوس سے بہت زیادہ بہتر کام ہوسکتا ہے۔ مثلاً سود نہوتا تو بڑے کامون کے لئے جب ضرورت ہوتی حصہ دار منافع کے ہوتے اوس سے وہی کام چلتا۔ چنانچہ اب حصہ دار ہوتے ہین حقیقت مین سود نے ایک ایسی قوم کو مالدار کردیا ہے جنکے پاس روپیہ بے وجہ جمع ہے یہ امر کہ روپیہ کے حمل و نقل و حفاظت مین خرچ ہوتا ہے وہ مصارف اور قرضہ واپس دینے کے مصارف بغیر سود کے نہین نکل سکتے غلط دلیل ہے اسلئے کہ ایسی صورتین بعد غلط رواج سود کے پیدا ہوئی ہین۔

اصول اسلام کا نسبت شراب خواری کے بہتر ہونا۔

(۲) شراب خواری کی برائیان اوس نظر سے

دیکھئے جو شارع علیہ السلام کی ہے۔ یعنی انسان سے مادۂ تکبر اور غفلت دور ہو۔ یاد الٰہی مین مصروف ہو اپنے بس مین رہے جسکی نظر مین یہ اصول ہون ممکن نہین کہ شراب خواری کو جائز رکھے۔

اصول اسلام کا نسبت زنا کے بہتر ہونا۔

(۳) زنا اسقدر برا ہے کہ ہر مذہب و ملت و سوسائٹی و تمدن سب کے اصول کے مطابق برا جانا جاتا ہے۔ اتفاق ہے کہ وہ برا ہے۔ مگر دیکھئے کہ زنا کے انسداد کامل کی تدابیر شریعت کے سوا کسی اور نے بھی کی ہین۔

اصول اسلام کا نسبت تعداد ازدواج کے بہتر ہونا۔

(۴) تعداد ازدواج کے متعلق بھی ایک بڑا اعتراض ہے اور دلیل یہ بیان کیجاتی ہے کہ منا کحت ایک طریقہ ہے جسمین غرض صرف اولاد پیدا کرنا ہی نہین ہوتی بلکہ دنیا مین ایک ساتھی اختیار کیا جاتا ہے جو دوسرے کے مال کو اپنا سمجھے اور اسلئے ہر طرح کی خوبیون اور راحت کا باعث ہو۔ تعدد مین یہ فائدہ نہین نکل سکتا۔ یہ اعتراض اسلئے غلط ہے کہ شارع علیہ السلام نائب خدا تھے خدا کا کام خلق کرنیکا ہے پس اوسکے نبی نے اس تعدد کے ذریعہ سے زیادتی خلق ہونے کی منظور نظر رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے

تناکحوا وتناسلوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیٰمۃ ولو بالسقط

یعنی نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ مین تمہاری کثرت سے روز قیامت اور امتون پر فخر کرونگا اور اگر حمل بھی گر گیا ہوگا تو اوسکو شمار مین لے لونگا پس دیکھئے کہ نظر آگی اور

شریعت کی مخالف ہے۔ اب اسبابت پر خیال فرمائے کہ اور قومون نے اس بابت
کیا کیا ہے اور اسلام نے کیا کیا۔ بعض قومون مین طلاق ناجائز ہے بعض قومون
مین ایسے دقت سے ہوتا ہے کہ قریب ناممکن کے ہوجاتا ہے۔ بعض قومون
مین نکاح ثانی عورات کا ناجائز ہے۔ ان سبکو ملاکر اول ان قومونکو لیجئے جو سرد
ملک کی رہنے والی ہین اونکی بھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ انسان کو طبیعت مجبور کرتی
ہے Nature must its course
یعنی طبیعی ضرورتین ضرور برآتی ہین۔ فیصدی ۹۰ غالبًا مجبور ہوجاتے ہین۔ پھر
ان ملکون کو لیجئے جن مین حرارت ہے اور حرارت کے ساتھ قوت بڑے زور کی
ہے اوسکے ساتھ اسبابت پر خیال فرمائیے کہ عورتون کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ
ہر مہینہ مین پانچ سات روز بیکار ہوتی ہین رو تین برس مین کئی کئی مہینہ بیکار رہتی
ہین یعنی ایام حمل مین۔ گرم ملک کے اقوپار کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ ایک رات
بھی بغیر عورت کے صبر نہین کر سکتے۔ پس ایسا سخت قاعدہ عام مقرر کرنا جو ہر ملک
والون کے لئے مناسب نہو ایسا سخت ہے یا نہین کہ جسکی پابندی نہین ہوسکتی
اب ملاحظہ فرمائے کہ اسلام نے کیا کام کیا۔ ان ضرورتون پر نظر کرکے اتحاد ازدواج
کو جائز رکھا اور طلاق کو آسان کیا۔ نکاح ثانی کو عورات کے جائز رکھا اور جو برائی تمدن
کے متعلق ہوتی تھی اوسمین عدالت کی قید لگائی تاکہ وہی لوگ نکاح کرسکین جن مین ایسی
صورت ہو کہ برائیان پیدا نہون۔ پھر دیکھئے اور جان لیجئے کہ جو شریعت کا اصول ہے

سب سے بہتر ہے۔ عورتون کو اسقدر قوت جتنی اب دیگئی ہے صحیح نہین اسلئے کہ
خلاف اوس بناوٹ کے ہے جسپر قدرت نے بنایا ہے کہ اسی کی غفلت سے
اعتراض تعدد ازدواج ولیعن مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ وہ قواعد جو اسوقت مقرر کئے
گئے ہین اس اصول کے مان لینے کے بعد ہوسکتے ہین کہ اصل زنا زیادہ بڑی
چیز نہین ہے جو شخص اصل زنا کو زیادہ برا سمجھے (جو فی الواقع برا ہے) ایسے قواعد
جو سوائے اسلام کے ہین مقرر نہین کرسکتا۔

اصول اسلام کا نسبت مسئلہ وراثت کے بہتر ہونا۔

(۵) مسئلہ تقسیم وراثت پر جو اعتراض ہے وہ یہ ہے
کہ تقسیم کے ذریعہ سے دولت ایک جگہ نہین رہتی اور ملک
کا انتظام خراب ہوتا ہے اسمین یہ غلطی ہے کہ ولادت کے ذریعہ سے جب اولاد
پیدا ہوا اور پرورش اونکی پیدا کرنے والے پر لازم ہو تو کوئی وجہ نہین کہ ایام حیات مورث
مین پرورش لازم ہو بعد وفات لازم نہ کیجاے۔ یہ طریقہ حقداروں کے
محروم کرنیکا اس خیال محض سے ہے کہ دولت ایک جگہ جمع رہے۔ یہ غریبون کو
حق مین کیون جائز و برائی کا سامان ہو۔ یہ قاعدہ چند آدمیون کے لئے ہوسکتا ہے
عام کے لئے بہتر نہین۔ کیونکہ مسلم ہے کہ شروع زندگی کا اچھی حالت سے
دوسرا سامان پیدا کرتا ہے۔ قاعدہ بہت سے لوگون کے لئے ہوتا ہے۔ ملاحظہ
کیجئے کہ یہان قاعدہ بنانے کے اصول سے کتنی بڑی غفلت ہوئی ہے۔ اوس
اصول سے جو نتیجہ ہوا وہ یہ ہے کہ سلطنت جمہوری ہوگی یعنی امرا کا دخل زور سے

ہوتے ہوتے وہ لوگ داخل سلطنت ہوگئے۔ یہ طریقہ اسلئے اچھا معلوم ہوتا ہو
کہ دنیا کے بادشاہون کے ذریعہ سے جو ظلم شخصی سلطنت مین ہوتا تھا جاتا رہا لیکن
اب اصول دین کو دیکھیے جب خمس و زکوٰۃ واجب ہو اور دنیا کو خدا پرستی سکھلائی
جاے اور سود منع ہو تو ضرورت دولت اور روپے کے مجتمع ہونے کی باقی نہین رہتی
جو لوگ زیادہ خدا پرست اور سمجھہ دار ہون وہ داخل شوری ہونگے چنانچہ شوری کا حکم
شریعت مین سخت زور کا موجود ہے خود اسلام نے ایک طرح سے سلطنت کو مثل
جمہوری قرار دیا ہے۔ خدا پرستی کے ساتھہ انتظام اوس سے بدرجہا بہتر ہوسکتا ہے
اور اگر کیا جاے ہوگا۔ بہت سے آدمی بلا محنت کے کھانے والے جمع ہی نہین
ہوسکتے۔ اگر ہون یاد الٰہی کرین اور مضر خلق ثابت نہون۔ اصل امر یہ ہے کہ مضبوطی
جو ملک کے انتظام کی سلطنت جمہوری سے ہوتی ہے اوسکی بھلائی ہمکو اسلئے نظر
آتی ہے کہ اصل اصول سے غفلت ہوئی ہے۔ دنیا مین جب اسلام پھیلانا مقصود
ہو اور ہر جگہہ اسلام کی سلطنت ہوجاے تو سلطنت واحد خود بخود مضبوط ہوگی کیونکہ
دوسرا مقابل نہوگا اور یہ ضرورت ہی مضبوطی کی باقی نہ رہیگی۔ اب دیکھئے کہ یہ اعتراض
نسبت طریقہ تقسیم وراثت کے اسلئے پیدا ہوا ہے کہ آپکی نظر مین یہ بات ہے کہ
سلطنتین مختلف ہون اور ہر سلطنت اپنی اپنی جدا سلطنت کی مضبوطی کے قواعد
بناے۔ سلطنت اسلام کو اسکی ضرورت نہین پس اوس غلطی کو جو اولاد کے عدم
مساوات سے ہوتی ہے کیونکر جائز رکھا جاتا اور اسی لئے سود کو کیون جائز رکھا جاتا

ایسے طریقیون سے اس صورت مین دولت کی ترقی کی ضرورت ہے اسلام کو نہین ہے۔ اصل یہ ہے کہ خیالات تاویل و تطبیق اکثر اون لوگون مین جاری ہین جنکو پوری واقفیت نہ اپنے دین سے ہے نہ فلسفہ اور صنایع سے جب وہ لوگ حکمت اور فلسفہ کو بطور سیر اور تماشے کے دیکھتے ہین پوری ماہیت تو اوس کے سمجھنے کی اور ترقی کرنے یعنی غلطی نکالنے کی ہوتی نہین حیران ہوکر فلسفہ کو صحیح اور اسلام کو غلط جان لیتے ہین۔ چونکہ آبائی طریقہ سے موانست ہے یعنی اسلام سے اسواسطے باوجود غلط مان لینے کے اوسکو صحیح کرنا چاہتے ہین۔ اصول کی بات ہے کہ جو کوشش غلط طریقہ سے ہو کبھی ثمرہ اوسکا نیک نہین ہو سکتا۔

تیسری دلیل۔ علم جب ذریعہ شناخت ماہیت نہو تو اور کیا دلیل ہوگی۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ علم اور سائنس science ذریعہ شناخت ماہیت اشیاء کا ہین۔ اگر وہ کسی چیز کے ثبوت مین سے اوٹھا دیے جائین تو وہ ذریعہ ہی باقی نہین رہتا پھر کام کیسے چل سکتا ہے۔

جواب کہ ہم علم کے منکر نہین ہین۔

جواب۔ اسکا ضمنًا دیا گیا ہے مگر مستقلًا بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے گو تکرار ہو۔ جواب اوسکا یہ ہے کہ سائنس چند قواعد ہین جنسے ماہیت اشیاء پہچانی جاتی ہے اور عمل کے طریقے منضبط ہوئے ہین۔ یہ سب متعلق اون اشیاء کے ہین جو بذریعہ حواس قابلیت ادراک کی رکھتے ہین۔ پس ابتک سائنس محسوسات مین محدود ہین۔ جن جن

چیزون کا مجرد وجود عقلاً ثابت ہے گر ماہیت کی نوعیت معلوم نہین وہ حیطہ علوم (سائنس) سے باہر ہین۔ پس اونتے علوم محدود (سائنس) کو متعلق کرنا سخت غلط ہے اور اسی طرح یہ کہنا کہ بغیر سائنس کے کام نہین چلیگا سخت غلط ہے کیونکہ ہم سائنس کا انکار نہین کرتے یہ کہتے ہین کہ ہم آپ علوم دین اور قدرت آلہی جسطرح عمل کرتی ہے اوسکے سائنس سے واقف نہین ہین۔ آپ پہلے اونکے سائنس سے واقفیت اور ذرایع واقفیت حاصل فرمائے تب ایسے اعتراض فرمائے۔ جب مجرد وجود ثابت ہوا اور آثار وجود ظاہر ہون مگر ہمارے سائنس کے احاطہ سے باہر ہون اوسوقت صاف معلوم ہوگا کہ جو چیزین ہماری عقل باکمال مین نہین آتین اونمین اوس حکمت سے جو ہماری سمجھ مین آنے کے قابل ہے بہت زیادہ بزرگ حکمت موجود ہے۔ پس معترضین کی مثال ایسی ہے کہ چھوٹی کنجی سے بڑا قفل کھولنے کا قصد کرتے ہین مناسب ہے کہ بعض وہ کرشمے قدرت کے بیان کئے جائین جہان اسوقت تک کے ترقی شدہ علوم کے اصول درماندہ ہین۔

پہلی مثال غلبہ قدرت آلہی کی لڑائیون کی حالت سے۔

پہلی مثال لڑائیون کی حالت ہے۔ آپ لڑائیون مین اس بات پر غور فرمائیے کہ گولیان ہمیشہ سامنے سے آتی ہین۔ طریقہ معینہ کے مطابق چاہیے کہ جو سب سے آگے مقابل گولی کے ہو وہ مرجاے یا زخمی ہوکر گر پڑے۔ فوج کے لڑانے والے ہمیشہ آگے رہتے ہین۔ مگر ہمیشہ آگے کے آدمی مارے نہین جاتے۔ آگے والے زندہ رہتے اور پیچھے والے

مرتے ہین - ایک سپاہی نے مجھسے تصدیق کیا کہ ٹہیک آگے والا کہڑا رہا اور بغیر فاصلہ کے ٹہیک پیچھے والا مرگیا - بڑے بڑے سردار جو آگے رہتے اور لڑتے ہین - اونمین سے ایک بونا پارٹ ہے - وہ کبہی مارا نہ گیا - اس سے ظاہر ہے کہ خدا کی قدرت باوجود ایسے قواعد کے غالب ہے - اور اوسکے سائنس زیادہ باریک اور نازک ہین جو ہماری فہم مین آسنے کے قابل نہین -

دوسری مثال علیہ قدرت الہی کہ حالات جناب ملکہ معظمہ سے -

دوسری مثال آجکل کے حالات ہین اونکو بغور ملاحظہ فرمائیے جب یہ رسالہ مینے لکہا وہ زمانہ آگیا تہا جب جناب ملکہ معظمہ کی شصت سالہ جوبلی ہوئی اوسکی تاریخ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء مقرر ہوئی زمانہ بارش کا تہا اور بارش شروع ہوگئی تہی چنانچہ لوگون سے جابجا مبارکباد کے جلسون کی تیاریان کین اوسمین روشنی کے لئے کاغذی محرابین قندیلین تیار کین خیمے نصب کیے اونمین جہاڑ فانوس ٹانگے - موسم کے سبب بادل آئے ہوا چلی - مگر پانی ایسا کہ نقصان پہونچا سے نہ برسا نہ ایسی ہوا چلی - جب وہ وقت آیا کہ رسم مبارکباد ادا کیجاسے لوگ جمع ہوئے اقبال جناب ملکہ معظمہ کا ذکر ہوا تو روڑ کی مین وہان کے حاکم نے بیان کیا کہ ملک انگلستان مین پانی ہمیشہ برستا ہے اور اس موسم مین کوئی دن ہوگا جو پانی برسنے سے خالی رہتا ہو مگر جب جناب ملکہ معظمہ کے متعلق جلسے ہوتے ہین مثل سالگرہ وغیرہ کے ہرگز پانی نہین برستا یا خلل انتظام اور اوسکے سامان مین واقع نہین ہوتا چنانچہ اسیوجہ سے Queens Weather

ایک مثل ہو گئی ہے یعنی ملکہ معظمہ کا موسم ایسا ہی یہان بھی ہوا لوگ اوسوقت صرف
خوش ہوئے لیکن راقم حروف کا ایمان تازہ ہوا مین ہمیشہ اس بات پر غور کیا کرتا تھا
کہ جس کام مین نام ملکہ معظمہ کا آجاوے وہ ہمیشہ ایسی طرح پورا ہوتا ہے جنمین اون اسباب
کو بھی دخل تام ہو جو ہماری قدرت سے باہر ہین مثلاً جب بندوبست ہوتا تھا ہمیشہ
فصلین غیر معمولی طرح پر جہان سے مینے دیکھا اچھی ہوتی تھین اور جمع بڑہانے کے ایسے
دلائل ملتے تھے کہ اوٹھ نہ سکین ۔ بعد ختم بندوبست وہ صورت فصلون کی نہین ہوتی
تھی مین سمجھا کرتا تھا کہ خداوند عالم موجود ہے جسنے اس سلطنت کو اقبال اور مضبوطی دے
رکھی ہے ۔ یہان خیال فرمائے کہ ہمیشہ ہمیشہ ایسا اتفاق ہونا کیسے اتفاق کہا جا سکتا
ہے کہ موسم کا نام خاص ہو جاوے ۔ موسم جناب ملکہ معظمہ کے ہاتھ مین نہین ہے ۔
آپ غور فرمائے اور قائل ہو جیئے کہ اسباب کے بغیر کچھ نہین ہوتا مگر اسباب
جمع کرنا بلا اسباب کے ایک قادر مطلق کے ہاتھ مین ہے جسنے بادشاہونکو ذریعہ
انتظام گردانا ہے ۔ اور وہ قادر مطلق موجود ہے فلسفی کی عقل کچھ نہین ۔ سوچتے
سوچتے وہ احمق ہو گیا ہے اور محض بیخبر ہے ۔ اوسکا سائنس پر پھولنا حماقت ہے
قدرت کے عمل کا سائنس اوسے معلوم نہین ۔

تیسری مثال ۔ سحر کی نوعیت سے

تیسری مثال سحر ہے اور وجود ذرایع سحر کا ۔ اگر کوئی
غور کرے اور تحقیقات کرے تو اوسکو ماننا پڑے گا اسلئے کہ مینے خود دیکھا کہ سحر
ہوا ۔ اور وہ قصہ یہ ہے کہ مقام سوڑا ئی پور ضلع جہانسی مین جب مئو کا سب ڈویزن

میرے چارج مین تہا ایک اطلاع ہوئی کہ ایک آدمی قوم نونیان کو سحر سے اسطرح مارڈالا کہ ایک کاچھی مسحور تہا دوسرے ساحرون نے بتلایا کہ جب تک اون خباث کو جو اس کاچھی پہ متعین ہین جان نہ ملیگی کاچھی کی جان نہ بچے گی چنانچہ دہوکہ سے یہ نونیان بلایا گیا اور ساحرون سے نہ جانے کیا اور اپنے اعمال کئے تین چار گھنٹہ مین یہ نونیان مرگیا او سوقت سے کاچھی کو صحت شروع ہوگئی۔ اوسکی نعش سینے چروائی اور یہ دیکھا کہ تمام اعضاء نعش خون سے بہرے ہوئے ہین۔ دل۔ دماغ گردہ۔ معدہ۔ طحال۔ مثانہ۔ تمام اجزا نعش کے اور ہر عضو و رگ کو محنت سے دیکھا۔ تو کوئی رگ پہٹی ہوئی نہ تہی مگر خون پیٹ مین لبالب بہرا ہوا تہا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ سبب موت کا خون کا اجتماع ان اعضاء مین ہے مگر یہ امر کہ خون کہانسے اور کیونکر آیا دریافت نہین ہوا۔ معدہ کی آلایش ممتحن کیمیا کے یہان بہیجی اونہون نے لکہا کہ زہر نہین ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور مجسٹریٹ صاحب ضلع چپ رہے کہ وجہ نہین معلوم ہوئی۔ کچھہ ہوگی۔ او سوقت مجہے یہ خیال ہوا کہ انسان جب ایک بات دلمین ٹھہرالیتا ہے پہر دوسرے کی نہین سنتا گو کیسی ہی مضبوط ہو۔ یہ مثال موجودہ قواعد سائنس کے ٹوٹنے کی بڑی مثال ہے۔ اور اسبات کی کہ بہت سے سائنس ہین جہانتک رسائی نہین ہوئی۔

چوتہی مثال۔ سواریون کے تابعدار کرنے سے	**چوتہی مثال** سواریون کے تابع فرمانے کی ہے۔ خداوند عالم نے جہان اپنی قدرتون کو بیان فرمایا ہے ہر جگہہ ارشاد فرمایا

سے ہے کہ ہمنے یہ کیا یہ کیا۔ مثلاً رات دن پیدا کئے چاند سورج پیدا کئے۔ پانی برسایا
مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ اور ہمنے جانور بنائے اونکو تمہارے تابع کیا۔ آپ غور فرمائے
کہ سواریون کے تابع ہونیکے اسباب ہین یعنی گھوڑیکو جنگل سے پکڑلائے جیسے
آسٹریلیا مین پکڑے جاتے ہین اور اونکو مانوس کیجئے۔ پہلے دیکھئے کہ اوس
خالق نے جسنے گھوڑا خلق کیا اگر اس جانور مین اُنس کا مادہ پیدا نکرتا پیدا نہوتا۔ پہر جب
وہ مانوس ہوا آپکو بذریعہ عقل سوجھا یا گیا کہ اسکے منہ مین ایسا مادہ ہے کہ وہان کوئی سخت
چیز ڈالنے سے تمہارا تابع ہو کر حکم مانیگا۔ یہ سمجھہ آپکو کسنے دی۔ کیونکہ ہاتھی کا منہ بہی نرم
ہی مگر اوسمین یہ مادہ نہین ماننے گا کہ اوسی خالق نے دی جسنے ہمکو پیدا کیا۔ پہر گھوڑی
کی پشت کو عادی کرنا سکہلایا۔ پشت مین عادی ہونے کا مادہ پیدا کیا۔ پہر اوسکو
طرح کا چلنا باگون پر صاف ہوجانا سکہلایا۔ آپ مین سکہلانے اور گھوڑے مین
سیکھنے کا مادہ کسنے پیدا کیا۔ آپ مین عقل ہے گھوڑے مین آپکیسی عقل نہین
ہے عقل حیوانی یکسان ہونی چاہئے کم سے کم ایک حیوان کی عقل حیوانی ایک سی
ہونی چاہئے باوجود اسکے ہم دیکھتے ہین کہ بعض گھوڑے ایسے ہین کہ سیکہا سکہا کر
کہنا نہین مانتے بگڑکر سوار کو اوڑا دیتے ہین۔ ایسی بدی سے آتے ہین جو نہین جاتی
فرمائے کہ اس سے کیا یہ نہین معلوم ہوتا کہ باوجود میلادینے اور دیدینے قوت تدبیر
کے آپکی عقل ہین اور خلق کردینے مادہٗ اطاعت کے سواریون مین پہر قدرت الٰہی
برقرار ہے کہ جس جانور کو چاہتے ہے۔ جتنی مدت کے لئے چاہے ہے تابع انسان کا کرے

جسکو نہ چاہے اور جب نہ چاہے نہ کرے - پس تدبیر محض سبب یکسان نتیجون کا نہیں ہے - ہاتھیونکی مثال سے یہ امر کہ اللہ مادہ اطاعت کا پیدا کرتا ہے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے - ہمنے دیکھا ہے کہ ہاتھی نے مہرکٹے کو مار ڈالا فیلبان کی اور باتو نہین اطاعت کرتا رہا جس سے ظاہر تہا کہ اپنی اور بنی نوع انسان کی قوت کو وہ ہاتھی جانتا تہا مگر باوجود اسکے اطاعت سے باہر نہ ہوتا تہا - اگر قوت و تدبیر باعث اطاعت ہوتی ہاتھی آدمی کا مطیع ہوتا ہر وقت تدبیر اطاعت کہان - پس خلق آسمان و زمین اور قدرت الہی کے عمل کا سائنس معلوم ہونا صاف ظاہر ہے -

پانچوین مثال مرضونکی حالت سے

پانچوین مثال مرضونکی حالت سے ہے کہ ایک دوا نفع کرتی ہے ایک دوا اوسی مرض مین نفع نہین کرتی یہانتک کہ دست بند ہونیکی یہ حالت ہے کہ اوسی دوا سے ایک مریض کے بند ہوئے ہین اور پہر اوسی دوا سے اوسی مریض کے بند نہین ہوتے - طبیب ڈہونڈتا ہے کہ کیا غلطی ہے - مگر اسباب کو بھی دیکہئے کہ ہمیشہ غلطی ہوتی ہے پس یہ غلطی ہے یا کوئی دوسری قوت ہے جو تدبیرونکو باطل کررہی ہے - پانی مین دست بند کرنیکی دوا ڈالی گئی گاڑہ ہوگیا مگر معدہ کا پانی ویسا ہی رہا - اوسپر وباؤن کی حالت مین وہی ایک ہوا ایسا زہر پیدا کرتی ہے کہ لوگ مرتے چلے جاتے ہین اور دفعتہً وہی اثر ہوا کا ایسا ہو جاتا ہے کہ پہر کوئی نہین مرتا غور فرمائے کہ یہ اثر کسنے پیدا کیا - اور آپنے جب ایک وبا مین کچھ تدبیر سیکھی دوسری کیسے پیدا ہوئی جیسے وبا - ہیضہ اور طاعون یہ موجودہ علوم سے بالا ہے

یا نہین - اور اوسکا سائنس دوسرا ہے یا نہین -

چوتھی دلیل - نسبت مضرت اعتقاد تقدیر - و علم الٰہی - و توکل و دعا کے

چوتھی دلیل یہ ہے کہ مسلمان چونکہ (۱) تقدیر - (۲) علم الٰہی - (۳) توکل (۴) دعا کے قائل ہین اوسنے ضرر عظیم ہوبنچا ہے - جب تک ان تینون کا اعتقاد رہیگا عادت محنت کی پیدا نہو گی نہ علم و عمل (مطابق علم) مین ترقی ہو گی - یہ اوسی طریقہ سے جا سکتی ہے جو وسعت تاویل کا اختیار کیا گیا ہے -

جواب کہ معنی ان چیزون کے صحیح بتلانے چاہئین -

جواب اسکا یہی ہے کہ یہ خرابی ناواقفیت کی ہے اصل اصول تقدیر و علم الٰہی و توکل و دعا کے نہین ہے اور اصلی ماہیت قابل اعتراض نہین ہے افسوس ہے غلطی کے دور کرنے کی کوشش نہین کیجاتی اُن چیزون سے جو اصل دین ہین انحراف کیا جاتا ہے - اسلئے تینون کی ماہیت اور وجوہ خوبی کے جدا جدا بیان کئے جاتے ہین -

اول معنی تقدیر اور اوسکی شرح

اول - تقدیر و قضا و قدر - تقدیر اندازہ کرنے کو کہتے ہین - اوسکا وجود بیان ذیل سے صاف روشن ہے -

(۱) جب اللہ تعالی ہر شخص کی عقل اور قوتون کو متفاوت پیدا کرے لازم ہو گا کہ مقدار اور اندازہ کرے کہ فلان شخص فلان مقدار قوت و عقل کا ہو گا - اُسوقت یہ بھی لازم ہو گا کہ اندازہ کرے کہ اوس قوت و عقل سے کتنے ثمرے پیدا ہونگے - مثلاً ایک شخص جو غبی ہے وہ اگر پڑھیگا اور تعلیم پائیگا تو اوسکو ایک مقدار کا علم حاصل ہو گا جو

غنی ہوگا اوسکو دوسری مقدار کا علم حاصل ہوگا اور دونون کے نتائج مختلف ہونگے
یہ امر اسقدر ظاہر ہے کہ کوئی اس سے انکار نہین کرسکتا۔ پس ذہین آدمی کے شرے
اور غبی آدمی کے ثمرون کا اختلاف اور نوعیت اختلاف کے ساتھہ پیدا کرنا تقدیر ہے۔
(۲) جب خداوند عالم سامانِ رزق پیدا کرے بغیر اندازہ کے پیدا کرنا لغو ہوگا۔ وہی تقدیر ہے
(۳) جس مین سامان ترفہ اور ثروت بھی داخل ہین اور وہ بھی تقدیر ہے۔
(۴) امور بالا کے ساتھہ اور امور کو ملائے اور مثال کے لئے تجارت پر خیال فرمائی
ایک اچھی عقل کے آدمی نے تجارت کے لئے مال لندن سے منگایا۔ وہ مال
ڈوب گیا۔ ایک کم عقل کے آدمی نے منگایا وہ نہ ڈوبا تو ثروت اور ترفہ کے
ذریعے بدل گئے۔ یہ وہی تقدیر ہے جسکے جہلا بھی قائل ہین۔

اتفاقات اتفاق نہین ہوتے
بلکہ قدرت الٰہی ہوتے ہین۔

واضح رہے کہ یہ تقدیر ہے۔ اتفاق نہین ہے۔ اسلئے
کہ اگر ان چیزون کو اتفاق ماننا چاہے تو دنیا مین جسقدر ہو رہا
ہے سب بے قاعدہ ہوجائیگا۔ اگر آپ مانتے ہین کہ حق تعالی قادر ہے تو اتفاق کوئی
چیز نہین ہوسکتا۔ اتفاقات قدرت ہین سب سوچی ہوئی بات نہین ہین۔ اگر اتفاقات
بلاوجہ مانے جائین یہ معنی ہوتے ہین کہ نظم دنیا مین نہین ہے۔ حالانکہ صریحاً موجود
ہے مثلاً اگر انتظام نہوتا تو مرد اسقدر پیدا ہوتے کہ اونکو عورتین نہ ملتین۔ اور یا عورتین
اسقدر پیدا ہوتین کہ اونکو مرد نہ ملتے۔ رجسٹر فوتی و ولادت کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ ولادت ہر گانون تک مین برابر کے قریب ہوتی ہے۔ تھوڑی سی کمی

بیشی بچون کی حیات اور ممات کی نظر سے ہے اور اس نظر سے کہ معاملت دوسرے
موضعون سے ہوتی ہے - بعض ملکون مین عورتین مردم شماری مین زیادہ نکلتی ہین
وہ اسلئے ہے کہ یا مرد لڑائیونمین مارے گئے یا دوسرے ملکونمین ہین - مثلاً لندن
چونکہ فوج ملکونمین ہے تعداد مردم شماری عورات زیادہ ہے - دلیل یہ ہے کہ کوئی عورت
جن ملکونمین نکاح اور طریقون سے ہوتا ہے بے نکاح کے نہین رہتی - سب کو مرد
ملجاتے ہین - مثلاً غلہ اتناہی پیدا ہوتا ہے کہ صرف ہوجاے - اور صدہا اسکی مثالین
ہین - پس تقدیر کا مان لینا ضروری ہے - اور میرے خیال مین سوچنے والا اوس سے
انکار کرہی نہین سکتا - لیکن اس طریقے پر تقدیر کو مان لینے کے بعد ضرورت تدبیر کی
نہین جاتی - اسلئے کہ ایک چیز خلق ہونا ہے ایک چیز مشئے عطیہ کو جو ساتھ خلقت
کے ملی ہے کام مین لانا ہے - جو شخص قوی ہو وہ اگر ہاتھ پاوٴن نہ ہلاے قوت باقی
رہے گی اور عطیہ خلقت مفقود ہوکر قومی کمزور ہوجائیگا - کمزور جو ہاتھ پاوٴن ہلاے وہ
اوس قوی سے زور آور ہوجائیگا - پس بعد تقدیر وہانتک پہونچنا جہانتک پہونچنا یا نہ پہونچنا
ہر واحد کی خلقت کے ہوسکتا ہے اپنے اختیار مین ہے - واقع مین جیسا مشیت
مین اختیار داخل ہونے کا بیان مینے جواب سوال دوم مین کیا ہے تقدیر مین بھی اختیار
داخل ہے - اور جیسے ہر چیز کا علم اللہ تعالی کو ہے یہان بھی اوسی پر خیال فرماے -
اسبات کا بھی علم ہے کہ آپ اختیار کہانتک کام مین لائین گے - جیسا وہ سلب
اختیار نہین ہے کہ تقدیر مانع تدبیر نہین ہے - چونکہ یہ نازک بات ہے اسلئے ہر فہم کا

آدمی اسے نہین سمجہتا غلطیان کرتا ہے اور کاہلی اوسکی مددگار ہوتی ہے چنانچہ غلطی یہ ہوتی ہے کہ تدبیر حد تدبیر تک درستی اسباب مین جسکا عمل مین لانا ضرور ہے عمل مین نہین لائی جاتی جب اسباب پیدا کرنے مین کاہلی ہو یا یہ مانا جاوے کہ بلا اسباب سب کچھہ ہوتا ہے وہ تقدیر پر عمل مانا جاتا ہے جو غلط ہے اسلئے کہ آپ بلا اسباب کچھہ نہین کرسکتے جو بلا اسباب ظاہر کچھہ کرتا ہے اور دوسرے اسباب پیدا کرتا ہے وہی تو خدا ہے۔ آپ مسلمانون کو اصل حقیقت سے خبر دیجئے اونکو بیدار فرمائے۔ جب وہ اصل شے کا اعتقاد کرین غلطی نکرینگے۔ اصل تقدیر سے انکار کو ذریعہ اونکے بیدار کرنے کا نہ گردانئے۔

دوسری علم الٰہی اور اوسکی شرح

دوسرے علم الٰہی ۔ ذکر اسکا بار بار ہوچکا ہے لیکن یہان پہر اوسکا ذکر مناسب ہے۔ واضح ہو کہ وجہ شبہ کی یہ ہے کہ حق تعالی خالق مخلوق و قوت مخلوق ہے پس اوسنے خلق اسطرح فرمایا ہے کہ اوسنے وہی فعال صادر ہون جو ہو رہے ہین اور جان بوجہ کر بنایا ہے کہ وہی افعال صادر کرین۔ یہ شبہ غلط ہے اور تمام کتاب مین بذریعہ بیان اختیار اسکا جواب دیا گیا ہے خصوصاً بحث مشیت مین ضرورت اعادہ نہین۔ اللہ تعالی کی نسبت علم آثار و نتائج کا پہلے سے ہونا بہ ظاہر علت اور سبب آثار کا معلوم ہوتا ہے۔ غلطی اوسکی یہ ہے کہ افعال خلایق بذریعہ اس علم کے پیدا نہین ہوئے خود مخلوق خالق اپنے اپنے افعال کی ہے اور نتائج آثار کا علم بطور علم خواص اشیاء کے مگر اوس سے زیادہ ہے۔ یعنی وسعت علم آلٰہی سے اللہ تعالی کو معلوم ہوگیا ہے کہ اختیار دینے سے یہ آثار و نتائج

پیدا ہونگے - پس خلق ہونا افعال کا مخلوق مین بسبب علم کے نہین ہے - بسبب اختیار کے ہے - اور علم و تقدیر الگ چیزین ہین اور اختیار الگ چیز ہے - معنی یہ ہین کہ اختیار دیا جاتا ہے مگر ہمکو معلوم ہے کہ تم ایسی ہوشیاری یا حماقت کروگے کہ بطور مناسب اختیار کام مین لاؤگے یا نہ لاؤگے اور اسلئے یہ نتیجے پیدا ہونگے - اگر یہ علم ہونا آخر کو بعد اختیار دینے کے عالم اللہ تعالی کے بس مین نہ رہتا - پس یہ دو چیزین ہین ایک تدبیر الہی - دوسرے افعال مخلوق - دونون کو الگ سمجھنا چاہئے ملانا نہین چاہئے ہمارا کام یہ ہے کہ جسقدر ہمکو اختیار ہے اوسکے مطابق کام کرین اللہ کا کام یہ ہے کہ بعد دینے اختیار کے اپنی تدبیرین فرمائے - ہمارا کام عمل ہے اوسکا کام علم ہی ہے - اور وہ علم سبب مجبوری کا نہین ہے - پس دیکھئے کہ خیال علم و تقدیر کی غلطی کے ذریعے جواب ہدایت مسلمانونکو کرتے ہین یہ ہی خیال ہے - ہو گئے تقدیر غلط ہے -

آجکل کے اہل دنیا سے تقدیر کے اور علم کے مسئلے سے اعتراض اور اوسپر اعتراض سخت تعجب مین ڈالنے والی چیزین ہین - اسلئے کہ سلطنت ہر چیز کا بجٹ بنائی ہے یعنی اندازہ کرتی ہے - ہر صیغہ کا بجٹ علیحدہ بنتا ہے - علی گڈہ کالج مین بھی بنتا ہے - پس کیا جناب باریتعالی جو حکیم علیم ہے بجٹ بنانے سے غافل ہے - لاحول ولاقوۃ - جیسے بجٹ بنا دینا مجبوری نہین آپ سمجھ لیجئے کہ تقدیر و علم بھی ذریعہ مجبوری نہین ہے - بجٹ اور تقدیر ایک چیز ہین - چنانچہ جناب امام زین العابدین

دعا را دای دین مین ارشاد فرماتے ہین وعلمنہ حسن النقد یہ جسکا ترجمہ یہ ہے کہ و
بیا سوزان مراینکی اندازہ خرچ - انسان جب مخلوق الہی ہوا اور اوسکو دینا مقصود ہو تو نیکی
اندازہ خرچ لازم ہوئی اور جب تک ہر مخلوق کا خرچ مقدر نہ کرلیا جاے مجموعہ خرچ مقدر
نہین ہوسکتا - ارشاد امام صناف دلیل اسبات کی ہے کہ اللہ تعالی ایسا صحیح تقدیر خرچ
کرنے والا ہے یعنی بجبٹ بنانے والا کہ اوس سے سیکہنے کی خواہش ہے -

تیسرے توکل اور اوسکی شرح

تیسرا توکل توکل کے معنی ہین اپنی عاجزی کا اقرار کرکے
دوسرے پر اعتماد کرنا - پس یہ عین ایمان ہے کہ ہم خدا کو خدا جانتے ہین - اپنے آپ کو
بندہ جانتے ہین - چونکہ اوسنے ہمکو پیدا کیا ہے اور وہ قادر مطلق ہے ہم اوسکے
مقابلہ مین عاجز ہین - اسلیئے اوسپر اعتماد کرتے ہین کہ جسنے ہمکو پیدا کیا وہ ضرور ہم پر
مہربان ہے - سواے سزا دینے کے جو ہماری برائی روکنے کے لیئے ہو وہ ہمارے
ساتھہ برائی نہین کرسکتا - پس جو ایماندار ہے وہ ضرور اللہ کی مہربانی پر بہروسہ کریگا - اگر
نہ کرے اوسنے اللہ کو نہین پہچانا - پس توکل کمال ایمان کے بعد پیدا ہوسکتا ہے -
توکل کی بابت جو غلطی ہے وہ یہ ہے کہ توکل مین ہماری مثال اچھے نوکر کی ہونی
چاہیئے یعنی کام اچھا کرین - محنت سے روٹی پیدا کرین عبادت کرین - بہیک نہ مانگین
ہاتھہ پاؤن جو اختیار کا ذریعہ ہین اونکو بیکار نہ کردین - اوسکے بعد بہروسہ اللہ پر کرین کہ وہ
محنت کا پہل بقدر ہماری وسعت اور اپنی مرضی کے جسکے وہ ہمکو لایق سمجھتا ہے دیگا -
چنانچہ اب بہی جو نوکر ایسے ہوتے ہین کہ آقا پر بہروسہ کرتے ہین اون نوکرون سے

جو بھروسہ نہین کرتے کہین اچھے رہتے ہین - ہم بجاے اچھے نوکر ہونے کے
برے نوکر بن جاتے ہین - بلکہ یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ مَعَاذَ اللّٰہ اللہ ہمارا نوکر
ہے وہ اپنے ہاتھ سے مُنہ مین روٹی بدون ہاتھ ہلائے ہوئے ڈالدیگا - اور ہاتھ
کی قوت کو بیکار کر دیگا - ایسا نہین ہوسکتا - جو ایسا کریگا اوسکو سستی کی سزا ہوگی
وہ توکل نہین ہے اصل مین پاجی پن ہے - الغرض توکل منافی تدبیر نہین ہے
جسکے لئے آپ کوشش فرما رہے ہین کہ مسلمان کوشش سیکھین اور ترقی کی
تدبیر کرین - آپ ارشادات نبوی کو دیکھئے چنانچہ منقول ہے کہ جب آیات توکل نازل
ہوئین جیسے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ۝
(یعنی چونکہ وہ) مشرق اور مغرب (یعنی تمام جہان) کا مالک ہے اور اوسکے سوا کوئی
معبود نہین تو اوسی کو اپنا کارساز سمجھو اور وکیل بناؤ - وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ -
(یعنی اللہ پر توکل والون کو توکل کرنا چاہیے) لوگون نے اپنے گدھے وغیرہ ؔ
باندھے - وہ رات کو آپسمین لڑنے لگے اوسوقت جناب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے ارشاد صادر ہوا کہ پہلے گدھے باندھ لیجئے تب توکل فرمائیے - اوسکے معنی
یہی ہین کہ اختیار کو ضایع نہین کیا جاتا - اور اللہ مسبب الاسباب ہے وہ اسباب کو
بلا ضرورت کے نہین توڑتا - لیکن اسباب دوسرے نتیجون کے پیدا کرتا ہے پس
توکل لازم ہے - مثلاً پانی برسنا اور زمین نرم ہوکر گدھے کھل جانا وقس علیٰ ہذا بہت سے
اسباب جو قوت بشری سے خارج ہین - الغرض کافی ہے کہ مسلمانون کو اصل

یعنی توکل کے بتلائے جو جناب رسول خدا صلعم نے فرمائے ہین توکل کو بُرا نہ کہو اور اسلئے ایسی چیز کو اسلام سے مفقود نہ فرمائے جو عین اسلام ہے شیخ سعدی رح نے اسباب مین جو ایک قطعہ کہا ہے کسقدر صحیح بیان ایسے اُمور کا ہے۔ ؎

رزق ہر چند بیگمان برسد	شرط عقل است جُستن از درہا
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	تو مرو در دہان اژدرہا

چوتھی دعا اور اوسکی شرح — چوتھی دعا۔ اب دعار کے مسئلہ پر غور فرمائے۔ اوّل دیکھئے کہ دعار کیا چیز ہے۔ اور پھر دیکھئے کہ اوسکا حکم کسنے دیا۔ پھر دیکھئے کہ وہ غلط کیون مانی جاتی ہے۔ اور غلط ماننا اوسکا صحیح ہے یا نہین۔

معنی دعا — دعار اور ندا کے لغت مین ایک معنی ہین۔ یعنی پکارنا۔ لیکن اصطلاح و عرف مین دعار کے معنی رغبت کرنا اللہ تعالی کی طرف اور اوسی سے طلب رحمت کرنا بطریق فروتنی اور حاجت مانگنا ہے۔ اور کبھی کبھی دعار کے معنی تحمید اور تقدیس کے بھی ہوتے ہین۔ یعنی اللہ کی تعریف کرنا اور کہنا کہ وہ پاک ہے۔ تعریف کرنا بھی ایک قسم کی طلب ہے۔

حکم دعا — اب یہ دیکھنا چاہئے کہ دعار کا حکم کسنے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالے نے خود دیا ہے اور دعا کرنے کو بصیغہ امر ارشاد فرمایا ہے اور قصے بھی بیان کئے ہین کہ اللہ تعالی نے دعائین حاجتون مخلوق کی قبول فرمائی ہین۔ بعض آیات جنمین حکم دعا ہے نقل کرتا ہون۔ اُدْعُونِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعار کرو مجھے

استجابت کرونگا تمھارے لئے ۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ دعا کرو اللہ سے ۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○

ترجمہ اے پیغمبر جب ہمارے بندے تسے ہمارے بارہ مین دریافت کرین تو (اونکو سمجھا دو کہ) ہم اونکے پاس ہین ۔ جب کوئی ہمسے دعا کرے تو ہم ہر ایک دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے ہین تو اونکو چاہئے کہ ہمارے حکم (بھی) مانین اور ہمپر ایمان لائین تاکہ وہ سیدھے رستے لگین ۔ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ یعنی اللہ سے اوسکا فضل مانگتے رہو ۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم دعا ہے ۔ یہ تاویل کرنا کہ معنی اسکے محض اللہ کو پکارنے کا حکم ہے جسکو اللہ سن لے گا اسلئے غلط ہے کہ اس چلانے سے اگر فائدہ نہین ہے تو حکم کیون ہے ۔ اور اگر فائدہ ہے تو اتنا ہی ہے کہ جب کسیکو دنیا مین بلانے سے مدد ملتی ہے اللہ کے بلانے ہی سے اتنی اللہ جسکی سن لے اوسے سب کچھ ملگیا ۔ علاوہ بران دعا کے معنی حاجت مانگنا وہ معنی ہین کہ انبیار اور اولیار اور تمام مسلمانون نے باستثنائے بعض متکلمین اور فلسفین کے سمجھے ہین ۔ ان معنون کی تائید خود خداوند عالم نے قصص ذلیل بیان کرکے فرمائی ہے ۔

قصہ قبول دعا حضرت زکریا ع

چنانچہ سورہ مریم مین ارشاد ہوا ۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ○ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ○ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ

مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّيْ
خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ
لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِيًّا ۝ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ
لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ
عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ
هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝ قَالَ رَبِّ
اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ
سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ
سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝

ترجمہ (اے پیغمبر اوس) مہربانی کا مذکور ہے جو تمہارے پروردگار نے اپنے
بندہ زکریا پر کی تہی۔ کہ جب اونہون نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا اور دعا
کی) کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیان کمزور ہو گئی ہین اور سر سفیدی سے (آگ
کی طرح) چمک رہا ہے اور اے میرے پروردگار تیری جناب مین دعا کرکے مین
(کبہی) محروم نہین رہا اور مرے پیچہے مجہکو اپنے چچازاد بہائیون سے خوف ہے۔
اور میری بی بی بانجہ ہے۔ پس اپنی طرف سے مجہکو ایک جانشین (یعنی فرزند) عطا فرما
جو میرا (بہی) وارث ہو اور نسل یعقوبؑ کا (بہی) وارث ہو۔ اور اے پروردگار اوسکو

پسندیدہ کر (خدا نے فرمایا) اے زکریّا ہم تمکو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہین جسکا نام یحییٰ ہوگا اور (اس سے) پہلے اس نام کا (کوئی آدمی) پیدا نہین کیا۔ (زکریا نے) (ابتقاضاے بشریت) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے یہان لڑکا کیسے ہو سکتا ہے اور حال یہ ہے کہ میری بی بی تو بانجھ ہے اور ضرور پہونچ گیا ہون مین حد سے زیادہ بڑھاپے کو فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمکو اس عمر مین بیٹا دینا ہمارے لئے آسان ہے (اس سے) پہلے تمہین ہمنے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ (زکریا نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار (اسبات کی کہ میرے بیٹا ہوگا) مجھے کوئی نشانی بتا۔ فرمایا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم برابر تین رات (دن) لوگون سے بات نہین کروگے پھر زکریا محراب سے نکلکر اپنے لوگون کے پاس آئے تو اشارہ سے اونکو سمجھا دیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح مین مصروف رہو (غرضکہ یحییٰ پیدا ہوئے۔)

تنبیہ۔ یہ مقام ظاہر کرتا ہے کہ دعا جب ایسے نیک کام کے لئے ہو معجزہ کے طور پر بظاہر بلا اسباب قبول ہوتی ہے کیونکہ بڑھاپا اور عقر و بانجھ ہونا طبعاً مانع ولادت ہین۔

مقصد قبول دعاء حضرت نوحؑ پھر سورہ نوح مین ارشاد ہوا ہے۔ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ترجمہ اور نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار ان کافرون مین سے کوئی رہنے والا زمین پر نہ چھوڑ۔ اور سورۂ مومنون مین ارشاد ہوا ہے۔ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا

وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

ترجمہ اسپر ہمنے نوح کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے اور ہماری وحی سے ایک کشتی بناؤ پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور اوبلنے لگے تو ناؤ مین ہر قسم کے جوڑے سے دو دو بٹھالو اور اونکے ساتھ اپنے لوگون کو بھی ۔ مگر اونمین سے جنکی نسبت پہلے سے غرق ہونیکا حکم ہوچکا ہے اونکو نہین ۔ اور جن لوگون نے نافرمانیان کی ہین اونکے بارہ مین ہمسے کچھہ گفتگو نہ کرنا کیونکہ وہ بہرحال ڈبوئے جائینگے ۔ پھر جب تم اور تمہارے ہمراہی سب اطمینان سے کشتی مین بیٹھہ لو تو کہو کہ خدا کا شکر ہے جسنے ہمکو ان ظالمون سے نجات دی ۔ پھر سورہ انبیا مین فرماتا ہے ۔ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○

خلاصہ ترجمہ ۔ جب نوح نے ہمکو پکارا تو ہمنے اونکو اور اونکے اہل کو بڑے کرب سے نجات دی ۔

تنبیہ ۔ اس سے اثر دعا یہانتک معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح کو منع کیا گیا کہ تم اب کسی کے بچانے کی دعا نہ کرنا ۔ اور دعا سے بڑی سختی سے نجات ہوئی ۔

حصہ قبول دعا حضرت موسیٰ

پھر سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہوا ہے اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝

ترجمہ (اب) تم فرعون کے پاس جاؤ اوسنے بہت سر اوٹھار کہا ہے (موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرا سینہ کھولدے۔ اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر۔ اور میری زبان میں جو لکنت ہے اوسکو بھی کھولدے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں۔ اور میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر کردے اور میرے کام میں اونکو شریک کر تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں۔ تیری یاد بہت کریں۔ تو ہی ہماری دیکھہ بھال کرنے والا ہے۔ فرمایا اے موسیٰ تمہارا سوال تمہیں دیا گیا۔

تنبیہ۔ یہاں خاص لفظ سوال استعمال فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ مقام بظاہر دعا نہیں معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں حاجت مانگتا ہے کیونکہ وجہ اوسکی یہ بھی فرمائی ہے کہ ہم کثرت سے تیری یاد کرینگے۔ صرف وقت کا فرق ہے۔ یعنی جب حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ایک کام پر بھیجنا چاہا اونہوں نے اپنی اور حاجتیں

موقع پاکر مانگ لین۔

قصہ قبول دعا حضرت ایوب

پہر سورۂ انبیا مین ارشاد ہوا ہے۔ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝

ترجمہ

اور ایوبؑ کی وہ حالت یاد کرو) جب اونہون نے اپنے پرورگار کو پکارا کہ مجہکو بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والون سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہمنے اونکی (فریاد) سُنلی اور جو دکہہ اونکو تہا اوسکو دور کر دیا۔ اور اونکو اونکے اہل (وعیال) عطا فرمائے۔ بلکہ اونکے ساتہہ اوتنے ہی اور یہ محض ہماری مہربانی تہی اور اس لئے کہ عبادت کرنے والون کے لئے یہ یادگار ہو۔

قصہ قبول دعا حضرت یونس

پہر سورہ انبیا مین ارشاد فرماتا ہے۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ اور ذوالنون (یعنی یونسؑ کو یاد کرو) جب خفا ہو کر (اپنی قوم سے) چلدئے اور گمان یہ ہوا کہ ہم تنگی نہ کرینگے اون پر پس پکارے وہ تاریکیون

مین تیرے سوا کوئی معبود نہین تو پاک ذات ہے ضرور مین ظالمون سے تہا تو ہمنے اونکی (فریاد) سُن لی اور اونکو غم سے نجات دی اور ہم ایمان والون کو اسی طرح نجات دیتے ہین۔

تنبیہ۔ یہ ترغیب ہی دعا کے لئے ہے حضرت یونس نے مچھلی سے نجات پائی تہی۔

پہر ارشاد ہوا ہے۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ

ترجمہ آیا کون ہے کہ جو سنتا ہے گہبرائے ہوئے بے بس کی جبکہ وہ پکارتا ہے اوسے اور کہول دیتا ہے اوس سے اور دور کرتا ہے مصیبت کو۔

افسوس ہے کہ منکرین دعا اتنی موٹی بات نہین سمجہتے کہ دعا سے بلا ٹلا۔ اور کسکو بانجہ اور بوڑہے کو۔ دعا سے بیٹا ملا کر بہائی نبی اور وزیر ہو گیا۔ دُنیا غرق ہو گئی۔ بیماریان اچھی ہو گئین مچھلی سے زندہ در گور کو نجات ملگئی۔ پس دیکہئے دعا فرض ہے یا نہین اور اوسمین اثر ہے یا نہین۔ ان مثالون پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعاؤن مین دو طرح کے اثر ہین ایک الفاظ مین۔ ایک بلا خیال الفاظ محض طلب دعا مین۔

ثبوت الفاظ کے اثر کا

الفاظ کے اثر کا ثبوت۔ خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔

ترجمہ (اے پیغمبر) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اوتارتے تو تم اوسکو

دیکھ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا ہوتا اور پھٹ پڑا ہوتا۔ تاثیر اس
ارشاد سے اسلئے ثابت ہے کہ اگر پہاڑ فہم مین مثل آدمی کے ہوتا تو ضرورت
اس بیان کی نہوتی۔ بلکہ یہ معنی ہین کہ ایسی تاثیر پیدا ہوتی اور الفاظ قرآنی سے کہ انسان
بوجہ اختیار ایسا ہے کہ اوسکا یہ حال نہین ہوتا اوسمین ڈر کا مادہ پیدا ہو کر وہ مادہ اوسے
پھاڑ دیتا۔ علاوہ اسکے اثر الفاظ کا ثبوت یہ ہے کہ ہر مطلب کے لئے علیحدہ
الفاظ کی دعا منقول ہے چنانچہ کتابین اسکے لئے تدوین ہو چکی ہین۔ صحیفہ علویہ صحیفہ
کاملہ منہج الدعوات وحصن حصین وسفینۃ النجاۃ اور بہت سی کتابون کو دیکھئے۔ اگر ایسا نہوتا
یہ نوبت نہ آتی۔ خواص سورہ ہے قرآنی جو تفاسیر مین منقول ہین وہ بھی ثبوت اثر کا
ہین۔ اس سے بھی قطع نظر کلام مین تاثیر کی نسبت ہر شخص کچھ نہ کچھ قائل ہے۔
ایک بیان کو بری طرح سے کہئے اوسکو اچھی طرح سے کہئے اثر دوسرا ہوگا۔ بعض آثار جو بیان
مین مثالون کے لکھے گئے ہین اونسے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض کلام لغو مین تاثیر
خاص ہے اور سحر اوسی سے نکلا ہے جب ایسے کلامو نمین تاثیر ہونا ممکن ہے
کہ اللہ تعالی کے کلام مین ہماری فائدون کے لئے تاثیر نہو۔
محض طلب کا اثر ارشاد مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جب عندلہ ہو کر دعا کرتے ہو تو
کون برائی دور کرتا ہے۔ یہ علی العموم عنایت اور کمال شفقت ہے اور یہ صرف مانگنے
سے ملجاتا ہے۔

خدشات متعلق دعا	اب دیکھئے کہ دعا غلط کیون مانی جاتی ہے۔ اوسمین دو طرح

کے خدشات پیدا ہوتے ہین۔ اول دین کے مذاق پر۔ دوسرے اہل دنیا کے مذاق پر۔

جواب مذاق دین پر۔ اہل دین کے مذاق پر اعتراض اور جواب مناسب ہوگا کہ کلام علماء دین سے نقل کیا جائے۔ سر سید علی خانصاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے۔ بعض متکلمین جو محض ظاہر پر عمل کرتے ہین اونکو وہم باطل پیدا ہوتا ہے کہ دعا مین کچھہ فائدہ نہین۔ اسلئے کہ اگر مطلوب ایسا ہے کہ ضرور ہوگا اور اللہ تعالے کے علم مین اوسکا ہونا گذر چکا ہے اور حکم قضا و قدر جاری ہوکر قلم سے لکھہ دیا ہے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ تو ضرور ہوگا۔ اگر ایسا نہین ہے نہین ہوگا۔ پس دعا سے اوسمین کمی اور بیشی نہین ہوسکتی۔ علاوہ اسکے اگر دعا نیک کام کے واسطے ہے جس مین بندون کی مصلحت اور بہتری ہے تو اللہ جو اوسے بہتر جانتا ہے وہ کیون نہین کرسکتا اس سے یہ ثابت ہے کہ نظر عموم نیچیدان سے کیونکہ اونکا ایک مقام قائم رضا سے یعنی اللہ تعالے کے احکام پر راضی رہنا ہے اور نفس کشی کرنا جنہون نے ذوق ایکا ترک کرنا چاہئے دعا مین مصروف ہونا اسکے منافی ہے۔ یہ گمان نہایت نامعقول اور نہایت خفیف ہے اوسکو وہی شخص کریگا جو اصول حقایق سے بیخبر ہے۔ نظر اونکی صحیح نہین۔ اسلئے کہ دعا وہ چیز جو قضا کا مقابلہ کرتی ہے (یعنی حکم الہی کا) یہ مقابلہ اس حیثیت سے کہ وہ فعل بندہ کا ہے نہین ہے۔ اس حیثیت سے تو قضا رحاکم ہے۔ اگر حکم ہوتا دعا ہوتی پس وہ مقابلہ حیثیت فعل الہی سے ہے۔ یعنی اللہ نے حکم دیا ہے کہ دعا کرو مین قبول

کرونگا - اور اپنے پروردگار سے مانگو - پس اس حیثیت سے دعا جسطرح پیدا
ہوتی ہے قضا اور حکم اوسیطرح پیدا ہوتا ہے - اور اسلئے قضا کو غلبہ دعا پر نہین ہے
کیا معنی کہ دونون اللہ کیجانب سے ہین اور دعا اور وہ حالت جو وقت دعا پیدا ہوتی ہے
بطور ترجمان کے ہوتی ہے - کیونکہ دعا خود تو انسان ہے کی ہی نہین - اللہ کے حکم
سے کی ہے - جو شخص کسیکے حکم سے کوئی کام کرے اوسکا کرنا خود مالک کا کرنا ہوتا ہے مثال اوسکی
یہ ہے کہ بادشاہ کسی نوکر کو حکم دے کہ اوسکے بیٹون مین سے کسی ایک کو مارو - پس
یہ ہاتھ نوکر کا اوسوقت بادشاہ کا ہاتھ سمجھا جائیگا - اگر وہ ہاتھ اوسوقت ہی نوکر کا ہاتھ سمجھا
جاوے تو بھلا خادم اور نوکر کی مجال ہوسکتی ہے کہ بادشاہ کے بیٹے پر دست درازی
کرے - بلکہ ہاتھ جہان ہے وہین رہ جائیگا - آپ جانتے ہین کہ دعا ہمارے اوپر
حکم ہے اللہ پر نہین ہے اللہ کا حکم سب پر غالب ہے پس جب دعا کو اس حیثیت
سے دیکھینگا اور وہ قضا کی برابر ہوگی تو قضا اور دعا دونون ایک دوسرے کا علاج
ہونگی اور حکم الہی جنکی مدد کریگا وہی غالب ہوجائیگی - یہ بیان بعض اہل تحقیق کا ہے -
نظام نیشاپوری نے تفسیر آیہ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ مین ارشاد فرمایا ہے
کہ تمام عقلا کے نزدیک دعا اعظم مقامات عبودیت مین سے ہے اور قرآن اوسپر
ناطق ہے کہ دعا صحیح ہے اور صدیقین کی ہمیشہ قبول ہوتی ہے اور احادیث
وادعیہ ماثورہ اس سے بھری پڑی ہوئی ہین - اسقدر کثرت سے ہے کہ انکار اور تاویل
نہین ہوسکتی - سبب عقلی اوسمین اور کیفیت دعا مین یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علم مین

جو کچھہ گذرا ہے اور جو اوسنے حکم دیا ہے بشر کو معلوم نہین عقل سے پوشیدہ
ہے حکمت الٰہی اسکے مقتضی ہوئی ہے کہ بندہ خوف اور رجا یعنی امید و بیم مین معلق رہے
ایک طرف نہ ہو جاے۔ کیونکہ بندہ ہونا اسی طرح ہو سکتا ہے اور تکمیل بندہ ہونے کی
یہی ہے اسی طریقہ سے مسئلہ تکلیف صحیح ہوتا ہے یعنی اوسپر سے اعتراض اوٹھہ جاتا
ہے کیونکہ وہان بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھہ ہوتا ہے اور اوسکے
قضا و قدر جاری ہین باوجود اسکے تکلیف دی گئی ہے یعنی بندہ کو مکلف بنایا ہے
کہ وہ کام کرے بدلا پاے۔ چنانچہ اسکی تائید اوس روایت سے ہوتی ہے جو
حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ سراقہ ابن مالک حضور اقدس جناب رسالت مین
حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے دین کی توضیح فرمائے۔ گویا ہم آج پیدا ہوئے
ہین پس کس چیز مین عمل کرینگے جو اللہ تعالیٰ نے لکھہ دیا ہے اور پہلے سے
مقدر کر دیا ہے۔ یا وہ کرینگے جو آئندہ ہوگا؟ جواب مین ارشاد ہوا کہ وہی جو اللہ
نے پہلے سے مقدر کر دیا اور لکھہ دیا ہے۔ سراقہ نے عرض کیا کہ پس عمل کیون
کرین۔ جواب مین ارشاد ہوا کہ عمل ضرور ہے کیونکہ ہر شخص کے لیے۔ وہ چیز کہ جسکے
لئے وہ خلق ہوا ہے آسان کر دی گئی ہے اور جو عامل ہوگا وہ مطابق علم الٰہی کے
عمل کریگا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت نے دونون امر مین بندہ کو
معلق ظاہر فرمایا ہے پہلے ڈرایا ہے کہ خدا نے پہلے سے مقدر کر دیا ہے۔ پھر
رغبت دلائی ہے کہ عمل کرو۔ اور دونون باتون مین سے ایک کو بھی ترک نہین

فرمایا - اسی سبب سے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزین دنیا مین انسان کو میسر آتی
ہین وہ بحالت زندگی بسبب عمل کے میسر ہوتی ہین اور اسلئے میسر آتی ہین کہ اللہ تعالے
نے قبل خلق انسان اونکو مقدر کر دیا ہے اور ورنا یہ نہین کہ انکا بسبب عمل کے ہوتا ہے -
لیکن ضرور ہے کہ میسر اور مسخر مین فرق کیا جاے تاکہ آدمی گرداب قضا و قدر مین
ہلاک نہو جاے پھر نظام کہتے ہین کہ اسیطرح رزق اور کسب یعنی کمانے مین
بحث ہو سکتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ اسباب اور فریعے اور طریقے ہر امر
مین لازمی چیز ہین اس عالم مین بغیر اسباب کے کچھ نہین ہو سکتا - لیکن یہان بہت
سے اسباب ہین جنکے سبب حاجتین پوری ہوتی ہین ایک سبب دعا مانگنا اور
اللہ سے التماس کرنا ہے - جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے بندہ کی دعا کو
سبب بعض حاجتون کے برآنے کا گردانا ہے - اور یہ بات ضرور ہے کہ
انسان دعا کرے - اور اوسکے ذریعہ سے مطلب تک پہونچے - اور یہ امر قانون
قضا و قدر کے خلاف نہین ہے - نہ اوس سے لازم آتا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے
بدلا گیا ہے جناب ابو القاسم نیشاپوری نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دعا غیر معقول ہے
تو عبادت بھی غیر معقول ہو گی - بلکہ طاعت اور عبادت کی بعض
صورتون مین مسئلت اور مانگنا شامل نہین ہوتے - لیکن دعا اور مسئلت مین ہمیشہ طاعت
اور عبادت موجود ہوتی ہین - کیونکہ دعا کے ساتھ لازم ہے کہ آدمی اقرار اپنی ذلت
اور نقص اور اضطرار اور بیچارگی کا ہر طرح یعنی عقل سے - زبان سے - صورت سے

کرے - اگر ایسا نکریگا تو معنی یہ ہین کہ وہ دعا نہین کرتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ حاجت
سواے اپنے آقا کے اور کوئی نہین دیسکتا - بہتری اور کسی جگہ سے نہوگی - کیونکہ
جب انسان قول سے اور دل سے ایسا کرتا ہے تب اوسکی زبان مین طرح
طرح کی گڑگڑاہٹ پیدا ہوتی ہے - اعضا مین مختلف حرکات پیدا ہوتے ہین -
آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھہ جاتے ہین - چنانچہ حضرت امام جعفر صادق صلواۃ اللہ علیہ
سے منقول ہے کہ آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو رغبت اللہ کی طرف اسکو
کہتے ہین - اور حضرت نے ہاتھ بڑہاے اور ہتھیلیون کی طرف سے آسمان کی
جانب بلند کیے - پہر فرمایا کہ رہبت یعنی ڈرنا اللہ سے یون ہوتا ہے - اور دونون
ہاتھہ پشت دست کی طرف سے آسمان کی طرف بلند کیے - پہر فرمایا کہ تضرع اسے
کہتے ہین اونگلیون کو داہنے بائین جانب حرکت دی - پہر فرمایا کہ تبتل یعنی خدا
کی طرف منقطع رہنا یون ہوتا ہے اور انگلیان کبھی اوٹھائین کبھی جھکائین - پہر فرمایا
کہ ابتہال اسے کہتے ہین یعنی زاری کرنا - منھ کے سامنے دونون ہاتھ قبلہ کی طرف
بلند فرماے آنکہون سے آنسو جاری ہوے اور آنکھین کبھی کھولین کبھی بند کین - غور
فرماے کہ اخلاص عبادت کیا ان صورتون سے زیادہ اور کسی صورت مین ہوسکتا ہے
پس دعا اشرف عبادت ہوئی - کیونکہ عبادت سے شرف انسانی تمام ہوتا ہے
اور جو خالص غرض اللہ کی انسان کے پیدا کرنے سے ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہی
کہ ہمنے جن وانس کو عبادت کے لئے خلق فرمایا ہے حاصل ہوتی ہے - ہر چند

کہ اللہ تعالی کی رحمت کا ظہور اور اجرا سوال اور مانگنے ہی سے نہین ہوتا لیکن باوجودیکہ
اللہ تعالی جوّاد ہے اور رحمت اوسکی ہمیشہ نازل ہوتی ہے تاہم دعا قبول کرنے مین
جو مہربانی ہے جس سے اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ فضل کرنے والا ہے اور بھروسہ
ہوتا ہے کہ وہ قبول کریگا اور اسلئے بندہ جانتا ہے کہ مینے جب اللہ سے دعا کی اوسنے
قبول کی وہ دوسری چیز ہے یعنی دعا زیادہ اسباب نزول رحمت کا جمع کرنا ہوتا ہے
یہ مرتبہ طاعت اور عبادت سے بھی بلند ہے یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم
نے دعا کی اپنے مصاحبین کو تاکید فرمائی - بلکہ خود اپنے حق مین دعا کرنے کو فرمایا
باقی رہا یہ امر کہ اشتغال دعا مین یعنی مصروف دعا رہنا رضا کے رتبہ کے خلاف ومنافی
ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ منافات اوسوقت لازم آتی ہے - جب دعا خواہش
نفسانی کے لئے ہو - اگر دعا مانگنے والا یہ بات جانتا ہو کہ اللہ کچھہ نہین کرتا بجز اسکے
کہ اوسکو مناسب معلوم ہو اور اوسکی تعمیل حکم مین دعا کرے اور وہ دعا حظ نفس کی
نہو تو دعا ور رضا مین کچھہ منافات نہ ہوگی -

راقم اس سب تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے اوسنے حکم دعا
دیا ہے اور اوسکو سبب برآنے حاجات کا مقرر کیا ہے جیسے دنیا مین اور اسباب
ہین یہ بھی سبب ہے اور چونکہ یہ اللہ سے مانگتا ہے اور اُس سے مانگنا بغیر
اوسکی شناخت کامل کے نہین ہوسکتا عین ایمان ہے اور چونکہ تعمیل حکم ہے
اوسمین ثواب ہے - تقدیر کے مخالف اسلئے نہین کہ جب اسباب داخل تقدیر

ہین یہ بہی سبب ہے اور داخل تقدیر ہے - قضا اور دعا مین بیر اور منافات نہین اسلیئے کہ دونون احکام الٰہی ہین -

جواب مذاق اہل دنیا پر

اہل دنیا کے مذاق پر جو اعتراضات ہین وہ زیادہ تر عدم اجابت کے متعلق ہین بعض کہتے ہین کہ بہلا دعا کیجیے کہ بیر نا آتا ہو پانی مین گرے دیکہین دعا کرکے کیسے بچ جاتے ہین - آگ مین کود پڑے دیکہین دعا کیسے بچاتی ہے - دعا کیجیے کہ آپکو بادشاہت مل جاے دیکہین کیسے ملجاتی ہے - ایسے ہی بعضون نے اچہی باتون کے لئے دعا کی - قبول نہین ہوئی اگر دعا مین ایسا اثر ہوتا جیسا دوا مین ہے ضرور قبول ہوتی - توضیح اسکی یہ ہے کہ آیات قرآنی مذکورہ صدر سے اور نیز احادیث مرویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے لئے شرائط ہین وہ شرائط تقدیر اور توکل اور خدا کی قدرت کے سبب مافوق ہونے کو اور شریعت کے اجزا کو ملاکر دیکہنے سے سمجہ مین آتے ہین -

پہلی شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا کرنے والے مین قابلیت ہو چنانچہ ایسی دعائین جو مثل معجزات قبول ہوئی ہین اونہین لوگون کی تہین جو بڑے برگزیدہ تہے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام آگ مین ڈال دئے گئے - آگ نے اونکو نہ جلایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پانی نے نہ غرق کیا - پس یہ تاثیر آب و آتش کا توڑنا معجزہ تہا ایسی قبولیت ہم لوگون کے لئے نہین ہوسکتی مثال اوسکی یہ ہے کہ جذب کلان بخار مین نافع ہے اور سنکہیا مگر دونون کے اثر کی قوت مین فرق ہے - دعا چونکہ

زبان سے پیدا ہوتی ہے اور کلام ہوتا ہے اوسکی تاثیر مین قوت اور ضعف متکلم کو دخل ہے - اللہ تعالی نے ہم بندون کو جو گنہگار ہین جب دعا کا حکم دیا ہے پہلے استغفار کو ساتھ لگا دیا ہے - جیسے بغیر مسہل کے دوا کا اثر نہین ہوتا یا کم ہوتا ہے بہت سی صورتون مین دوا کچھ کام نہین دیتی بہت سی صورتون مین دعا بھی کچھ کام نہین دیتی جیسے مرض موت مین دوا بیکار ہے جب مشیت الہی ضرور تا خلاف مراد ہو اوسوقت دعا بھی بیکار محض ہوگی - افسوس ہے کہ آپ دوا کے لئے ذاثر ہی ہے اوسکے اثر پر معترض نہین ہوتے دعا کی بے اثری ہے اوسکے اثر پر جو معلوم اور ثابت ہے معترض ہوتے ہین -

دعاؤن کا قبول ہونا مین نے دیکھا ہے اور جسکا یقین ہو کہانیان نہین ہین کتابونمین ہزارہا مسطور ہین مثلاً دعاؤن سے پانی برسنا - دعاؤن سے امراض مین شفا ہونا - دعاؤن سے ہر قسم کی حاجتون کا ملجانا کہ اسباب پورے ہی ہوجائین - آپکے معتقدہ اتفاق نہ پڑین -

دوسری شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا ایسی نہو کہ آدمی جس کام کے لئے خلق ہوا ہے اوسکے خلاف مانگے - کیونکہ اللہ نے عقول کو متفاوت پیدا کیا ہے - اور ہر شخص کو جدا جدا کام کے لیئے پیدا کیا ہے پس جو شخص کھیتی کرنے کو پیدا ہوا ہو وہ چاہے کہ بادشاہ ہوجاؤن تو یہ دعا غلط ہوگی - اوسکی ایسی مثال ہوگی کہ آدمی مانگے کہ میرے پر لگ جائین - اگر وہ پردار ہوجاے دنیا کی بے ستری لازم ہوگی - اسی طرح اگر

بادشاہت مانگے جب کہ کوئی آتی ہو خود مارا جائیگا۔ اوسکا قبول کر لینا خلاف حکمت ہے۔

تیسری شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا متعلق کشف سو یعنی بدی اور برائی دور کرنے کی ہو۔ ایسی دعا ہو کہ وہ فی نفسہ بدی ہو۔ یا ایسا نہ ہو جو بے ضرورت ہو اکثر وہی دعائین قبول ہوتی ہین جو متعلق بدی دور کرنے کے ہوتی ہین۔ باقی اللہ تعالے تو منعم حقیقی خود ہے۔

چوتھی شرط یہ معلوم ہوتی ہے کہ دعا مین ضرورت کی وجہ سے اضطراب ہو ہر مثال مین جو نقل کئے گئے ہین اضطراب کا وجود ہے۔

پانچوین شرط یہ ہے کہ اللہ سے مانگے۔ امتحان لینا اور بات بنانا جسکی مثالین اوپر دین ہین دعا نہین ہے۔ یہ بھی نہین چاہئے کہ اللہ کو تابعدار جانے کہ وہ دیگا اسلئے کہ وعدہ کر لیا ہے۔ وعدون مین اللہ تعالی نے اجابت کا لفظ استعمال فرمایا ہے جسکا مادہ جواب دینا ہے۔ یعنی جب اللہ کہے کہ مین جواب دونگا چونکہ وہ حکم اور ترغیب دیتا ہے یعنی تو نہین ہو سکتے کہ وہ جواب سو کہا انکار ہوگا۔ مگر یہ اوس رتبہ کا بھی جواب نہین ہے کہ ایسا وعدہ ہر دعا کے قبول کا ہو جسپر اللہ تعالی کی نسبت خلف وعدہ لازم آئے۔ اسپر بھی حدیث مین آیا ہے کہ مومن کی دعا سترد نہین ہوتی۔ اگر یہان قبول کرنا اوسکا مصلحت نہین ہوتا وہان یعنی عقبی مین اوسکا عوض دیا جائیگا۔ مگر اسبات سے یہ امر کسی طرح لازم نہین آتا کہ دعا سے حاجت نہین

ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ اجب دعا معقول کرو اور شرائط دعا موجود ہون حسب وعدہ اون پر
حکم مناسب دیتا ہے اور جب قبول مناسب ہو ضرور قبول کرتا ہے۔
پس عدم قبول کے اسباب پر غور کرنا چاہئے ایسے لغو اعتراض جو خلاف ایمان ہین
نہین کرنے چاہئین - بالکل ایسی مثال ہے جیسے آجکل حکام وقت کی سے
بڑا وعدہ یہ ہوتا ہے کہ تم درخواست کرو ہم غور کرینگے دیکھئے ایک دعا دیکھی جو جناب
سید الساجدین نے اپنی اولاد کے لئے فرمائی اوسمین اور دیگر دعاؤن مین فرماتے
ہین کہ وہ گناہ عفو فرما دے جو دعا کو روکتے ہین اسکے معنی صاف یہ ہین کہ بسبب
گناہون کے دعا زبان اور قلب سے آگے بڑہتی ہی نہین اور جب بڑہتی نہین دعا
ہنوئی - اس حالت مین دعا کی عدم قبول کی نسبت کوئی اعتراض نہین ہوسکتا اور
استجابت کا وعدہ یعنی قبول صحیح ہوتا ہے - اب غور فرمائیے کہ ایسی دعا اور ایسا مانگنا
جو عبادت ہے کیونکر عامۂ اسلام پر باعثِ طعن ہوسکتا ہے آپ اس ڈر کے
مارے کہ دعا پر بہروسے سے تدبیر کرنے کی عادت جاتی ہے دعا کو کیون باطل
کرکے قاصر ما نین کہ وہ محض طلب مغفرت ہے دنیا کے متعلق نہین - کیا دُنیا مین
اللہ کے سوا اور کوئی دینے والا ہے - پہر اوسی سے کیون نہ مانگین - ہم تو جب آدمی
آدمی سے مانگتے ہین سمجھتے ہین کہ اللہ چاہیگا تو اوسکے دلمین ڈالدیگا کہ وہ دیدے
وہ دیدیگا نہین تو نہین دیگا پس حقیقی دینے والا اللہ ہے۔
آخر مین مین یہ عرض کرتا ہون کہ باوجود ان شرائط اور سارے نکات کے اللہ

تعالی کی عجب قدرت ہے کہ وہ ہمسے گناہگارون کی بہی دعائین قبول کرلیتا ہے
اور ظاہر طورسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا کا اثر ہے مینے اسکو خود اپنے معاملات
مین دیکہا ہے اور روز روز دیکہتا ہون - اور مجھے تعجب ہوتا ہے کہ مجھسے گناہگار
کی دعا بہی قبول ہوگئی - وہ اتفاق نہین تہا جیسے بیان ہوا کہ اتفاق ذمیل جول آدمیونکا
نہین - Coincidence کوئی چیز نہین ہے - غلط ہے -

چونکہ اوس عجیب وغریب مالک ذوالجلال والاکرام نے میری دعائین قبول
کی ہین خاص معتقد دعا اور اوس کے اثر کا ہون باوجود اس کے پوری
محنت اپنے کامون مین کرتا ہون اور وہ اعتقادات کام کا نہین ہوتا اسی طرح
مین جانتا ہون کہ دعا اور تقدیر اور علم الٰہی اور توکل ہارج نہین ہین - نہ ضرورت
تاویل کی ہے البتہ ضرورت تشریح کی ہے - جو کیجاتی ہے - اب آخر مین مین
یہ دعا کرتا ہون کہ جیسے تونے میرے عیوب ڈہکے - نیکیان مشہور کین اسی
طرح اس رسالہ کے عیوب کو ڈہک لے - اور مقبول خلایق کرکے حزو
قبول فرمالے تونے بلا وجہ ہزارون دعائین قبول فرمائی ہین اے اللہ تجہے اپنے
نبی پاک کا صدقہ اونکی آل پاک کا صدقہ اپنے ائمہ طاہرین کا صدقہ - خون ناحق جناب
سید الشہدا اور اونکے ساتہیون کا صدقہ - اور اپنی خلاقی اور قاضی الحاجات ہونے کا
صدقہ اسے بہی قبول فرما - آمین آمین - ثم آمین ؎

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظات

تقریظ اول عالیجناب سید محمد مرتضیٰ صاحب المتخلص بہ بیان ویزدانی

ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب رئیس میرٹھہ کی طبع وقاد اور لیاقت خداداد کا نتیجہ ہے جسکو اونہون نے پائین باغ بیان کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ یہ بزرگ مصنف کتاب کے عزیز اور ایسی شخص ہین کہ ہمارے زمانہ کو اونکی ذات بابرکات سے فخر ہے۔ اونکی دونون تحریرین نظم ونثر کی مثل آفتاب دلیل بدیہی اون کے کمالات کی ہین۔

قصیدہ کی زبان۔ اوسکی بندش۔ اوسکے معانی بلند۔ بتلا رہے ہین کہ حضرت بیان ویزدانی کو فخر انوری وخاقانی کہین تو بیجا نہوگا۔ بلکہ اونکو خسرو ثانی کہنا بجا ہوگا ناظرین سخن سنج یہ بات اس قصیدہ مین پائینگے کہ وہ متاخرین کے مضامین محض خیالی وتکلفی سے پاک ہے۔ مگر پختگی مین کسی متقدم یا متاخر سے کم نہین۔

تفسیر مین آیات کلام مجید کا نظم اپنی عبارت مین کسی طرح نعمت خان عالی سے کم نہین ہے مگر بیان مین زور اس قدر ہے کہ خان صاحب کے یہان نہین ہے۔ لفظی خوبیون کے بعد جب معانی کی خوبیون پر نظر فرمائیگا تو معلوم ہوگا کہ کتاب کی جن جن خوبیون کا ذکر کیا ہے وہ بھی ایسی نہین ہین کہ ہر شخص اون تک پہونچ سکے اس سے ظاہر ہے

کہ حضرت یزدانی جہان شاعر باکمال ہین عالم بیمثال اور حقایق آگاہ حکیم بے ہمال بھی ہین - اونکے قصیدہ کے بعد شعر پڑہنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونہون نے قصیدہ مین تعریف شاعرانہ کی ہے جسمین مبالغہ کے بغیر لطف نہین آتا - مگر جن خوبیون اور ضرورتون کو نثر مین بیان کیا ہے اونکے الفاظ مین شاید اغراق ہے مگر جس بات کو لکھا ہے اصل مضمون نہایت صحیح اور لاجواب ہے - اوسکے بعد جو دوسری تقریظ اور قطعات تاریخ ہین وہ بھی جناب سید محمد مرتضی صاحب کے بھائیون کے ہین اور اونکو دیکھکر ہم کہہ سکتے ہین - کہ این خانہ تمام آفتاب است - یہان سے حضرت بیان کا بیان ہے -

قصیدۂ غرا و جریدۂ سطرا

در تمہید تقریظ کتاب مستطاب - و صحیفہ لاجواب - گلوے عقائد اہل ایمان را رشک عواقید الجمان - و گردن اخلاص ارباب ایقان را غیرت قلائد العقیان - نسخہ شفاے آلام ارواح وادیان - دارونامہ اسقام دل و جان معشر جن و انسان - اعنی کتاب **شفاء الجنان من شبہات الشیطان** تصنیف تاج تارک عظماے ثغور و بحور - طرہ اکلیل کبراے سنین و شہور - مرجع کبار عز و جلال - مجمع بحار فضل و کمال بدر کامل اوج حکمت و حکومت ذیشان - مطمح انظار عواطف سبحان و سلطان سمی اللہ حضرت خلیفۃ الرحمان امام مہدی دین - صاحب العصر والزمان - عالیجناب مولوی سید مہدی علیخان

ڈپٹی کلکٹر وایڈیشنل جج عدالت مطالبہ خفیفہ روڑکی ضلع سہارنپور - ادام اللہ ظلال جلالہ الی یوم النشور -

مطلع اوّل

بہترین ڈپٹی کلکٹر حاکم جم اقتدار
در طلسم آباد روڑکی جلوہ گر کرسی زند

آسمان سربلند آفتاب عز وشان
در ممالک بختیار و در مسالک رہنما

داور عادل بہ نوشیروان ایران ہمقرین
مہربان صدرے کہ اندر کیش او کین شد حرام

از فروغ عدل او در صیت کسری کس رہا
شمع حسن صورتش بر طارم عیسی است نور

روے او در جاہ و مکنت مہ بود در نیم ماہ
از کف جودش مساکین در مساکن میوہ چین

با کفش گر قحط آب افتد در اقلیم سحاب
در کنار دامنش احسان چو گوہر گوشہ گیر

مولوی مہدی علیخان سید والا تبار
جود دستش بحر زیر جوے وجو بر آبشار [۵۱]

آفتاب نور پاشش آسمان اقتدار
در معارج شاہباز و در معارک شہسوار

سید حیدر ز سلطان خراسان یادگار
قہرمان بدرے کہ اندر دور او ظلم است خوار

واز علوے جاہ او در شان دارا صد شنار
نور شمع معنیش در وادی موسی است نار

رائے او در ملک و ملت مہر در نصف النہار
گوئیا دستش بود از نخل طوبی شاخسار

بار بار اے ابر احسان ابر گوید بار بار
گر چہ با شد دامن جودش محیط بے کنار

[۵۱] معنی یہ ہیں کہ جیسے روڑکی میں نہر اوپر ندی نیچے ہے اور نہر نیچے ندی اوپر ہے اور طلسم معلوم ہوتا ہے یہی حالت ممدوح کے ہاتھ کی جود کے ساتھ ہے ۱۲ منہ

زله کش از خوان احسانش رفیع و هم وضیع ... خوشه چین از خرمن جودش صغار هم کبار
در سرای عقل و علم و حکمت افلاطون پناه ... بر سریر عز و شان و حلم اسکندر وقار
بر سپهر فرهی صاحبقران صد سعود ... در بسیط آگهی مجموعهٔ چندین بحار
در زمانش عقل افلاطون دروغ بی فروغ ... با نوالش جود حاتم قصهٔ پار و پرار
در لسان شرب و لطجی لسانش گل فشان ... در زبان برطن کبری زبانش دُر نثار
در علوم خاک مغرب روکش بدر الظلام ... در فنون ملک مشرق همسر شمس النهار
نکته ها زیر لبش چون آب باران بیحساب ... جلوه ها در سینه اش چون سلک انجم بیشمار
خوض فکرش در حقایق موسی دریاشگاف ... غور طبعش در دقایق یونس ماهی شکار
از فروغ رای تابانش نه پیچد سر کسی ... کافتابش جلوه زو بر سمت راس روزگار
خامه اش در کار دین و دولت والقان شکل ... گاه کلک و گاه سیف و گه عصا و گاه مار
حمله زد ثعبان کلکش تا سر میدان دین ... رنگ دریو دیو شد چون سحر فرعون تار و مار
در جهاد خامه وار دز بر منجوق لواش ... شاه مردان شیر یزدان قوت پروردگار
نعره زد یا نانگ صریر کلک او در حرب دیو ... لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار
در صدف تحقیق حق باشد زبانش تیغ زن ... وا ز پی ابطال باطل کلک تندش نیزه دار
شعبه پیدا میکند ابلیس وا و تیر شهاب ... او حدف می سازد و این ناوک سندان گزار
ناصر دین است و گفتارش شهاب ثاقبی ... دیو را آتش زند در عرصهٔ شبهای تار
یسکه سر تا سر سر و کارش بفقه دین بود ... شد ز سر کار علومش منکشف صد سر کار

تار و پود مکر شیطانی چو نسج عنکبوت / از خدنگ کلک دشمن دوز او شد تار مار

قدسیان را آنکه پیر مسند تعلیم بود / کودن آمد در جلال و کرد چون کودک فرار

قول او در احسن تقویم شد صورت پذیر / گشت ایدون دفتر پیشینیان تقویم پار

ان محقق حق که بهر کشف اسرار کلام / همچو رومی فخر رازی را نداند راز دار

بسکه تنقیح ملل فرمود تنقید نحل / شد ز روی فضل شهرستانیان را شهریار

سدّ باب مکر شیطانی معطل بود و بس / مرد میدانی برون آمد ز غیب کردگار

نزد آدم کی بود ابلیس را فر و فروغ / پیش مهدی کی بود دجال را عز و وقار

جلوه ریز و مطلع ثانی سر بزم حضور / تا کند چون صبح ملک مدح را لامع دوبار

مطلع ثانی

ای تو چون کشورکشایان در بسیط روزگار / کامیاب و کامجوی و کامبخش و کامگار

در شهامت قیصر هندوستان را اعتماد / در شریعت خسرو ملک عرب را اعتبار

از درون سو آفتاب و از برون سو ماهتاب / شمع خلوت خانهٔ دل نور پاشد در عذار

از پی یک زینت اسلام صد زحمت کشید / شاهد جهدت ز خون دل همی بندد نگار

خامه ات چون سدّ ذوالقرنین در ملک یقین / بست محکم رخنه ها کانداخت شیطان در حصار

فره دین داری و فرمان دنیا نیز هم / در دو مرجع یک ضمیرت را نباشد انتشار

عدل تو تا در جهان کوس تن آسانی زند / ناخن ضیغم کشد از پای آهو نوک خار

بسکہ گلہا برفشانی در افاضاتِ نکات
بزم تو گلزار خلد و خلق تو بادِ بہار

ایکہ گفتارت کمند گردن دلہا بود
صورتِ فتراک در تارِ نفس بندی شکار

کلک سر تیزت عدو السہ را گردن برید
وہ کہ تیغ از چوب بود و کرد کارِ ذوالفقار

ہمچو موسیٰ کردہ دریاے وقت را دو نیم
خود بروں جستی و شیطان غرق شد فرعون وار

در فضاے شرع گل بانگِ صریرِ کلکِ تو
لحنِ مرغ زیرکے باشد درونِ مرغزار

انچہ حق پوشیدہ در استارِ فرقانِ حمید
کرد حسن سعی تفسیرت چو بیضا آشکار

در شفایت نوش جانِ دردمندانِ شکوک
دارو ما پور سینا سینہ از رشکش فگار

خشک و تر بیہودہ اندر عالمِ علمِ کتاب
طبع مواجیت گہے چون خضر وگہ الیاس وار

جندِ شیطان را سرِ کلکت چو سیفِ صف شگافت
راندہ از پیشِ حریمِ حرمتِ پروردگار

اوجِ فکرت مایہ از کوہِ شکوہِ آسمان
ہم بیارد چون سحاب و ہم بباردابر وار

حکمتِ خلاق بے ہمتا دو مہدی آفرید
اولین پنہان زچشمِ خلق دیگر آشکار

اولین چون آفتاب از نور سبحان مستنیر
وین دگر ضوگیر از وے ہمچو مہ در روزگار

دو مین بر بسترِ فیضان او چون شیرِ حق
اولین چون احمدِ محمود در جلبابِ غار

آن یکے فرمان روائے وین معیناچون رسول
وین دگر نائب مناب‌ش چون امامِ ذی وقار

تا مور نامت چو معراجِ محمد سربلند
کاخ والاے حیاتت ہمچو مہدی استوار

حصرِ اوصافت کجا در حیطۂ یزدانی است
بر کُند دستِ مناجاتے زروے اختصار

در کفِ عمرت بود سر رشتۂ عہدِ دوام
مر ترا روز نخستین باد ختمِ روزگار

تا جہان در سایہ‌ات بنشینند و چینند ثمر | بادیا رب تا قیامت نخل جودش پائدار

تقریظ (پائین باغ بیان)

رباعی

این نسخہ بود شفاے دلہاے خراب | فصلی است ز باب فیض رب الارباب
درمہد دہد جواب شافی چو مسیح | فرزند آمد بجا بہ ام الکتاب
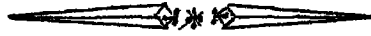
بسم اللہ الرحمن الرحیم | تیر شہابست بدیو رجیم

اقلام سے تعالیٰ شانہ کے بلند نام کا اونچا نشان اوٹھانے والی۔ اوراق سے توحید رب مجید کے جہان کشا پھریرے اوڑنیوالی۔ براہین ساطعہ سے اللہ متم نورہ کی کوندتی ہوئی بجلیاں چمکانے والی۔ حجج قاطعہ سے تائید دین محمدی کے لیے ان شانئک ھو الابتر کی چمکتی ہوئی تلواروں کے جوہر دکہانے والی۔ دلائل باہرہ سے آوارگانِ وادیٔ وسواس کو جادۂ اھدنا الصراط المستقیم پر لانے والی معانی زاہرہ سے خرمن شبہات ابلیس پر برق شہاب گرانے والی۔ نکات پرجوش سے دریاے حقیقت کو کوزہ مین بند کرنے والی۔ عبارات پرخروش سے کلمۃ اللہ ھی العلیا کے گران گوشون کے لیے ومن یھدی اللہ فما لہ من مضل کے نعرے بلند کرنے والی۔ سوختگانِ آتش شکوک کو یانار کونی برداً وسلاماً کی

بشارت پہنچانے والی - فالج زدگان سرومہری اعتقادات سخیفہ کے رگ وپے مین تاثیر مضامین گرم سے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کے صاعقے دوڑانے والی - مضامین سربلند سے نوبت کدہ اسلام مین تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا کے ڈنکے بجانے والی - تفسیر غوامض فرقانی سے بے بصران ظلمت نفسانی کے دیدۂ باطن مین ذالک الکتاب لا ریب فیہ کا سرمہ لگانے والی - انکشاف سرائر قرآنی سے خوابیدگان فرش غفلت کی بالین پر ھذا کتابُ ینطق علیکم بالحق کے صور کا شور مچانے والی - ایجاد مضامین متین سے ماہران مناہر علوم کی مغرور گردنین سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا کے ادب آموز محراب مین جھکانے والی - اظہار عجز علماے متقدمین سے فضلاے متاخرین کو ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء کا سبق پڑہانے والی - شرح دقایق غریبہ سے مجامع علماے امت محمدی مین ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء کا اقرار لینے والی - استحکام اقوال عجیبہ سے مدعیان علم تفاسیر کو الراسخون فی العلم کی تعلیم دینے والی - افتادگان بستر ضعیف الاعتقادی کے دلون کو مقولات برجستہ سے ہاتون اوچھالنے والی - فریب خوردگان غولان بادیہ مذبذبین بین ذالک کو مسلک سواء السبیل پر ڈالنے والی گم گشتگان صحراے حیرانی کے لیے صواعق روشن بیانی سے چراغ ہدایت جلانے والی - تشنہ لبان ریگستان شرک وبدعت کے سوکھے ہوئے گلوے اطمینان مین آب زندگی ٹپکانے والی - متکلمین فرق مختلفہ کے دہان تقریر پر جادلھم بالتی ھی احسن

سے مہر سکوت لگانیوالی۔ معترضین ملل تتبائنہ کے سینہ پر کینہ مین رشحات
انک لعلے خلق عظیم سے نار حسد کے شعلہ بجھانیوالی۔ حسن بیانات شافیہ کی
دلفریبیون سے ان من البیان لسحرا کا رنگ جمانیوالی۔ عقلی استدلالات
کافیہ کے ثبوت حقیت سے جاء الحق وزھق الباطل کی سکہ
بٹھانیوالی۔ تکمیل جبر نقصانات عظیمہ وساوس شیطانی سے جوامع ایمانی مین الیوم
اکملت لکم دینکم کی صدا دینے والی۔ اظہار نزول فیوض ربانی سے مجامع عرفانی
مین اتممت علیکم نعمتی کی صلا دینے والی۔ یعنی کتاب انتخاب صحیفہ لاجواب۔
مشحون بہ الہامات رب دوجہان۔ المسمی بہ **شفاء الجنان من شبہات الشیطان**
تصنیف شریف اعلیٰ حضرت قبلہ دوجہانی۔ منتہی نشین مراتب انسانی برگزیدہ بزرگ
نشان۔ دودوہ حضرت ابوالبشر مسیح امراض الجبر والاختیار والخیر والشر۔
المجدد لفن الکلام علی راس المائۃ الرابع عشر ملائک عادات۔ سید السادات
نقاوہ اکوان۔ خلاصہ بنی نوع انسان عالیجناب مولوی سید **مہدی علیخان** لازالت
شموس افاضات بازغۃ وبلد ورافاداتہ لامعۃ۔

نظم

دار ظلمت بود این دیر خراب	آفتاب ست آفتاب ست این کتاب
یافت صد ہا نکتہ باریک را	کرد روشن عالم تاریک را
یوسفے آمد برون از مصر ما	مہدی علی آمد برون در عصر ما

آن جمال دینِ حق آراستہ | وین نہالِ دینِ حق پیراستہ
لوحِ حسن یوسف مصری ست این | خوش ہدایت نامۂ مہدیست این
او سفیر و این کتابِ صاحب است | زانکہ صاحب را بعالم نائب است
نو ز آیاتِ صحیفہ است این کتاب | زانکہ قرآن را خلیفہ است این کتاب
این کتابِ بےنظیر و بےشبیہ | ابجد قرآن مبین لاریب فیہ

اعلیٰ حضرت مصنف کی قدرت قدسیہ کی اعجاز نمائیان پکار رہی ہین کہ طاقت انسانی بدون القاے ربانی ایسا زور کلام نہین دکھا سکتی۔ اور ابلیس ایسے پرانے معلم الملکوت کو شکست فاش دینا بدون کرشمہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ظہور مین نہین آسکتا۔ تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے کرامت رقم قلم کو کوئی جبروتی قوت زور دے رہی ہے اور کوئی لاہوتی کمک سحر نگار ہاتھ کی پشتیبانیان کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے طائر فکر کی بلند پروازیان کنگرہاے عرش کو سر انگشت ہاے دست رقم سمجھے ہوئے ہین۔ اور ذہن فلک رسا کی رسائیان ملکوت سموات کے کفِ دست میدان کو کفِ دست خیال کر رہی ہین۔ نظم

اے قلم اے پائے جولانت روان | سر زمین پست گوئی آسمان
نکتہ ہا روشن نوشتی در کتاب | در پئے شیطان زدی تیر شہاب

مضامین بلند کا اوج موج پکار رہا ہے کہ الحق یعلو ولا یُعلیٰ اسے کہتے ہین۔ ہمت عالی کی اولو العزمیان علے رؤس الاشہاد کہہ رہی ہین کہ آیہ انتم الاعلون

کے گویا یہی معنی ہین - ہم دیکھتے ہین کہ اعلیٰ حضرت مصنف کا بتحر ول اک ابلتے ہوئے چشمہ کیطرح جوش کی طرح بڑے زور شور کے ساتھ موج ار رہا ہے - اور فیض الٰہی کا دریا سے روان سر انگشت محمدی کیطرح نوکِ قلم سے بڑے جوش وخروش کیساتھ جاری ہوتا ہے - میرے نزدیک اگر دستِ قدرت ازلی ایسے افتخار عالم علوم کی تخمیر وجود باوجود کیطرف متعلق نہوتا تو وہ دہوکے کی ٹٹیان جو ابلیس پر تلبیس نے سوالات کے پردہ مین کوتاہ نظر بنی آدم کے آنکھونکے سامنے استادہ کی تہین زلزلہ اذا السماء انشقت کے بعد بہی قایم رہتین - اور وہ جادو کے چراغ جسکے تلے تیرہ وتاریک وسوسونکا عالم آشوب اندہیرا رہتا تہا غلغلہ و اذا النجوم انکدرت کے بعد بہی کسی انقلاب ہوا سے گل نہوتے مصرع

چنین کنند بزرگان چو کرد باید کار

عالم ایک ایسا بیمارخانہ ہے جسمین موسمون کے تبدل اور طبعیتون کے اختلاف سے ہر زمانہ مین نئے نئے جسمانی امراض کیساتھ روحانی اسقام بہی پیدا ہوتے رہتے ہین - جس طرح ہر حصہ دنیا مین ایک طبیب اجسام کی ضرورت پڑتی ہے - اسی طرح ایک حکیم ارواح کا بہی زمانہ محتاج رہتا ہے - حضرت موسیٰ کے زمانہ مین دینی فسادات کا علاج آپ سے متعلق تہا تو بدنی خرابیون کا معالج افلاطون یونانی تہا - جس طرح اپنے عہد مین حضرت مسیح روحانی طبیب تہے اسی طرح بطلیموس جسمانی چارہ فرماتہا - اس زمانہ مین قدیم طب کی خرابیان ڈاکٹرون نے دور کین لیکن

پورا سے نئے خیالات و ریتونکے ضرورت مند رہے۔ اسلیئے حال کے قومی حکمار
نے ایمان و ایقان کو علیل اور اعتقادات کو ضعیف پاکر روحانی تندرستیون کے
لیئے نسخے لکھنے شروع کیئے۔ اور دعویٰ کیا کہ ہم اسلام کے نیم بسمل تن بدن کی پوری
پوری اصلاح کرینگے۔ مگر جو دوائین تجویز کین تہین۔ اونسے شلہ برگشت کا عالم ہوا۔ اور
زمانیکی ضرورت رفع نہو سکی۔ استنے مین دن سے حضرت غدر آپہنچے اور قیامت
بپا کر دی پہر تو دنیا بالکل کایہ پلیٹ ہو گئی اور تغیرات عظیم سے جدید خیالات نے خروج
کیا۔ عام جاہلیت نے جس طرح سطوت سلطان پر حملہ کیا اسی طرح شریعت سبحان
کو بہی صدمہ پہونچایا۔ اس حملہ آور فوج کی نشان بردار جہالت تہی اور مقدمۃ الجیش دونوکی
بہکانیوالی مذہبی احکام سے ناواقفیت۔ امراض کے اسباب پائے گئے اور
علامات کا ظہور ہوچکا تو حال کے رفارمرون نے دینی حفاظت اور دنیوی تعلیم مین
سعی شروع کی۔ غرض تعلیم ترک مفاسد اور استحصال مراحم خسروی تہی۔ حفظان مذہب
اسلیئے ضروری ہوا کہ علوم جدیدہ کی ترقی اصول دین پر تیشہ زنی کریگی حالانکہ اسلام
مافوق فلسفہ ہے۔ کسی حکیم شاعر نے کیا اچہا کہا ہے۔ شعر۔

صوفی و فقیہ و عارف و دانشمند	این جملہ شدی و لے مسلمان نہ شدی

اوسپر العلم حجاب الاکبر کی صدا بہی دیر سے کانون مین گونج رہی تہی۔ اس خوف
سے کوشش کی رگومین اور خون دوڑنے لگا کہ ایسا نہو تازہ علوم سے مسلمان
ڈگمگا جائین۔ کیونکہ فلسفہ و اسلام مین ہمیشہ سے جنگ ٹہنی چلی آتی ہے ناچار پڑانی

شاہ راہ سے پلٹ کر دوسری طرف بڑ ہے۔ فی الحقیقت ٹہیک ڈگر پر آگئے تہے
اور مناسب اصول پر پیش قدمی کی تہی مگر افسوس ہے کہ راستہ مین ٹیڑہی چال چلے
اور طریق عمل کے لئے مفید انجام نہ سوچا اس غلط فہمی سے لشکر موسٰی کی طرح آپس مین
پہوٹ پڑ گئی اور اسلام کا سواد اعظم اون فوائد سے محروم رہا جنکا حاصل ہونا ضرور تہا۔ سوال
ہے کہ نیک کوشش سے بد نتیجہ کسطرح پیدا ہوا۔ جواب یہ ہے کہ تاویلات
کو اسقدر پہیلا دیا کہ فلسفہ و اسلام کے تطابق کی غرض پوری نہو سکی۔ یہان او ہوری سمجھ
نے وہو کا کہایا اور یہ سمجہایا کہ معجزات اور ملائکہ اور دیگر ارواح مخفیہ سے منکر جانا ضرور ہے
اسلئے کہ نئی حکمت شہودی دیکہے بغیر کسی امر کو تسلیم نکریگی اور خلاف عادت کسی شئے
کی قایل نہوگی تو اسلامی دنیا مین تزلزل پیدا ہوگا۔ یہ رائے بظاہر دین کی موئد معلوم
ہوتی ہے لیکن جمہور کے تخالف نے مسلمانون کو بہڑکا دیا اور تکبیر کی جگہہ تکفیر کے نعرے
بلند ہوئے۔ اس نقصان سے وہ امور جو دولت کے پاؤن سے راہ چلتے ٹہنک
رہے اور ضرورتین اپاہج پڑی رہگئین۔ ایسے شغل عظیم کے سمجہنے والے کہان؟
اور ایسے نازک معاملہ کے سلجہانیوالے کدہر۔ مگر حقتعالی اپنے نور کا تمام کرنیوالا
ہے تاکہ جزا و سزا کے لئے حجت تمام ہو لہذا آخر کار اوسنے اعلی حضرت مصنف
کے ذات مقدس سے زمانیکو زینت دی آپکی جامعیت کمال اور واقفیت اسرار اور
حدت ذہن اور حدیت خیال نے اس کتاب مین انتہائی قوت و کہائی اور ارباب
عقول کو بتا دیا کہ صحیح طریق یہ تہا اور کوشش اس رنگ ڈہنگ سے ہوتی۔ الحق ع

مہدی از غیب برون آید و کارے بکند

ہم کسی قرابتِ قریبہ یا کسی غرض نفسانی سے آپکی مدح وثنا نہین کرتے بلکہ یہ وحید العصر کتاب جو کچھہ اپنے منہ سے بول رہی ہے۔ زبان بیان اوسکا ترجمہ کر رہی ہے شعر

وصفِ انداز جمالت نہ زمن می آید		بلکہ خود شوخئے حسنت بسخن می آید

یہانتک مجمل بیان ہوا اب مین قلت فرصت اور تنطقل مقام کے سبب تھوڑی سی تفصیل کرتا ہون۔ یہ ہوا کہ فلسفہ حال کی بنا محسوسات پر دیکھکر مدبرانِ وقت نے معجزات و ملائکہ کے ساتھہ وجود شیطان اور مسئلہ تقدیر سے بھی انکار کرنا لازم سمجھا اور پکار دیا کہ بن ہاتھہ پیر ہلائے کوئی شے دستیاب نہین ہوتی۔ آدمی خود مختار ہے مجبور نہین ہے تدبیر کے بل پر تقدیر کے منکر بن بیٹھے۔ چونکہ ہمیشہ سے مسلمانون کا تکیہ تقدیر پر ہے اسلئے ایسے کلمات راس نہ آئے اور برہمی پھیلگئی۔ یہ وہی مثل ہوئی۔ تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ۔ اعلیٰ حضرت مصنف نے دونون مسئلون پر زور دیا اور ثابت کر دکھایا کہ معجزات اور فرشتے اور شیطان وجود حقیقی رکھتے ہین اور جبر و اختیار کے گورکھہ دھندے کی گتھیان کھولکر ایسا صاف و شفاف کر دیا کہ انسانی عقلین دنگ رہگئین۔ تقدیر و توکل و دعا کے مسئلون کو ایسا صاف بیان کیا کہ تدبیر و تقدیر دونون کی صحت مین کوئی شک نہین ہوسکتا ہے

آنکار کنی کہ کس نیارد انکار		وانجا برسی کہ بعد ازان جا نبود

سبحان اللہ کس انوکھی تمہید سے ان پرپیچ مسائل کو چھیڑا کہ کسی سے آجتک نہوا نہوگا

یعنی شیطان کے مشہور سوالات کو کتاب کا موضوع ٹھیرایا اور اوسی پہ مطالب کتاب کی بنیاد رکھی - یہان بڑے بڑے گران ڈیل مصنفون نے قلم کی طرح ماتہے ٹیک دئے تہے اور عجز کا اعتراف کیا تہا بعض نے کچھ ریزش کی لیکن شکوک کی بیماریان رفع نکر سکے - گویا قلم قدرت نے لوح تقدیر مین شافی جوابات اسی نسخہ شفا کے لیے محفوظ رکھے تہے - انشاء اللہ تعالی اب سے دنیا کی آیندہ نسلون مین جبر و اختیار کے خیالات رویہ سے کسیکو اختلاج قلب کا عارضہ پیدا نہوگا -

دعا ہے کہ اس نیک ذریعہ سے باہمی اختلافات اوٹھ جائین - رعیت بادشاہ کو پیاری ہو دین کے ساتھہ دنیا کے فوائد بہی حاصل ہون -

اس معجز نما کتاب مین بڑی خوبی یہ ہے کہ اعلی حضرت مصنف نے بیان مقاصد کا سلسلہ عجیب اختیار کیا - یعنی آغاز مین کتاب و سنت سے کہین استدلال نہین کیا دلائل کی وقتین بیان فرما کر ایک ایسا حیرت ناک اثر دکھلایا ہے کہ حال کے رفارمر اپنے ادراک و اجتہاد کی فاش غلطیان سمجھکر متحیر و مبہوت رہجائین - پہر اوس تحیر کو قدرت الہی اور آسان پیش پا افتادہ روزمرہ کی باتون سے مندفع کیا ہے - اور ثابت کر دیا ہے کہ وجود شیطان کا اعتقاد صحیح بلکہ ضروری ہے - پہر اونہین مضامین کا کلام الہی سے پورا پورا ثبوت دیا ہے - اسیطرح یہ ہے کہ کہین تفسیر بالرائے نہین پایا انہہ عقلی مضامین کو نقل سے ایسا مستحکم کیا ہے کہ باید و شاید - اس کتاب مین ایک اور تعجب انگیز لطف یہ پیدا ہوا ہے کہ آدمی جب اون سوالات کو دیکھے حیران ہو پہر تمہید

پڑہکر وہ حیرت بالکل مضمحل ہوجاوے پہر باب اول سے تسکین شروع ہو اور اطمینان
قلب بڑہتا چلے یہانتک کہ باب پنجم مین اوس کی تکمیل ہو اور وہ انتہائی یقین آجائے
کہ دل باغ باغ ہوکر بول اوٹہے کہ دین حق ہے اور بیانات دین لاریب فیہ صحیح ہین اور
اوسکے ساتہہ قانون سلطنت کی اطاعت کو بہی مستحسن مان لے۔

اعلیحضرت مصنف نے جن مسائل مشکلہ کو ایسا حل کیا ہے کہ سوائے اعلیحضرت
مصنف کے دوسرے کا کام نہ تہا اب ہم اونمین سے بعض کی طرف اشارہ
کرتے ہین۔

مثلاً زمانہ حال مین وجہ انکار وجود شیطان یہ ہے کہ دین مین شیطان کا مادہ
خلق آگ کو ارشاد فرمایا ہے۔ اور تحقیقات حال کے موافق آگ کوئی عنصر نہین
ثابت ہوئی۔ تو مادہ خلق کیونکر ہوسکتی ہے۔ اس مقام کو اس طرح صاف اور روشن
کیا ہے کہ اذعان کلی ہوجاتا ہے کہ اسوجہ کی بنا پر انکار کسقدر غلط تہا۔

مثلاً یہ شبہ تہا کہ رحم و عدل دونون ایک جگہہ جمع نہین ہوسکتے اس
گرہ کو اس طرح کہولا ہے کہ کسی عاقل کو صفات رحم و عدل کا یکجا ہونا تسلیم کئے بغیر
نہ بن پڑے۔

مثلاً جبر و اختیار مین یہ شبہ تہا کہ باہم متناقض ہین اور اجتماع
نقیضین محال ہے۔ یہان ایسی معجز نمائی کی ہے کہ تناقض کا شبہ یک قلم
جاتا رہا۔

مثلاً لوگون کے دلونمین یہ شبہ تہا کہ حقتعالی رحیم ہے زیادہ مخلوق کو عذاب نہ فرمائیگا اس شبہ کو ایسا دور کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت مصنف کے جوہر دماغ کی قابلیت پر سخت تعجب آتا ہے ؏ ایسے ہی بشر ہوتے ہین قدرت سے ہے خدا کی۔

مثلاً۔ تاویل کی بحث ایسی لکہی ہے کہ ماولین کو معلوم ہوجائے گا۔ کہ وسعت تاویل کا طریقہ ایسا ناکارہ اختیار کیا گیا تہا کہ اوس سے زیادہ تر کوئی خرابی نہ تہی۔

مثلاً وجود شیطان کو دلائل عقلی سے ثابت کیا ہے وہ مضمون تو ایسا ہے کہ ہم اوس معجز کی داد دینے سے عاجز ہین۔

مثلاً غرض ایجاد عالم کو اس طرح بیان فرمایا کہ آجتک کسی عالم کے فرشتونکا وہم و خیال بہی وہانتک نہین پہنچا تہا۔

الغرض جس مسئلہ کو لیا ہے اس خوبی سے بیان کیا ہے اور اسقدر اونمین نئی باتین نکالی ہین کہ ہماری عقل حیران ہے کہ کس بلا کا ذہن ہے۔ شعر

تراکشیدہ کو دست از قلم کشید خدا		بجود تِ تو کسے کمتر آفرید خدا

اور ایک خوبی اس تصنیف مین یہ ہے کہ سنی شیعہ کی بحث کو دخل نہین دیا اور یہ بہی نہین کیا کہ صرف شیعون کی کتابون سے استدلال ہو یا صرف اہل سنت کی کتابون سے بلکہ ہر جگہ تحقیقِ حق پیش نظر رکہی ہے جیسی مخالفت راے امام فخر الدین

رازی سے کی ہے ویسی ہی قاضی نوراللہ شوستری سے بھی۔ جہان واقعۂ شہادت جناب سیدالشہدا کو بیان کیا ہے وہان بھی اس طرح لکھا ہے کہ دونون مذہب والے اختلاف نہین کر سکتے۔ عبارت مین یہ حسن ہے کہ مضامین کو آسان سے آسان لفظون مین ادا کیا ہے۔ اولًا عربی الفاظ کم استعمال ہوئے ہین۔ مگر جب بڑھتے بڑھتے لیاقت بڑھجاوے اور ناظر بلند نظر ہو تو عربی لفظون سے چندان احتراز بھی نہین کیا تاکہ فصاحت کی چاشنی باقی رہے اور عبارت بھدی اور پھیکی ہونے پاوے۔ اعلیٰ حضرت مصنف نے جہان جہان اپنا حال بیان کیا ہے وہ ایسا عبرت خیز ہے کہ اگر آدمی اور کتاب کو نہ دیکھے دیباچہ اور متفرق مقامات مین وہی مضمون دیکھ لے اور ذرا غور طبیعت کو بھی کارفرما ہو تو وہین سے راہ راست کا سرا ملجائے اور ایصال الی المقصود مین کوئی وقت واقع نہو۔

اب ہم قطعاتِ تاریخ طبع کتاب سے اپنے پائین باغ کو زیب و زینت دیتے ہین

قطعۂ تاریخ طبع بحساب سال ہجری

این کتابِ با صوابِ لاجواب	ہست در دوران شہابے ثاقبے
خرقِ عادت مین کہ خیز داز زمین	اندرین آوان شہابے ثاقبے
این چنین نادیدہ از روزِ ازل	دیدہ بوالعجان شہابے ثاقبے

گشت دیو آتشین خاک سیاہ
سوختش سامان شہابے ثاقبے

نار دلہا رفتہ از نور شفاش
تا شدہ افروزان شہابے ثاقبے

سال طبعش را بیان ناچار گفت
از پئے شیطان شہابے ثاقبے

قطعہ تاریخ طبع بحساب سال عیسوی

مرحبا دافع علل ز ملل
حبذا النسخہ شفائے جنان

زین کتاب مبین بسیار کباد
فتح آدم ہزیمت شیطان

کس ندیدش و گر نخواہد دید
در ہزاران ہزار جزو زمان

از عبارات روشنش پیدا
ہست سحر حلال حسن بیان

عربست و عجم ولے اُردو
بر دگوے سبق ازین و ازان

نہ از عرب این چنین کتاب رسید
نہ از عجم عالمے نوشتہ چنان

پئے تاریخ سال عیسویش
رفتہ بر عروج عرش فکر یان

قبلہ مہدی علی مصنف اُو
شد مسمی خلیفۃ الرحمان

جہل را سر فرو فگند و بگفت
شدہ نامش خلیفۃ القرآن

۱۸ ۶ ۹۹

تقریظ - ریختۂ قلم حقایق شیم تقدس مآب - رونق افزاے ممبر و محراب - عالیجناب مولوی سید اصغر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مین نے اس کتاب کے اکثر مقامات کو خود حضرت مصنف مدظلہ العالی کی زبانی سنا - مین اپنے حق الیقین کے بھروسہ پر سچائی کے ساتھہ کہتا ہون کہ میرے پاس ایسے وسیع الفاظ نہین ہین کہ اس لاجواب کتاب کی ایک سطر کا بھی پورے پورے طور سے ریویو کرسکون - ہان اسقدر کہنے کی جرأت کرسکتا ہون کہ ابتدائی آفرینش اسلام سے محمدن پبلک نے آجتک ایسی کتاب نہ دیکھی ہوگی - پھر اپنے سچے کانشنس کی صادقہ شہادت کی روسے گواہی دیتا ہون کہ اس کتاب کی ایک ایک حرف سے قادر مطلق خداتعالیٰ کی معرفت اور اوسکے مبنی بمصالح احکام کی تصدیق اسقدر بڑھتی ہے جس طرح علم حساب مین ایک سیاہی کے نقطہ سے جسے صفر کہتے ہین مراتب اعداد - فی الحقیقت یہ کتاب اس زمانہ کے لئے ایسی ضروری ہے جیسے ایک مرے ہوے بوسیدہ پیکر کے لئے حضرت مسیح کی زندگی بخش انفاس - انگلستان کے حکیم سر اسحاق نیوٹن نے اشیا کی کشش کو مراکز کی طرف دریافت کیا اور اوس سے ہزارہا مفیدہ نتائج استنباط کئے - لیکن

شیطانی شبہات کی طرف ضعیف الاعتقاد قلوب کی کشش کا دریافت کرنا اور اوسکے نقصانات عظیمہ کے آثار کو روکنا حکیم نیوطن سے بدرجہا زیادہ تر کام تہا۔ شکر ہے کہ وہ فیاض برحق (خدا) نے ہمارے قبلہ و کعبہ مولوی سید مہدیعلی خان صاحب کا حصہ فرمایا۔ اور آپکے مبارک ہاتھ سے اسلامی دنیا کے ہر ایک سلیم العقل باشندے کو بڑا فائدہ رسان بہرہ پہونچایا۔ آخر مین میری عام رائے اس قیمتی کتاب کی بابت یہی ہے کہ یہ مستطاب صحیفہ آیات الٰہی سے ایک تعجب انگیز آیتہ ہے اور معجزات محمدی سے ایک تحیر خیز معجزہ۔ اللہ تعالیٰ ایسے بزرگون کو ملک کے سر پر ایک مکلل تاج کی طرح قایم رکھے۔ اور ہماری دعائین قبول فرمائے۔ والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و آلہ الطیبین الیٰ یوم الدین۔ آمین

عالیجناب منشی سید حسین صاحب تحصیلدار منجن پور ابن مرحوم سید گوہر علی صاحب رئیس میرٹھ نے جب اس تصنیف کو ملاحظہ فرمایا ایک قطعہ بطور تقریظ و تاریخ لکھا۔

وہو ہذا

قبلۂ کونین نے لکھی شفا	نسخۂ شافی ہے یہ اہل جہان
دافع اوہام و مزیل شکوک	چارہ گر قلب و مسیحائے جان

رد کیا شیطان کے سوالات کو	فتح ہوا معرکۂ امتحان
فکر ہوئی جب پئے تاریخ طبع	ہاتف غیبی نے کہا ناگہان
اسے شرف از روے بداہت لکھو	نسخۂ نامی یہ شفاے جنان
	سنہ ۱۸۹۹ع

تمت بالخیر

اشتہار

اشتہار چھپائی مطبع مفید عام آگرہ

خدا کے فضل و کرم سے اس مطبع مین ہر قسم اور ہر زبان کی کتابین اردو ہندی - فارسی - عربی نہایت خوشخط صحیح و عمدہ جلد ارزان نرخ پر عمدہ سیاہی مصالح سے لیتھو مین طبع ہوتی ہین - علاوہ اسکے بندوبست اور چنگی وغیرہ کے جملہ کاغذات بھی چھپتے ہین یہ نامی مطبع تخمیناً بیس برس سے اپنے فرائض منصبی کو نہایت ایمانداری اور خوش معاملگی سے ادا کر رہا ہے اور اسکی شہرت و نیکنامی روز افزون ہے اور اس مطبع مین کتب نسبت اور مطابع کے بہت خوشخط و صاف و عمدہ چہپائی جاتی ہین جن صاحبونکو کچھہ چھپوانا ہو وہ انکو کیفیت نرخ وغیرہ کی خط و کتابت سے معلوم ہو سکتی ہی نمونہ کیلئے ہمارے مطبع کی چھپی ہوئی کتابین کافی و وافی ہین فقط

المشتہر - محمد قادر علیخان صوفی مالک و مہتمم مطبع مفید عام آگرہ